ماہانہ
داستان دل
ڈائجسٹ
نیا سال مبارک ہو
جنوری 2017

نوٹ

تمام مصنفین ، قارئین اور شعراء حضرات سے درخواست ہے کہ وہ داستانِ دل کی تحاریر کے سلسلے میں چیف ا یڈیٹر
اور ایڈیٹر کے علاوہ کسی سے لین دین مت کریں۔تمام تحاریر نیک نیتی کی بنیاد پر بغیر مفت شائع کی جاتیں ہیں۔۔ اور کوئی آپ سے پیسوں کے عوض ہمارا نام لے کر تحریر مانگے تو اسے ہرگز اپنا سرمایہ مت دیں اور ادارے کو فوری
اطلاع کریں

نگران اعلیٰ: وسیم طاہر ڈھکو

بانی: زیب النسا

مدیر اعلیٰ: نزہت جبیں ضیاء

مدیر: ندیم عباس ڈھکو

مینجمنٹ آفیسر: ریحانہ اعجاز / آمنہ رشید

نائب: آبرو نبیلہ اقبال / سحرش نقوی

شمارہ: 10

جنوری 2017

خط وکتابت کا پتہ: ندیم عباس ڈھکو، چک نمبر 5/79 Lڈاکخانہ 5/78 L تحصیل وضلع ساہیوال

فون نمبر 03225494228 ہمارا ای میل ایڈریس ہےabbasnadeem283@gmail.com

فہرست

ناول

انٹرویو: سونیا چوہدری

افسانے

ماہانہ
داستان دل
ڈائجسٹ
انٹرنیشنل ڈائجسٹ جو نئے لکھاریوں کو مواقع فراہم کر رہا ہے
نیا سال مبارک ہو
جنوری 2017

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ داستان دل ڈائجسٹ

جنوری 2017

ایڈیٹر ندیم عباس ڈھکو

اسلام وعلیکم

امید کرتا ہوں کہ داستان دل کی ٹیم کے تمام ممبر خیریت سے ہوں گے۔نیا سال مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ آپ سب کی زندگیوں کو خوشیوں سے مالا مال کر دے۔سب سے پہلے میں اپنی ٹیم کو اور تمام ممبر کو مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نئے سلسلے میں کامیاب ہو گئے ہیں کچھ لوگوں کو تو پتہ ہو گا مگر جن لوگوں کو نہیں علم وہ نوٹ فرمالیں داستان دل ڈائجسٹ کی ٹیم انتخاب کی کتابیں مارکیٹ میں لا رہی ہے اور اب یہ سلسلہ چلتا رہے گا انشاء اللہ دو ماہ بعد کتاب مارکیٹ میں آیا کرے گی جس میں آپ سب ممبر شامل ہو سکتے ہیں۔اور دنیا کے ہر کونے سے شامل ہو سکتے ہیں ہمارے یہ انتخاب شاعری،افسانے،کالم پر مشتمل ہوں گے اور یہ کتاب ہر شہر سے کو باآسانی دستیاب ہو گی اس کے علاوہ باہر کے ممالک کے افراد بھی یہ کتاب گھر بیٹھے حاصل کر سکتے ہیں ایسا مواقع بار بار نہیں ملتا آپکے افسانے،شاعری فری شامل کیے جائیں گے مگر آپکو کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ صرف ادا کرنا ہو گا۔۔۔تو جلدی کریں آج ہی اپنا نام کنفرم کروائیں،،،،((اہم نوٹ:دیر سے شامل ہونے والے افراد کی تحریریں نیکسٹ کتاب میں شامل کی جائیں گی))۔اپنا نام،شہر کا نام،اور موبائل نمبر اپنا ہمیں نوٹ کروا دیں ہماری اپ ڈیٹ آپ موبائل پر بھی موصول کر سکتے ہیں۔۔۔ہماری پہلی کتاب شامِ تنہائی شائع ہو گی ہے حاصل کرنے کے ابھی رابطہ کریں اس کتاب میں امریکہ،نیپال

،انڈیا، سعودی عرب، دوبئی کے کے ساتھ ساتھ پاکستان کے بے شمار شاعر شامل ہیں۔ آپ یہ کتاب دنیا کے ہر ممالک میں حاصل کر سکتے ہیں کتاب کی قیمت 300 روپے پاکستانی ہے جس میں ڈاک خرچ آپکا اپنا ہو گا۔۔۔۔ دوستو۔۔یہ ہماری پہلی کامیابی ہے انشاء اللہ بہت جلد دوسرا انتخاب افسانوں کا اور شاعری کا ہو گا۔ ہمیں اپنی ٹیم کے لیے ہر ممالک سے لوگوں کی ضرورت ہے جو ہمارا اردو ادب کی خدمت میں ساتھ دیں،،،،

انشاء اللہ فروری میں بہت سی باتیں ہوں گی آپ سب سے،،شام تنہائی حاصل کرنے کے لیے 03225494228 پر رابطہ کریں۔۔۔۔

اک ذرا سا انسان اور ماں کے قدموں کی خاک۔۔۔۔

آپ سب کا اپنا ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

فیس بک:03377017753

واٹس اپ:03225494228

ای میل: abbasnadeem283@gmail.com

حمد باری تعالیٰ

سب کا داتا ہے تُو سب کا نگہبان ہے

یہ حسین کائنات تیرا ہم پہ احسان ہے

کرتا نہیں جو ادا جہاں میں شکر تیرا

کم عقل، کم ظرف کتنا وہ اِنسان ہے

مولا تیری رحمتیں ہوں بھلا کیسے شُمار

کاریگری پہ تیری عقل بھی حیران ہے

سمجھے نا جو حکمتیں، مصلحتیں تیری

ناعاقبت اندیش دل بھی کتنا نادان ہے

الٰہی کیسے کرے بیاں حمد تیری ریحانہ

کرم کرنا گنہگار پہ تُو بڑا مہربان ہے

ریحانہ اعجاز۔۔۔۔۔۔

کراچی

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ہے تمنائے رُخِ مصطفٰی مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

تیرا نام دِل میں بسا رہے مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

یہ زباں یہ چشم گناہ زدہ مگر پھر بھی ہے یہی التجا

تیرے دَر پہ ہو میری حاضری مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

میرا رب مجھے بھی عطا کرئے ہو دیدارِ محمدؐ خواب میں

میں جیوں مروں تیرے نام پہ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

میرے رُوبرو ہوں جو جالیاں, مولا جان تن سے جُدا کرئے

اے میرے طبیب قبول کر آبرو مجھے اور کچھ نہیں چاہئے

شاعرہ آبروؔ نبیلہ اقبال..........

راولپنڈی

03225494228
abbasnadeem283@gmail.com

داستان دل آون لائن ڈائجسٹ

چلو دنیا کی سیر کریں آبرؤ نبیلہ اقبال تیری وادی وادی گھومو تیرا کونہ کونہ چھومو تُو میرا دلبر جان تُو میرا پاکستان

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کو قدرت نے ہر قسم کے زمین و آب ہوا دی ہے۔ پاکستان میں مختلف لوگ، مختلف زبانیں اور علاقے ہیں جنہوں نے پاکستان کو بہت سے رنگوں کا گھر بنا دیا ہے۔ پاکستان میں ریگستان، ہریالی

علاقے، پہاڑ، جنگلات، گرم علاقے، سرد علاقے، خوبصورت جھیلیں، جزائر اور بہت کچھ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ۲۰۱۲ میں پاکستان نے اپنے طرف 1 ملین سیاحوں کو مائل کیا۔ پاکستان میں امن و امان کے مسئلے کے وجہ سے پاکستان کا سیاحت بہت متاثر ہوا لیکن اس کے باوجود اچھی خاصی تعداد میں لوگوں نے پاکستان کا رُخ کیا۔

پاکستان میں سب سے زیادہ سیاحت کو فروغ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں ملا. جب ملک تیزی سے ترقی کر رہا تھا، دیگر شعبوں کی طرح سیاحت بھی اپنے عروج پر تھا، باہر ممالک میں سے لاکھوں سیاح پاکستان آتے تھے۔ اس وقت پاکستان کے سب سے مقبول سیاحی مقامات میں درہ خیبر، پشاور، کراچی، لاہور، سوات اور راولپنڈی جیسے دیگر علاقے شامل رہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ملک میں اور بھی مختلف خوبصورت علاقوں کا لوگوں پتہ چلتا رہا اور سیاحت تیزی سے بڑھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ملک میں سینکڑوں سیاحی مقامات کی سیر کی جاتی ہے، خاص کر پاکستان کے شمالی حصے میں سیاحت سب سے زیادہ ہے۔ شمالی علاقوں میں آزاد کشمیر، گلگت بلتستان، خیبر پختونخوا اور شمال مغربی پنجاب شامل ہیں۔ پاکستان کے شمالی حصے میں قدرت کے بے شمار

نظارے موجود ہیں، اس کے ساتھ ساتھ مختلف قلعے، تاریخی مقامات، آثار قدیمہ عمارتیں

، وادیاں، دریا، ندیاں، جنگلات، جھیلیں اور بہت کچھ موجود ہیں۔

چلیں آج آپ کو ایک تاریخی مقام کی سیر کرواتے ہیں.... لیکن پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں اس تاریخی مقام پہ کیوں گئی....؟ چلیے یہ بھی بتائے دیتی ہوں... تو قارئین بات کچھ یوں ہے کہ میں یونیورسٹی کی طالبہ تھی ہر سمسٹر میں ہم یونیورسٹی کی طرف سے ایک ٹرپ پہ جا سکتے تھے. مری، ایبٹ آباد، پشاور، خانپور ڈیم اور کشمیر سمیت دیگر کئی مقامات کی سیر کر چکے تھے ایک بار جب ٹرپ کے لیے جگہ کا انتخاب کیا جا رہا تھا تو ہمارے محترم استاد ہمایوں شجاع صاحب نے قلعہ روہتاس کا تزکرہ کیا کہ وہاں جانا چاہیے. بعد ازیں میری بہت پیاری سہیلی عروشہ جاوید نے بھی بتایا کہ اُن کی کلاس کا ٹرپ قلعہ روہتاس گیا تھا. جبھی ارادہ کر لیا کہ مجھے بھی وہاں جانا ہے. پھر ہوا کچھ یوں کہ ایک پروجیکٹ کے سلسلے میں ہم کچھ اسٹوڈنٹس کو قلعہ روہتاس جانا پڑا میں تو بہت خوش ہو گئی. کیونکہ تاریخی مقامات پہ جانا

اور اُن جگہوں کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں.

بچپن میں پی ٹی وی پہ دیکھے جانے والے ایک بہترین ڈرامہ سیریل "ارتقاء" کے بعد ایک شوق ایک تجسس سا پیدا ہو گیا تھا تاریخی مقامات کے حوالے سے

چلیں آپ کو بھی کرواتے ہیں" قلعہ روہتاس "کی سیر....

*** روہتاس قلعہ کی سیر

***

تعارف :

"شیر شاہ سوری" کا تعمیر کردہ قلعہ روہتاس 948ھ میں مکمل ہوا، جو پوٹھوہار اور کوہستان کی سرزمین کے وسط میں تعمیر کیا گیا

اس کے ایک طرف نالہ کس، دوسری طرف نالہ گھان اور تیسری طرف گہری کھائیاں اور گھنا جنگل ہے۔ شیر شاہ سوری نے یہ قلعہ "گھکڑوں" کی سرکوبی کے لئے تعمیر کرایا تھا۔

دراصل گکھڑ مغلوں کو کمک اور بروقت امداد دیتے تھے، جو شیر شاہ سوری کو کسی طور گوارا نہیں تھا۔ جب یہ قلعہ کسی حد تک مکمل ہو گیا تو شیر شاہ سوری نے کہا کہ آج میں نے گکھڑوں کی پیٹھ میں چُھرا گھونپ دیا ہے۔ اس قلعے کے عین سامنے شیر شاہ سوری کی بنائی ہوئی "جرنیلی سڑک" گزرتی تھی، جو وقت کے ساتھ ساتھ یہاں سے پانچ کلو میٹر دور ہٹ چکی ہے

ہم تقریباً دن ۱۲ بجے قلعہ پہنچ گئے.

یہ قلعہ اپنی طرز کا ایک منفرد قلعہ ہے..

مجھے وہاں پہنچتے ہی احساس ہوا کہ بہت اچھا ہوا میں یہاں آئی..

کیونکہ مجھ پہ تاریخ کے جھروکوں سے بہت سے راز وا ہونگے.

چلیں قارئین آپ کو قلعہ روہتاس کی روایت کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں..

روایت:

دوسرے قلعوں سے ہٹ کر قلعہ روہتاس کی تعمیر چھوٹی اینٹ کی بجائے دیو ہیکل پتھروں سے کی گئی ہے۔ ان بڑے بڑے پتھروں کو بلندیوں پر نصب دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس قلعے کی تعمیر میں عام مزدوروں کے علاوہ بے شمار بزرگانِ دین نے بھی اپنی جسمانی اور روحانی قوتوں سمیت حصہ لیا۔ ان روایات کو اس امر سے تقویت ملتی ہے کہ قلعے کے ہر دروازے کے ساتھ کسی نہ کسی بزرگ کا مقبرہ موجود ہے، جبکہ قلعہ کے اندر بھی جگہ جگہ بزرگوں کے مقابر پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور روایت ہے کہ یہاں قلعے کی تعمیر سے پہلے ایک

بہت بڑا جنگل تھا۔ شیر شاہ سوری کا جب یہاں گزر ہوا تو یہاں پر رہنے والے ایک فقیر نے شیر شاہ سوری کو یہاں قلعہ تعمیر کرنے کی ہدایت دی۔

دورانیہ تعمیر اور اخراجات:

ایک روایت کے مطابق "ٹوڈر مل" نے اس قلعے کی تعمیر شروع ہونے والے دن مزدروں کو فی سلیب (پتھر) ایک سرخ اشرفی بطور معاوضہ دینے کا اعلان کیا تھا۔ گو قلعہ کی تعمیر پر اٹھنے والے اخراجات کا درست اندازا نہیں لگایا جا سکتا تاہم ایک روایت کے مطابق اس پر 34 لاکھ 25 ہزار روپے خرچ ہوئے۔ "واقعات جہانگیری" کے مطابق یہ اخراجات ایک پتھر پر کندہ کئے گئے تھے، جو ایک زمانے میں قلعے کی کسی دروازے پر نصب تھا۔ قلعے کی تعمیر میں 3 لاکھ مزدوروں نے بیک وقت حصہ لیا اور یہ 4 سال، 7 ماہ اور 21 دن میں مکمل ہوا۔

دروازے:

قلعے کے بارہ دروازے ہیں، جن کی تعمیر جنگی حکمت علمی کو مد نظر رکھ کر کی گئی تھی۔ یہ دروازے فن تعمیر کا نادر نمونہ ہیں۔ ان دروازوں میں خواص دروازہ، موری دروازہ، شاہ چانن والی دروازہ، طاقی دروازہ، شیشی دروازہ، لنگر خوانی دروازہ، بادشاہی دروازہ، گٹیالی دروازہ، سوہل دروازہ، پیپل والا دروازہ اور گڑھے والا دروازہ شامل ہیں۔

قلعے کے مختلف حصوں میں اس کے دروازوں کو بے حد اہمیت حاصل تھی اور ہر دروازے کا اپنا مقصد تھا اور اس کی خاص وجہ تسمیہ بھی تھی۔ہزار خوانی صدر دروازہ تھا۔

طلاقی دروازے سے شیر شاہ کے دور میں ہاتھی داخل ہوتے تھے۔طلاقی دروازے کو منحوس دروازہ سمجھا جاتا تھا۔

شیشی دروازے کو شیشوں اور چمکتی ٹائلوں (چمکتے چوکوں) سے تیار کیا گیا تھا۔لنگر خوانی لنگر کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

کابلی دروازے کا رخ چونکہ کابل کی طرف تھا اس لیے اس کو کابلی دروازہ کہا جاتا تھا۔

سوہل دروازہ زحل کی وجہ سے سوہل کہلایا۔جبکہ اس کو سہیل دروازہ بھی کہا جاتا تھا کیونکہ "حضرت سہیل غازی کا مزار" یہیں واقع تھا۔

گٹیالی دروازے کا رخ چونکہ "گٹیال پتن" کی طرف تھا اس لیے اسے یہ نام دیا گیا۔اس طرح مختلف دروازوں کے مقاصد مختلف تھے اور ان کو مختلف کاموں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

بارہ دروازوں میں سے ایک یعنی لنگر خوانی دروازہ براہ راست جنگی علاقے میں کھلتا تھا اور یہ دشمن کی فوجوں کے لیے ایک طرف کا جال تھا۔اس دروازے سے گزر کر اندر آنے والا شخص فصیل کی برجیوں پر مامور محافظوں کے براہ راست نشانے پر آجاتا تھا۔اس طرح خواص خوانی دروازہ دہرا بنایا گیا تھا۔

مغربی سمت ایک چھوٹی سی "ریاست" علاحدہ بنائی گئی تھی، جو چاروں جانب سے دفاعی حصار میں تھی۔ اس کے اندر جانے کا صرف ایک دروازہ تھا۔ اس چھوٹی سی ریاست کے بلند ترین مقام پر "راجا مان سنگھ" کی حویلی تھی، جو مغل شہنشاہ "اکبر اعظم" کا سسر اور اس کی فوج کا جرنیل تھا۔

رقبہ :

یہ قلعہ چار سو ایکڑ پر محیط ہے، جبکہ بعض کتابوں میں اس کا قطر چار کلو میٹر بیان کیا گیا ہے۔ قلعے کی فصیل کو ان چٹانوں کی مدد سے ترتیب و تشکیل دینے کی کوشش کی گئی جن پر یہ تعمیر کیا گیا۔

قلعہ اندرونی طور پر دو حصوں میں تقسیم تھا، جس کے لیے ایک 1750 فٹ طویل دیوار تعمیر کی گئی، جو قلعے کے دفاعی حصے کو عام حصے سے جدا کرتی تھی۔ یہ ان قدیم روایتوں کا تسلسل تھا، جن کے تحت فوجوں کی رہائش شہروں سے علاحدہ رکھی جاتی تھی۔

قلعے کے جنگی حصے کی وسعت کا اندازا اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ عہد شیر شاہ میں توپ خانے کے علاوہ 40 ہزار پیدل اور 30 ہزار سوار فوج مع ساز و سامان یہاں قیام کرتی تھی۔ قلعے میں 86 بڑے بڑے برج یا ٹاور تعمیر کیے گئے۔ پانی کی فراہمی میں خود کفالت کے لیے تین باؤلیاں (سیڑھیوں والے کنویں) بنائی گئیں تھیں، ان میں سے ایک فوجی حصے میں اور باقی دونوں پانی کی پانچ ذخیرہ گاہوں سمیت قلعے کے دوسرے حصے میں واقع تھیں۔

عمارات :

یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اتنے بڑے قلعے میں محض چند رہائشی عمارتیں تعمیر کی گئی تھیں۔ قلعے کی عمارتوں میں سے ایک عمارت کو شاہی مسجد کہا جاتا ہے اور چند باؤلیاں بھی بنائی گئی تھیں۔ بعد ازاں ایک حویلی تعمیر کی گئی، جسے راجا مان سنگھ نے بنوایا تھا۔ محلات کے نہ ہونے کے باعث مغل شہنشاہ اس قلعے میں آ کر خیموں میں رہا کرتے تھے۔ یہ قلعہ صرف دفاعی حکمت علمی کے تحت بنایا گیا تھا، اس لیے شیر شاہ سوری کے بعد بھی برسر اقتدار آنے والوں نے اپنے ٹھہرنے کے لیے یہاں کسی پُر تعیش رہائش گاہ کا اہتمام نہیں کیا۔

شاہی مسجد :

شاہی مسجد چھوٹی لیکن خوب صورت مسجد ہے۔ یہ مسجد کابلی دروازے کے نزدیک واقع ہے اور اسی وجہ سے کابلی دروازے کو بادشاہی دروازہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد صرف ایک کمرے اور صحن پر مشتمل ہے۔ مسجد کا مرکزی ہال 63 فٹ طویل اور 24 فٹ چوڑا ہے۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مرکزی ہال کی اندرونی چھت مسطح ہے، البتہ اوپر گنبد بنے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے باہر کوئی مینار یا گنبد نہیں۔ بیرونی دفاعی دیوار اس کی پشت پر واقع ہے۔ یہ مسجد سوری عہد کی چند انمول اور قابل دید تعمیرات میں سے ایک ہے۔

حویلی مان سنگھ :

حویلی مان سنگھ مغل شہنشاہ اکبر اعظم کے وفادار جرنیل راجہ مان سنگھ کے نام سے موسوم ہے، جس کا انتقال 1614ء میں ہوا۔ یہ محل قلعہ روہتاس کی سب سے بلند ترین چٹان پر تعمیر ہوا اور اس کا طرز تعمیر کافی حد تک عربی، ایرانی اور افغانی کے بجائے ہندوانہ تھا۔ یہ محل سفید رنگ کا تھا۔ اکبر اعظم نے اس گنبد نما محل کو مزید خوب صورتی بخشنے کے لیے اس کے ارد گرد مزید عمارات بھی تعمیر کرائی تھیں۔ اس کی چھتوں، دروازوں اور جھروکوں وغیرہ میں آج تک نفیس نقش و نگار اور پچی کاری موجود ہے۔

رانی محل :

رانی محل حویلی مان سنگھ سے تین سو گز کے فاصلے پر شمال کی جانب موجود ہے۔ اس میں راجا مان سنگھ کی بیوہ بہن شریمتی روپ کماری رہتی تھی۔ یہ محل چونکہ اپنا اصل رنگ و روپ کھو چکا ہے

اس لیے لوگ اب اسے کالا محل کہتے ہیں۔ اسے بھر بھرے پتھر سے ایک مینار کی صورت میں بنایا گیا تھا، جس کی بلندی 80 فٹ ہے۔ اس محل کی مغربی جانب ایک کھلا پلیٹ فارم (چبوترا) ہے جو در حقیقت زیر زمین کمرے کی چھت ہے۔ محل میں پہرے داروں کے کمرے اور

دونوں محلوں کا ملانے کے لیے راستہ بنایا گیا تھا۔

کنویں :

قلعہ کی سیر کرتے ہوئے آگے کی جانب رواں ہوئے کہ کچھ ہی دیر بعد ہم کنوؤں کی جانب آئے.

چلتے چلتے ہلکی سی ٹھوکر لگی اور گرتے گرتے بچ گئی کیونکہ ایک دم میری سہیلی نے مجھے پکڑ لیا میں گرنے سے تو بچ گئی لیکن اگلے ہی پل میرے اوسان جیسے خطا ہو گئے, تقریباً ہم سب ہی گھبرا گئے کیونکہ میرے سامنے ایک کنواں تھا جو کہ بالکل زمین کے ساتھ کچھ اسطرح تھا کہ کوئی بھی اُس میں گھر جائے, اللہ پاک نے بچالیا. اللہ کا شکر ادا کیا اور دل کی منتشر دھڑکنوں کو قابو کرتے ہوئے آگے کی جانب چل دیے جہاں بڑی اور ست باؤلی نام دو کنویں ہیں..

بڑی باؤلی اور ست باؤلی نامی دونوں کنوؤں سے قلعہ کے مکین اپنی ضرورت کے لیے پانی حاصل کیا کرتے تھے۔

بڑی باؤلی میں آج بھی پانی موجود ہے، تاہم اب اسے استعمال نہیں کیا جاتا۔ موری گیٹ (دروازہ) کے قریب واقع یہ باؤلی 270 فٹ گہری ہے اور اس میں اترنے کے لیے 300 سیڑھیاں بنائی گئی تھیں، جو آج بھی اپنی اصل حالت میں موجود ہیں۔ اس کی چار محرابیں ہیں، جو 40 فٹ چوڑی ہیں۔ ہر دس پندرہ سیڑھیوں کے بعد ایک وسیع سیڑھی چوڑائی میں بنی ہوئی ہے، تاکہ پانی لانے والے آرام کر سکیں۔

ست باؤلی کابلی گیٹ (دروازہ) کے پاس شاہی مسجد کے عقبی حصے میں بنا ہوا شاہی حمام ہے۔ سطح زمین سے 60 سیڑھیاں نیچے اترنے پر سات چھوٹے چھوٹے غسل خانے اور ان کے درمیان میں ایک کنواں بنایا گیا ہے۔ غالباً انہی سات

غسل خانوں کی وجہ سے اسے ست باؤلی کہا جاتا ہے۔ حمام کے ایک طرف کے حصے میں اونچی جگہ سے پانی رس رس کر حمام کے اندر داخل ہوتا رہتا ہے، مگر اب یہ جگہ ویران ہے۔

تالاب :

قلعے کے جنوبی حصے میں شہر کے لیے پانی جمع کرنے کی غرض سے ایک شاہی تالاب بھی بنایا گیا تھا، جس کے وسط میں مرکزی چٹان پر عید گاہ تعمیر کی گئی تھی۔ عہد سوری میں لوگ عید گاہ تک جانے کے لیے کشتیاں استعمال کرتے تھے۔ عید گاہ تک پہنچنے کے لیے ایک خفیہ راستہ بھی موجود تھا، جو سکھوں کے عہد میں کھول دیا گیا اور لوگ سوہل دروازے کے راستے عید گاہ تک جانے لگے۔

لنگر خانہ :

لنگر خانہ تکیہ خیر النساء قلعہ کی حدود سے باہر شمال کی جانب بنی ہوئی ایک چھوٹی سی عمارت ہے۔ یہ در حقیقت خیر النساء کا مقبرہ ہے، جو شیر شاہ سوری کے وزیر خوراک کی بیٹی تھی۔ خیر النساء اپنے وقت کی شہرت یافتہ بہادر فوجی عورت تھی۔ اس نے شیر شاہ سوری کے ہمراہ "چونسہ" اور "قنوج" کی لڑائیوں میں حصہ بھی لیا تھا۔

پھانسی گھاٹ :

قلعے کا پھانسی گھاٹ سفید محل سے دو فٹ کے فاصلے پر جنوب مغربی سمت میں نہایت بلندی پر ایک چار منزلہ عمارت میں واقعہ ہے۔ اس عمارت کی چھت کے وسط میں اڑھائی فٹ قطر کا ایک سوراخ ہے۔ اس کے ارد گرد بانسوں کو قائم رکھنے کے لیے انہیں باندھنے کی جگہیں تھیں۔ پھانسی خانے کا سوراخ گول ہے، جس پر تختہ دار رکھا جاتا تھا اور بانسوں کے ذریعے مجرم کی گردن میں رسوں کے حلقے ڈالے جاتے تھے۔ جب تختہ کھینچا جاتا تو مجرم سوراخ سے نیچے لٹک جاتا۔ جب اس کا سانس رک جاتا تو رسے ڈھیلے کر دیئے جاتے تھے، جس سے لاش زمین پر جا پہنچتی اور ورثاء دروازے کے راستے اسے اٹھا کر لے جاتے۔

فن تعمیر:

قلعہ روہتاس دیکھنے والوں کو ایک بے ترتیب سا تعمیری ڈھانچہ نظر آتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شیر شاہ سوری نے اسے تعمیر کرتے ہوئے نقش نگاری اور خوب صورتی کے تصور کو فراموش نہیں کیا تھا۔ قلعے کے دروازے اور بادشاہی مسجد میں کی جانے والی میناکاری اس کا واضح ثبوت ہے۔ ہندوانہ طرز تعمیر کی پہچان قوسین قلعے میں جا بجا دکھائی دیتی ہیں، جن کی بہترین مثال سوہل گیٹ (دروازہ) ہے۔ اسی طرح بھر بھرے پتھر اور سنگ مرمر کی سلوں پر کندہ مختلف مذہبی عبارات والے کتبے خطاطی کے نادر نمونوں میں شمار ہوتے ہیں، جو خط نسخ میں تحریر کیے گئے ہیں۔ خواص خوانی

دروازے کے اندرونی حصے میں دو سلیں نصب ہیں، جن میں سے ایک پر قل شریف اور دوسری پر مختلف قرآنی آیات کندہ ہیں۔ شیشی دروازے پر نصب سلیب پر فارسی میں قلعے کی تعمیر کا سال 948ھ کندہ کیا گیا ہے۔

میری ایک سہیلی نے کہا کہ "آبرو مجھے ایسی جگہیں بہت فیسینیٹfascinate

کرتی ہیں. میں نے اپنی سہیلی سے کہا کہ ایسے مقامات اور قبرستان فیسینیٹ ہونے کے لیے نہیں ہوتے بلکہ عبرت کے لیے ہوتے ہیں تاکہ ہم بھی کچھ سیکھیں زندگی کی حقیقت کو اور اصل مقصدِ حیات کو کہ زندگی کی اصل حقیقت کو بھلائے دنیا کی رنگینیوں میں کس قدر محو ہیں, یہ لمحہ فکریہ ہے کہ

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے,

میرے ذہن میں یہ الفاظ گردش کرنے لگے کہ

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے

زمیں کھا گئی نوجواں کیسے کیسے

تباہی :

قلعہ روہتاس کی تباہی کا آغاز اس دن ہوا جب ہمایوں (جو شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر ایران چلا گیا تھا) دوبارہ شہنشاہ ہندوستان بن کر اس قلعے میں داخل ہوا۔ وہ اس عظیم قلعے کو دیکھ کر دنگ رہ گیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ یہ

قلعہ تو اس کے دشمن شیر شاہ نے بنوایا تھا تو اس نے غصے کی حالت میں اسے مسمار کا حکم دیا۔ بادشاہ کے معتمد خاص بیرم خاں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اب یہ اسلامی ورثہ ہے اور اس پر قوم کا کافی پیسہ خرچ ہوا ہے، اس لیے اسے مسمار نہ کیا جائے۔ ہاں اپنے حکم کی شان بر قرار رکھنے کی خاطر اس کا کچھ حصہ گرا دیں۔ چنانچہ سوہل دروازے کے پانچ کنگرے گرا دیئے گئے، جو بعد میں دوبارہ تعمیر کرائے گئے۔

قلعے کی اصل تباہی سکھوں کے ہاتھوں ہوئی، جو شاہی عمارات کے اندر سے قیمتی پتھر اکھاڑ کر ساتھ لے گئے۔ "مہاراجہ رنجیت سنگھ" بھی طویل عرصے یہاں مقیم رہا، تاہم قلعے کے بنیادی ڈھانچے اور عمارتوں کو اس نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

موجودہ حالات :

قلعہ روہتاس جی ٹی روڈ دینہ سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ قلعہ کے قریب واقع نالہ گھان پر پل تعمیر کر دیا گیا ہے۔ اس پل کی تعمیر سے پہلے نالہ گھان میں سے گزرنا پڑتا تھا اور برسات کے موسم میں آمد و رفت منقطع ہو جاتی تھی۔ دوسری جنگ عظیم کے درران استعمال کی جانے والی نیلام شدہ گاڑیاں قلعہ روہتاس کے لیے بطور پبلک ٹرانسپورٹ چلائی جاتی ہیں۔

قلعے کے اندر مکمل شہر آباد ہے اور ایک ہائی اسکول بھی قائم ہے۔ مقامی لوگوں نے قلعے کے پتھر اکھاڑ اکھاڑ کر مکان بنا لیے ہیں۔ قلعے کے اندر کی زمین کی فروخت منع ہے۔ اس وقت سطح زمین سے اوسط تین سو فٹ بلند ہے۔ اس وقت

چند دروازوں، مغل شہنشاہ اکبر اعظم کے سسر راجا مان سنگھ کے محل اور بڑے پھانسی گھاٹ کے سوا قلعہ کا بیشتر حصہ کھنڈر میں تبدیل ہو چکا ہے۔

شیر شاہ سوری کے بیٹے سلیم شاہ نے قلعے کے باہر کی آبادی کو قلعہ کے اندر منتقل ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ اس آبادی کی منتقلی کے بعد جو بستی وجود میں آئی اب اسے 'روہتاس گاؤں' کہتے ہیں۔ سلیم شاہ کا خیال تھا کہ آبادی ہونے کے باعث قلعہ موسمی اثرات اور حوادثِ زمانہ سے محفوظ رہے گا، لیکن ایسا نہ ہو سکا اور آج اپنے وقت کا یہ مضبوط ترین قلعہ بکھری ہوئی اینٹوں کی صورت اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں۔

آبروِ نبیلہ اقبال کو دیجیے اب اجازت,زندگی رہی تو پھر ملیں گے ایک نئے سفر کے ساتھ.... اپنی قیمتی رائے سے آگاہ ضرور کیجیے گا کہ آپ کو قلعہ روہتاس کے بارے میں جان کر کیسا لگا.

جزاک اللہ

امید کرتا ہوں کہ آپ سب خریت سے ہوں گے اس محفل میں مجھے آپ سب سے مل کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ ہمشہ ساتھ دیتے رہنا تو آیئے چلتے ہیں محفل کی

طرف۔۔۔۔۔

تبصرہ: داستانِ دل شمارہ دسمبر 2016

اسلام وعلیکم! یہ میرا پہلا تبصرہ ہے جو کسی آن لائن میگزین پہ میں کرنے جا رہی ہوں، تبصرہ کرنا میرے لئے نئی بات نہیں ہے لیکن داستان دل نے مجھے بہت متاثر کیا کہ میں اس کے تبصرہ کے لئے خود بخود تیار ہو گی تو چلیں اب چلتے ہیں تبصرہ کی جانب،،،،،

خوبصورت ٹائٹل نے اپنی جانب متوجہ کیا تو اگلے قدم پہ رنگ رنگ کی تحاریر نے اپنے سحر میں جکڑ لیا. کبریٰ نوید کی اداس شامیں ایک بہترین کاوش, پھر نبیلہ نازش کی آرزوؤں کہ سنگ سنگ چلے تو رک نہ پائے لیکن پھر راحیلہ نے طوائیف زادی کمال کا موضوع لیا تھوڑا فلمی اتفاق تھا لیکن تحریر خاص انداز میں لکھی گئی

خمیازہ میں ثمینہ نے کہیں بھی تحریر کو بھٹکنے نہیں دیا, روح فرسا شناسائی ایک بولڈ لیکن بے حد تلخ سچائی میں سلام پیش کرتی ہوں مصنف کو بہت ہی شاندار سماجی موضوع, دھوکا,

روگ کس نے لگایا صدف ایمان اور نور عدن مبارکباد پہلا قدم اچھی کہانی رہی اگلی بار اس سے بھی اچھے کی امید کرتے ہیں نور العین

اماں مجھے بھی سکول جانا ہے, اس تحریر نے تو رلا دیا لیکن آگے ریما نور رضوان جی آنسو صاف کرنے کھڑی تھیں جھٹ سے حسین رومینٹک کہانی, تم ملے پڑھی, وفا ہم نبھاہیں گے اوسط تحریر تھی, پھندہ بہتر لگی, تعلیم سے ہوگی روشنی اور بے وفائی, نارمل لگی, ناکارہ انگوٹھی, ایک بہترین کاوش, سبق آموز, فہمیدہ غوری کی سوہنی دھرتی اچھی لگی لیکن فہمیدہ تھوڑی اور محنت کریں کوئی حال نہیں کا واقعی کوئی حال نہیں تھا کہ یہ آرٹیکل تھا کہانی تھی یا افسانہ کچھ سمجھ نہیں پائے جو تحریر دل کو ٹھا کر کے لگی وہ تھی گدا گر بلاشبہ ہر لحاظ سے مکمل تحریر تمام مختصر کہانیاں اور غزلیں قابلِ تعریف ہیں لیکن لبنیٰ غزل اور گُل ارباکی کہانیاں سو لفظی تحریر کے معیار پر پورا اترتی تھی اس بات کی خوشی ہوئی کہ ندیم بھائی بھرپور انداز میں تبصرہ نگاروں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔

کچھ تنقید برائے اصلاح مختصر کہانیاں لکھنے والے کہانی کا تجسس برقرار نہیں رکھ پاتے کچھ کہانیوں میں اردو الفاظ کے ججے بہت غلط تھے امید ہے اس کی درستگی کی جائے گی آئندہ, ماں کے عنوان سے لکھی ہوئی تحریریں بھی بہت عمدہ تھی

آبرو نبیلہ کو بہت مبارک باد وہ تو سچ مچ ہمیں وادی نیلم کی سیر کرا لائیں ریحانہ اعجاز آپ ہر بار کچھ نا کچھ لکھیں پلیز آپ کی تحریر بہت پختہ ہے مجموعی طور پر داستانِ دل بہترین رہا جلد مارکیٹ میں دستیاب ہو اس کی دعا کے ساتھ اختتام

(پیاری طیبہ عنصر ہمشہ پھولوں کی طرح مسکراتی رہو۔۔۔۔۔اتنا تحویل تبصرہ پڑھنے پر دل کو تسلی ہوئی کہ اتنی لگن اور محبت سے آپ داستان دل کو پڑھتی ہیں،،، چلیں ہمشہ آتے رہنا آپکی تحریر کو جگہ دے دی گئی ہے کیسا لگا؟؟؟؟؟؟ لازمی آگاہ کرنا آئندہ ماہ اپکی تمام دوستوں کے محبت ناموں کا انتظار کروں گا۔۔ نیا سال مبارک ہو (ندیم)۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

السلام وعلیکم..

آبرؤ سسٹر کیا سیر کروائی ھے کشمیر کی بھت مزا آیا سپر سسٹر

رئیلی کشمیر جنت نظیر ھیں.

میں بھی گی ھو کشمیر رات کا منظر دیکھنے والا تھا...ایسا لگتا ھے کہ ستارے زمین پہ اتر آئے ھو بھت خوبصورت منظر تھا........

آپ نے توگھر ھمیں گھر بیٹھے ھی وادی نیلم کی زبردست سیر کروائی........شکریہ...

ماہ نگے خان

(بہت شکریہ ۔۔۔ ہم ناراض ہیں اتنا چھوٹا سا تبصرہ،،، انصاف نہیں کیا)

☆☆☆☆☆☆☆

اسلامُ علیکم امید ہے باخیریت ہونگے داستان دل کے تمام ممبران کچھ حیران کچھ پریشان، حیران تو وہ لوگ جن کی تحریر نہیں بلکہ تحریریں شائع ہوئی تھیں،، اور حیران وہ مجھ جیسے لوگ بیچارے جن کا کوئی آرٹیکل بھی شائع نہیں ہوا، حیف سد حیف، اس بیچین میرے دل کا حال آپ کیا جانیں،، جب اپنی تحریر نظر نہ آئی تو دل رو پڑا اف سسک سسک کے رویا، اگر دادا حضور حیات ہوتے تو ایڈیٹر کی شکایت ان سے لازمی کرتا،، مگر قسمت اچھی ہے آپکی جناب، انکو گزرے ہوئے چار سال ہونے کو ہیں، حرِا طاحر جی سے دین سیکھا، جنت کے راستے بہت خوب، سبحان اللہؓ،

اداریئہ ایڈیٹر صاحب کے الفاظ، بھائی آپ کامیاب ہو چکے ہیں، انشاء اللہؓ،

تھوڑا سا آگے آے تو آبرو باجی اپنے سفر نامے کے ساتھ مسکرا کر ملی، جہلم، مظفر آباد، وادی نیلم، کی سیر آپکا سفر نامہ پڑھ کے یوں لگا کے ہم نے بھی سیر کرلی، سفر نامہ پڑھنے کے فوراً بعد کیچن میں گھس کے خوب پیٹ پوجا کی، نبیلہ آبرو نے تو سارے راستے میں کچھ بھی نہیں کھلایا، پلایا، سارا سفر روزہ رکھ کے گزار لیا، لیکن مجھے تو ناں، بھوک لگ گئی، چلتے چلتے مختصر کہانیوں کو مختصر سی نظر ماری،، سب نے بہت اچھا لکھا، چھوٹی چھوٹی کہانیاں بڑے بڑے سبق لیے دل میں ہلچل سی مچا گئیں، ویلڈن، میں سب کو اچھا لکھنے پے مبارکباد پیش کرتا ہوں،، نبیلا نازش آرزوں کے سنگ سنگ، عادلہ

اور ندیم، نائس ٹو میٹ یو، طوائف زادی بائی راحیلہ منظر، بہت بہت خوب، سبق آموز، خمیازہ، ثمینہ بٹ، بسٹ آف لک، روح سناشائی، آفرین خان، آفرین ہے آپ پے، پہلا قدم، بہت ہے سوچ کے اُٹھایا آپ نے، آفرین جی آپکے قدم کی بات نہیں سٹوری پہلا قدم کی بات ہے، نورالدین اوہ نہیں نورالعین ولی، بہت اچھا لکھا، تم ملے جب سے محسوس ہوا تب سے، آپ بہت اچھا لکھ لیتی ہیں ریما نور رضوان، وفا ہم نبھائیں گے،، مہوش ملک، تعلیم سے ہو گی روشنی، ندا مقصود، اور پھندا؟؟؟؟؟ نشاء ایمان بہت خوب،، محبتوں کی شوخ شامیں،،، کبریٰ نوید،، فی امان اللہ،، اسے روگ کس نے لگا دیا، عدنان شاہ، کمال کر دیا جی تسی،، بے وفائی رمضان تبسم پریمی، بہت اچھے، گداگر، کمالیہ والوں نے کمال کر دیا، اور صدف جی کی سٹوری دھوکہ، افففف، افشاں شاہد کا انٹرویو، زبردست، اماں مجھے بھی سکول جانا ہے،، بہت دل پے لگی،، بھائی امر تا پریتم نے ضلع گجرات ی تحصیل پھالیہ میں آنکھ کھولی تھی،، اویس قرنی شہید صاحب،، لازوال کا اینڈ بہت اچھا رہا، ماں کے عنوان پر خوب محفل جمی، نوشین اقبال نوشی سے مل کے اچھا لگا، اور آمنہ جی کے بیوٹی پالر سے تھوڑے بال رنگ کروائے، چہرے پے مالش کروائی یہ کیا آپی، رنگ ہی بدل دیا آپ نے تو، بہت اچھا لگا،، ثمینہ طاحر سے مل کے ہم گھل مل گئے، اقوال زریں پڑھ کے خود کو قوال ہی سمجھ لیا، اشعار پڑھ کر کچھ یاد سا آ گیا،، دل کی آواز سنی سب ہی دکھی دیکھائی دیے اللہ پاک امن کرے، شاعری پیغام، ریحانہ جی کے لطیفے، اور پھر انکا تعارف،، ہائے اللہ،، ہادی تم نے سارا داستان دل پڑھ لیا، جی ہاں یہ ہوتی ہے محبت،،، اللہ پاک سے دعا ہے، ایڈیٹر اور تمام ٹیم کو مزید ترقی عطا فرمائے، آمین،،

حماد ظفر ہادی کوجرہ

(ارے تازہ دم کر دیا آپ نے تو اس دفعہ تو ہمارا دل جیت لیا آپ نے،،،، بہت اچھا لگا آپکا انداز کمال ہے۔۔۔۔بے حد مشکور ہیں آپ کے نیا سال مبارک ہو۔۔سدا خوش رہو۔۔۔۔ندیم)

☆☆☆☆☆

السلام علیکم ندیم ڈھکو صاحب!

اللہ پاک کے فضل سے داستانِ دل دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ایسا معلوم ہوتا جیسے کل ہی کی بات ہو کہ اس کا پہلا شمارہ آیا تھا۔اخبار کی صورت میں اور آج پورے دس ماہ گزر چکے ہیں۔فقط دو شماروں بعد انشاء اللہ داستانِ دل اپنی پہلی سالگیرہ منائے گا۔اس عظیم دن کے لئے میری طرف سے نیک تمنائیں پہلے ہی قبول کریں۔بعد از خط کے موضوع کو زیر بحث ہے۔

یہ خط لکھنے کا مقصد آپ کی پر خلوص کاوشوں کو سراہنا ہے۔آج آپ کے بلکہ ہمارے شمارے میں میرا پہلا ناول جو داستانِ دل کے لئے لکھا گیا۔مکمل ہو چکا ہے۔مجھے وہ دن آج بھی یاد ہے جب آپ نے کال کر کے ناول لکھنے کا کہا تھا۔یقین جانیں اس وقت مجھے بہت خوشی ہوئی تھی۔اسی وقت کہانی کا بنت سوچنے لگ گیا اور لازوال کی تخلیق ہوئی۔ اگست سے لے کر دسمبر تک لازوال پانچ اقساط میں بلا تعطل شائع ہوتا رہا اور اس سفر میں جتنا آپ نے ساتھ دیا اتنا ہی دلعزیز قارئین کا بھی ممنون ہوں کیونکہ ان کی پسندیدگی کے بغیر لازوال اپنے انجام کو نہ پہنچ سکتا۔ایک رائٹر کا اصل سرمایہ اس کے قارئین ہوتے ہیں اور مجھے خوشی ہے کہ داستانِ دل کے قارئین اتنے اچھے ہیں کہ انہوں نے میری اس معمولی سی کوشش کو پسند کیا۔سب سے پہلے سحر فاطمہ جنہوں نے اول تا آخر لازوال کو پڑھا اور اپنی قیمتی رائے سے نوازا، مشکور ہوں۔اس کے بعد تومو کومو (قلمی نام) آپ کی اتنی پسندیدگی کو دیکھ کر یقین جانیں دل باغ باغ ہو گیا۔

شاید میں نے اتنی توقع نہیں کی اس ناول سے جتن تعریف سے آپ نے نوازا۔ آپ کا جتنا ممنون ہوں اتنا کم۔ جزاک اللہ خیراً۔ اس کے علاوہ اعجاز فاطمہ، اسامہ زہراوی، حماد ظفر بادی، ثمینہ طاہر بٹ، انشارشید، محمد ندیم، عندلیب خان، آپ سب کا شکریہ اور اگر کسی کا نام رہ گیا تو بہت ہی معذرت۔

میری دعا ہے کہ اللہ پاک پچھلے سال کی طرح سال 2017 میں بھی داستانِ دل کو ترقی عطا فرمائے اور مارکیٹ میں آنے کے بعد ہر گھر کی زینت بنائے۔ آمین۔

والسلام

شعیب

(ارے سب سے پہلے تو شکریہ،، کہ آپ بھی اس محفل کا حصہ بنے بہت اچھا لگا ہمشہ چکر لگایا کرو۔۔۔ آپ کے چاہنے والوں کے بے شمار میسج آتے۔۔۔ آپ نے بتایا کہ نہیں آپکا نیا ناول بھی آرہا ہے۔۔۔ چلو میں بتا دیتا ہوں فروری سے شعیب اور نبیلہ نازش راؤ کا سلسلے وار ناول شروع ہو رہا پڑھنا مت بھولنا ۔۔۔۔۔۔ شعیب ہمشہ مسکراتے رہو نیا سال مبارک ہو۔۔۔ ندیم۔۔۔)

****

کہیں دو دل جو مل جاتے ****

ایک مدھر گیت کے ساتھ....

ایک حسین وادی......

دلکش مناظر کی دلآویز منظر کشی......

آبروؤنبیلہ اقبال کے قلم سے....

جنت نظیر وادی....

وادیٔ نیلم کی سیر.....

خوبصورت تصاویر سے مزین...

بہت شاندار لگی.

شاندار بیحد شاندار......

بشیر رحمان

(بہت شکریہ۔۔۔۔ مگر ناانصافی آپ نے بھی کی آئندہ ایسا نہیں چلے گا،،، تحریر شامل کر دی گئی اپنی رائے سے لازمی نوازیں۔۔۔ انتظار رہے گا۔ نیا سال مبارک ہو۔۔۔۔ ندیم)

****

السلام علیکم۔ داستانِ دل پڑھ لیا دسمبر کا۔ سب تحاریر عمدہ تھیں۔ لیکن لازوال کا اختتام بہت ہی اچھا لگا۔ پہلے تو دل بہت اداس ہوا کہ اتنا اچھا ناول ختم ہو گیا۔ یقین جانیں دو ماہ پہلے یہ ناول پڑھا۔ اچھا لگا تو سارے پچھلے شمارے نکال کر پورا پڑھا۔ بہت زیادہ اچھا لگا۔ اس لئے خط بھیجے بغیر رہا نہ گیا۔ پہلا خط ہے آپ کے ڈائجسٹ میں۔۔۔ پلیز پلیز شامل ضرور کریں۔ اور لازوال کے مکمل ہونے کے بعد بھی محمد شعیب کے نئے ناول کو اپنے ڈائجسٹ میں جگہ لازمی دیجیے گا۔ مجھے ان کے نئے ناول کا اس ڈائجسٹ میں انتظار رہے گا۔

نایاب (ساہیوال)

(بے حد مشکور ہوں ہمشہ آتے رہنا محفل میں آپکا لیٹر شامل کر دیا گیا ہے اور شعیب کا نیا ناول فروری میں شامل ہو گا آپکی رائے کا میں ہمشہ منتظر رہوں گا، نیا سال مبارک ہو۔۔ ندیم))

****

آباد سمبر کے شمارے کا کیا کہنا۔۔ فرنٹ پیج پر ہی مینجمنٹ آفس کے طور پر اپنا نام دیکھ کر میرا دِل خوشی سے قلانچیں بھرنے لگا۔۔ ذرا سا آگے بڑھ کر فہرست پر جو نظر دوڑائی تو وہاں بھی دوبارہ اپنا نام نظر آیا۔۔۔ واہ جی واہ یہ تو سونے پر سُہاگا ہو گیا۔۔۔ حرا طاہر سے دِین کی باتیں سیکھتے ہوئے آگے بڑھے ندیم بھائی آپ کی بیان کردہ چند حقیقتیں آنکھیں نم کر گئیں۔

نم آنکھوں سے دیکھا تو آبرو ہمیں وادیٔ نیلم کی سیر کروانے تیار نظر آئیں وادی نیلم۔۔۔ نام سے ہی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوہ قاف کی پری کا ذکرِ خیر ہو۔۔۔ اتصاویر پر نظر پڑتے ہی دِلکش نغمے کے بول کانوں میں گُونج اُٹھے۔۔۔ یہ

موسم یہ مست نظارے پیار کرو تو اِن سے کرو کشمیر کا حُسن اِن چند تصاویر میں بھی بخوبی نُمایاں ہو رہا ہے۔۔۔اِٹھلاتی یہ شوخ ہوائیں بہتی ندیا چنچل دھارے کِھلتی کلیاں اُڑتے بادل سچ مانو یہ سب ہیں تمھارے۔جی اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جو یہ دلکش نظارے ہماری پاک دھرتی کا حسن ہیں۔۔ہمارے اپنے ہیں۔۔میرے پاس تو الفاظ کا اِتنا ذخیرہ نہیں جو آبرو کی تحریر مناسب خراجِ عقیدت پیش کر سکوں پھر بھی کچھ نہ کچھ کہنے کی جسارت ضرور کروں گی۔۔۔مجھے یہ سب پڑھتے ہوئے لگا میں بھی اِس جنت نظیر وادی کی سیر میں آبرو کے ساتھ ہی ہمقدم ہوں۔۔۔وادئی نیلم کی خوبصورت منظر کشی پر حقیقت کا گمان ہو رہا تھا وہ پل آنکھوں کے سامنے یوں متحرک تھے جیسے سامنے ہی آبشاروں کا دُودھیا پانی سڑکوں پر بہتا ہُوا وادئی نیلم کے مٹیالے پانی میں مدّغم ہو رہا ہے۔۔۔اور کانوں میں آواز آ رہی تھی۔۔۔۔۔ندیا کی لہریں کرنوں سے کھیلیں پیڑوں سے لپٹیں بل کھاتی بیلیں آبرو موسیقی سے شغف ہو نہ ہو خوبصورت مناظر دیکھ کر کانوں میں خود ہی موسیقی گُونجنے لگتی ہے۔۔یہ موسم یہ مست نظارے پیار کرو تو اِن سے کرو کرتے ہیں یہ تم کو اِشارے پیار کرو تو اِن سے کرو دریا، پہاڑ، قلعے، مندِر، گاؤں، دھوپ، چھاوں، عورتوں کا مٹکے سروں پر پر اُٹھا کر چلنا، کچے پکے راستے، غروب ہوتے سورج کے ڈھلنے کا منظر، آبشاریں، کھیتوں میں لہراتے سُرخ آنچل۔۔۔اُف تمام مناظر ہمیں دعوت دیتے محسوس ہوئے کہ یہاں آکر دیکھو قدرت نے کیسے کیسے رنگ بکھیرے ہیں ہمارے دیس میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کلیوں کے نکھرے شبنم سے نکھرے رنگ سُہانے کھیتوں میں بکھرے جو دوست قُدرت کے اِن دلکش مناظر کو واقعی دِل سے محسوس کرنا چاہیں وہ اِس تحریر کو ضرور پڑھیں کہ اگر وادئی نیلم سے کوہ قاف کی شہزادی کا تصّور آتا ہے تو سچ میں آبرو نے ہمیں کوہ قاف کی سیر ہی کروائی ہے۔۔۔

حسیں وادی کی سیر سے خوش باش لوٹے تو مختصر کہانیاں ہماری منتظر تھیں۔۔۔۔"چانس "لبنیٰ غزل کی وہ تحریر جس نے ہمیں بیساختہ مُسکرانے اور داد دینے پر مجبُور کر دیا، جہاں نجمہ شاہین نے بہترین الفاظ میں قوم کا المیہ بیان کیا توکُلِ

ارباب اور شمائلہ زاہد کی تحریروں نے بھی دِل موہ لیا۔۔۔خدیجہ کشمیری کے ایک ہی جُملے میں لڑکیوں کے لیئے بہترین زندگی کا پیغام چُھپا ہے کہ۔۔۔بیٹا چاہت سے زیادہ حالات میں ڈھلنا حقیقی زندگی ہے۔۔۔۔سحرش علی نقوی کی تحریر ہم پر سوچ کے کئی درواکر گئی کہ ایسی نیکی کا کیا فائدہ جو دل سے نہ کی جائے اور یہ کہ بچے ہم سے ہی سیکھتے ہیں۔۔۔۔اگر ہم خود کو سنوار لیں تو یقیناً ہمارا مستقبل خود ہی سنور جائے گا۔۔۔

آرزوؤں کے سنگ سنگ، طوائف زادی، اور خمیازہ بہترین تحریریں تھیں۔۔۔آپا ریما جی اِس بار بھی بڑی شان سے براجمان نظر آئیں اپنی پیاری سی تحریر تم ملے کے ساتھ۔۔۔۔ویلڈن نشاء ایمان کہ ناجائز تعلقات کا پھندہ ہمیشہ عورت کی گردن میں ہی ڈالا جاتا ہے۔۔کُبریٰ جی کے ناول کی پہلی قسط اچھی لگی۔۔۔اگلی قسط کا اِنتظار رہے گا۔۔۔فہمیدہ باجی نے اپنے قلمکار ہونے کا حق بخوبی ادا کیا سوہنی دھرتی کی صورت۔۔۔مختصر مگر جامع تحریر بہت اچھی لگی ۔۔۔امرتا پریتم اور ساحر لُدھیانوی کے بارے میں اگرچہ پہلے بھی بارہا پڑھ چُکے ہیں۔۔۔۔مگر پھر بھی اویس قرنی کی تحریر لُطف دے گئی۔۔۔۔

ماں کے عنوان پر کسی ایک کی تعریف یوں ممکن نہیں کہ ماں کے لیئے تو جو بھی لکھا جائے کم ہے سب نے بہترین الفاظ میں اپنے خیالات کا اِظہر کیا ہے۔۔۔مگر پھر بھی طیبہ عنصر اور مریم مُرتضیٰ کی تحریروں نے دِل چھو لیا بُہت سی دُعائیں اِن حساس رائٹرز کے لیئے اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔۔۔۔خُود اپنی تحریر دیکھ کر تو دِل خوشی سے گارڈن گارڈن ہو گیا کہ میرا پہلا افسانہ تھا وہ بھی ماں جیسے عنوان پر۔۔۔۔شکریہ داستانِ دل۔۔۔۔۔

تحریروں کے گُلدستے کی خُوشبُو سے دِل و دِماغ کو معطّر کر ہی رہے تھے کہ پھر نظر کے سامنے "ریحانہ اعجاز" کا نام آگیا ۔۔۔اوہ پھر میں۔۔۔۔واہ جی۔۔۔

محمد شُعیب کی لازوال کی آخری قسط پڑھی ۔۔۔ زبردست تحریر تھی جو صحیح وقت پر

صحیح موڑ پر اپنے انجام کو پُہنچی ۔۔۔ افشاں شاہد اور نوشین اِقبال نوشی سے مل کر بے حد خوشی ہُوئی ۔۔۔۔ آمنہ رشید سے ہمیں ایڑیوں کو نرم رکھنے کی کارآمد ٹِپ مل گئی ۔۔ شکریہ آمنہ ۔۔۔۔

جُوں جُوں آگے بڑھتے گئے حیرت کے سمندر میں غرقاب ہوتے گئے ،، کہ اقوالِ زریں ، پسندیدہ اشعار ، دِل کی آواز ، اِقتباس ۔۔۔۔ ہر جگہ ریحانہ اعجاز سے مُلاقات ہوتی گئی ۔۔۔ سچ بتائیں ریحانہ اعجاز آپ کو کتنی ر ، شوت دیتی ہیں ۔۔۔ ؟

واہ جی واہ ۔۔۔ لطیفے ۔۔۔۔ ہممم یہ تو سب مزے کے ہونے ہی تھے مابدولت ریحانہ اعجاز نے جو ترتیب دیئے تھے ۔۔۔۔ بہت بہت شکریہ داستانِ دل میری تمام تحریروں کو سندِ قبولیت عطا کرنے پر ۔۔۔ ڈائجسٹ میں جگہ دینے پر ۔۔۔ جن دوستوں کا میں نام نہ لے سکی اُن سے معزرت پر اِتنا ضرور کہوں گی کہ ہر تحریر لاجواب تھی بلکہ یوں کہیئے داستانِ دل میں انگوٹھی میں نگینے کی طرح فِٹ تھی ۔۔۔ بس صرف ایک بات محسوس کی کہ فہیم جوگی کا اِنٹرویو بے جا طوالت کا شکار تھا ۔۔۔ اور شاعری کو جگہ جگہ بکھیرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ۔۔۔۔ یہ میرا خیال ہے ۔۔۔ جس سے ہر کسی کا متّفق ہونا ضروری نہیں ۔۔۔۔ اِجازت اِس دُعا کے ساتھ کہ اگلا شُمارہ مزید اعلیٰ تحریروں سے مزّین ہو ۔۔۔ آمین ۔۔۔ اللہ حافظ

ریحانہ اعجاز کراچی

(ارے ارے رکو ۔۔۔۔۔ اتنی سپیڈ ۔۔ لکھتے وقت پولیس تو پیچھے نہیں تھی ۔۔۔ بہت اچھا لگا آپکا محبت نامہ اک اک لفظ میں جو آپکی محبت داستان دل سے ظاہر کر رہی ہے یہ ہی میری رشوت ہے امید کرتا ہوں کہ

ہمشہ ہی میرا اسی طرح میری بہن ساتھ دے گی،،، آپکے تبصرے سے حوصلے بلند ہیں میرے۔۔۔۔۔۔نیا سال مبارک ہو۔۔ندیم)

****

اسلام وعلیکم

داستانِ دل ڈائجسٹ کو پہلے نہیں جانتی تھی بس سمجھیں چلتے پھرتے نظر پڑھ گئی،سوچا ایک نظر دیکھ ہی لوں,کوئی حرج نہیں

پہلی پہلی سی ملاقات

ہاہاہا نہیں سمجھے چلیں سمجھائے دیتی ہوں مجھے کوئی خاص شغف نہیں ڈائجسٹ وغیرہ سے لیکن تصاویر جو منظر پیش کر رہی تھی پڑھنے پہ مجبور ہو گئی.....

آبروِ نبیلہ سچ بتائیں کتنے سفرنامے لکھ چکی ہیں میں تو فین ہی ہو گئی ہوں.... مجھے آپ کے تمام سفرنامے پڑھنے ہیں..

جنوری کے ڈائجسٹ کا شدت سے انتظار کیونکہ مجھے سیر کرنی ہے ایک نئ جگہ کی........

مختصر کہانیاں تقریباً سب ہی بہت اچھی لگی

ریحانہ اعجاز کا سلسلہ اچھا لگا

باقی ڈائجسٹ پڑھا نہیں کیونکہ پہلی بار تو کوئی ڈائجسٹ پڑھا ہے پورا پڑھ لیا تو ڈر ہے کہ کہیں ہضم بھی کر سکوں گی یا نہیں...ہاہاہاہا

آبرو اگلی بار کہاں لے کر جائیں گی......??

پھر ملاقات ہو گی بائے بائے

انیسہ جبار اسلام آباد

(بہت شکریہ۔۔۔۔ابرو کے تمام سفرنامے یہاں سے ہی مل جائیں گے آپکو ہمیشہ اس محفل کا حصہ بنتے رہنا منتظر رہوں گا۔۔۔۔نیا سال مبارک ہو۔۔۔۔ندیم)

****

نبیلہ بچے بہت خوب لکھا میں مکمل سفرنامہ پڑھا بہت خوب لکھا. گڈ لک

استاد محترم

(بہت شکریہ۔۔۔۔تحویل تبصرے کا منتظر۔۔۔۔نیا سال مبارک ہو۔۔۔ندیم)

****

داستان دل دسمبر کا شمارہ بہترین ہے۔

چلو دنیا کی سیر کریں آبرو نبیلہ اقبال کمال کی سیر کرائی آپ نے واقعی ہمارا ملک قدرتی حسن سے مالا مال ہے۔ یہ حسین مناظر ہمیشہ کیلئے ہماری آنکھوں میں نظر بند ہو جاتے ہیں۔ ایک عرصے تک ہم اسی سحر میں ڈوبے رہتے ہیں۔

لازوال محمد شعیب اختتام بہت عمدہ اور سوچ کے مطابق ہوا۔ آج کا انسان ظاہری حسن کے پیچھے بھاگ رہا ہے دلوں کا میل گھناؤنے کردار سب ظاہری حسن کے آگے چھپ جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ انسان ٹھوکر لگنے کے بعد ہی سنبھلتا ہے۔ بہر حال سبق آموز عمدہ تحریر تھی لازوال۔

گل نوخیز اختر واقعی کوئی حال نہیں اعلی تحریر لکھی آپ نے۔

لیکن آج کے دور میں پپو موٹو کالو کی جگہ شونو پرنس مون نے لے لی ہے بدلتے زمانے کے بدلتے رنگ

نور عدن شاہ

(بہت شکریہ،،،، بہت اچھا لگا۔ ہمشہ ایسے ہی اپنی محبت کا اظہار کرتے رہنا۔۔ آپ اچھا لکھتے ہیں ہمشہ لکھتے رہنا ۔۔ نیا سال مبارک ہو۔۔۔ ندیم)

****

آبرو نبیلہ اقبال تمہارا سفر نامہ پڑھا...

بہت اچھی منظر نگاری کی تم نے... اور سچ کہوں تو پورے ڈائجسٹ میں یہ سلسلہ بہت پسند آیا... مقامات کی تصاویر نے سلسلے کو چار چاند لگا دیے

اور رات کو بالکونی میں کی گئی تمہاری منظر نگاری دل کو بھاگئی... تم نے بہت خوبصورتی اور مکمل معلومات کے ساتھ سلسلہ مکمل کیا اس کے لئے مبارکباد قبول کرو... اللہ مزید کامیاب کرے پیاری آمین

کبریٰ نوید

(بہت شکریہ،،،ناانصافی پھر۔۔اتنا چھوٹا ہمارا داستان دل تو نہیں۔۔۔۔تحویل تبصرہ نہ کرنے تک ہم ناراض ہیں،،،نیا سال مبارک ہو۔۔ندیم)

****

۔۔۔پیمانے سے پیمانے کے بعد۔۔۔

کسی بھی چیز کو ناپنے اور طولنے کا اپنا ایک پیمانہ ہوتا ہے۔زندگی میں بہت ساری چیزوں کو ناپنے کے الگ الگ پیمانے ہوتے ہیں۔رفتار،وقت، سردی، گرمی،بلندی، پستی، لمبائی اور چوڑائی وغیرہ وغیرہ۔۔

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جس کو ناپنے کا پیمانہ آج تک ایجاد ہوا ہی نہیں ہے۔جیسے بہادری، بذدلی، عزت، غیرت، امیری، غریبی، شہرت، ذلت، پیار، نفرت، حسد اور کینہ وغیرہ۔

ایک چیز ایسی بھی ہوتی ہے جو پیمانے سے شروع ہوتی ہے اور پیمانے پر ختم ہو جاتی ہے۔اسکے حساب کتاب کو پیمانہ کہا جاتا ہے۔

انصاف کی عدالت کے باہر، انصاف کرنے کے لیے پیمانے کا مجسمہ بنا ہوا ہے۔ جس کی آنکھوں پر پٹی اور ہاتھوں میں ترازو انصاف تولنے کے لیے۔

کہتے ہیں ترازو کے ایک پلڑے میں الزامات اور دوسرے پلڑے میں ثبوت رکھے جاتے ہیں تب کہیں جا کر انصاف کا پیمانہ انصاف کی پیمائش کرتا ہے۔

آجکل ٹی۔وی پر ہر کوئی وکیل بنا بیٹھا ہے اور چند دانشور منصف بھی بنے ہوئے ہیں۔

ایک وکیل صاحب فرما رہے تھے انصاف کا پیمانہ ہوئی ہونا چاہیے جو سابق وزیر اعظم کے لیے تھا۔ انکے اس بیان سے یہ مطلب نکلتا ہے انصاف کے پیمانے مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے آدمی کی حیثیت اور طاقت کو بھی انصاف کا پیمانہ مد نظر رکھتا ہے۔ جیسے ریمینڈ ڈیوس کا انصاف۔ کچھ کیس ایسے بھی ہیں جن پر انصاف کرنے کا پیمانہ نہیں ملتا۔ اصغر خان کیس، ڈاکٹر عاصم اور اعیان علی۔

کچھ کیس کمیشن کی نظر ہو جاتے ہیں اور کمیشن کو ناپنے کا آج تک کوئی پیمانہ ایجاد نہیں ہوا ہے۔

عوام کی نظریں عدالت پر لگی ہوئی ہیں انصاف کرنے والے کون سا پیمانہ استعمال کرتے ہیں۔

لا پلا دے ساقیا پیمانے سے پیمانے کے بعد۔۔

محمد امانت اللہ۔۔۔۔۔

(ارے بھائی سیاست سے لگاؤ تو نہیں رکھتے،،، باتیں اچھی کی۔۔۔ کیا ووٹ وغیرہ کا چکر تو نہیں ۔۔ہاہا۔۔۔۔بہت اچھا لگا مگر داستان دل پر تبصرے کا منتظر رہوں گا۔۔ نیا سال مبارک ہو۔۔۔ ندیم)

داستان دل کے نام

اسلام و علیکم!

میر انام ندا رفیق بلوچ ہے میں نے چند دن پہلے آپ کا ڈائجسٹ پڑھا۔ بہت اچھا لگا اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ آپ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔اس لیے میں نے قلم اٹھانے کی جسارت کی ہے۔امید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔

میں فیس بک پر آپ کے پیج کو Like کیا ہے۔ میں آپ کے ڈائجسٹ کی رائیٹر بننا چاہتی ہوں۔ میں اپنے افسانے آپ کو بھیج رہی ہوں۔ امید ہے کہ حوصلہ افزائی کریں گے۔ لکھتی ہوں میں نے دیا بلوچ اپنا قلمی نام رکھا ہے شاعری کے لیے اپنی شاعری بھی بھیج رہی ہوں۔ ساتھ ہی شاہین آرزو کی شاعری بھی۔ شاہین آرزو میری امی ہیں۔ انکی شاعری پاکیزہ ڈائجسٹ میں شائع ہو چکی ہے۔ امید ہے کہ آپ کو پسند آئے گی۔ میں پوسٹ کر رہی ہوں سارا مواد پلیز مایوس نہ کیجئے گا۔ میں آپ کے جواب کی منتظر رہوں گی۔۔ آپ رہنمائی کریں گے تو اور بھی اچھا کام کروں گی ان شاءاللہ سمجھ نہیں آرہا ہے کہ اور کیا لکھوں میری رہنمائی کیجیے گا۔ کس طرح لکھ کر بھیجوں کہ شائع ہو جائے۔ اب اجازت دوبارہ حاضر ہوں گی اپنی تحریروں کے ساتھ۔

والسلام

ندا رفیق بلوچ

(بہت شکریہ۔۔ویلکم آپکی تحریر شامل کرلی گئی ہے اور انشاءاللہ اب شائع ہوتی رہیں گی۔۔ہمشہ لکھتے رہنا جس طرح آپکو آسانی ہو اس طرح لکھ کے آپ سینڈ کردینا۔۔۔۔اپکی والدہ کی شاعری انشاءاللہ ہر ماہ شائع کردی جائے گی۔۔۔نیا سال مبارک ہو۔۔ندیم)

☆☆☆☆☆☆
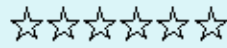
ماہنامہ داستان دل

ایڈیٹر صاحب

اسلام وعلیکم!

"داستان دل" سے تعارف بس اچانک ہوا۔میں رسالہ پڑھ رہی تھی جس میں جیسے ہی داستان دل کا ایڈ دیکھا میں نے وہ رسالہ بند کر کے اسے ڈاؤن لوڈ کیا۔اور پھر ایک نظر سارا چیکھ ڈالا کہ پڑھنے کا وقت نہیں تھا کیونکہ رات بہت ہو رہی تھی میں سونا چاہ رہی تھی کہ صبح سکول بھی جانا تھا۔اب سکول سے واپسی پہ پہلی فرصت میں آپ کو لکھ رہی ہوں۔
فی الحال میرے پاس جو مکمل سٹوری تھی۔۔وہ بھیج رہی ہوں،کچھ Pending میں ہیں ان کو جلد مکمل کرنے کی کوشش کروں گی۔ساتھ کی شاعری بھی ہے۔
یہ بارہ عدد تحاریر کا کیا معاملہ ہے؟ایک ساتھ ہی بھجوائیں کہ آہستہ آہستہ بھیج سکتے ہیں؟
میں تو لکھنے کو تیار ہوں مگر سٹوری رائٹنگ کے اصولوں میں تبدیلی نہیں ہو سکتی کیا؟میرا مطلب کہ صفحے کے ایک جانب تو لکھا جا سکتا ہے مگر لائن چھوڑ کر لکھنا مشکل لگتا ہے۔
اسی خط کی طرح لکھ کے بھیج دوں؟

اب اگر ماہنامہ یہ تبصرہ نہ کروں تو یقیناً زیادتی ہو گی تبصرہ مختصر سہی کہ شمارہ ابھی پڑھنے کی فرصت نہیں ملی۔
فہرست پہ نگاہ دوڑائی تو ابتدا ابھی اچھا لگا پھر آرٹیکل کا پوریشن بھی منفرد رہے۔ مشتقل سلسلوں میں جو سوالات کیے گئے ہیں ان کو ہر ماہ یہ لا کریں تو مزہ آئے گا۔ نزہت جیسی ضیاء واقفیت تو تھی چیف ایڈیٹر کے روپ میں مل کر اچھا لگا۔
محمد شعیب نے لازوال میں اتنا اچھا لکھا۔۔ میں پہلی قسط تو نہیں پڑھ سکی مگر دوسری شاندار تھی۔ شام تنہائی معاشرتی حقائق پر مبنی مگر اف اس قدر سیڈ سٹوری! پلیز ہاتھ ہولا رکھا کریں پھر دل کی آواز سنی مگر اک شکایت ہے غزل اور نظم میں کوئی فرق محسوس نہیں ہو رہا۔۔ کمپوزنگ کو ٹھیک کیا جائے
مجموعی طور پر داستان دل کی کامیابیوں کے لیے دعا گو ہوں۔
خدا حافظ!

دیا آفریں

شاہدرہ

(بہت شکریہ۔۔۔۔جی آپ بارہ عدد اسی طرح لکھ کے سینڈ کر سکتی ہیں جیسے لیٹر لکھا آپکی پہلی تحریر شامل کر لی گئی ہے،، ہمیشہ لکھتے رہنا۔۔ مزید معلومات کے لیے (فیس بک:03377017753) فیس بک پر آپ رابطہ کر سکتے ہیں شکریہ۔۔ نیا سال مبارک ہو۔۔ ندیم)

☆☆☆☆☆

اسلام و علیکم جناب ندیم عباس ڈھکو صاحب اور قابل عزت بھائی رمضان پریمی صاحب کیسے ہیں جناب اعلیٰ پہلے پہلی تو مبارک باد اور بعد میں بھائی حق تو بنتا ہے داستان دل کو ہماری انکھوں کا مرکز بنایا اور محترم صاحبان پوری ٹیم کو مبارک باد قبول ہو ندیم عباس ڈھکو صاحب ہم میں اور آپ میں کوئی فرق نہیں بھائی بھائی کی جان ہوتے ہیں تھوڑی الجھنوں

میں پھنسے کی وجہ سے ٹائم نہ دے سکا آپکی محبت ایثار خلوص ہمارے لیے قابل فخر ہے اور وعدہ رہا حاضری دینے کی پوری کوشش ہوگی عامر وکیل جٹ، شاہد رفیق سہو، ایم افضل اذاد، رمضان پریمی صاحب آصف زاہد جاوید صاحب اور سبھی کارکنوں کو ایم یعقوب کا سلام عرض۔۔۔ایم یعقوب احمدانی ،ڈیرہ غازیخان

(بہت شکریہ۔۔۔آپکی تحریر فروری میں شائع کردی جائے گی ہمشہ منتظر رہوں گا۔۔۔نیا سال مبارک ہو ندیم)

والسلام

آپ سب کا اپنا ندیم عباس ڈھکو

یہ تھے اس دفعہ کے محبت نامے آپ بھی اس محفل کا حصہ بن سکتے ہیں رابطے کے ذریعے

فیس بک:0337701775

ای میل:abbasnadeem283@gmail.com

واٹس اپ:03225494228

بابا جان میں آپ کی انگلی چھوڑ دوں؟

کیوں بیٹی؟؟

بابا آپ کا سایہ میرے پاؤں کے نیچے آتا ہے---

محمود ظفر اقبال ہاشمی

انتخاب: آبروئے نبیلہ اقبال

*****

'انسان اللہ کی سب سے پیچیدہ ترین مخلوق ہے---یہ آسمان سے گر کر بھی بچ سکتا ہے لیکن کبھی کبھی ایک جملے کے وار سے فوراً مر جاتا ہے!'

'اندھیرے میں جگنو'

محمود ظفر اقبال ہاشمی

کنول خان

سر محمود ظفر ہاشمی کے ناول سفید گلاب سے چند خوب صورت لائینیں:

شام ڈھلنے کو تھی، بارش تھم چکی تھی۔زمین سے اپنے
دل کی بات کہے جانے کے بعد آسمان نسبتا ہلکا پھلکا سا
لگ رہا تھا ڈھلنے کے بعد گویا تمام مناظر میں زندہ دلی
عود آئی تھی۔یوں لگتا تھا لمبے لمبے چیڑ اور صنوبر کے
درخت ایک دوسرے کے کانوں میں کچھ کہہ رہے
ہیں۔انکے پھولوں کی خوشبو اور گیلی مٹی کی سوندھی
سوندھی خوشبو مل کر ہر طرف اٹھکیلیاں کرتی پھر رہی
تھی

محمود ظفر اقبال ہاشمی

رضوانہ صدیقی....

☆☆☆☆☆

"میں نے سنا ہے کہ یہاں شادیاں والدین طے کرتے
ہیں اور لڑکیوں سے پوچھا بھی نہیں جاتا.."

فہد ایک بار پھر مسکرایا.

"مریم!یورپ میں اس کو لڑکیوں پر بہت بڑا ظلم سمجھا
جاتا ہے. یورپ میں لوگ اپنی عقل اور پسند کے
مطابق شادی کرتے ہیں پھر بھی چند سال بعد وہ شادی
ناکام قرار پاتی ہے.. یہاں والدین شادیاں طے کرتے
ہیں اور بہت کم ناکام ہوتی ہیں. ظاہر ہے یورپ شادی
کی ناکامی اور طلاق کو بہر حال ناپسندیدہ ہی قرار دیتا ہے
لہٰذا میں سمجھتا ہوں مشرق میں شادی کی روایتیں اور
طریقہ کار زیادہ مضبوط ماشرتی ڈھانچے کی تشکیل کا
باعث بنتے ہیں. ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شادی سے پہلے
ہمارا مذہب حد سے زیادہ اختلاط کی بلکل اجازت نہیں
دیتا."

اقتباس

سفید گلاب

از قلم

محمود ظفر اقبال ہاشمی

ہمارا پہلا انٹر نیشنل انتخاب جس میں پاکستان کے علاوہ

، امریکہ، نیپال، سعودی عرب دو بئی کے لوگ شامل

ہوئے ہیں ابھی ہماری یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے

رابطہ کریں

قیمت 300 بمعہ ڈاک خرچ

انشاءاللہ داستان دل ڈائجسٹ کی ٹیم اپنی پہلی کامیابی

کے بعد اب دوسرا انتخاب شاعری اور افسانوں کا

مارکیٹ میں لا رہا ہے بہت جلد اگر آپ شامل ہونا

چاہتے ہیں تو جلد سے جلد رابطہ کریں انشاءاللہ پاکستان

سے باہر کے ممالک کی مارکیٹ کی زینت بھی بنے گی

اس میں شاعری اور افسانے فری شامل کیے جائیں گے

شامل ہونے والے ممبر کو صرف کتابوں کی قیمت اور

ڈاک خرچ دینا ہو گا۔ ایسا موقع پہلی بار فراہم کیا جا رہا

ہے جس میں ہر ممالک کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں اور

ہر ممالک میں کتاب بھی حاصل کر سکتے ہیں شکریہ

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Whatapp:

0322-5494228

Office Adrass:

Chak No:79/5.L sahiwal

شاہ شہزاد

☆☆☆☆

یہ جو دھند ہوتی ہے ناں بیٹے۔۔۔ ہمیں یہ راز و اسرار سمجھانے اترتی ہے کہ ہم انسانوں کی نظر کس قدر کم اور ناپائدار ہوتی ہے۔۔۔۔ دھند میں ایک پر اسرار خوشبو ہوتی ہے۔۔۔۔ کتاب میں بند کس پرانے باسی پھول کی خوشبو جیسی۔۔۔۔ دھند سے کبھی نہیں گھبرانا چاہئے۔۔۔ اس میں اترنا چاہئیے۔۔۔۔ اس میں چھپے پیغام اور سبق تلاش کرنے چاہئیں جو ہمیں کھلتی دھوپ اور چمکتے دنوں میں سجھائی نہیں دیتے

محمود ظفر اقبال ہاشمی کے ے ناول "اندھیرے میں جگنو' سے اقتباس

ریحانہ اعجاز

☆☆☆☆☆

میری ایک الگ دنیا ہے... سیاہ طویل..بے رنگ... مجھے ساری عمر اسی طرح رہنا ہے..میرے کینوس میں اب کوئی رنگ نہیں ہے اور نہ ہو گا صرف ایک چمکتا ہوا جگنو ہے جس کی لو اور گرماہٹ میری روح اور میری زندگی کی آخری پونجی ہے..

میں اس دنیا کے سیاہ اور گھنے جنگل میں صرف ایک جگنو کے سہارے جی رہا ہوں اسکالس اور اسکی باتیں میری روشنی ہیں...

اقتباس: اندھیرے میں جگنو

شہلا آرائیں

☆☆☆☆

فن خطاطی اپنے اندر ذہنی خلفشار الجھنوں اور پریشانیوں کو ختم کر دینے کی صلاحیت رکھتاھے...

اقتباس. قلم قرطاس اور قندیل...

ردا خان.... سیالکوٹ

☆☆☆☆

کبھی کبھی آدھی بات میں پوری بات ھوتی ھے...
ادھی دل سے اور آدھی دماغ سے سمجھی پڑھتی
ھے.... نہ سمجھ سکے تو زمانہ کسی ظالم استاد کی طرح
ھاتھوں پر بید برسا برسا کر سمجھاتا ھے..

اقتباس... میں جناح کا وارث

حنا اشرف.... کراچی

☆☆☆☆☆

صرف سچا ادب ھی وہ دانا حکیم ھے. جو بیمار انسانیت کی
نبض پر ھاتھ رکھ کر مرض اور اس کا درست علاج
کرنے کی صلاحیت رکھتا ھے...

اقتباس. اندھیرے میں جگنو.

آمنہ اسلم.....

☆☆☆☆

محبت کرنے اور سمجھنے کے لیے کسی فلسفے کی ضرورت
نھیں. اس کا سادہ سا فلسفہ وجود سے اتار کر خوش رنگ
ریشمی پوشاک اپنے وجود سے اتار کر ھمیشہ ھمیشہ کے
لیے زمانے کی سمجھدار اور فلسفہ کی کھونٹی پر ٹانگ
دیں...

اقتباس.. میں جناح کا وارث

احمد ن لاھوری

☆☆☆☆
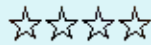
اس نے کبھی نہ سوچا تھا کہ مزھب انسانوں کی اتنی
بڑی پناہ گاہ ھوتی ھے. اعتقاد اور ایمان سے منور
لوگوں کی چھرے دیکھ کر اسے خیال آیا کہ اسکا تو کوئی
قبلہ ھی نھیں ھے. جسکی طرف منہ کر کے وہ بھت
یقین کے ساتھ اپنے خدا کے آگے سر بسجود ھو کر کچھ
مانگ سکے...

اقتباس. سفید گلاب

امبر کنول. راولپنڈی

☆☆☆☆☆

ناکامی کا قدر زندگی جیسی حسین اور قیمتی نعمت سے بڑا کبھی نھیں ھو سکتا..

زندگی سناٹے سے لی جانے والی بانسری کی خوبصورت صدا تو ھو سکتی ھیں. مگر کم از کم سناٹا کبھی نھیں ھو سکتی..

اقتباس. اندھیرے میں جگنو

کنول خان...چکوال

☆☆☆☆☆

تجربے نے مجھے یھی سکھایا کہ جبتک نہ ھو جائے کسی ھونی پر یقین نھیں کرنا چاھیے. اور نہ ھی ضرورت سے زیادہ کوئی توقع یا امید باندھنی چاھیے ورنہ بعد میں انسان بھت تکلیف اٹھاتا ھے..

اقتباس..اندھیرے میں جگنو

ملائکہ خان....راولپنڈی

☆☆☆☆

ھر چوٹ انسان کو نیا سبق سکھاتی ھے... جتنی بڑی چوٹ ھو سبق اتنا ھی بڑا ھوا کرتا ھے..

اقتباس. اندھیرے میں جگنو

عامر اقبال...

☆☆☆☆

محبت سامع کے دل میں اتر جانے والی کسی غزل کے اس شعر کی مانند ھوتی ھے جس کا مفھوم اس کے اپنے افسانے کے ساتھ مل جاتا ھے...

اندھیرے میں جگنو

انعام خالق..... گجرات

☆☆☆☆

فھد جب اس کی طرف دیکھا تو اسکی خوبصورت

آنکھیں شبنمی ھو رھی تھی.۔خوبصورت سبز آنکھوں

میں تیر تا پانی کسی اداس جھیل کا منظر پیش کر رھا تھا

سفید گلاب

عامرہ. چکوال

☆☆☆☆

دینا کتنی بھی ترقی کر جائے فنا بھی ھو جائے مگر سچے

عشق کی کھانی ھمیشہ قدم قدم پر امتحان اور

رکاوٹیں

کبھی امیری غریبی کا فرق

کبھی ظالم سماج کی سازشیں کبھی خاندانی مخالفیتں

اقتباس. قلم قرطاس قندیل

ماروی خاں.. اسلام آباد

☆☆☆☆

جب تمھیں لگنے لگے کہ دن کے وقت تمھارا سایہ اور

رات کے وقت میرا کنایہ تمھارے ساتھ نھیں تو سمجھ

لینا کھیں دور تھا مر گیا دور بھت دور تمھاری چاہ میں.

میں جناح کا وارث

امیر احمد.... کوھاٹ

☆☆☆☆

جسم سے محبت ھو تو یہ بس فطری ھے مگر مریم محبت

کوئی سطحی جذبہ نھیں اس میں آفاقیت ھے

محبت ایسا شربت ھے جیسے جتنا بانٹا جائے اسکی مٹھاس

اتنی ھی بڑھتی چلی جاتی ھے کیونکہ اس عظیم

جذبے کا تعلق روح سے ھے جسم سے نھیں...

سفید گلاب

نسیم عباس..ملتان

☆☆☆☆

مجھے سفید گلاب بہت پسند ھیں..

اس کی کوئی وجہ نھیں کچھ چیزیں ایسی ھی ھوتی ھیں

جنھیں پسند کرنے کے لیے کسی وجہ کی ضرورت نھیں

ھوتی..

سفید گلاب..

ثانیہ عمر

☆☆☆☆

اگر دو نئے یار بنانے ھی ہیں تو امید اور خوش گمانی سے

اچھے یار بھلا اور کون ہو سکتے ہیں. یہ دونوں یار کبھی نئ

منزلیں اور نئے آسمان ڈھونڈنے کے لیے آپکو چھوڑ

کر نہی جائیں گے. یہ دونوں ایسے محسن ھوتے ہیں کہ

بیٹھے بیٹھے انسان کے ہاتھ میں منزلیں اور آسمان رکھ

دیتے ہیں. کبھی انسان کو تنہا نہی چھوڑتے. مایوسی کی

جتنی بھی تیز ھوا ھو یہ کبھی کسی قندیل کو بجھنے نہیں

دیتے

محمود ظفر اقبال کے ناول قرطاس اور قندیل سے

اقتباس.

انتخاب

ماجدہ عمران خان......لاھور

☆☆☆☆

منٹو کی وفات پر محمود ظفر اقبال ہاشمی نے ایک نظم

لکھی جو پیش خدمت ہے.

سعادت حسن منٹو

تیرے وجود

سے آلودہ

تھی یہ پاک زمیں

تیری نوا سے

پراگندہ

تھے نشیب و فراز

نہ تجھ کو

خوف خدا

تھا نہ احترام

ادب

زمانے بھر پہ عیاں تھا تیرے کمال کا راز

حقیقتوں میں بھٹکتا رہا دماغ تیرا

سے کے ہاتھ نے چھلکا دیا ایاغ تیرا

ھوائے مرگ نے گل کر دیا چراغ تیرا

اب ایک بات کہ لرزاں ہے سب زبانوں پر

شکن شکن ہوئی جاتی ہے جس سے سب کی جبیں

کہ نور و نار کی سرحد پہ آسمانوں پر

خدائے عرش ترے ہات چوم لی نہ کہیں

سمعیہ اسلم گل......لاھور

☆☆☆☆☆

کبھی کبھی سوچ انسان سے بہت آگے نکل جاتی ہے اور پھر لوٹنا اتنا ھی مشکل ھو جایا کرتا ہے.

محمود ظفر اقبال ہاشمی کے ناول سفید گلاب سے اقتباس

آمنہ رفیع.....پنجاب یونی ورسٹی لاھور

☆☆☆☆☆

میں نے اپنے دل سے پوچھا سہ شامیں اداس کیوں کرتی ھیں.؟

شام ڈھلے اکثر آنکھوں میں چبھن کیوں بڑھ جاتی ھے.

شاموں کو آنگن کا سونا پن کیوں اتنا کھلتا ھے؟

کیوں لوگ شام کو گھر نہیں رھتے؟

دل نے مختصر سا جواب دیا

شام لوٹنے کا وقت ھوتا ھے

اور جب کوئی نہیں لوٹتا تو شامیں اداس سی لگا کرتی ھیں....

ماجدہ خان

☆☆☆☆

مجھے یہ وجدان اور آگہی اتر رہی ہے کے آپکا امتحان شروع ھو چکا ہے شاہ جی..........

محبت میں یہ مرحلہ نہ آئے تو اس جزبے میں نہ رنگ آتا ہے اور نہ ہی گہرائی......بلکل گرمیوں کے پھل کی طرح جسے جب تک کڑی دھوپ نہ لگے اس میں مٹھاس نہیں اترتی...محبت کے اس پہلے امتحان کو پریشان ہو کر یا اس طرح گھبرا کر نہیں بلکہ اسے خندہ پیشانی کے ساتھ اور اسے پہلا اعزاز سمجھ کر قبول کیجیے....

نبوت کے بعد سچا عشق ہی اللہ کی وہ خاص دین ہے جسے وہ اپنے خاص بندوں کے دلوں میں سجاتا ہے..... جب اس ذات نے نبیوں کے لیے اتنے کڑے امتحان رکھے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سچے عشق کی نعمت پانے والے اس سے محفوظ رہیں....اس کیفیت سے باہر آیئے

قلم قرطاس اور قندیل سے اقتباس

نوشین مجیب

شہر...ڈیرہ اسماعیل خان

میں کس طرح بتاؤں؟؟؟

میرے وطن میں اب جو حالات ہو رہے ہیں

میں کس طرح بتاؤں کیا عذاب ہو رہے ہیں

پہلے نہیں تھا ایسا میرا وطن اے لوگو

اب ظلم ہی ہر سو بے حساب ہو رہے ہیں

مائیں تڑپ رہی ہیں بچے بلک رہے ہیں

سایہ نہیں ہے سر پہ نیلام ہو رہے ہیں

اُن بہنوں پہ کیا ہے گزری کوئی تو اُن سے پوچھے

جن کے بھائیوں کے قتل سرِعام ہو رہے ہیں

جن نوجوانوں کو بننا تھا اِس قوم کا مقدر

اب اُن کی لاشوں سے قبرستان آباد ہو رہے ہیں

جن کے سہاگ اُجڑے اُن کا نہ حال پوچھو

اُن کی ویران آنکھوں میں جو سوال ہو رہے ہیں

کوئی تو آکر کہہ دے یہ خواب تھا اے لوگو

اِس خواب کو بھلا دو کہ گل شاداب ہو رہے ہیں

شاعرہ: آبرو نبیلہ اقبال (راولپنڈی)

دیر لگی آنے میں نزہت جبیں ضیاء

گرمی کی شدت میں مزید اضافہ ہوتا جارہا ہے' لگتا ہے گرمی سارے ریکارڈ توڑ دے گی۔" آصفہ بیگم نے کرسی کی پشت پر پڑی چادر اٹھاتے ہوئے فیروزہ کو مخاطب کیا۔

"ہاں! واقعی بے حد گرمی ہے اور اس وقت بسوں میں دھکے کھانا کسی عذاب سے کم نہیں۔" آنکھوں پر سن گلاسز لگاتے لگاتے فیروزہ نے کہا۔

"اچھا بھئی اللہ حافظ۔" آصفہ بیگم نے کہا۔

"ہاں بھئی سائرہ! آج شام کو آرہی ہو نا۔" انہوں نے اسٹاف روم سے نکلتے نکلتے رک کر برقعہ پہنتی سائرہ کو مخاطب کیا۔

"جی۔۔۔جی بالکل!" سائرہ نے کہا تو آصفہ بیگم سر ہلا کر باہر نکل گئیں۔ اسکول کے احاطے سے نکلتے نکلتے سوچنے لگیں کہ جاتے جاتے چائے ناشتے کا سامان لے جائیں تاکہ شام کو مشکل نہ ہو۔ اسکول سے گھر ذرا فاصلے پر تھا' بس سے آنا جانا پڑتا تھا' اسکول کے قریب بیکری سے نمکو' بسکٹس اور کیک لے کر دو شاپر سنبھالے جیسے ہی بیکری کی سیڑھیوں سے اتریں کہ سامنے سے آتے شخص سے بُری طرح ٹکرا گئیں۔

"اوہ سوری میم!" انتہائی شرمندگی اور انکساری سے معذرت کی۔

"کوئی بات نہیں۔" آصفہ بیگم نے کہہ کر نگاہ اٹھائی۔

"میم۔۔۔آپ۔۔۔آپ ٹیچر آصفہ تو نہیں؟" سامنے کھڑے نوجوان نے انہیں دیکھ کر قدرے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ لیکن میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔" آصفہ بیگم نے ایک ہاتھ سے چشمہ اوپر کرتے ہوئے پُر سوچ لہجے میں کہا۔

"میں۔۔۔ میں۔۔۔ جاذب ہوں میم۔۔۔ جاذب قریشی! آپ نے بچپن میں مجھے پڑھایا تھا۔ آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟"

"آں۔۔۔ ہاں!" آصفہ بیگم نے قدرے چونک کر سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا۔ "جاذب! یہ تم ہو' کیسے پہچانوں گی ماشاء اللہ سے تم پورے آدمی بن چکے ہو۔" بیش قیمت کپڑوں میں ملبوس جاذب بالکل بدل چکا تھا۔

"اوہ میم! شکر خدا کا کہ آپ مل گئیں' میں بہت کوشش کر رہا تھا آپ سے ملاقات کرنے کی اور آپ کیسی ہیں؟ انکل صفدر اور آپ کی بیٹی۔۔۔ سب کیسے ہیں؟" بچوں کی طرح خوش ہوتا وہ سوال کیے جا رہا تھا' بہت اموشنل ہو رہا تھا۔

"تمہارے انکل کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔۔۔"

"اوہ ویری سیڈ!" وہ اچانک افسردہ ہو گیا۔ "ویسے میم آپ کا گھر کہاں ہے' آپ نے گھر چینج کر لیا ہے نا۔ آیئے میں آپ کو گھر چھوڑ دوں' بہت گرمی ہے۔" لمبی سی خوب صورت گاڑی کا دروازہ کھول کر آفر دی۔

"ارے نہیں بیٹا' زیادہ دور نہیں میں رکشہ کر لوں گی' تمہیں تکلیف ہو گی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ یہ آپ ہی تو ہیں جس کی وجہ سے میں اس مقام پر ہوں۔" اس کی آنکھوں میں ماضی جھلملانے لگا تھا۔

"نہیں بیٹا! ایسی بات نہیں تم خود بھی اچھے بچے تھے۔" آصفہ بیگم مروتاً بولیں۔

"چلیں! اب مزید اچھائی کا موقع دیں۔" اس نے آگے بڑھ کر شاپر ہاتھ سے لیتے ہوئے بے تکلفی سے کہا اور آصفہ بیگم مسکراتی ہوئی اس کے برابر میں آ بیٹھیں۔

"بیٹا! ٹھنڈا پانی تو پیو گے نا۔" گھر پر اترتے ہوئے آصفہ بیگم نے پوچھا۔

"ضرور۔" وہ جھٹ سے اتر آیا۔

اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر آصفہ بیگم دوسرے کمرے میں آ گئیں' جہاں ماہین تھی۔

"بیٹی ایک گلاس لیموں کا شربت بنا کر لے آؤ۔"

"امی! کون آیا ہے؟" ماہین نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا بہت پرانا اسٹوڈنٹ ہے۔ ٹیوشن بھی لیتا تھا مجھ سے۔" آصفہ بیگم نے چادر اتار کر کھونٹی سے لٹکاتے ہوئے کہا۔ آصفہ بیگم کے لائے ہوئے شاپر سنبھال کر ماہین کچن میں آ گئی۔

"یہ سامان شام کے لیے ہے۔" پیچھے سے آصفہ بیگم نے آہستگی سے کہا' ماہین ان کا مطلب سمجھ گئی تھی۔

وہ ٹرے میں دو گلاس شربت لیے جیسے ہی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو امی سے باتیں کرتے ایک خاصے ہینڈسم اور امیر سے نوجوان کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"آؤ آؤ ماہین۔۔۔" آصفہ بیگم کی آواز پر وہ آگے بڑھی۔ "یہ جاذب ہے اور جاذب! یہ میری بیٹی ماہین!" آصفہ بیگم نے تعارف کروایا۔

"السّلام علیکم! بیٹھیں۔" شربت کا گلاس لیتے ہوئے سلام کے ساتھ ہی جاذب نے صوفے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور ماہین کچھ دور صوفے پر ٹک گئی۔

"جب میں میم کے پاس پڑھنے آتا تھا تو آپ اتنی سی تھیں۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے کہا۔

"ہاں مجھے بھی یاد آ گیا ہے آپ امی سے مار بہت کھاتے تھے لیکن اس وقت تو آپ منحنی سے تھے اب تو ماشاء اللہ۔۔۔" ماہین نے کچھ یاد کرتے ہوئے قدرے حیرانی سے اسے دیکھا تو جاذب کھل کر ہنس دیا۔

"اچھا میم! اب اجازت' ان شاء اللہ مما کو لے کر آؤں گا وہ بھی آپ کو بہت یاد کرتی ہیں۔" شربت کا گلاس ٹرے میں رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

ء۔۔۔/۔۔۔ء

یہ ان دنوں کی بات تھی جب آصفہ بیگم نے نیا نیا اسکول جوائن کیا تھا اس وقت جاذب کا ایڈمیشن کلاس ٹو میں ہوا تھا۔ جاذب پڑھائی میں ٹھیک ٹھاک تھا لیکن اسکول آنے سے بہت ڈرتا تھا' وجہ یہ تھی کہ پہلے ہی دن کسی ٹیچر نے اسے بُری طرح ڈرا دیا تھا اور وہ خوف زدہ ہو گیا تھا دیگر بچوں کی طرح وہ تیز اور شریر نہ تھا۔ بہت خاموش اور ڈرا ڈرا سا رہتا تھا تب آصفہ بیگم نے اسے بڑے پیار سے سنبھالا' وہ فطرتاً ہی خوف زدہ اور ہراساں تھا۔ آصفہ بیگم نے اس کی والدہ کو بلوا کر بات کی تب پتا چلا کہ ان کے شوہر جاذب کے والد امریکا میں رہتے ہیں' ان کی ساس اور تین غیر شادی شدہ نندیں بہت تیز اور لڑاکا ہیں۔ معمولی معمولی باتوں پر جاذب اور اس کی ماں کو اتنا سناتے اور جاذب کی پٹائی کر دیتے تھے۔ جاذب کے والد کو ان لوگوں کو باہر بھی بلوانے نہیں دیتے' گھریلو حالات کی وجہ سے جاذب

اپ سیٹ رہتا ہے۔ آصفہ بیگم کو جاذب پر بہت ترس
آیا پھر انہوں نے جاذب پر خصوصی توجہ دینی شروع
کردی اور اسکول کے علاوہ گھر پر بھی اسے ٹیوشن
دینے لگیں۔ آصفہ بیگم کے شوہر صفدر صاحب بھی
جاذب کا بہت خیال رکھتے' پڑھائی کے بعد چار سالہ
ماہین اور جاذب ایک ساتھ کھیلا کرتے' یہاں آ کر
جاذب بہت خوش اور مطمئن رہتا۔

ڈھیر سارے دن گزر گئے اس وقت جاذب کلاس فور
میں تھا کہ جب آخر کار جاذب کے پاپا نے جاذب اور
ان کی مما کو اپنے پاس بلوالیا۔ جاتے وقت جاذب بہت
اداس تھا اور آصفہ بیگم کو بھی جاذب اور اس کی مما
سے لگاؤ ہو گیا تھا' انہیں بھی بُرا محسوس ہو رہا تھا لیکن
وہ اس بات پر خوش تھیں کہ اب جاذب اور اس کی مما
خوش رہیں گے۔

کچھ عرصہ تک برابر جاذب کے فون آتے رہے پھر
اچانک صفدر صاحب کا انتقال ہو گیا اور آصفہ بیگم کو
سرکاری گھر چھوڑنا پڑا۔ زندگی کو نئے سرے سے
شروع کرتے کرتے وہ پریشان ہو گئیں' گھر
اسکول' پھر دوسرے محلے میں نئے لوگوں کے
درمیان گزارا کرنا' ماہین کی ذمہ داری جو پرائمری
اسٹوڈنٹ تھی۔ یہ سب کچھ کرنا بہت مشکل لگ رہا
تھا۔

صفدر صاحب کے انتقال کے بعد ملنے والی رقم سے
انہوں نے چھوٹا سا گھر خرید لیا اور حالات سے سمجھوتہ
کرتے ہوئے نئے سرے سے زندگی شروع کی۔ ماہین
بھی قدرتی طور پر سمجھ دار بچی تھی' کوئی فرمائش نہ
کرتی جو ملا پہن لیتی' جو ملا کھا لیتی' کوئی ضد نہ کرتی عام
سی صورت شکل والی ماہین پڑھنے میں بہت اچھی اور
سگھڑ تھی۔

آصفہ بیگم نے گریجویشن کروانے کے بعد اسے گھریلو
امور میں بھی طاق کر دیا تھا اور مناسب رشتہ ملنے پر
شادی کا ارادہ تھا لیکن کوششوں کے باوجود ابھی تک
رشتہ طے نہ ہو سکا حالاں کہ گریجویشن کیے بھی ایک
سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا تھا۔ آصفہ بیگم نے لوگوں
سے کہہ رکھا تھا اس سلسلے میں رشتہ لگانے والی رضیہ
خالہ بھی کوشش کر رہی تھیں لیکن معمولی صورت
شکل اور بظاہر ایسی لڑکی جو کہ یتیم تھی جس کی ماں
ایک ٹیچر تھی وہ کیا جہیز لے جاتی اکثر رشتے یہ سن کر
لوٹ جاتے۔

اب تو الٹے سیدھے لوگوں کے سامنے آتے آتے

ماہین کو بھی جھنجلاہٹ ہونے لگی تھی۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے کی بات تھی کہ رضیہ خالہ چند خواتین کو لے کر آئیں ایک لڑکے کی ماں اور دو بہنیں تھیں۔ تینوں بڑی تیز طرار اور فیشن ایبل نظر آ رہی تھیں گو کہ لگتا تھا کہ ان کا تعلق نچلے طبقے سے ہے۔ لڑکیوں نے گہرے گہرے رنگوں کے ستاروں والے جدید فیشن کے سوٹ پہن رکھے تھے' اچھی خاصی کالی رنگت پر بھاری اور تیز میک اپ نے چہروں کو مضحکہ خیز بنا دیا تھا جب کہ والدہ بھی اپنے سفید بالوں پر گہرا رنگ کیے تیز میک اپ میں بھاری بھر کم اور بے تکے جسم پر کسے ہوئے سوٹ میں کارٹون لگ رہی تھیں۔

''کیا کرتی ہو؟'' ایک لڑکی نے ماہین کو اوپر سے نیچے تک دیکھ کر پوچھا تھا۔

''میں ٹیوشن پڑھاتی ہوں۔'' ماہین دھیرے سے بولی۔

''ہائے کم از کم بیوٹیشن کا کورس ہی کر لیتیں' آسانی ہو جاتی۔'' منہ بنا کر اعتراض کیا۔

''جی۔۔۔'' ماہین نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ رضیہ خالہ بے چاری جز بز ہو گئیں۔

''ہاں بھئی' ہم نے تو سوچا ہے کہ لڑکی ایسی ہو کہ ایک تو میک اپ کر سکے اور دوسرا کپڑوں کی سلائی کر لے۔ یہ درزی تو کھال کھینچنے لگے ہیں آج کل۔'' والدہ صاحبہ نے بھی بیٹی کی تائید میں مزید ایک جملے کا اضافہ کیا۔

''ویسے ابا کیا کرتے ہیں؟'' دوبارہ پوچھا۔

''جی بہن! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے۔'' آصفہ بیگم نے افسردگی سے کہا۔

''کوئی بھائی ہے لڑکی کا؟'' والدہ نے منہ بنا کر دوبارہ سوال کیا۔

''نہیں جی! میری اکلوتی بچی ہے۔'' آصفہ بیگم ان کے رویئے سے بہت کچھ جان گئی تھیں۔

''اچھا ہم چلتے ہیں۔'' تینوں نے آنکھوں آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کیے اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''ارے بہن! بیٹھیں تو۔۔۔'' رضیہ خالہ بے چاری شرمندگی سے بولیں۔

''رضیہ ادھر آنا۔'' لڑکے کی والدہ نے باہر نکلتے نکلتے رضیہ خالہ کو پاس بلا کر کان میں کچھ کہا اور رضیہ خالہ کا چہرا ایک دم ہی پھیکا پڑ گیا' وہ لوگ گھر سے نکل گئے اور رضیہ خالہ رہ گئیں۔

''کیا کہہ رہی تھیں وہ۔۔۔؟'' آصفہ بیگم نے رضیہ خالہ سے پوچھا۔

''وہ کہہ رہی تھیں کہ لڑکی کا نہ باپ ہے نہ بھائی' کیا لے کر آئے گی' اگر تم یہ گھر لڑکے کے نام کر دو تو۔۔۔''

''بس خالہ خاموش ہو جائیں۔'' ماہین کی آواز پر رضیہ خالہ کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ ''خالہ! آپ ایک محبت کرنے والی اور ہمدرد خاتون ہیں' میں جانتی ہوں کہ آپ ہمارا بھلا ہی چاہیں گی لیکن پلیز اب اس سلسلے میں کسی کو نہ لایئے گا۔'' ماہین نے سخت لہجے میں کہا اور فوراً ہی واپس پلٹ گئی۔

آصفہ بیگم کی آنکھیں بھر آئیں اور رضیہ خالہ بھی رنجیدہ ہو گئیں۔

''آصفہ آپا! فی الحال اس بات کو یہیں ختم کر دیتے ہیں' ان شاء اللہ آگے بہتری ہو گی۔ اس وقت ماہین بھی اپ سیٹ ہے۔ دیکھنا ہمارا ربّ ضرور بہتری کرے گا۔ اس کے پاس دیر ہے اندھیر نہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری ماہین کی قسمت ایسی چمکے گی کہ دنیا رشک کرے گی۔''

''آپا! تم ایک نیک خاتون ہو اور خدا تعالیٰ تمہاری دعائیں رائیگاں نہیں کرے گا۔'' نم آنکھوں اور بھیگے لہجے میں رضیہ خالہ نے آصفہ بیگم کو تسلی دی اور آصفہ بیگم سر جھکائے سنتی رہیں۔

ء۔۔۔/۔۔۔ء

کچھ عرصہ آصفہ بیگم خاموش رہیں لیکن دل پر بھاری بوجھ تو تھا۔ وہ سوچتیں اگر خدانخواستہ انہیں کچھ ہو جائے تو' ماہین کا کیا ہو گا۔ یہ سوچیں اکثر انہیں بے چین کیے دیتیں۔

اور پھر کچھ عرصہ بعد سائرہ نے جواُن کے ساتھ پڑھاتی تھی ایک رشتہ کی بابت بتایا اور پھر نئی امید کے ساتھ انہوں نے تیاری شروع کر دی اور آج لڑکے والے آنے کا کہہ رہے تھے۔

''امی یہ جاذب تو بہت امیر ہو گیا ہے۔'' جاذب کی لمبی چوڑی گاڑی اور اس کے حلیے سے ماہین مرعوب لگ رہی تھی۔

''آں۔۔۔ہاں۔۔۔'' ماہین کی آواز پر آصفہ بیگم خیالات سے چونکیں۔

''ہاں! ماشاء اللہ ایم بی اے کر کے امریکہ سے آیا پچھلے دنوں وہ لوگ پاکستان آئے ہیں۔ بتا رہا تھا کہ میں اسے ہمیشہ یاد آتی تھی اور یہاں آ کر ہمیں بہت تلاش کیا۔ اس کی ماں بھی بہت اچھی عورت ہے' آج کل کے زمانے میں ایسے اسٹوڈنٹ بہت کم ہوتے ہیں جو

ٹیچرز کو اتنی عزت دیں۔" آصفہ بیگم کے لہجے میں جاذب کے لیے شفقت تھی۔

شام کو آنے والے مہمان نہیں آرہے تھے' سائرہ کا فون آیا تھا کہ ان کی امی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے اس لیے کسی اور وقت آئیں گے۔ دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے کو دیکھ کر چپ ہو گئیں۔

دو دن بعد اس شام حسب معمول ماہین بچوں کو ٹیوشن پڑھا رہی تھی صحن میں بچے دری پر بیٹھے تھے' پاس ہی کرسی پر ماہین بیٹھی تھی جب کہ کونے میں بنے چبوترے پر آصفہ بیگم نمازِ عصر ادا کر رہی تھی کہ جاذب آ گیا۔ ساتھ ہی ایک سوبر سی خاتون تھیں' آصفہ بیگم نے فوراً پہچان لیا' دوڑ کر لپٹ گئیں وہ جاذب کی مما تھیں۔

"آیئے اندر چلیں۔" ماہین نے جلدی سے بچوں کو چھٹی دے دی اور ان کو اندر کمرے میں لے جانا چاہا۔

"نہیں بھئی! ہم یہیں بیٹھیں گے جہاں آپ لوگ بیٹھی ہیں۔" شگفتہ بیگم نے پلٹ کر ماہین کو دیکھ کر خوش گوار لہجے میں کہا۔

"یہ ماہین ہے نا میم!" انہوں نے سوالیہ نظر ماہین پر ڈالتے ہوئے آصفہ بیگم کو مخاطب کیا۔

"جی!" آصفہ بیگم کے کہنے سے پہلے جاذب بولا تو شگفتہ نے ماہین کو گلے سے لگا لیا۔ صحن میں بچھے پلنگ پر آصفہ بیگم اور شگفتہ بیٹھ گئیں۔

"آپ یہاں بیٹھ جائیں۔" ماہین نے جاذب کو مخاطب کر کے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ تھینکس کہہ کر جاذب بھی وہیں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد ماہین چائے کے ساتھ پکوڑے اور سویوں کا میٹھا بنا کر لے آئی۔ شگفتہ بہت بے تکلفی سے باتیں کر رہی تھیں۔ جاذب کے پاپا کا انتقال کچھ عرصہ قبل ہو گیا تھا تب ہی یہ لوگ پاکستان لوٹ آئے تھے یہاں پر اچھے علاقے میں گھر لے لیا تھا۔

"اب آپ اسے سمجھائیں میم! یہ لڑکا شادی کرنا ہی نہیں چاہتا جو لڑکی دکھاتی ہوں انکار کر دیتا ہے۔" باتوں باتوں میں شگفتہ نے شکایتی انداز میں آصفہ بیگم سے کہا۔

"ارے کیوں بھئی!" آصفہ بیگم نے جاذب کو مخاطب کیا۔

"میم! مما نے کوئی ایسی لڑکی نہیں دکھائی کہ پسند آ سکے' ان شاء اللہ کر لوں گا شادی لیکن سوچ سمجھ کر۔" پکوڑا منہ میں ڈالتے ہوئے خوش دلی سے جواب

دیا کچھ دیر بعد اپنے گھر آنے کی دعوت دے کر وہ لوگ لوٹ گئے۔

"واقعی کتنے اچھے اور سادہ لوگ ہیں' اتنا پیسہ ہونے کے باوجود بھی ہمیں کتنی عزت دیتے ہیں۔ کاش۔۔۔ کاش جاذب میرا داماد بن جائے۔" اپنی سوچ پر آصفہ بیگم خود ہی پھیکی سی ہنسی ہنس دیں۔

کہاں وہ خوبرو امیر اور اسمارٹ سا جاذب اور کہاں معمولی شکل وصورت کی غریب سی ماہین۔" انہوں نے چائے کی ٹرے اٹھا کر لے جاتی ہوئی ماہین کو دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھری۔

بعض اوقات دعائیں یوں بھی پوری ہوتی ہیں' خواہشات ایسے بھی پایہ تکمیل تک پہنچتی ہیں کہ انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

آج اتوار کا دن تھا اتوار کے دن ماہین مشین لگا کر کپڑے دھوتی' دوپہر کے کھانے پر خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ اس روز بھی کپڑے دھو کر کھانا بنا کر تقریباً چار بجے وہ لوگ فارغ ہوئے کہ دروازے پر بیل بجی۔ جاذب آیا تھا آج وہ آصفہ بیگم کے کمرے میں آ بیٹھا تھا کچھ دیر بعد عصر کی اذان ہوئی تو آصفہ بیگم نماز پڑھنے اٹھ گئیں۔

"امی میں تو چائے لے آئی تھی۔" آصفہ بیگم کو اٹھتا دیکھ کر چائے لے کر آتی ماہین نے کہا۔

"بیٹی تم لوگ پیو میں ابھی نماز پڑھ کے آتی ہوں۔"

جاذب کو چائے دے کر ماہین بھی وہیں بیٹھ گئی۔

"ماہین! ایک بات کہنا چاہتا ہوں آپ سے۔" کچھ لمحوں بعد جاذب بولا۔

"جی۔" ماہین نے سر اٹھایا۔

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں۔۔۔ میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا۔۔۔ کیا۔۔۔ کہہ رہے ہیں آپ؟" چائے کی پیالی ماہین کے ہاتھوں میں لرز گئی۔ اسے لگا جیسے جاذب پاگل ہو گیا ہو۔ اچھی شکل وصورت اور بہترین پوزیشن والا جاذب ایک عام اور معمولی سی لڑکی سے یہ کہے تو۔۔۔ یہ تو لطیفہ تھا۔

"جاذب! آپ ایک جولی انسان ہیں لیکن مجھ سے ایسا مذاق مت کریں' آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔" بہ مشکل حواسوں کو بحال کر کے سخت لہجے میں کہا۔

"ماہین! آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں' میں کوئی مذاق نہیں کر رہا' میں سیریئس ہوں۔"

"لیکن جاذب! آپ کو اچھی سے اچھی لڑکی مل سکتی

ہے۔۔۔پھر آپ۔۔۔؟ "

"بے شک ماہین! مجھے کوئی بھی لڑکی مل سکتی ہے، حسین و جمیل اور دولت مند لیکن مجھے میم آصفہ جیسی ماں کی بیٹی چاہیے۔ آپ نہیں جانتیں کہ میم آصفہ ہمیشہ سے میری آئیڈیل رہی ہیں اور ماہین! مجھے بیوی چاہیے کوئی ماڈل نہیں، ایسی لڑکی جو میری ماں کو ماں سمجھے، میرے گھر کو صحیح معنوں میں گھر بنائے اور میرے خیال میں اگر مجھے آپ کا ساتھ مل جائے تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی، ویسے یہ زبردستی نہیں ہے لیکن میرے بارے میں ایک بار سوچیے گا ضرور۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے ماہین! ایک اچھا اور سنجیدہ ساتھی درکار ہے۔ جو میری خوشیوں اور غموں میں میرا سچے دل سے ساتھ دے سکے، گھر ظاہری خوب صورتی اور بے تحاشا دولت سے نہیں بنتے ماہین! گھر بنانے کے لیے محبت، ایمان داری، خلوص اور سمجھ داری کی ضرورت ہے اور۔۔۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ ان تمام خوبیوں سے مالا مال ہیں۔ لہجے میں اعتماد اور سچائیاں نمایاں تھیں۔" ماہین حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی، اتنا خوبرو بندہ اس کے سامنے دستِ سوال دراز کر رہا تھا، جس کی آنکھوں میں کوئی جھوٹ یا ریاکاری نہ تھی، اس کا لہجہ اور اس کی آنکھیں سچائی کی گواہی دے رہی تھیں۔ شرم سے ماہین کی نگاہیں جھک گئیں۔

"ماہین پلیز۔۔۔ پلیز میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا، کیا آپ کو میرا ساتھ منظور ہے۔" اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے وہ بے تابی سے سوال کر رہا تھا۔ ماہین نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ جاذب کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر رکھ کر خوب صورت اعتراف کر لیا۔ جاذب کے لبوں سے خوش گوار سانس خارج ہوئی۔ اسی لمحے اندر آتی آصفہ بیگم نے جو دیکھا اور جو سنا ان کے لیے کسی انہونی جیسا تھا۔ وہ الٹے پاؤں شکرانے کے نفل ادا کرنے پلٹ گئیں اور ساتھ ہی رضیہ خالہ کے الفاظ ان کی سماعتوں میں گونجنے لگے۔

"آپا ان شاء اللہ ہماری ماہین کی قسمت ایسے چمکے گی کہ ساری دنیا رشک کرے گی۔"

واقعی خدا تعالیٰ نے آصفہ بیگم کی عبادتوں کے بدلے انہیں بہت خوب صورت انعام دیا تھا۔ ان کی آنکھوں سے تشکر کے آنسو بہہ نکلے۔

/

کتاب میں لازمی شامل ہوں شامل ہونے کے لیے
ہماری ٹیم سے رابطہ کریں شکریہ

فروری میں ہمارا دوسرا انٹرنیشنل انتخاب شائع ہو رہا ہے
افسانوں اور شاعری کا کتاب انشاء اللہ تمام ممالک کی
مارکیٹ کی زینت بنے گی ایسا موقع بار بار نہیں ملتا اس

دس منٹ بعد

عمارت کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔یہ عمارت وفاقی دار لحکومت میں ایک مشہور اور معروف جگہ پر تعمیر کی گئی تھی۔یہ عمارت ایک بڑے وفاقی ادارے کے مرکزی دفاتر کے لیے بنائی گئی تھی ۔ جس کی شاخیں پورے ملک میں پھیلی ہوئیں تھیں۔اس سے پہلے اس ادارے کے مرکزی دفتر کے لیے جو عمارت استعمال ہو رہی تھی وہ کرائے پر لی گئی تھی ۔اس ادارے کا نام ،، عوامی فلاحی بہبود،، تھا۔ جس کا مقصد غریب لوگوں کی فلاح اور ان کے حقوق کا خیال رکھنا تھا۔ یوں تو ہر آنے والی حکومت ہی اس ادارے کو اچھے خاصے فنڈ سالانہ بجٹ میں دیتی تھی مگر جب سے عوامی جمہوری حکومت کی تیسری باری آئی تھی تو ہر ادارے کی طرح حکومت نے اس ادارے کو بھی بین الاقوامی میعار کے مطابق بنانے کی کوشش کی ۔اس مقصد کے لیے محکمہ فلاح و بہبود کے لیے بجٹ میں اچھی خاصی رقم مختص کی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنوں کو جی بھر کے نوازا گیا تھا۔بغیر میرٹ اور ٹسٹ انٹرویو کے بے شمار جیالوں کو بھرتی کر لیا گیا۔ افسران بالا نے بھی اس بہتی گنگا میں ہاتھ دوئے۔ بیرون ملک کانفرنس میں شمولیت کے لیے اپنی بیوی بچوں کو بھی لے کر گئے اور اس کے اخراجات بھی سرکاری کھاتے سے پورے ہوئے۔ کرائے کی عمارت کو بے تحاشا اخراجات کر کے بالکل سجا دیا گیا تھا۔اپنی عیاشیوں اور

اعلیٰ تلملوں کے لیے نئی گاڑیاں، عمارتی فرنیچر، نئی قالینیں اور پردے خرید لیے گئے تھے۔ عوامی فلاح و بہبود کا دفتر کسی شادی ہال کا سا منظر پیش کرنے لگا۔ خراب ملکی حالات کے پیش نظر سیکورٹی کے نام پر ایک سیکورٹی ایجنسی کو حفاظتی گارڈز مہیا کرنے پر مہنگے داموں ٹھیکہ دے دیا گیا۔ کہ وہ کمپنی ملک کے وزیر اعظم کے بہنوئی کی تھی۔ سیکورٹی ایجنسی کے تربیت یافتہ گارڈز نے سیکورٹی کے نام پر وہاں آنے والے غریب لوگوں کا ناک میں دم کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے لوگوں نے اپنے مسائل کے حل کے لیے وہاں آنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

یہ حالات دیکھ کر افسران بالا کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ کیوں نہ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔ انہوں نے آپس میں میٹنگ کی اور یہ منصوبہ بنایا کہ چونکہ موجودہ عمارت شہر کے ایک حصے میں واقع ہے اس لیے لوگوں کہ اس جگہ میں آنے جانے کا مسئلہ ہے لہذا ایک عمارت شہر کے وسط میں ہونی چاہیے تاکہ ضرورت مند لوگوں کو اپنے مسائل کے لیے آنے جانے کے لیے کوئی مشکل نا ہو۔ یہ تجویز انہوں نے اپنے متعلقہ وزیر کے پاس بھیجی جسے انہوں نے پہلی فرصت میں منظور کرتے ہوئے بجٹ بھی دے دیا۔ افسران نے ملی بھگت سے عمارت کے لیے زمین مہنگے نرخوں پر خریدی اور اپنی جیب خوب گرمائی۔

عمارت کا نقشہ بنانے کے لیے ایک فرم کو ٹھیکہ دیا گیا جبکہ عمارت کی تعمیر کے لیے وزیر موصوف نے اپنے بھائی کی تعمیراتی کمپنی کو تعمیراتی کام سونپ دیا جو انہی دنوں میں بنائی گئی تھی ۔ اختیارات سے تجاوز اور کمیشن کھانے کے بعد عمارت کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اور کرایہ کی عمارت سے دفاتر نئی تعمیر شدہ عمارت میں منتقل کرنے کی تیاریاں کی جانے لگیں۔ اسی دوران محکمہ کے وزیر صاحب ایک عالمی کانفرنس میں شرکت کے لیے بیرون ملک دورے پر چلے گئے ۔ یہ کانفرنس ہر سال منعقد ہوتی تھی جس میں ترقی پزیر ممالک میں رہنے والے غریب عوام کی زندگی بہتر بنانے کے لیے تجاویز دی جاتی تھیں اور ان کی صحت اور تعلیم کو بھی بہتر کرنے پر غور کیا جاتا تھا۔ ایک بڑے جہازی سائز کے وفد کے ساتھ جانے

والے وزیر موصوف اس کانفرنس میں کم اور نائٹ کلبوں اور بازاروں میں زیادہ نظر آئے۔ ان کے ساتھ جانے والے سیکٹریوں اور ان کے چھوٹے عملہ نے بھی خوب عیاشی کی۔ یہ لوگ صرف اس دن کانفرنس میں شرکت کے لیے گئے جس دن وہاں پر غریبوں کے نام پر امداد کا اعلان ہونا تھا۔ ابھی کانفرنس میں مزید چند دن باقی تھے کہ ملک میں اچانک ہونے والی بد امنی کی وجہ سے وزیر کو اپنا دورہ ادھورا چھوڑ کر واپس آنا پڑا ۔ان کے ملک میں واپس آنے سے پہلے ہی ان کی عیاشی کی خبریں عوام اور خواص تک پہنچ چکی تھیں ۔ لہذا وزیر اعظم نے بھی وزیر صاحب سے ملاقات کر کے ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ ان کی اس طرح کی سرگرمیوں اور سب سے کم ڈونیشن لانے پر حکومت کو سخت تشویش ہے۔ وزیر صاحب جب وزیر اعظم صاحب سے ملاقات کر کے باہر نکلے تو ان کو اپنی وزارت ہاتھ سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ انہوں نے فوراً ہی اپنے متعلقہ افسران کی میٹنگ کال کی ۔ دوران میٹنگ ان کو محکمہ کے کاموں کی تفصیلی بریفنگ دی گئی اور یہ بھی بتایا گیا کہ محکمہ کے مرکزی دفتر کے لیے بنائی گئی عمارت بھی مکمل ہو چکی ہے ۔ یہ سنتے ہی وزیر صاحب نے اگلے ہفتے ہی اس عمارت کے افتتاح کا پروگرام بنایا اور افسران کو حکم دیا کہ افتتاح کی تیاریاں جلد از جلد مکمل کی جائیں ۔ یہ سنتے ہی افسران کی دوڑیں لگ گئیں۔ اور ہر کوئی نمبر بنانے کے لیے تقریب کے افتتاحی انتظامات میں لگ گیا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے سیکر ٹیری نے خود تمام انتظامات کو دیکھنے کا فیصلہ کیا ۔انہوں نے متعلقہ افسران کو بلایا اور سب کے ذمہ داریاں بانٹ دیں۔ ان میں عمارت کی صفائی ستھرائی، اسٹیج بنانے، سجانے اور سنوارنے کا کام، لائٹ ڈیکوریشن ، ٹینٹ ، شامیانے ، ساونڈ سسٹم ،اور معزز مہمانوں کے لیے کھانے کا انتظام وغیرہ کے کام اور ذمہ داریاں شامل تھیں۔ جن لوگوں کو کھانے کا انتظام ، اور ٹینٹ شامیانے لگانے کی ذمہ داری ملی تھی وہ بہت خوش تھے کیونکہ اس طرح کے کاموں میں اپنی جیب خوب گرمائی جا سکتی تھی ۔ جبکہ جن لوگوں کو صفائی ستھرائی، اور عمارت کے اندر انتظامات کے کام ملے تھے وہ خود کو خوب کوس رہے

تھے۔ کیونکہ اس کام میں محنت زیادہ تھی اور ہر آتا جاتا کوئی نہ کوئی بات بھی کر جاتا تھا۔ انہی میں ایڈمن برانچ کا ہیڈ بھی تھا جو آجکل سیکرٹیری کا کسی بات پر معتوب تھا اور سیکرٹیری صاحب نے اس کے ذمہ ٹینٹ شامیانے اور کرسیاں لگانے کا کام لگایا تھا۔ اور یہ آرڈر بھی کر دیا کہ وہ اپنے لوگوں سے کام کروائے گا۔ برانچ ہیڈ نے سیکرٹیری صاحب کے سامنے تو یہ آرڈر بڑی خندہ پیشانی سے سنا۔ اور دل میں ایک موٹی سی گالی بھی سیکرٹیری کو دے ڈالی۔ برانچ ہیڈ نے اپنا غصہ اپنے نچلے سٹاف پر نکالا اور سب کو بلا کر مختلف ذمہ داریاں دے دیں۔ اور ان سب پر اپنے نک چڑھے اسسٹنٹ سلیم کو سب پر انچارج بنا دیا۔

سلیم درجہ اول کا مکار، لگائی بجھائی کرنے والا شخص تھا۔ اس نے حکم ملتے ہی سب کو اونچی اونچی آواز میں کام کے متعلق بتانا شروع کر دیا۔ اور ان لوگوں کو اپنے نشانہ پر رکھ لیا جن کے ساتھ اس کی ان بن تھی۔ اور ان لوگوں میں سر فہرست منیر تھا۔ سلیم نے برانچ ہیڈ کے سامنے منیر کو ٹرک سے کرسیاں اتارنے کا کام دے دیا۔

منیر جو کہ ایڈمن برانچ میں کلرک تھا۔ اس کی ذمہ داریاں بہت زیادہ تھیں۔ وہ پوری برانچ کو سٹیشنری بھی اشو کرتا تھا۔ چند پہلے ہی اس نے سلیم کو پیپر رم اشو نہیں کیے تھے کیونکہ سلیم اکثر دفتر کی سٹیشنری گھر لے جاتا تھا۔ اس سے پہلے بھی ان دونوں کی کئی بار اسی بات پر تکرار ہو چکی تھی۔ لیکن بیچ میں کوئی نہ کوئی معاملہ رفع دفع کرا دیتا تھا۔ چونکہ یہ معاملہ ابھی تازہ تھا لہٰذا سلیم نے منیر کو تنگ کرنے کا موقع ہاتھ سے نا جانے دیا اور اپنی دانست میں سب سے مشکل کام پر منیر کو لگا دیا۔

منیر نے جب سلیم کا حکم سنا تو دل میں ایک موٹی سی گالی دی۔ اور ایک طرف کھڑے ٹرک کی جانب چل دیا۔ منیر جسے چند دن پہلے ٹائیفائڈ سے آرام آیا تھا اور وہ بڑی نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ ٹرک سے کرسیاں اتار کر دیگر ساتھیوں کو پکڑانی شروع کر دیں۔ چند لمحوں کے بعد اس کا سانس اکھڑنا شروع ہو گیا۔ کمزوری کی وجہ سے اسے چکر آنا شروع ہو گئے۔ منیر کی یہ حالت دیکھ کر پاس کھڑے ارشد نے اس کو بازو سے

پکڑ کر ٹرک سے نیچے اتارا اور ایک طرف بٹھا کر پانی پلایا۔ پانی پی کر منیر کی حالت کچھ بہتر ہوئی۔ اس نے ستانے کے لیے اپنی کمر دیوار سے لگائی اور آنکھیں موند لیں ۔

ابھی چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ کام کا جائزہ لینے کے لیے سیلم وہاں آ پہنچا۔ اس نے منیر کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ زور سے اس نے منیر کا بازو ہلایا اور بیٹھنے کی وجہ پوچھی۔ منیر نے اس کو بتایا کو اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی جس کو وجہ سے وہ دس منٹ کے لیے ستانے کے لیے بیٹھ گیا۔

سلیم نے زور سے لفظ دس منٹ کو ایک بڑی گالی دی۔ گالی سن کر منیر کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ اچانک ایک طرف سے وہاں پر ہیڈ ایڈمن آ گیا۔ اس نے بھی دونوں کو کام کرنے کو کہا۔ منیر نے آفسر سے بات کرنی چاہی لیکن اس نے ٹالتے ہوئے کہا کہ کل بات کریں گے۔ یہ سن کر سلیم کے چہرے پر ہلکی طنزیہ مسکراہٹ آئی۔ جبکہ منیر اپنا منہ جکائے کام کرنے لگ گیا۔

رات دیر تک تھا دینے والا کام ختم ہوا۔ اور منیر نے اپنے گھر کی راہ لی ۔

نقاہت ، شدید تھکن اور بھوک سے منیر کی حالت خراب تھی۔ اسے ہلکا ہلکا بخار بھی محسوس ہو رہا تھا۔ کافی دیر سٹاپ پر کھڑا رہنے کو بعد اس کو سواری ملی۔ رات گئے گھر پہنچا تو اس کی حالت خراب ہو چکی تھی۔ اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور ایک درد کش گولی لے کر سو گیا۔

صبح جب منیر اٹھا تو اس کی طبیعت قدرے بہتر تھی۔ اس نے جلدی جلدی ناشتہ کیا اور دفتر کی جانب چل پڑا جہاں آج افتتاحی تقریب ہونی تھی۔

منیر جب اس نئی عمارت کے پاس پہنچا تو وہاں پر بے شمار پولیس کے اہلکار موجود تھے جو عمارت میں داخل ہونے والے لوگوں کی جامع تلاشی لے کر اندر جانے کی اجازت دے رہے تھے۔ منیر جب اندر جانے والے راستے پر پہنچا تو اسے عمارت کے اندر داخلے کی اجازت نہیں دی گئی کہ اس کے پاس ایک مخصوص اجازت نامہ نہیں تھا۔ اور اس کو عمارت کے لان میں بھیج دیا گیا۔ جہاں پر نا مناسب سے انتظامات تھے۔

بیٹھنے کے لیے جگہ بھی ناکافی تھی۔ اور دھوپ سے بچنے کے لیے سایہ بھی نہیں تھا۔ جبکہ لان کے ارد گرد ایک عارضی باڑ لگادی گئی تھی اور لان میں آنے جانے کے لیے ایک ہی طرف سے راستہ چھوڑا گیا تھا۔ اس راستے پر بھی پولیس موجود تھی جنہوں نے وہاں پر ایک عارضی سیکورٹی گیٹ لگا رکھا تھا اور ہر آنے جانے والے کی وہ لوگ تلاشی بھی لے رہے تھے۔
بغیر سایہ اور کھڑے رہنے کی وجہ سے منیر کے حلق میں پیاس کی وجہ سے کانٹے چبھنے لگے تھے مگر وہاں پر پانی کوئی انتظام نہیں تھا۔ منیر نے حسرت سے عمارت کی طرف دیکھا اور سوچا کہ جس عمارت کو اتنی محنت اور مشقت سے سجاتے سنوارتے رہے ہیں آج اس میں ہی ان کا داخلہ بند تھا۔ یہ سوچ کر اس نے باہر جانے کی کوشش کی مگر پولیس والوں نے یہ کہ کر اس کو واپس بھیج دیا کہ صاحب ابھی دس منٹ میں پہنچ جائیں گئے۔ اس کے بعد جہاں جانا چلے جانا۔ ناچار واپس آنا پڑا۔
دس منٹ تو درکنار صاحب تقریبا آدھ گھنٹے کے بعد تشریف لائے۔ ان کی آمد کے ساتھ ہی سڑک کو سپاہیوں نے بند کر دیا اور آمد و رفت پر پابندی لگادی۔
وزیر صاحب بے شمار گاڑیوں کے جلو میں عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ گاڑی سے اترتے ہی سیکورٹی گارڈز نے ان کو اپنے حصار میں لے لیا۔ سب سے پہلے انہوں نے عمارت کے افتتاح کا فیتہ کاٹا۔ پھر وہ اسٹیج پر تشریف لے گئے۔
انہوں نے افتتاحی تقریر شروع کی۔ اور حکومتی مخالفین کے خلاف بولنا شروع کیا کہ ان کے مطابق ہماری حکومت کام نہیں کر رہی ہے جبکہ آج کی تقریب ہماری عوامی پالیسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اپنی ساری تقریر میں انہوں نے حکومتی کاموں کے کارناموں میں زمین اور آسمان کے قلابے ملائے۔ اور تقریر کے آخر میں انہوں نے اتنے اچھے انتظامات کرنے پر تمام افسروں کی تعریف کی اور تمام ورکروں کو شاباش دیتے ہوئے ان کو اسی طرح محنت جاری رکھنے کو کہا۔
جیسے ہی تقریر ختم ہوئی تو کھانا کھلنے کا اعلان ہوا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی ایک طوفان بد تمیزی برپا ہو گیا۔ ہر کوئی دوڑ کر کھانا حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

منیر کی رسائی بڑی مشکل سے ایک میز تک ہوئی۔اس نے ایک پانی کی بوتل اٹھائی اور چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے شروع کیے ۔ ابھی وہ پانی پی ہی رہا تھا کو اچانک اس کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی۔ منیر نے مو بائل دیکھا تو اس کی بیوی کی کال تھی ۔ منیر نے کال اٹینڈ کی۔اس کی بیوی کی آواز گھبرائی ہوئی تھی۔ بیوی نے اس کو بتایا کہ سکول میں ننھے طاہر کی طبیعت خراب ہوگئی ہے۔ لہٰذا جلدی آؤ۔ منیر کو بیوی نے بتایا کہ ہو اس وقت سکول میں ہے اور طاہر کو ہسپتال میں لے کر جا رہے ہیں ۔

منیر جلدی سے وہاں سے باہر نکلا۔ چند لمحوں پہلے جو پولیس اہلکار اس کو باہر نہیں جانے دے رہے تھے ۔ اب وہ کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ اور اس کے علاوہ ان کو کسی سے کوئی غرض نہیں تھی۔ کہ کون وہاں سے اندر آ رہا ہے اور کون وہاں سے باہر جا رہا ہے۔

منیر وہاں سے باہر نکلا۔ رکشہ پکڑ کر ہسپتال پہنچا۔ وہاں جا کر اس نے دیکھا کہ سکول کے بہت سارے بچوں کی طبیعت خراب تھی۔ ان بچوں نے لنچ بریک میں کچھ کھا لیا تھا جس کی وجہ ان کی طبیعت بہت خراب تھی۔ ان میں سے تین بچوں کی موت بھی واقع ہو چکی تھی۔ طاہر کی طبیعت بھی بہت خراب تھی اور اس کو دیگر بچوں کے ساتھ انتہائی نگہداشت وارڈ میں رکھا گیا تھا۔ منیر کی بیوی کی حالت بہت خراب تھی اور وہ اپنی بیوی کو تسلیاں دے رہا تھا۔ ایک نرس آئی اور منیر کے ہاتھ میں ایک پرچی تھمائی کو جلدی سے یہ دوائیں لے آئیں۔ منیر نے بیوی کو وہیں چھوڑا اور خود جلدی سے دوائیں لینے کے لیے ہسپتال سے باہر نکل آیا۔ باہر آ کر اس نے سڑک پار کی۔ جہاں سڑک کے دونوں اطراف میں بیزار پولیس اہلکار شدید گرمی میں کھڑے تھے۔ منیر جلدی میں قطار میں بنے ہوئے میڈیکل سٹور تک پہنچا۔ میڈیکل سٹور پر کافی رش تھا۔ بڑی مشکل سے منیر کی باری آئی۔ منیر نے ادویات کی پرچی سٹور والے کو تھمائی۔ اور اسے جلدی سے دوائیں دینے کو کہا۔ جتنی دیر میں منیر نے ادویات لیں۔ اتنی دیر میں باہر سڑک پر سپاہیوں نے ناکہ لگا دیا تھا اور سڑک کو ہر قسم کی ٹریفک اور پیدل گذرنے والوں کے لیے بند کر دیا تھا۔ منیر نے

سڑک پار کر کے ہسپتال جانے کی کوشش کی تو سپاہیوں نے اسے روک دیا۔اس نے اپنے بیٹے کی ادویات اور ایمرجنسی انجکشن بھی دکھائے مگر پولیس والے نہیں مانے اور انہوں نے منیر کو پکڑ کر پیچھے کر دیا۔ اور کہا کہ صاحب نے گزرنا ہے دس منٹ بعد سڑک کھول دیں گئے تم بھی پھر گزر جانا۔ کافی دیر کے بعد پولیس کی گاڑیاں سائرن بجاتے ہوئے تیزی سے گزرنا شروع ہوئیں۔

یہ شاہی قافلہ اس وزیر صاحب کا تھا جس نے نئی عمارت کا افتتاح کیا تھا اور وہ اب واپس اپنے دفتر کی جانب جا رہا تھا۔ قافلہ جب گزر رہا تھا تو منیر افتتاحی تقریب کو کوس رہا تھا۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں کی نظر میں ہماری اوقات کیڑے مکوڑوں جیسی ہی ہے۔ ابھی وہ انہی سوچوں میں غلطاں تھا کہ اچانک اس کی نظر اپنی بیوی پر پڑی۔

اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور دوپٹا اس کے سر سے ڈھلک کر شانوں پر جھول رہا تھا۔ اس وقت وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں لگ رہی تھی۔ منیر کو دیکھ کر اس نے زور سے ہاتھ ہلایا جیسے اسے بلا رہی ہو۔

یہ دیکھ کر منیر نے دوڑ کر سڑک پار کرنی چاہی تو ایک حفاظتی سیکورٹی گارڈ نے گولی چلا دی۔ گولی منیر کی ٹانگوں میں لگی۔ منیر سڑک پر گر گیا اور ایک تیز رفتار گاڑی سے اس کا سر ٹکرایا۔ اس کے ہاتھ سے دواؤں کا تھیلا گر گیا اور دوائیں سڑک پر بکھر گئیں۔ جب قافلہ گزر گیا تو لوگوں نے منیر کو اٹھایا۔ اس کے ہونٹ ایک دفع پھڑ پھڑائے جن سے صرف یہی آواز آئی۔۔ دس منٹ بعد۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

افسانہ

بڑھاپے کا سہارا

(آبروِ نبیلہ اقبال)

آپی آپ دن رات ہمارے لیے کتنی محنت کرتی ہیں۔ آپ تو بہت تھک جاتی ہوں گی ناں۔۔۔ شفق ایک آرٹیکل لکھ رہی تھی جب حننین نے پاس بیٹھتے ہوئے بہت محبت اور فکر مندی سے کہا۔

آپی کیوں کرتی ہیں آپ اتنا کام۔۔۔؟بس کریں اب آپ سو جائیں آرام کریں۔۔۔ حنین نے شفق کا ہاتھ پکڑ کہ فکر مندی سے کہا۔

ہنی میرے پیارے بھائی بس تھوڑا سا کام رہ گیا ہے پھر سو جاؤں گی۔ لیکن آپ کیوں جاگ رہے ہو۔۔؟ جاؤ جا کر سو جاؤ ورنہ امی جی خفا ہوں گی۔ شفق نے حنین سے کہا۔

جسمانی تھکاوٹ تو فطری عمل ہے لیکن میں دلی سکون محسوس کرتی ہوں۔ ہنی میں بڑی ہوں تو میرا فرض ہے کہ میں اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے لیے کچھ کروں۔

اور آپ کیوں فکر مند ہو رہے ہو۔

ہنی آپ کے امی ابو اور آپی ہیں ناں۔ آپ جاؤ جا کر سو جاؤ کل سکول بھی جانا ہے۔ شفق نے حنین کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

آپی کاش میں آپ سے بڑا ہوتا، پھر میں بہت محنت کرتا اور آپ کو اتنا کام نہ کرنا پڑتا۔ میں امی ابو کا سہارا بنتا۔

آپ کی شادی کے لیے جہیز جمع کرتا۔ حنین نے پُرنم آنکھوں سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

حنین کہاں سے آئی آپ کو اتنی بڑی بڑی باتیں۔۔۔ ابھی آپ بہت چھوٹے ہیں یہ باتیں آپ کے سوچنے کی نہیں۔ شفق نے ہمت مجتمع کر کے بمشکل حنین سے کہا۔

شفق کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئی۔ حنین حساس بچہ ہے یہ بات شفق جانتی تھی لیکن وہ اتنا سوچتا ہے اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔

---*------*-------*---

محمد احسان اور رقیہ کی پانچ اولادیں تھیں چار بیٹیاں شفق، حنا، جڑواں رابعہ، عائشہ تھیں اور بہت دعاؤں کے بعد اللہ کے کرم سے ملنے والا ایک بیٹا حنین تھا۔

اولاد کی خواہش امیری یا غریبی نہیں دیکھتی گو کہ احسان صاحب اور رقیہ نے کبھی بیٹیوں کو بوجھ نہیں سمجھا لیکن اولاد نرینہ کی خواہش بھی اپنی جگہ حق پہ تھی۔

شفق نے بی اے کے بعد کالج کو خیر آباد کہہ دیا اور پرائیویٹ ایم اے میں داخلہ لے لیا۔ صبح ایک سکول میں پڑھاتی اور شام میں ٹیوشنز۔ جو شام ڈھلے تک جاری رہتی۔

شفق اپنے ماں باپ کا سہارا بننا چاہتی تھی۔ حنا تھرڈ ائیر کی طالبہ ہے، رابعہ اور عائشہ دسویں جماعت میں پڑھتی ہیں جبکہ حنین ساتویں جماعت میں پڑھتا ہے۔

----*------*------*-----

ہم حنین کو کیڈٹ کالج میں داخل کروا دیتے ہیں۔ وہیں پڑھ لکھ کر افسر بن جائے گا نوکریاں ڈھونڈھنے کا جھنجھٹ نہیں ہو گا۔ شفق نے ماں سے کہا۔

بیٹا ہمارا بھی بہت دل کرتا ہے کہ ہمارا ایک ہی تو بیٹا ہے اسے ہم کیڈٹ کالج میں پڑھائیں، لیکن شفق تم سے کچھ چھپا تو نہیں، سب کچھ تمہارے سامنے ہی ہے۔ ہمارے پاس اتنا سرمایہ کہاں۔۔۔ماں نے افسردگی سے کہا۔

امی جو کمیٹی نکل رہی ہے اُس میں مزید کچھ پیسے ملا کر ہم حنین کا داخلہ کروا دیتے ہیں۔ بعد میں ابا کے پیسوں سے گھر کا خرچ چلتا رہے گا اور میری تنخواہ سے حنین اور بچیوں کی فیس دے دیا کریں گے۔ شفق نے ماں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

بالکل نہیں۔۔وہ سب پیسے تمہارے جہیز کے لیے جمع کیے ہیں۔ ایک پائی خرچ نہیں کرنی وہاں سے۔ ماں نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

امی آپ کو کیا لگتا ہے اس مادہ پرست دور میں صرف ڈیڑھ لاکھ سے میری شادی، جہیز سب کچھ ممکن ہے۔۔ شفق نے ماں سے سوال کیا۔

امی میں چاہتی ہوں کہ حنین پڑھ لکھ کر افسر بن جائے تاکہ وہ ہم سب کے لیے اور پاکستان کے لیے باعثِ فخر ہو۔ آپ کا اور ابو جی کے بڑھاپے کا سہارا ہو۔

امی اگر آنے والے وقت میں میرے ماں باپ اور بہنوں کی زندگی میں آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں تو کچھ وقت مزید محنت کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔۔

آپ کو پتہ تو ہے ابا کی تنخواہ کم ہے اور ڈبل شفٹ لگانے سے کام کی زیادتی کی وجہ سے ابا بیمار پڑھ جاتے ہیں۔ میری بات مان لیں امی، اور ابو کو بھی منائیں۔ شفق نے ماں کو سمجھاتے ہوئے سماجت بھرے انداز میں کہا۔

----*------*------*----

حنین کا کیڈٹ کالج میں آٹھویں جماعت میں ایڈمیشن ہو گیا۔

اکلوتے بیٹے کی جدائی گو کہ اتنا آسان نہ تھی لیکن بیٹے کے بہترین مستقبل کا سوچ کر خوش بھی تھے۔ بہنیں بھی خوش تھی کہ حنین ماں باپ کے بڑھاپے کا سہارا بنے گا۔

-----*-----*-----*----

ایک سال گزر چکا تھا شفق نے مزید ٹیوشنز پڑھانا شروع کر دی۔ اب شفق رات 9 بجے تک بچوں کو ٹیوشنز پڑھاتی اُس کے بعد رات گئے تک مختلف اخبارات اور رسائل کے لیے آرٹیکل اور کالم لکھتی رہتی۔

اگلے سمسٹر کی فیس جمع کرنا تھی۔ رقیہ بیگم اور احسان صاحب کو اپنی بیٹی پہ فخر تھا لیکن وہ شفق کے فرض سے اب جلد سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔ شفق شکل و صورت میں اپنے خاندان اور سہیلیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھی لیکن شائد قسمت کی دھنی نہیں تھی۔۔

----*-----*------*----

شفق رو کیوں رہی ہو میری بچی کچھ تو بتاؤ۔۔ میرا دل ہَول رہا ہے۔ رقیہ نے شفق کی حالت کو دیکھ کہ گھبرا گئی۔

شفق کے رونے کی وجہ سے حنا، رابعہ اور عائشہ بھی جاگ گئی تھی۔ احسان صاحب تہجد ادا کر رہے تھے۔

امی امی۔۔۔میں نے بہت بُرا خواب دیکھا ہے۔امی مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے میں تکلیف سے مر رہی ہوں اور میری تکلیف و غم کا جیسے کوئی علاج نہ ہو۔تکلیف کی شدت کے سے میں اندر ہی اندر چیخ رہی ہوں چلا رہی ہوں لیکن جیسے قوتِ گویائی مجھ سے چھین لی گئی ہو۔۔۔شفق روتے ہوئے، ہچکیاں لیتے ہوئے ماں کو خواب کے بارے میں بتا رہی تھی۔ شفق کا سارا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ وہ خوف کے مارے کانپ رہی تھی۔

شفق ایک بہادر لڑکی تھی اس طرح صرف ایک خواب پہ رونے سے سب ہی پریشان ہو گئے۔

میری بچی روؤ نہیں۔ دعا کرو اللہ پاک خیر کرے گا۔یہ صرف ایک خواب تھا، تم پریشان مت ہو۔ماں نے شفق کو تسلی دینے کی کوشش کی حالانکہ یہ بات کہتے ہوئے نا جانے کیوں خود کو غم کی اتھاہ گہرائیوں میں محسوس کیا۔

-----*-----*-----*-----

شفق آج سکول سے چھٹی کر لیتی۔ بخار ہو رہا ہے تمھیں۔امی نے محبت و فکر مندی سے کہا۔

کوئی بات نہیں امی معمولی بخار ہے۔ سکول جاؤں گی بچوں کو پڑھاؤں گی تو دل بھی بہل جائے گا۔ رات کے خوفناک خواب سے بھی چھٹکارا پا سکوں گی۔ شفق نے ماں کو تسلی دی اور سکول چل دی۔

سکول پڑھانے میں مصروف رہی۔ چھٹی کے بعد جب گھر پہنچی نا جانے کیوں تب بھی دل بوجھل سا تھا۔

آج شفق کا ٹیوشن پڑھانے کا بالکل بھی جی نہیں چاہ رہا تھا یہی وجہ تھی کہ پہلی بار وقت سے پہلے چھٹی دینے کا ارادہ کیا۔

امی جی سبزی کاٹ رہی تھی، حنا کپڑوں کو تہہ لگا رہی تھی، ابا ابھی تھکے ہارے کام سے لوٹے تھے۔

شفق آپی آپ کے موبائل پہ کب سے کالز آرہی ہیں۔

عائشہ نے موبائل لاکر دیا۔

دھیان ہی نہیں رہا مجھے، موبائل بیگ میں ہی پڑا رہا۔ یہ تو کوئی نیا نمبر ہے۔ میں خود کال کر کہ پتا کر لیتی ہوں۔ شفق نے موبائل تھامتے ہوئے کہا۔

شفق پریشان سی ہوگئی۔ ایک انجان ساخوف محسوس ہوا۔ چچا کی بھی کالز آئی ہوئی تھی۔ جو کہ دوسرے شہر میں مقیم تھے۔ اکثر حنین سے ملنے چلا جایا کرتے تھے۔

اسلام وعلیکم چچا، کیسے ہیں آپ؟ آپ کی کال آئی تھی خیریت؟ شفق نے چچا کو کال کی۔

شفق میری بچی میں حنین کو لے کر آرہا ہوں۔

کیڈٹ کالج والے تمہارے نمبر پہ فون کرتے رہے تم شاید اُس وقت سکول میں تھی۔ چچا نے کہا

چچا سب خیریت ہے؟ حنین ٹھیک تو ہے ناں۔۔ ایسے اچانک حنین کو چھٹی کیسے مل گئی۔ اور آپ کی آواز کیوں کانپ رہی ہے۔ چچا میرا شہزادہ ٹھیک تو ہے ناں۔۔۔

شفق دروازہ کھولو میری بچی تمہارے شہزادے کو لے کر آرہا ہوں۔ چچا نے کانپتی آواز میں کہا۔

دروازہ کھولا تو چچا اور فیملی گھر سے باہر موجود تھی۔ چچی اور اُن کی بہو اور بیٹی اندر آتے ہی گلے مل کر رونے لگیں گھر میں سب گھبرا گئیں۔ شفق کی نظریں حنین کی متلاشی تھی۔ چچا اور اُنکے بیٹے مزمل اور رمیز بھائی گاڑی سے ایک تابوت نکال رہے تھے۔

بھابھی مار پیٹ و تشدد کی وجہ سے مر گیا ہمارا حنین۔۔۔ چچی کی آواز گویا پگھلا ہوا سیسا لگی۔ لیکن دل تھا کہ ایسی کسی آواز پہ کان دھرنے کو تیار نہیں تھا۔

تابوت کو گھر کے اندر لایا گیا، چہرے کی طرف سے جب کپڑا اٹھایا گیا تو سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔

رمیز بھائی نے شفق کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ خواب کا بھیانک منظر حقیقت کا رُوپ دھارے نظر آرہا تھا۔ شفق کی تو جیسے قوتِ گویائی ہی چھن گئی تھی۔ بس اردگرد گردش کرتی آوازیں تھی رونے کی، چیخنے چلانے کی، بے بسی کی،۔۔۔ شفق لو دیکھو تو گھر بھر کا لاڈلا حنین آیا ہے، لیکن دیکھو تو کس حالت میں ہے۔۔ جس بھائی کو خواہش تھی کہ بہن کو دلہن کے رُوپ میں دیکھے وہ بھائی آج خود کفن کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔ وہ جسے غریب ماں باپ کے بڑھاپے کا سہارا بننا تھا اُسے اب خود بوڑھے باپ کے کندھے کی ضرورت پڑھ گئی ہے۔ حنین آگیا تھا لیکن افسر بن کر نہیں بلکہ مظلوم کہ۔ ماں باپ اور بہنوں کے غم سے نڈھال چہرے دیکھے نہیں جارہے تھے اماں کو بار بار غش آرہے تھے، لیکن شفق کسی کو سہارا کیا دیتی آج تو اُسے خود سہارے کی ضرورت تھی۔ بلکہ ناجانے کب تک اُسے اب سہارے کی ضرورت تھی۔

شفق کو ایسے لگ رہا تھا جیسے زمین و آسمان سب چکرا رہے ہوں، اور وہ ہوا میں معلق ہو۔ بے شمار آوازیں تھی اُس کے اردگرد۔۔۔ شفق نہ چیخی نہ ہی بین ڈالے ۔۔۔ بس آنسو تھے کہ بہے چلے جارہے تھے اُس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ دو قدم چل کر حنین کی میت کے پاس آتی۔ وہ جہاں کھڑی تھی وہی بت بنی کھڑی رہی۔۔۔ ایک قدم میت کی طرف بڑھانے کی کوشش کی ہی تھی کہ دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہوگئی اور وہی ڈھیر ہوگئی۔ حنا اور عائشہ بھاگتی ہوئی شفق کی طرف آئیں۔

--------*-----*----*

آج آٹھ ماہ گزر چکے ہیں شفق قومہ کی حالت میں ہے۔ اماں کی اب تک آنکھیں خشک نہیں ہوئیں۔ روتی رہتی ہیں کبھی حنین کے لیے کبھی شفق کے لیے اور کبھی قسمت و زمانے کی بے دردی پہ۔ حنا نے پڑھائی چھوڑ دی۔ عائشہ اور رابعہ کی زندگی میں اب کوئی

شرارت نہیں بچی۔ اباکام کی زیادتی کی وجہ سے اکثر بیمار رہتے۔ اباکو ایک بیٹے کا نہیں دو بیٹوں کا غم تھا۔

افسوس صد افسوس کہ اب تک کوئی ایف آئی آر نہیں کاٹی گئی۔ انصاف تو تب ملتا جب مظلوم کی آواز پہ کان دھرے جاتے۔۔۔۔

ختم شد

---------------------*--------

داستان دل ڈائجسٹ کی ٹیم سے رابطے کے ذریعے

فیس بک 03377017753

واٹس اپ:03225494228

ای میل:abbasnadeem283@gmail.com

عنوان دوستی

سحیق علی خان اور زرباب کی دوستی فوج میں بھرتی ہونے کے بعد ہوئی تھی پہلے ہی دن دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا تھا سحیق علی کا تعلق بہاول پور کے ایک گاؤں سے تھا جبکہ زرباب لاہور کا رہائشی تھا سحیق ہمیشہ سنجیدہ رہتا تھا کسی نہ کسی گہری سوچ میں گم پتا نہیں کیا سوچتا رہتا تھا اس کے برعکس زرباب بہت جولی قسم کا انسان تھا ہر وقت ہنسنا ہنسانا اسکی سرشت میں شامل تھا لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ آرمی کا کیڈٹ ہے زرباب اکثر سحیق کو سوچوں میں گم دیکھتا تو پوچھتا یار کیا بات ہے تم ہمیشہ اتنے چپ چپ کیوں رہتے ہو آخر ایسی کیا بات ہے جو تمھیں اداس رکھتی ہے وہ ہر بار اس کا سوال ٹال دیتا تھا جواب نہیں دیتا تھا ایک دن زرباب سحیق علی کے سر ہو گیا کے آج تو تمھیں مجھے بتانا ہی ہو گا کے ایسی کیا وجہ ہے جو تمھیں خوش نہیں ہونے دیتی اس کے بہت زیادہ اسرار کرنے پر سحیق نے بتانے کی حامی بھر لی تھی یار تم نہیں جانتے میں اپنی فیملی کا واحد کفیل ہوں میری ایک بیوہ ماں اور چھوٹی بہن ہے میرے بابا کو فوج میں جانے کا بہت شوق تھا مگر غریبی کی وجہ سے وہ اپنے شوق کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکے اور موت نے بھی بہت جلد انہیں اپنی آغوش میں لے لیا میری ماں نے

دن رات محنت مزدوری کر کے مجھے پڑھایا لکھایا اور
آج میں ان کی بدولت اس مقام تک پہنچا ھوں میں
سوچتا ھوں اگر مجھے کچھ ھو گیا تو میری بوڑھی ماں اور
جوان بہن کا کیا ہو گا ان کا سہارا کون بنے گا سحیق کے
لہجے میں فکرمندی تھی ہم سرحدوں کی حفاظت کرتے
ہیں یہ ہمارا عزم ہے کہ ملک و قوم کی خاطر اپنی جانوں کا
بھی نذرانہ دینے سے دریغ نہیں کریں گے ہم اپنے
سروں پر کفن لیکر گھومتے ہیں ہر وقت نا جانے کب
کون سی گولی کہاں سے آ جائے کچھ نہیں پتا مجھے یہ
شہادت دل و جان سے قبول ہے مگر بس اپنی ماں اور
بہن کا خیال پریشان کر دیتا ہے سحیق یہ کہہ کر چپ ھو
گیا تو کیوں فکر کرتا ہے اللہ ہے نہ وہ سب کے لئے کافی
ہے اور تجھے کچھ نہیں ہو گا جب تک میں زندہ ھوں
کوئی گولی تو کیا بری ہوا بھی تمھیں چھو نہیں سکتی سحیق
نے فوراً زرباب کو گلے لگا لیا اور اسکی اتنی محبت دیکھ کر
اسکی آنکھیں نم ھو گئیں وہ کہنے لگا واقعی میں ایک سچا
اور مخلص دوست کا زندگی میں ہونا بہت ضروری ہے

مجھے فخر ہے تمہاری دوستی پر آئی ایم پراوڈ آف یو یار
سحیق کی آواز میں خوشی کا عنصر نمایاں تھا سردیوں کی
ٹھٹھرتی رات میں یہ پاک فوج کے سپاہی بارڈر پر ہماری
حفاظت کے لئے بیٹھے رہتے ہیں جبکہ ہم سکون سے
اپنے نرم گرم بستروں میں سونے رہتے ہیں وہ اپنی
نیندیں قربان کر کے ہماری جان کی حفاظت کرتے ہیں
ایک رات تمام سپاہی اپنے کیمپوں کے باہر بیٹھے ہوئے
تھے کے دشمن فوج نے اچانک حملہ کر دیا سب بے
فکری سے بیٹھے ہوئے تھے اچانک حملے پر فوراً الرٹ ھو
گئے اور اپنی اپنی پوزیشن سمبھال لیں مقابلہ دونوں
طرف سے سخت تھا وہاں سے بھی تابڑ توڑ گولیاں چل
رہی تھیں یہاں سے بھی جوابی کاروائی کی جا رہی تھی
دشمن فوج کے کافی لوگ شہید ھو گئے تھے پاک فوج
جواں مردی ہمت و حوصلے سے مقابلہ کر رہی تھی
سحیق اور زرباب اریب قریب تھے اچانک دشمن فوج
کا ایک سپاہی گولیاں چلاتے چلاتے ان کے نزدیک
آ گیا اور فوراً فائر کر دیا زرباب نے جب دیکھا کے گولی

کارخ سحیق کی طرف ہے اس نے ایک ہی جست میں
چھلانگ لگا کر سحیق کو دھکا دے کر سامنے سے ہٹا دیا
گولی زرباب کا سینہ چیرتے ہوئے نکل گئی اور وہ اسی
وقت زمین پر گرا سحیق نے جب یہ دیکھا تو غصے میں
اپنی رائیفل کی پوری میگزین اس سپاہی پار خالی کر دی
اور بھاگ کر زرباب کے قریب پہنچا زرباب میرے
یار یہ کیا کیا تم نے میری موت کو اپنی طرف موڑ لیا وہ
زرباب کا سر اپنی گود میں رکھے رو رہا تھا میں نے کہا تھا
نہ کے میرے ہوتے ہوئے تمھیں کچھ نہیں ہو سکتا
کوئی بری ہوا بھی تمھیں نہیں چھو سکتی اسکی آواز اٹکنے
لگی تھی مگر یار اب کون بچانے گا مجھے بری ہوا سے تم
مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے مجھے کون ہنسائے گا میری وہ
باتیں یاد کرنا جو میں تمھیں ہنسانے کے لئے کرتا تھا
تمہارے لبوں پر خود مسکراہٹ آ جانے گی اتنا کہتے ہی
زرباب ایک طرف کو لڑھک گیا اور سحیق اس پر
جھک کر زارو قطار رونے لگا ایسی دوستی تو اللہ تعالیٰ کا
انعام تھی میرے لئے تم جیسا دوست مجھے اب اور کوئی
نہیں مل سکتا آئی لو یو میرے یار.

از قلم

ثناء شہزاد

☆☆☆☆☆

ہماری نئی کتاب بہت جلد مارکیٹ میں آ رہی
ہے اس میں شامل ہونے کے لیے ابھی
ہماری ٹیم سے رابطہ کریں شکایت کی صورت
میں ندیم عباس ڈھکو سے رابطہ کریں----
ہمیں اردو ادب کے حوالہ سے شوق رکھنے
والے لوگوں کی اپنی ٹیم کے لیے ضرورت
ہے خواہشمند رابطہ کریں

تم مجھ سے محبت نہیں کرتے محسن اگر کرتے تو یوں پابندیاں نہ لگاتے محبت کرنا آسان ہے لیکن نبھانا مشکل یہاں پر تم مردوں کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے آسیہ شوں شوں کرتی مجھ سے کہہ رہی تھی آنسوان کی گالوں پر متواتر بہہ رہے تھے اور میں اسے روتا نہیں دیکھ سکتا تھا آچھا چلی جاؤ تم مووی دیکھنے پر موی کے ساتھ جانا اور جلدی گھر آجانا.. آسیہ اور میری عمر میں بہت فرق تھا یوں کہ لیں بے جوڑ شادی تھی بیس سال کا فرق تھا..اس کے جانے کے بعد میں بور ہونے لگا آچانک فون بجنے لگا ارے آسیہ آپنا موبائل چھوڑ گی چیک کیا تو کسی مونا کی کال آرہی تھی سوچا اٹینڈ کرلوں جونہی کال پک کی میرے کانوں میں پگلا سیسہ انڈلیلا گیا جانو کہاں ہو اس بڈھے سے جان چھڑا کر آؤ ہوٹل میں روم بک ہے جلدی آؤ پھر تمیں جانے کی جلدی ہوتی ہے اور میرا جی نہیں بھرتا..دروازے پر آہٹ ہوئی اور آسیہ بولتی ہوئی اندار داخل ہوئی محسن میں آپنا موبائل..باقی الفاظ اس کے منہ میں رہ گ ئے میرے کان سے لگا فون اس کو ساری کہانی سمجھا گیا وہ بے جان قدموں سے زمین پر بھٹتی چلی گئ اور میں شکستہ چال چلتا باہر نکل گیا اور اج تک سوچتا ہوں بے جوڑ شادیوں کا کوئی مستقبل نہیں

سید عبادت کاظمی

---------------------*--------

یہ کیسی دوستی۔۔

اس دن چھوٹے عنصر نے ناشتے کے بعد گھر کے باہر جھانکا تو وہ گیٹ کے قریب آہستہ آہستہ زمیں پر سونگھتا ہوا چل رہا تھا۔۔ وہ ایک چھوٹا سا پپی تھا (کتے کا چھوٹا سا بچہ تھا) عنصر نے اسے دل چسپی سے دیکھا۔۔ پپی آہستہ آہستہ عنصر کے قریب آ گیا۔۔ اور اپنا منہ اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔۔ اور قریب آ کر اسکے پاؤں سونگھنے لگا عنصر ڈر کر پیچھے ھٹا۔۔ کہ۔۔ کاٹ ہی نہ لے۔۔ اسکے پیچھے ہٹنے پر پپی بھی ڈر کر پیچھے ہو گیا بیٹھ کر آہستہ آہستہ ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے لگا۔۔۔ عنصر بھاگ کر گھر میں گیا اور اپنی امی کو اس پپی کے بارے بتایا اور کہا۔۔ شاید وہ بھوکا ہے کچھ کھانے کو دیں۔۔ اسکی امی نے ایک پیالے میں تھوڑا سا دودھ دیتے ہوئے اسے کہا" لو یہ اسے پلا دو گھر کے اندر نہ بلانا یہ ناپاک جانور ہوتا ہے،۔۔ عنصر جلدی سے دودھ لے کر باہر کی طرف گیا۔۔ ڈرتے ڈرتے پپی کے آگے رکھ دیا۔۔ پپی نے اسے سونگھا پھر جلدی جلدی پینا شروع کر دیا۔۔ عنصر بڑی دلچپسی سے اسے دیکھتا رہا ۔۔ جب اسنے پورا دودھ پی لیا۔۔ تو عنصر کو ایک انجانی

سی خوشی محسوس ہوئی کہ جیسے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا ہو۔۔ پپی بھی دودھ پی کر اسکے ارد گرد گھومنے لگا عنصر نے بھاگنا شروع کیا۔ تو اسنے بھی اسکے ساتھ ساتھ بھاگ بھاگ کر کھیلنا شروع کر دیا عنصر کو بہت مزا آنے لگا۔۔ وہ ہنستا جاتا۔ بھاگتا۔۔ رکتا۔۔ اسکے ساتھ ساتھ بھاگنے اور پھر ایک دم کھڑے ہونے پر عنصر کھل کھلا کر ہنستا۔۔ ان دونوں کی دوستی ہو گئی۔۔ عنصر کا کوئی اور بہن بھائی نہیں تھا وہ ایک دوست پا کر بہت خوش ہوا۔ دوسرے دن اسے سکول جانے سے پہلے پپی کو دودھ پلایا۔۔ اور پھر سکول گیا۔۔ اپنے دوستوں کو پپی کے بارے میں بتایا۔۔ واپس آیا تو پپی نے بڑی گرم جوشی سے اسکا استقبال کیا۔۔ عنصر بھی بہت خوش ہوا انکی دوستی بڑھتی چلی گئی۔۔ کچھ دن بعد پپی بڑا ہو گیا تو اسنے عنصر کے ساتھ سکول بھی جانا شروع کر دیا دن بھر باہر کھڑا رہتا واپسی پر اسکے ساتھ ساتھ آتا جاتا۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔۔ کچھ دن بعد خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ عنصر کے ابو کی ٹرانسفر دوسرے شہر ہو گئی وہ لوگ ٹرین سے جا رہے تھے اور ظاہر ہے کہ پپی انکے ساتھ نہیں جا رہا تھا

عنصر اداس ٹرین میں بیٹھا تھا۔(ٹرین بس چلنے ہی والی تھی) اسکی نظر پلیٹ فارم کی دوسری جانب گئی تو اسنے اپنے پپی کو وہاں کھڑے دیکھا۔۔ ٹریں نے وسل دی اور رینگنا شروع کر دیا پھر آہستہ آہستہ ٹرین نے رفتار پکڑلی۔۔ لیکن چند لمحے بعد ہی اچانک رک گئی۔ سب لوگوں نے ٹرین کی کھڑکیوں سے سر نکال کر وجہ جاننے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ ایک کتے کا بچہ ٹرین پر چڑھنے کی کوشش میں ٹرین کے نیچے آ کر مر گیا

رضوانہ صدیقی۔ ملتان

--------------------*--------

--*---------*---------------

وفا

ندا دو برس کی تھی تو والدہ کا انتقال ہو گیا اور ندا کے والد واجد علی کو انگلینڈ جانا پڑ گیا وہ ندا کو اپنے چچا زاد بھائی ارشاد صاحب کے سپرد کر گئے کیوں کہ وہ اس کو ساتھ نہ لے جا سکتے تھے!

زاہدہ بیگم اور ارشاد صاحب نے ندا کا خیال سگی بیٹیوں سے بڑھ کر رکھا اور ندا کو کبھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ ان کی سگی اولاد نہیں!

ندا تین برس کی ہوئی تو زاہدہ بیگم کے گھر اللہ نے بیٹی دی رمشاء!

بچپن سے دونوں ایک ساتھ پلی بڑھی دونوں میں اتنا پیار کے کوئی سوچ بھی نہ سکتا یہ دونوں سگی بہنیں نہیں!

وقت گزرتا رہا اور دونوں نے ایف ایس سی کیا مگر میڈیکل میں ایڈمیشن نہ مل سکا رمشاء نے ہمت ہار دی مگر ندا نے پھر سے امتحان دیا اور میڈیکل میں داخلہ مل گیا!

گڈ یار تم کو تو ایڈمیشن مل گیا یار رمشاء تم نے ہمت ہار دی اگر تم چاہتی تو تم کو بھی ایڈمیشن مل سکتا تھا بس رہنے دو ویسے بھی میرا موڈ نہیں ڈاکٹر بننے کا تم ہی کافی ہو!

ٹائم گزرتا رہا اور ندا پاوس جوب کرنے لگی آج زاہدہ
بیگم نے ندا کو اسپتال جانے سے مناء کر دیا آج ندا کا
رشتہ دیکھنے آرہے تھے!

قاسم ارشاد صاحب کے دوست کا بیٹا تھا بہت ہی
ہینڈسم اور سلجھا ہوا لڑکا تھا ندا سمیت سارے گھرانے
کو بہت پسند آیا اور ندا بھی ان لوگوں کو بہت اچھی لگی
اس طرح جھٹ سے منگنی ہو گی!

جب سے منگنی ہوئی قاسم ندا کے گھر آنے جانے لگا
اور جب وہ آتا ندا کے لیے وہ دن بہت خوشی کا دن
ہوتا مگر وہ اس کے سامنے نہ جاتی شرم و حجاب کی وجہ
سے اور وہ جب بھی آتا ندا خوش ہو کر چاے اور ساتھ
کباب بناتی رمشاء کے ہاتھ بجوا دیتی اور خود حجاب کی
وجہ سے نہ جاتی قاسم کیا سوچے گا کیسی بے شرم ہے
مگر اس بے وقوف لڑکی کو پتہ نہیں کہ دوسروں پر
انحصار کرنے والے لوگ ہمیشہ مار کھاتے ہیں اس
طرح رمشاء اور قاسم کی دوستی ہو گی اور قاسم نے ندا
سے شادی سے یہ کہ کر انکار کر دیا کہ وہ رمشاء سے
شادی کرنا چاہتا ہے •••••

ارشاد صاحب اور ان کی بیگم نے صاف انکار کر دیا کہ
وہ کبھی رمشاء کا رشتہ قاسم کو نہیں دیں گے مگر رمشاء
کی آنکھوں پر تو جیسی پٹی بند گی اس کو ندا کی اور
والدین کی کوئی پرواہ نہیں تھی اس کو بس قاسم ہی نظر
آرہا تھا اور ایک رات وہ قاسم کے ساتھ چلی گی اور
کورٹ میرج کر لی ••••

جب واجد صاحب نے یہ سنا تو ندا کو انگلینڈ لے گے
وقت گزرتا رہا اور ندا کی بھی شادی انگلینڈ میں ایک
پاکستانی لڑکے سے ہو گی ایک دن ایک رشتہ دار خاتون
کی وجہ سے ندا کو پتہ چلا کہ رمشاء لاہور میں رہتی ہے اور
بہت بیمار ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے اس کو شوگر
کے ساتھ گردوں کی تکلیف تھی جب ندا نے سنا بہت
پریشان ہوئی اور فوراً پاکستان آنی کی تیاری کرنے لگی
••••••

جب وہ پاکستان آئی ندا کی طبعیت بہت خراب تھی
وہاں آکر ندا کو پتہ چلا کہ رمشاء اور ندا کے جانے کے
بعد امی ابو یہ صدمہ برداشت نہ کر سکے اور پہلے ابو اس
کے کچھ عرصہ بعد امی اس جہان فانی سے کوچ کر گے
رمشاء ندا کو گلے لگا کے بہت روئی اور ندا سے معافی
مانگی میں بہت غلط ہوں ندا امی ابو اور تمھاری مجرم مجھے
معاف کر دو ندا رمشاء میں نے تو تم اس دن ہی معاف
کر دیا تھا کاش تم یہ قدم نہ اٹھاتی تو میں خود تمھاری
شادی قاسم سے کر دیتی مجھے پتہ ہے ندا تم بہت صاف
دل والی ہو پلیز مجھے معاف کر دو اللہ پاک نے میرے
کیے کی سزا مجھے دے دی میری ایک ہی بیٹی ہے اور
اپنی شادی کی رات اپنے دوست کے ساتھ گھر چھوڑ کر
چلی گی یہ کہہ کر رونے لگی اور ندا سوچنے لگی سچ کہتے ہیں
جیسی کرنی ویسی بھرنی رمشاء نے جیسے اپنے ماں باپ
کے ساتھ کی ویسے ہی رمشاء کی بیٹی نے اس کے ساتھ
کیا....

ندا رمشاء کو اپنے ساتھ انگلینڈ لے گی اور بہترین مہنگے
ڈاکٹروں سے علاج کروایا ندا کے شوہر جو بہت ہی اچھے
انسان تھے رمشاء کا بھایئوں کی طرح خیال رکھا اور
باقاعدگی سے علاج کروایا اس کے باوجود ندا جان بر نہ
ہو سکی اور خالق حقیقی سے جا ملی .....

ندا اس دن بہت روئی سچ کہتے ہیں جس سے دلی پیار ہو
اور وہ سب کچھ چھین بھی لے دل تب بھی ان سے خفا
نہیں ہوتا محبت عجیب شئے ہے جب کسی سے ہو جاے
پھر یہ نہیں بدلتی چاہے زمانہ بدل جاے چاہے قسمت
بدل جاے مگر دل میں دل میں گھر کرنے والی محبت
آپ کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑے گی آجکل لوگ نہ
جانے کیسی محبت کرتے ہیں پتہ نہیں کب بدل جایئں
مگر ندا جیسی محبت شائد ہی کوئی کر سکتا ہو جیسی ندا نے
رمشاء سے کی ندا نے وفا ہی نہیں شرافت بھی نبادی
اروشمہ خان

سکتہ

رضیہ نے رسیور اٹھا کر کہا ہیلو

جی سلام ۔ ماں میں پرسوں کی فلاءٹ

سے آرہا ہوں بیس دن کی چھٹی پہ ہ

عدنان نے ایک ہی سانس میں کہہ دیا ۔
رضیہ خوشی سے سکتہ میں چلی گئی

اور رسیور اس کے ہاتھ سے گر گیا ۔

ایک منٹ بعد جب وہ اپُے میں آئی تو

اس نے ہیلو ہیلو کہا مگر لائین کٹ

چکی تھی ۔ رضیہ نے فوری اپنی

چھوٹی

بہن سلطانہ کو فون کیا اور ادنان کے

بیس دن کی چھٹی پہ آنے کہ اطلاع

دی اور ساتھ ہی کہا " دیکھ صلو اب تو

تیاری کر لے میں اس کی چھٹیوں میں
ادنان کی شادی تیری فاطمہ سے کرنا

چاہتی ہوں "

رضیہ نے تمام نوکروں کو آوازیں دیں

اورi سارا کمروں کی صفائی کرنے کا

حکم دیا سارا گھر دولہن کی طرح سجا
ہونا چاہئے اور کلو میاں کو فوری
پھولوں والے کو بلانے کے لیے

بھیجا۔ چیند ہی گھنٹوں بعد پھولوں والا

رضیہ کے سامنے تھا " دیکھو میاں

پرسو ں میرا آدنان ا رہا سارا گھر
ساری گلی پھولوں سے سجا دو اور

ابھی سے شروع کر دو " اور پھر کلو

کو پکوان۔ والے کو بلانے کو بھیجا وہ

بھی کچھ ہی دیر میں رضیہ کے
سامنے تھا

" بھائی پکوان والے پرسوں میرا ادنان

آرہا ہے بیس دیگیں پکانی ہیں غربا

میں تقسیم کرنے کے لیے - رضیہ کے

لیے ایک ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو
گیا وہ بار بار ہر کمرے میں صفائی

دیکھتی کھڑکیوں کے پردے چیک۔

کرتی۔ اور خاص طور پہ ادنان کا

کمرہ ہر آدھے گھنٹے بعد جا کے
چیک

کرتی

اج میرا ادنان آئے گا اس نے نماز کا
سلام پھیرتے ہی سب ملازموں کو
ہدایت جاری کی اور آخری بار سب

کمروں کو دوبارہ چیک کیا ۔ گلی میں

جاکر گلی کو دولہن کی طرح سجے

دیکھا ۔ پھولوں سے سجے گھر کی

دیواروں کو دیکھا اور تھوڑا سا
سستانے کے لیے صوفہ پہ بیٹھ گئی کہ
فون کی گھنٹی بجی رضیہ نے رسیور
اُٹھا کر کہا " ادنان آگئے ہو میں تو تم کو

لینے ائیر پورٹ جانے والی تھی "

دوسری طرف سے جواب آیا " ماں

جی میں کرنل عزیز بول رہا ہوں ۔ آپ

کا ادنان جنگ میں شہید ہو گیا ہے

اسکی ڈیڈ باڈی روانہ کر دی گئی ہے "

رسیور رضیہ کے ہاتھ سے گر گیا اور
رضیہ سکتہ کی حالت میں قبر میں

چلی گئی-------

منابل فاطمہ کراچی

برائی کس سفر ہر weekend پر دانیال اور اسکے دوست معمول کے مطابق ساری رات آوارہ گردی کرتے اور پھر کسی ہوٹل پر ڈیرہ جما کر بیٹھ جاتے جدید تہذیب کے یہ راہی آج بھی ایک ہوٹل میں بیٹھے اوچھے انداز میں اپنے تازہ ترین افیئرز ایک دوسرے کو بتا رہے تھے کہ کس کا کیا سین چل رہا ہے "ویسے یار ایک بہت ہی زبردست لڑکی میرے ساتھ بہت آسانی سے سیٹ ہو گئی ہے بہت ہی بولڈ اور فاسٹ ہے" دانیال کے دوست صارم نے سبک سری سے کہا.... "ارے واہ دکھاؤ کون ہے کہیں کوئی Fake تو نہیں" دانیال نے کہا....... "نہیں بھئی بالکل Fake نہیں ہے میں تو اس سے مل بھی چکا ہوں".... "واہ جی واہ تمھاری تو نکل پڑی" ایک اور دوست نے ہانک لگائی سارے دوست صارم کے مو بائل کے گرد ایسے گھیرا لگا کے اسے مجبور کرتے ہے کہ وہ انہیں اس لڑکی کی تصویر دکھائے پہلے تو نہ مانا لیکن پھر تھوڑی سی آنا کانی کے بعد بالآخر صارم نے اسکی تصاویر دوستوں کو دکھادیں سارے دوست اوچھے انداز میں Comments دینے لگے کوئی کہ رہا تھا کہ "واہ کیا آئیٹم ہے" تو کوئی اس کی خوبصورتی کو سراہ رہا تھا ایک دوست نے تو فون لے کر دونوں کی چیٹ بھی سب کو سنانی شروع کر دی لیکن تھوڑی سی چھینا جھپٹی کے بعد صارم نے اپنا فون جھپٹ لیا مگر جو چیٹ پڑھی جا چکی تھی وہ اس لڑکی کے بارے میں تاثر قائم کرنے

کے لیے کافی تھی اس سارے غل غپاڑے میں دانیال
شامل نہ تھا اس کے اندر تو آگ لگی ہوئی تھی بمشکل
اپنی اندرونی کیفیت کو دباتے ہوئے وہ دوستوں سے بہا
نہ بنا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اندھا دھند گاڑی چلاتے
ہوئے گھر پہنچا اور سیدھا اریبہ کے کمرے میں گیا جو
دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے پر تکلف بیڈروم میں لیٹی
اپنے فون میں محو تھی دانیال نے اسکا فون چھینا اور
اسے ایک تھپڑ رسید کی وہ اس غیر متوقع اور اور غیر
واضح صورتحال پر بوکھلا گئی اور نتیجتا چلانے لگی گھر
کے تمام لوگ آگئے ابو تو شدید غصے میں دانیال کو
مارنے لگے کہ اسکی جرات کیسے ہوئی انکی لاڈلی بیٹی پر
ہاتھ اٹھانے کی.... مگر دانیال نے چلا کر کہا ابو
پہلے آپ اس کے کرتوت تو جان لیں اور سارا قصہ کہہ
سنایا جو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن آ
یا تھا ابو سمیت دونوں بڑے بھائی گو مگو کی کیفیت میں
تھے کہ دانیال نے اریبہ کا فون ان کے ہاتھ میں
تھما یا چاروناچار ابو کے زور دینے پر اریبہ نے فون لاک
کھول دیا اور پھر ابو اور بھائیوں نے جو کچھ دیکھا وہ اس
سے کئی گنا زیادہ تھا جو انہوں سے دانیال سے سنا تھا
اسکے بعد شک کی کوئی گنجائش نہ تھی اریبہ کے کرتوت
دیکھ کر صدمے سے ان کے وجود سن ہو کر رہ گئے تھے
اریبہ چار بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی چھوٹی تھی اسلئے
گھر بھر کی لاڈلی تھی ابو کی تو صبح بھی اسے دیکھ کر ہوتی
اور رات بھی, تو امی کی محبت کا مرکز بھی اسی کا وجود تھا
بھائی بھی اس پر جان چھڑکتے تھے اسکی زندگی میں کسی
چیز کی کمی نہیں تھی وہ سب کچھ اسے میسر تھا جسکی
حسرتیں لوگوں کے دلوں میں ماتم کناں ہوتی ہیں انہی
محبتوں اور بیش بہا آسائشوں کو ساتھ لئے وہ جوان
ہوئی گندمی رنگت گہری آنکھیں, خوبصورت تراشیدہ
بال اور بہترین وضع اور جدید ڈیزائن کے لباس ان
سب کے ساتھ وہ ہمیشہ ہر جگہ ممتاز نظر آتی. سارے
خاندان میں اسے رشک کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا وہ
بھی اپنے آپ پر نازاں رہتی تھی اور کیوں نہ ہو خوش
قسمتی اسکی جاگیر جو تھی. پڑھنے لکھنے سے کچھ خاص لگاؤ

نہ تھا کالج سے آ کر سارا دن لیپ ٹاپ یا موبائل لیئے
اپنے Social circle میں گم ہوتی. گھر کے کام تو
ویسے بھی اسکی امی اور بھابھی سنبھالتی تھیں سو اس ذمہ
داری سے بھی وہ بری الذمہ تھی. وہ ایک آزاد پنچھی
تھی ہر قسم کی روک ٹوک اور پابندیوں سے آزاد اور
یہی وجہ تھی کہ اسکے اندر خود پسندی رچی ہوئی تھی
انہی دنوں فیس بک پر ایک کلاس میٹ کے ساتھ اِس
کی چیٹ پہ بات چیت شروع ہوئی ایسا نہیں تھا کہ یہ
پہلی بار تھا مگر یہ بات چیت تھوڑی خاص تھی ہائے ہیلو
سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ رفتہ رفتہ نموپاتا گیا بس
پھر کیا تھا کالج سے باہر ملنا تحفے تحائف کا تبادلہ بھی
شروع ہو گیا گھر کا آزاد ماحول اور ہر طرح کی ملی ہوئی
چھوٹ اپنا رنگ جمانے لگی اریبہ اپنے آپ کو ہواؤں کا
باسی سمجھنے لگی جوانی کے بھڑکتے جذبات میں تلاطم سا
مچ گیا تھا کچی عمر کا یہ کمزور مرحلہ جس پر زندگی کے
سنورنے یا بگڑنے کا انحصار ہوتا ہے یہ لمحہ اریبہ کو زیر
کر گیا قلیل سے عرصے میں ہی وہ محلے کے ایک لڑکے
کے ساتھ بھی یہ آوارہ دوستی کر بیٹھی اور پھر نجانے
ان جیسے کتنے آئے اور چلے گئے وہ کسی کو سیریس نہیں
لیتی تھی ان آوارہ دوستیوں نے اُسے ایک فلرٹ لڑکی
بنا دیا تھا گھر سے ملی آزادی نے اُسے ایسے رستے کا راہی
بنا دیا تھا جسکا انجام یقینی طور پر تباہی تھا والدین کے مان
اور بھروسے کو وہ چور چور کر چکی تھی مگر اُسے یہ سب
فن لگتا تھا فیئر اور بریک اپ جیسے الفاظ جن کا دور دور
تک کوئی تعلق نہ ہمارے مذہب سے ہے نہ ہماری
ثقافت سے لیکن اب یہ ہمارے معاشرے کا ناسور بنتے
جا رہے ہیں یہ الفاظ اریبہ کی زندگی پر اپنا نشہ چڑھا چکے
تھے اس ایک دوستی کی شروعات اُسے بہت آگے تک
لے گئی وہ قہر ڈھاتی ماتم زدہ رات گھر والوں کو ڈس
رہی تھی ماں باپ اور بھائی اپنا سر پکڑے اپنی بد چلن
بہن سے باز پرس کر رہے تھے وہ بھی ڈھیٹ ہو چکی
تھی اسے اپنے کئے پر کوئی خاص ندامت نہیں تھی وہ
تو یہ موقف بتا رہی تھی کہ "میں نے یہ سب صرف
تفریح کی غرض سے کیا ہے میں کسی کے ساتھ بھی

سیر لیس نہیں اور اس میں کیا برائی ہے ایسا تو سب کرتے ہیں آپ لوگ اتنا Over react کیوں کر رہے ہیں بھائی آپ لوگ بھی تو یہ سب کرتے ہیں آپ سے تو کسی نے کبھی بھی استفسار نہیں کیا میں نے اگر تھوڑی تفریح کر لی تو مجھ پر فرد جرم عائد کر دی گئی " اپنی لاڈلی کا یہ فلسفہ سن کر سب ساکت و جامد ہو گئے کمرے میں موت کا سکوت رقصاں تھا ہر فرد خود احتسابی میں غرق یہ سوسوچ رہا تھا کہ قصور وار کون...... ار یہ یا وہ خود کیونکہ ہم خود برائی کرنا گوارا تو کر لیتے ہیں مگر اسکے نتائج سے انجان بنے رہتے ہیں........ دوسروں کی عصمتوں کے سوداگر اپنا دامن کبھی نہیں بچا سکتے کیونکہ یہ برائی کا سفر بھی گردش کرتا وہیں آ پہنچتا ہے جہاں سے جنم لیتا ہے

از قلم..... مائدہ آصف۔، کراچی

---------------------*--------

سے باہر کے ممالک کی مارکیٹ کی زینت بھی بنے گی
اس میں شاعری اور افسانے فری شامل کیے جائیں گے
شامل ہونے والے ممبر کو صرف کتابوں کی قیمت اور
ڈاک خرچ دینا ہو گا۔ ایسا موقع پہلی بار فراہم کیا جا رہا
ہے جس میں ہر ممالک کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں اور
ہر ممالک میں کتاب بھی حاصل کر سکتے ہیں شکریہ

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Whatapp:

0322-5494228

Office Adrass:

Chak No:79/5.L sahiwal

ہمیں دنیا کے ہر کونے سے اپنے ادارے کے لیے
اچھے اور ادب سے لگاؤ رکھنے والے لوگوں کی
ضرورت ہے خواہشمند جلد سے جلد رابطہ کریں
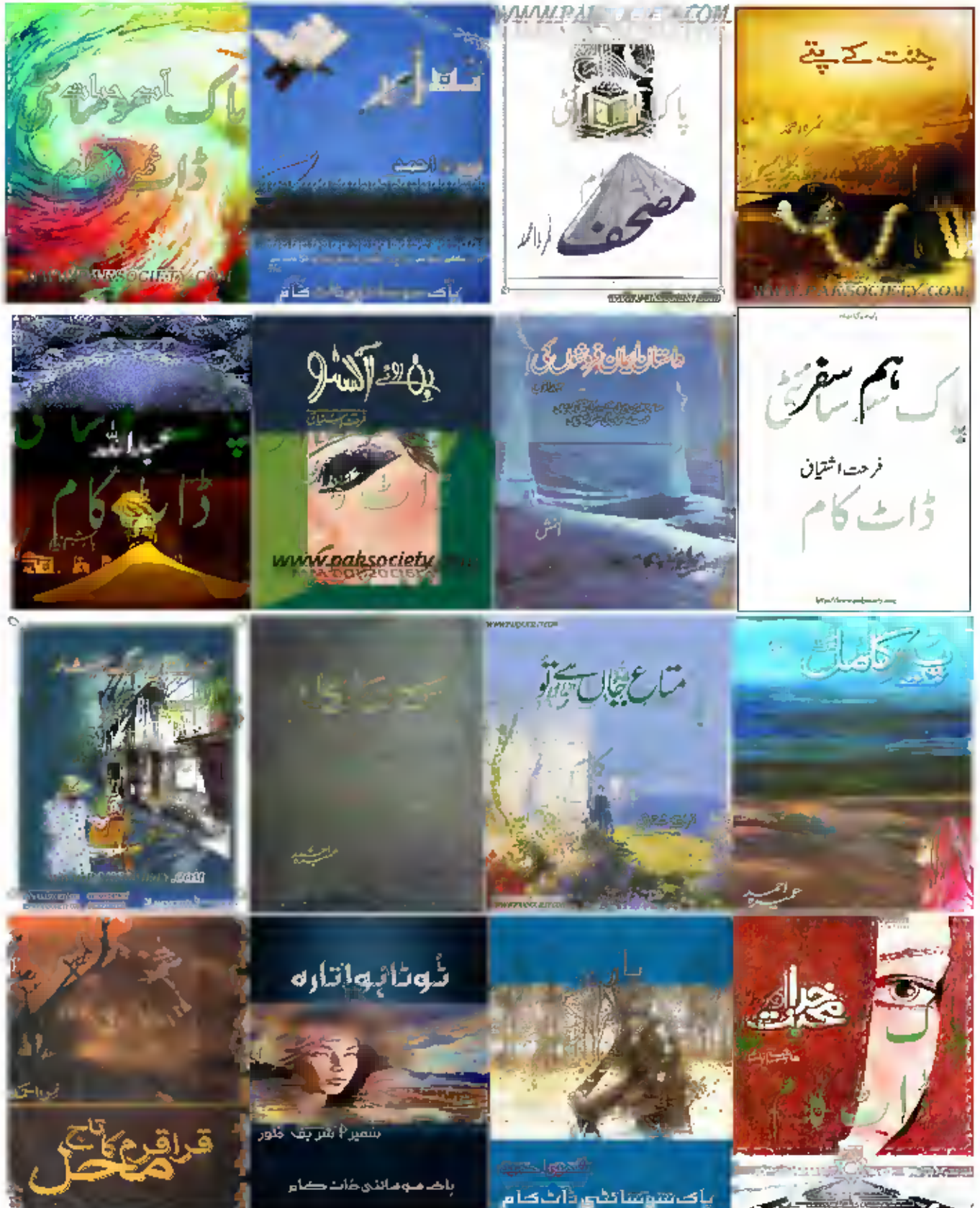
دو رنگی دنیا گھر کے کام کاج نبٹاتے ہُوئے ربیعہ کے کانوں میں مسلسل ماں سے صبح فون پر ہونے والی گفتگو گُونج رہی تھی،،،،ربیعہ میری بچی ٹھیک ہے تُو اپنے گھر میں خُوش ہے اللہ تجھے خوش رکھے پر بیٹی ایسی بھی کیا مصروفیت کہ 20 منٹ کی ڈرائیو پر تیرا میکہ ہے اور تُو ہے کہ ہمیں دو دو ماہ تک شکل نہیں دِکھاتی۔۔۔یاد کر دو ماہ پہلے آئی تھی وہ بھی ایسے کہ آتے ہی جانے کی فکر لگ گئی تھی۔۔۔چل میں تو تجھ سے مِل گئی ہوں یاسر کی منگنی پہ،،،پر بیٹی تیرا باپ تجھے یاد کر رہا ہے اگر چلنے پھرنے سے قاصر نہ ہوتا تو خُود بھاگ کہ تجھ سے مِل آتا۔۔ایسا کرو بیٹی کہ آج یا کل آجاؤ نادر کے ساتھ گھڑی دو گھڑی باپ سے مِل کے چلی جانا۔۔۔تب ربیعہ نے لہجے میں بشاشت پیدا کرتے ہُوئے ماں سے کہا تھا ٹھیک ہے اماں میں ضرُور آتی ہُوں آج نہیں تو کل ابا اور بھیا کو سلام کہیئے گا۔۔۔۔۔جبکہ دِل ہی دِل میں وہ سخت افسُردہ ہو گئی تھی اور اب تک کام کے دوران اِسی اُدھیڑ بُن میں تھی کہ کیسے اماں بی (ساس) سے اپنے میکے جانے کی بات کرے۔۔۔۔

بظاہر ربیعہ اپنے سُسرال میں خُوش تھی۔۔۔ساس سسر کے عِلاوہ دو دیور تھے یاسر اور ساحر جو کہ زیرِ تعلیم تھے اور ساتھ جاب بھی کرتے تھے۔۔۔ایک نند تھی تانیہ جو بیاہی ہُوئی تھی۔۔۔۔۔۔بس اماں بی کو ربیعہ کا میکے جانا ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا اِس معاملے میں وہ کڑی نِگاہ رکھتی تھیں۔۔۔۔۔بس چاہتی تھیں کہ سارا دِن کولہُو کے بیل کی طرح گھر کے کام کاج انجام دینے کے بعد ساس کے پاس بیٹھ کر اُن کا دِل

بہلائے اور اُن کی خِدمت کرے تب تک خوش
رہتیں اور جہاں میکے جانے کا ذِکر آتا اماں بی کے ماتھے
پر سوبَل پڑ جاتے۔۔۔۔۔ اور آج کل تو ویسے بھی
کام کام بڑھ گیا تھا۔ یاسر کی منگنی ہُوئے دو ہفتے گُذر
چُکے تھے مگر اماں بی کے کچھ چہیتے رشتے دار جو دُور دراز
کے مکین تھے بڑے ٹھسے سے دو ہفتوں سے اِدھر ہی
بوریا بستر ڈالے ہُوئے تھے اللہ اللہ کر کے آج ہی اپنے
اپنے گھروں کو سدھارے تھے۔۔۔۔۔ جیسے تیسے
ہمّت کرتے ہُوئے ربیعہ نے ڈرتے ڈرتے اماں بی سے
مُدعا بیان کیا کہ۔۔۔ اماں بی اگر آپ کی اِجازت ہو تو
میں شام میں نادِر کے ساتھ اماں، ابا سے مِل آؤں۔۔۔
دو ماہ ہو گئے مُجھے گئے ہُوئے اور ابا کی طبیعت بھی
خراب ہے۔۔۔۔ اماں بی نے اِطمینان سے پان کی
گلوری منہ میں رکھی اور خشمگیں نگاہوں سے بہُو کو
گھورتے ہُوئے گویا ہُوئیں۔۔۔ اے بنّو! دو ماہ تو ایسے
کہہ رہی ہو جیسے دو سال ہو گئے ہوں۔۔۔ ابھی
مہمانوں کو گئے ٹائم ہی کتنا ہُوا ہے سارا گھر بکھرا پڑا ہے

اور تمھیں بھی کام سے جان چھڑانے کی خوب
سُوجھی۔۔۔۔۔ دو چار دِن تو لگ ہی جانے ہیں گھر سیٹ
ہونے میں سب معمول پر آ جائے تو چلی جانا اماں باوا
کے درشن کو۔۔۔ ابھی میرے سر میں درد ہے چائے
بنا لائو۔۔۔ تب ہی دروازے پر بیل ہوئی۔۔۔ ربیعہ
اچھا جی کہتی دروازہ کھولنے چل دی۔۔۔۔۔۔۔ تانیہ
چہکتی آواز کے ساتھ آ کر ماں کے گلے لگ گئی۔۔۔
اماں آپ کو چند دن نہ دیکھوں تو چین نہیں آتا۔۔۔
پر کیا کروں دیکھ لیں یاسر کی منگنی پر بھی مشکل سے
چار، پانچ دِن ہی رہ پائی اور آج بھی پورے ہفتے بعد آ
پائی ہُوں۔۔۔۔۔۔۔ کیا کروں ٹائم ہی نہیں ملتا۔۔۔
تانیہ منہ بسورے ماں سے لپٹ گئی تو اماں بی اُسے پیار
کرتے ہوئے بولیں۔۔۔۔ ہاں میری بچی میں بھی
تُجھے دیکھنے کو ترس جاتی ہوں۔۔۔ ہفتے دو ہفتے بعد آ
کے شکل دِکھاتی ہے میں سوچتی ہوں تُجھے سسرال
بھیجا ہے یا جیل میں۔۔۔۔۔۔ نگوڑ مارے آنے ہی
نہیں دیتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ریحانہ اعجاز

عنوان؛ محبت کرنے والے تو

تحریر؛ انمول عائشہ صدیقی

پتہ ہے میں نے اس سے اتنی محبت کی اتنی کہ اپنی سانسوں کو بھی ان محبتوں کا امین بنالیا, اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے بس اسی ایک نام کی مالا جپتی رہی, لیکن ایک دن پتہ چلا اس کا اور میرا رشتہ تو اتنا کچا اتنا بودا تھا کہ اس نے الوداع کہا اور میں نے بھی بدلے میں ہنسی خوشی ہاتھ ہلا دیا, مگر اس سے پہلے میں نے اپنی انا کے لاکھ پاؤں پکڑے کہ مجھے بس ایک ہی شخص چاہیئے مگر اس نے کہا کہ اگر وہ تمہارا طلب گار ہوتا تو اسے تمہاری انا کو توڑنے کی ضد نہ ہوتی, تم جو اس کی خاطر اپنی عزتِ نفس تک کو داؤ پہ لگانے کو تیار ہو وہ تو اس آس میں ہے کہ کب تم کوئی ایسا قدم اٹھاؤ اور وہ تمہیں پیروں تلے کچلتا ہوا گزر جائے, محبت کرنے والے انا کو توڑنے کی ضد ہر گز نہیں لگایا کرتے, وہ مان دیتے ہیں مان رکھتے ہیں.....!!

---------------------*---------

--*----------*---------------

عجیب بندھن کیا کہوں دیکھ رہے ہو حالات کیسے بدل رہے ہیں۔ بہت جلد ہندوستان دولخت ہو گا اور ہم مسلمانوں کو الگ ملک مل جائے گا, میں بھی سوچ رہا ہوں اب رخت سفر باندھ لوں, کل تک جو اپنوں کی طرح رہتے تھے اب نظریں بدلنے لگے ہیں۔ نہ مولوی میں تو تیرا وہی بیلی ہوں پہلے والا مجھ میں کوئی فرق دیکھا. مولوی صاحب کے چہرے پہ بے آعتباری تو نہیں تھی مگر پہلے جیسا اعتبار بھی مفقود تھا.

عبدالعزیز اور دلیر سنگھ کی دوستی سارے علاقے میں مشہور تھی دونوں کی دیوار سے دیوار ملے گھر ہی نہیں تھے دل بھی ملے ہوئے تھے اور ان کے ہی نہیں بلکہ ان کی بیوی بچے بھی دوست تھے دلیر کی تو دو بیٹیاں ہی تھیں لیکن عبدالعزیز کا ایک بیٹا بھی تھا جو مسلم لیگ کا سرگرم رکن تھا. ان دنوں لوگ زور و شور سے ہجرت کر کے پاکستان کی طرف جا رہے تھے. لیکن مولوی صاحب کا دل اپنے پرکھوں میں اور اپنے دوست میں الجھا ہوا تھا اس ادھیڑ بن میں الجھے ہوئے عبدالعزیز کو لگتا کہ یہ سب وقتی ہے جلد سب ٹھیک ہو جائے گا.

دلیر سنگھ بھی دلاسہ دیتا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

ابا جی حالات قابو سے باہر ہو گئے ہیں آپ اماں اور

کبریٰ صغریٰ کو لے کر پاکستان کے لیے چل دیں،
احسن علی نے مولوی صاحب کو مشورہ دیا او کچھ نہیں
ہو تا میرے پتر !سب ٹھیک ہو جائے گا۔ سب اپنے
ہی تو ہیں. ابا آپ کو پتہ ہے پچھلے محلے میں بھی سب
اپنے ہی تھے جنھوں نے مسلمانوں کے گھر جلا
دیئے اور کرپانوں نے کچھ نہیں دیکھا کہ کون اپنا ہے
ان کو تو مسلم نظر آئے اور مار ڈالا ان کو تم ٹھیک کہہ
رہے ہو مگر اب ایکدم ہنستا بستا گھر بار چھوڑ کیسے چل
دیں جوان جہان بیٹیوں کے لے کر، زبیدہ بیگم نے
ڈبڈبائی آنکھوں سے گھر کو دیکھا، اماں اب اور دیر
کرنے کا مطلب نہیں، پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے یہ
کہہ کر احسن اٹھ کھڑا ہوا. اب تم کدھر کو چلے
میاں؟ عبد العزیز نے اسے روکا، ابا جی حالات کا جائزہ
لینا ہے اور مجھے مسلم لیگ کے لئے بہت کام کرنے ہیں،
وہ دروازے سے نکلنے لگا تو بلونت کور درمیانی دیوار میں
بنی کھڑکی سے احسن کو جاتا دیکھ ادھر زبیدہ خالہ پکارتی
چلی آئی، ہاتھ میں کچھ ڈھانپی ہوئی پلیٹیں تھیں یقیناً
گوری نے کچھ پکا کے بھیجا ہو گا. تھوڑی دیر گزری تھی
کہ شور و غل کی آوازوں سے گلی گونجنے لگی، مولوی
صاحب جلدی سے باہر نکلے تو لیکن ان سے پہلے دلیر
سنگھ باہر آ چکا تھا اس نے جلدی سے مولوی صاحب کو
اندر بھیجا کہ ہندو لڑکوں کا گروہ ہے آپ باہر مت
آئیں وہ واقعی اس وقت اندھے ہو رہے ہیں، لیکن
مولوی صاحب کو کیا خبر تھی کہ تھوڑی دیر پہلے اپنے
قدموں پہ چل کے جانے والے بیٹے کی میت بھی نہیں
ملے گی، بلوائیوں نے اس کو مار کے اس کی لاش کو بھی
آگ لگا دی تھی، دلیر سنگھ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ
کیسے یہ سب ماجرہ ان کو بتائے، بہر حال بتانا تو تھا،
مولوی صاحب تو سکتے میں آ گئے تھے لیکن گھر میں باقی
لوگوں کو بھی اونچی آواز نکالنے سے منع کر دیا تھا کہ
اب بلوائی مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگا رہے
تھے دلیر سنگھ نے درمیانی کھڑکی سے سب کو اپنے گھر
بلا لیا اور مولوی صاحب کے گھرانے کی پردہ دار بیٹیاں
اور بیوی گھٹ گھٹ کر روتی ہوئی بلونت کور اور گوری

ان کی ماں امرت کے گلے لگ کے روتی رہیں,
بلوائیوں نے انکے گھر کی تلاشی لی اور لوٹ مار کر کے
گھر کو آگ لگا دی,, کاش یہ لوگ پہلے ہجرت کر جاتے
اب تو نا ممکن لگ رہا تھا کہ وہ یہاں سے نکل پاتے, آج
تیسرا دن تھا مولوی صاحب کے گھرانے کو دلیر کے
گھر چھپے لیکن اب تو ان لوگوں کو لگتا کہ دلیر سنگھ بھی
جانے کب ان کی جان لے لے گا کیونکہ اس کی
آنکھوں میں خون اترا ہو تا جب پتہ لگتا کہ کسی جگہ
مسلمانوں نے اپنے قتل عام کا بدلہ لیا ہے یہ چاروں
مسلم اپنے آپ کو اناج کے گودام میں بند کیئے رکھتے,
لیکن بات کسی طرح باہر نکل ہی گئی تھی کہ دلیر کے
گھر کچھ لوگ چھپے ہیں۔ اور یہ کام بسنتی کے علاوہ کسی
کا نہ تھا وہی ایک دو چکر دلیر سنگھ کے گھر لگا کے گی تھی
مولوی صاحب ہمت کر کے اس دن چھپتے چھپاتے
پاکستان جانے کا بندوبست کرنے نکلے تھے. بندوبست
کر کے واپس پہنچے تو تین برقع میں لپٹی لاشیں گودام
میں خون سے نہائی پڑی تھیں,,, آہ تو تم بھی بلوائی نکلے

دلیر سنگھ پچھلے کتنے دنوں سے تم اسی تاک میں اپنی
کرپان صاف کر کے سرھانے دھر کے سوتے تھے
قریب تھا کہ وہ بھی جان ہار جاتے کہ دوسرے کمرے
سے انھیں دلیر کے پکارنے کی آواز آئی, انہوں نے
پاس پڑی ایک چھری اٹھائی اور دلیر کی آواز کے
تعاقب میں چل پڑے آواز درمیانی کھڑکی کہ اس
طرف ان کے جلے ہوئے گھر سے آ رہی تھی انہوں
نے کھڑکی کھولی تو دوسری طرف کے منظر نے ان کو
پتھر کر دیا ان کی دونوں بیٹیاں اور بیوی دلیر کے کٹے
پھٹے جسم کے گرد بیٹھی رو رہی تھیں, اگر یہ سب یہاں
ہیں تو وہ برقع پوش لاشیں کس کی تھیں, دلیر سنگھ نے
عبدالعزیز کو پاس بلایا تو مولوی صاحب خاموشی سے
اس کے پاس بیٹھ گئے, بتائیے ناں! نانا جان, وہ لاشیں
کس کی تھیں, صغریٰ کے بیٹے نے ان کے کندھے
ہلائے میں بتاتی ہوں بیٹا! وہ لاشیں دلیر کاکا کی بیوی اور
بیٹیوں کی تھی بلوائی جان چکے تھے کہ ہم کاکا کے گھر
ہیں تو کاکا نے ہمیں اپنی بیٹیوں کے کپڑے دے

کر اپنے کمرے میں لٹادیا ہم پردہ کرتی تھیں ہمارے
چہرے تو ویسے بھی کسی نے نہیں دیکھے تھے لیکن
بلونت کورہ گوری اور امرت چاچی نے دلیر چاچا کے
کہنے پہ ہمارے برقعے لے لئے تھے, پھر جب بلوائی
حملہ کرنے آئے تو کاکا نے ان کا بہت مقابلہ کیا مگر
جب کاکا ان سے مقابلہ کرنے میں ناکام ہونے لگے تو کا
کانے ہمیں بچانے کے لئے اپنی بیوی اور بیٹیوں کو
قربان کر دیا یہ کہہ کر صغریٰ سسکنے لگی جانتے ہو بیٹا اس
نے اپنے سارے خاندان کو قربان کر کے اپنی اور
میری دوستی کو بھی امر کر دیا دوستی کا مطلب سمجھا دیا
جان دے کر بتا دیا کہ دوستی اگر سچی ہے تو مذہب قوم
ہر چیز سے کچھ اوپر کی چیز ہوتی ہے

مصنفہ: طیبہ عنصر مغل راولپنڈی

----------------*------------

----------------------*--

انشاءاللہ ہماری ٹیم ہر دو ماہ کے بعد اک انتخاب شائع کرے گی جس میں شاعری اور افسانوں کے انتخاب شامل ہیں اگر آپ بھی اس میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو ابھی ہم سے رابطہ کریں ۔۔۔اور آپ بھی شامل ہو جائیں انشاءاللہ ہماری تمام کتابیں باہر کے ممالک کی مارکیٹ میں بھی ماجود ہوں گی دنیا کے ہر کونے کے ممالک اس میں شامل ہو سکتے ہیں شکریہ

مثال

از بنت رحمان

ابھی چند ماہ ہی ہوئے تھے زارا کی شادی کو،اس کے شوہر طیب کی ٹرانسفر ہو گئی

زارا اپنے سسرال میں کافی خوش اور مطمئن تھی اب یہاں سے جانا اور تیاری کرنا بہت مشکل لگ رہا تھا لیکن ساس اور نند کی مدد سے ہو ہی گئی تیاری

نئے شہر میں نئے گھر میں سیٹ ہونے میں کچھ دن تو لگنے تھے لیکن ایک بات کی تسلی تھی زارا کو کہ مالک مکان انٹی بہت اچھی تھیں تقریباً روز شام کو اس کے پاس آجاتی تھیں یوں زارا کو بھی تنہائی

کا احساس کم ہوتا ان کے دو بیٹے تھے جو ملک سے باہر تھے شوہر اپنے بزنس میں مصروف رہتے تھے

طیب نے جاب پہ جانا شروع کیا تو زارا کو سکوں ھوا

آج زارا نے بہت محنت سے بریانی،شامی کباب اور کسٹرڈ بنایا تھا طیب کے آنے سے پہلے وہ انٹی کو بھی دے کے آ گئی تھی

صبح انٹی برتن واپس کرنے اور شکریہ ادا کرنے آئیں

،،بیٹی زارا کھانا بہت اچھا تھا تمارے ہاتھ میں بہت ذ

ائقہ ہے مگر جو بات ربیعہ کے ہاتھ میں تھی کیا بتاؤں

''

ربیعہ تم سے پہلے میری کرایہ دار تھی اس کی بھی نئی نئی

شادی ہوئی تھی

جب وہ بریانی بناتی تھی پورے گھر میں خوشبو آتی تھی

اس کا شوہر دو دو سیڑھیاں پھلانگ کے آتا تھا اوپر

بہت خیال رکھتی تھی وہ اپنے شوہر کا وہ،

زارا خاموشی سے سنتی رہی

دوسرے دن زارا شام کو کپڑے پریس کر رہی تھی کہ

انٹی کافی کے دو کپ ٹرے میں رکھے اوپر آ گیں

انٹی آپ نے کیوں تکلف کیا میں بنا لیتی،،

زارا کو شرمندگی محسوس ہوئی

کوئی بات نہیں بیٹا میں نے سوچا اکیلے بیٹھ کر کیا پینی تمھا

رے ساتھ مل کر پیتی ہوں،،

ربیعہ اتنے اچھے طریقے سے کپڑے دھوتی اور پریس

کرتی تھی مانو جان پڑ جاتی تھی کپڑوں میں،،

انٹی نے زارا کو پریس کرتے دیکھ کر ربیعہ نامہ شروع

کر دیا

بیٹی تم بھی اس کی طرح دل لگا کر کام کیا کرو اور شوھر

کے کام خاص طور سے بہت دھیان سے،،

جی انٹی،، زارا اور کیا کہتی

انٹی اکثر آ جاتیں بہت اچھی تھیں بس ربیعہ کا ذکر

ضرور کرتیں جب بھی آتیں

،،طیب بات سنیں ہمیں یہاں آئے ایک ماہ ہو گیا باقی

تو سب ٹھیک ہے مگر ایک بات سمجھ نہیں آتی، انٹی ہر

معاملے میں مجھے ربیعہ کی مثال یوں دیتی ہیں جسے مجھے

تو کچھ آتا ہی نہیں وہ لوگ ہم سے پہلے ان کے کرایہ

دار تھے ہر وقت ربیعہ کی ہی تعریف کرتی رہتی ہیں۔

زارا کو فکر لگ گئی تھی

،،یار کوئی بات نہیں وہ بڑی ہیں ٹھیک ھی کہتی ہوں گی

،،طیب کو بھی شرارت سوجھی

اوھو آپ بھی نا،،

زارا مسکرادی

کچھ دن بعد شام کو انٹی ایک پیاری سی لڑکی کے ساتھ آ گیں

کیسی ھو بیٹا،،

یہ دیکھو کون ہے،ربیعہ سے ملو،

ربیعہ مسکرا کر زارا سے ملی

زارا کو ربیعہ بھت پسند آئ وہ دل میں سوچ رہی تھی انٹی ٹھیک ھی اس کی تعریف کرتی ہیں

وہ لوگ چائے پی رھے تھے کہ انٹی کے بیٹے کا فون آ گیا تو وہ اٹھ کر چلی گئیں

،،زارا تم نے گھر اچھا سیٹ کیا ھوا ہے تم میں بھت سلیقہ ہے،،ربیعہ نے کہا

زارا ایک دم خوش ھوگئی

شکریہ ربیعہ مجھے گھر سنوارنے سجانے کا بھت شوق ہے،،یہ دیکھو یہ صوفہ کور یہ بیڈ شیٹ میں نے خود سلائی کیئے ہیں،،زارا بولی

ھوں بھت اچھے ہیں،، میں نے بھی خود سلائی کیے تھے صوفہ کورز مگر اتنے اچھے نہیں کر پائی تھی جتنے اچھے آمنہ نے کیئے تھے جو مجھ سے پھلے یہاں انٹی کی کرایہ دار تھی یار وہ تو بھت سلیقہ منداور سگھڑ تھی اس نے نہ جانے کون کون سے کورسز بھی کر رکھے تھے میں اس کے جیسے کپڑے کبھی نہیں سلائی کر سکی حتی کہ اس کی طرح میں کبھی کپڑے پریس بھی نہیں کر سکی،،،

ربیعہ کہہ رہی تھی اور زارا منہ کھولے حیرت سے سن رہی تھی

،، آمنہ کے کھانے کی خوشبو پورے گھر میں پھیلی ھوتی

اور اس کا شوھر تو گھر آنے کے لئے اتنا بے تاب ہو تا

کہ دو دو سیڑھیاں پھلانگ کر اوپر آتا،،

زارا سے تو کچھ بولا ھی نہیں گیا

آج ربیعہ سے ملے تیسرا دن تھا زارا سوچ سوچ کے الجھ

گئی تو انٹی کے پاس چلی آئی

انٹی ایک بات پوچھوں آپ سے..

جی بیٹا،،

انٹی آپ مجھے ربیعہ کی اور اسے آمنہ کی مثالیں کیوں

دیتی رہیں گھر کے معملات میں،،

انٹی مسکرا کر بولیں

،، میں نے تم لوگوں کو بیٹی کہا ھی نہیں سمجھا بھی ہے

اور ایک اچھی بیٹی کو

ایک اچھی بیوی بھی ہونا چاہیئے اور ایک اچھی بیوی کو یہ

ضرور سمجھنا چاہیئے کہ بیوی کے حسن کا جادو بہت جلد

مرد کے دل سے اتر جاتا ہے اس کو ہمیشہ کے لئے اپنا بنا

کے رکھنے کے لیے عورت کا سلیقہ ھی ضروری ہے اس

کا حسن نہیں، اور تم لوگوں کو یہ ھی سمجھانے کے لئے

ایک دوسرے کی مثالیں دیتی تھی صرف نصیحت کا اثر

کم ہوتا ہے نا،،

انٹی مسکراتی ہوی بولیں

زارا کا دل ان کی اس درجہ محبت پہ آیا وہ بے ساختہ ان

کے گلے لگ گئی

-*-----------------*----------

------------*----------------

معافی...

دیکھو عائشہ میں مجبور ہو میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ اور جہاں تک پیار کی بات ہے وہ تم سے تھا ہے اور ہمیشہ رہے گا...

اور پیار میں شادی ضروری نہیں ہوتی اور تمھیں تو پتہ ہے نا کہ تم میری زندگی کا سرمایہ ہو۔ میری بیوی بھی وہ جگہ نہیں لے سکتی جو تمھارے لیے میرے دل میں ہے..

زین پلیز ایک اور دفعہ گھر میں بات کر کہ دیکھ لو۔ میں کیسے رہ پاؤں گی تم بن۔ اور خود اپنا بھی سوچوں تم کیسے رہو گئے.. کیوں خود کو اور مجھے سزا دیں رہے ہو....

عائشہ تم کیا سمجھتی ہو میں نے گھر میں بات نہیں کی ہو گئی میں نے سب گھر والوں سے بات کی ہے سب کو سمجھایا مگر کوئی نہیں سمجھا..امی نے صاف کہہ دیا کہ خاندان سے باہر شادی نہیں ہو گئی..اور اگر تم نے ایسا گیا تو میرا مرا ہوا منہ دیکھوں گئے... تم تو جانتی ہو نا کہ کس طرح ابو کی وفات کے بعد امی نے سب بھن بھائیوں تعلیم کا خرچ برداشت کیا اور پھر امی نے مجھے کسی بھی بات کہ لیے فورس نہیں کیا... میری ہر بات مانی تم خود سوچو میں کیسے آج ان کی بات رد کردو.

اور عائشہ پیار کبھی ختم نھیں ھوتا اور تم ھمیشہ میرے
دل میں رھوں گئی

توزین یہ تمھارا آخری فصیلہ ھے سہ تم مجھ سے شادی
نھیں کروگئے...؟؟

عائشہ تو میری بات کو کیوں نھیں سمجھ رھی ھو... میں
تم ھی سے شادی کرنا چاھتا ھو مگر امی کی بات میں نھیں
رد کر سکتا.. ان کا حکم کیسے ٹال دو تم دعا کرو خدا
ھمارے حق میں بھتر فاصلہ کریں...

اوکے زین پھر ھم آج کے بعد کبھی نھیں ملے گئے..
تمھاری اپنی منزل میری اپنی...

مجھے تم سے یہ امید نھیں تھی لیکن قدرت کو منظور
نھیں تھا. اور میری ھی محبت میں کمی تھی اوکے زین
اپنا خیال رکھنا... خدا حافظ..

زینMBAکے لاسٹ ایئر میں تھا اپنی ماں کی
امیدوں کا واحد سھارا وہ اپنی ماں کو کسی بھی قیمت پر

دکھی نھیں کرنا چاھتا تھا. اور عائشہ اس کی پھلی اور
آخری محبت تھی وہ اس کے بنا بھی نھیں رہ سکتا تھا.

اس نے فصیلہ وقت پر چھوڑ دیا اور وقت اسے جو
مرضی فصیلہ سنا دیں اسے منظور ھوگا....

جس دن عائشہ اسے چھوڑ کر گئی وہ بھت ھرٹ ھوا وہ تو
سوچ رھا تھا عائشہ اس کا ساتھ دیں گئی اس کی بات کو
سمجھے گئی مگر اس نے ایک ھی پل میں اس کا ساتھ چھوڑ
دیا..

زین نے دل پر پتھر رکھ کر اپنی ماں کی بات مان کر اپنی
کزن سے شادی کرلی...

عائشہ کو زین کے رویہ سے بھت تکلیف ھوئی اور اس
نے پل فاصلہ گیا سہ وہ شادی نھیں کرے گئی اگر کر
بھی تو اسے وہ مقام کبھی نھیں دےگئی جو زین کا ھے...

عائشہ بھت چپ ھو کر رہ گئی اس کی امی نے اس کی
پریشانی کی وجہ پوچھی تو وہ کچھ بھی نہ بتا پائی...

ان ھی دنوں عائشہ کے لیے اچھے سے گھرانے سے رشتہ آیا اس کی امی نے عائشہ کی ایک بھی نہ سنی اور عائشہ کی شادی کر دی...

شادی کے بعد عائشہ کا رویہ بہت روکھا اور عجیب تھا...

اس کا میاں بہت حیران تھا. وہ یہ سمجھ رہا تھا عائشہ گھر والوں کی دوری کی وجہ سے ایسا کر رھی ھے. اور ان کی وجہ سے پریشان رھتی ھے...

احمد جتنا بھی اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا اور اس کا دھیان بانٹتا وہ اتنا ھی دور رھتی..

عائشہ ھر وقت زین کے خیالوں میں ڈوبی رھتی اپنے گھر اور میاں کی اس کو کوئی فکر نھیں ھوتی....

بات بات پر جھگڑا اس کا معمول بن چکا تھا

احمد خود بھی اس سے بہت تنگ آ چکا تھا مگر وہ برداشت کرتا تھا سہ کبھی تو یہ ٹھیک ھو جائے گا..

ایک دن احمد نے عائشہ سے کھا سہ میرا ایک دوست کھانے پر آرھا ھے کچھ اچھا سا کھانے میں بنا لینا...

عائشہ نے سارا کام کیا اور کھانا بنایا اور مھمانوں کا انتظار کرنے لگی. شام 7 بجے کے قریب مھمان آئے..

عائشہ مھمانوں کو دیکھ کر وھی کھڑی کی کھڑی رہ گئی

اس کے سامنے زین کھڑا تھا تھا

مگر اس نے خود کو بہت مشکل سے سنبھالا اور انھیں اندر لے کر آئی... سب لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے.....

عائشہ نے محسوس کیا سہ زین اب پھلے جیسا نھیں رھا جیسے وہ اسے جانتا تک نھیں اسک توجہ کا مرکز صرف اور صرف اسکی بیوی ھے.. وہ یہ ھی سوچ رھی تھی سہ احمد کی آواز آئی عائشہ کیا آج باتوں ھی سے پیٹ بھرنا ھو گا

وہ چونکی اور اٹھ کر کچن میں آگئی..اس کے ساتھ آمنہ بھی کچن میں آگئی عائشہ نے منع بھی کیا مگر وہ اس کے ساتھ اس کا ھاتھ بٹا رھی تھی ساتھ میں زین کی باتیں بھی سنا رھی تھی...

عائشہ پوری توجہ سے آمنہ کی باتیں سن رھی تھی.وہ کہہ رھی تھی کہ زین بھت اچھے ھیں..شادی سے پھلے وہ کسی اور کو پسند کرتے تھے لیکن اب میرے علاوہ کسی کا سوچتے بھی نھیں وہ کھتے ھیں..آمنہ میں اپنی امی کے فیصلے پر بھت خوش ھوں...

ان ھی کی وجہ سے مجھے اتنی اچھی اور نیک شریک حیات ملی....

امی صیح کھتی تھی کہ احمد بیٹا نکاح کے دو بول میں بڑی طاقت ھوتی ھے....اور ماں کے دل کی خوشی تم نے پوری کی تم ھمیشہ خوش رھو گئے....

زین کھتے ھیں کہ میں تمھارے علاوہ کسی اور کو سوچنا بھی گناہ سمجھتا ھوں...

عائشہ نے جب سنا تو وہ اپنی ھی نگاھوں میں گر گی وہ سوچ رھی تھی جس کے لیے وہ اپنے اتنے اور شریف شوھر کو دھوکا دے رھی تھی جس کے لیے وہ ھر وقت پریشان رھتی تھی جسکی یادوں میں اسے اور کچھ یاد ھی نھیں رھتا تھا اس تو اسے یاد تک نھیں ھے

اس نے اسی وقت سچے دل سے توبہ کی اور ایک اپنی نئ زندگی کا آغاز ایک نئے ارادے سے کرنا تھا.....

ابھی تو اس نے اپنے شوھر سے معافی بھی مانگی تھی اور اسے پورا یقین تھا کہ وہ اس ےضرور معاف کر دیں گئے.....

قارئین....

آپ مجھے یہ بتا دیں کہ کیا واقعہ عائشہ معافی کے قابل ھے یا نھیں ???????

شکریہ...

ملائکہ خان

اعتبار دوستی

صفا! مجھے محبت ہو گئی ہے۔

سائرہ کے لہجے میں خوشی ہی خوشی تھی۔

ہیں ں۔ محبت-----

کس سے-----

کیسے------

کہاں------کب---------

صفا نے اک ہی سانس میں ڈھیر سارے سوالات کر لیے تھے۔

صفا! مجھے جس سے محبت کا ادراک ہوا ہے وہ کوئی اور نہیں شرجیل قریشی ہے۔

سائرہ! سچ--------؟

صفا حیرانگی سے بولی تھی۔

صفا کو اپنی سماعتوں پر شبہ ہوا تھا۔ دل یکبارگی دھڑکا تھا۔

سچ------سچ-------سچ---------

سائرہ چہک کر بولی تھی۔

صفا کا دل اداسی و دکھ کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا تھا۔

شرجیل قریشی! میری چاہت میری محبت ہے۔ شعور کی دہلیز پر قدم رکھنے کے ساتھ ہی مجھے شرجیل قریشی ہمیشہ اپنے من کے بہت قریب محسوس ہوتا تھا۔ نجانے کب مجھے شرجیل قریشی سے اتنی شدید محبت ہو گئی کہ اسے دیکھے بنا اک لمحہ اک پل اک ساعت کاٹنا مشکل ہو گیا۔ صفا من کے دریچوں میں اتری ہوئی تھی۔

اے تجھے کیا ہوا۔۔۔؟

سائرہ نے صفا، کے آگے چٹکی بجائی تھی۔ صفا اک دم چونکی تھی۔

کک۔۔۔کچ۔۔۔کچھ۔۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔۔۔

صفانے صاف جھوٹ کہا تھا۔

دل تو چاہ رہا تھا کہ اپنی جان سے عزیز دوست کو اپنے من کی حالت بتائے۔ جسکے انکشافات سے دل درد سے بوجھل ہو گیا تھا۔

صفا! کوئی بات چھپا رہی ہے نہ۔۔۔۔۔

سائرہ نے اسکے ہکلانے پر

فوراً پوچھا تھا۔

ارے نہیں نہیں۔۔۔۔

صفانے مسکرا کر بات بنانے کی کوشش کی تھی۔

چل جھوٹی۔ میری تیرے چہرے پر تبدیل ہوتے رنگوں سے تیرے مزاج کا پتہ لگا لیتی ہے۔ لب و لہجہ کی تبدیلی تو پھر معنی رکھتی ہے۔

سائرہ اسکے سر ہو گئی تھی۔

سچی کوئی بات نہیں۔

صفانے اپنے لہجے میں بشاشت سمو کر کہا تھا۔

اچھا مجھے امی بلا رہی تھیں۔ بعد میں آتی ہوں۔

صفا بہانہ بنا کر واپس اپنے پورشن میں چلی گئی تھی۔

شرجیل!کیا تمہیں بھی میرے سنگ زندگی گزارنے

کی چاہت ہو گی۔۔۔۔۔

سائرہ شرجیل کے خیالات میں گم ہو چکی تھی۔

اک طرف سائرہ ہے میری جان سے عزیز دوست

اک طرف شرجیل ہے میری محبت میری چاہت

میری جان میں کسطرح سے سائرہ کو اپنے دل کی بات

بتاؤں۔سائرہ شرجیل سے محبت کرنے لگی ہے۔

صفا پریشان تھی۔مسلسل سوچ جا رہی تھی۔۔

صفا!مجھے تم سے اک ضروری بات کرنی ہے۔پلیز

میرے روم میں آؤ۔۔۔

صفا کچن میں دوپہر کھانے کے لیے روٹی بنا رہی

تھی۔شرجیل کی آواز پر حیرت سے پلٹی تھی۔دوپٹہ

دیکھا جو نجانے کہاں چھوڑا ہوا تھا۔شرجیل اپنی بات

مکمل کر کے جا چکا تھا۔

ہین یہ شرجیل آفس ٹائمنگ میں گھر میں اویلیبل

کیسے۔۔۔۔۔۔۔۔؟

سائرہ شرجیل کو دیکھ کر متعجب ہوئی تھی۔

مجھے بلایا ہے نجانے کیا بات ہے۔

صفا فکرمندی سے بولی تھی۔

جا جا پتہ کر کیا بات ہے۔

سائرہ مسکرا کر بولی تھی۔

ہین یہ تو کیوں مسکرا رہی ہے۔

صفا اسے مسکراتا دیکھ کر ٹھٹک گی تھی۔

مجھے لگ رہا ہے شرجیل قریشی کی بے وقت آمد

میرے مسیجز ہیں۔

سائرہ نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہا تھا۔

تیرے مسیجز۔۔۔۔۔۔۔۔مطلب۔۔۔۔۔

صفا نے آنکھوں کو سکیڑا تھا۔

تو جا تجھے بلایا، ہے نہ شرجیل نے۔

سائرہ نے بات گھمادی تھی۔

صفا سر جھٹک کر چلی گی تھی۔

شرجیل! کیا بات ہے۔ سب خیریت ہے نہ۔

صفا نے کمرے میں داخل ہوتے ہی استفسار کیا تھا۔

صفا! کچھ خیریت نہیں۔ مجھے یہ مسیجز سائرہ نے کیے ہیں۔ یہ ممکن نہیں------

شرجیل پریشان سا، اپنے کمرے میں چکر کاٹ رہا ہے۔ صفا کو دیکھتے ہی فوراً بتانے لگا تھا۔ اور اپنا بیش قیمتی مہنگا موبائل صفا کے آگے کیا تھا۔ صفا کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ پھر بھی موبائل پکڑ کر دیکھنی لگی تھی۔

شرجیل قریشی۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ دل کی گہرائیوں سے تمہیں چاہتی ہوں۔ کب مجھے سائرہ شرجیل قریشی بنارہے ہو۔

صفا! یہ اعتراف محبت ہے۔ مجھے اس پر اعتراض ہے۔

شرجیل قریشی معترض ہوا تھا۔ صفا پھٹی پھٹی نگاہوں سے مسیجز ریڈ کر رہی تھی۔

شرجیل! اس میں برائی کیا ہے۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ میں تو بہت خوش ہوں کہ تم اور سائرہ دونوں جو میرے دل کے قریب ہو خاص ہو۔ مجھے عزیز ہو۔ دونوں ہمسفر بن جاؤ گے۔

صفا اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجا، کر بناوٹی پن سے بولی تھی۔

صفا! تم سب سے جھوٹ بول سکتی ہو۔ مجھ سے نہیں۔ ادھر دیکھو میری آنکھوں میں مجھ سے محبت کرتی ہو یا نہیں-----------------

شرجیل نے صفا کو اپنی طرف کھینچ کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بول رہا تھا۔

صفا، کا دل یکبارگی دھڑکا تھا۔

کہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شرجیل کی آنکھوں میں محبت کا سمندر امڈا ہوا تھا۔

ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

صفا گڑبڑا گی تھی۔

ہم۔مجھے میرا جواب مل گیا۔

شرجیل معنی خیزی سے مسکرا دیا تھا۔

کک۔۔۔۔کیا۔۔۔۔؟

صفا چونکی تھی۔

یہی کہ تمہاری خواہشات میں سے اک سب سے خاص خواہش یہ کہ تم مسز شرجیل قریشی !بننا چاہتی ہو۔

شرجیل صفا، کا ہاتھ تھامے محبت وچاہت سے کہہ رہا تھا۔

سائرہ !وہ اسکو کیا کہیں گے۔

صفا کو نئی الجھن نے گھیرا تھا۔

تم اسکی فکر نہ کرو۔ میں کہہ دونگا کہ میں انگیج ہوں اب سے نہیں کئی برسوں سے۔ تمہاری دوست کا دوستی سے اعتبار نہ ٹوٹے گا۔ اعتبار دوستی صدا برقرار رہے گا

شرجیل کی باتوں پر صفا کے من میں اطمینان اترا تھا۔وہ طمانیت بھرا مسکرادی تھی۔

از ریما نور رضوان

☆☆☆☆☆

(محبت عبادت)

صباء احمد

ٹوبہ ٹیک سنگھ

محبت کا کیا مطلب ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب آج کل ہماری نوجوان نسل دینے سے قاصر ہے۔ حالات اس قدر سنگین ہوتے جا رہے ہیں کہ جلد ہی محبت کا رواج ہی ختم ہو جائے گا مگر چند لوگ ایسے بھی ہیں جن کی بدولت محبت کا رواج قائم ہے۔ جیسے دنیا چند اچھے لوگوں کی وجہ سے قائم ہے ویسے ہی محبت بھی چند اچھے لوگوں کی وجہ سے ہی قائم ہے۔

"میں کب سے فون کر رہا تھا تمہیں جان! کہاں تھی تم؟" جیسے ہی اسما نے فون اٹھایا دانیال کی بے تاب سی آواز اس کے کانوں میں رس گھولنے لگی عجیب سی مستی عجیب سا غرور لب و لہجے سے چھلکنے لگا۔

"او! تو جناب مجھے یاد کر رہے تھے؟"

"جب جانتی تو پوچھ کیوں رہی ہو؟" بے قراری سے پوچھا گیا تھا۔

اسما کے دل میں ایک انجانی سی خوشی نے سر آٹھایا تھا جیسے اسے اپنے مقصد کی تکمیل بس تھوڑی سی دوری پر ہی نظر آ رہی ہو۔

دانیال! میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ میں تم سے ہر وقت بات کروں اور ویسے بھی آج کل مہمانوں کا

کچھ زیادہ ہی آنا جانا لگا رہتا ہے امی بس جلد از جلد مجھے رخصت کرنا چاہتی ہیں"

اسما نے کامیابی سے چال چلتے ہوئے دانیال کو گھیر لیا تھا۔

مگر اسما تم میرے سوا کسی اور کی کیسے ہو سکتی ہو؟ وہ چیخ کر بولا تھا اتنا کہ اس کے دماغ کی تمام رگیں تن گئی تھی

"ہاں تو میں کب منع کر رہی ہوں تم اپنے ماں باپ کو میرے گھر بھیجوں تو ہی میں کچھ کر سکوں گی" اسما نے اپنی دلی خوشی کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں آج ہی بات کرتا ہوں اور شام تک امی لوگوں کو بھیج دونگا تم بس سمبھال لینا" دانیال نے جزباتی ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں بس جلدی کرنا کہی امی میرا رشتہ کہی اور نا کر دیں" اسما نے آخری چال چلنے کے بعد فون بند کر دیا تھا اور اپنے آپ کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"بہت خوب اب دیکھنا شام تک وہ یہاں ہو گا تمہارے پاس" پاس ہی کھڑے فہد نے اسے تسلی دی تھی۔

"تم جانتے ہو نا کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں اگر آج اس نے اپنے ماں باپ کو نا بھیجا تو کیا ہو گا فہد میں تو اس کے بنا جی نہیں سکتی"

اسما نے آنسوؤں کو پیتے ہوئے کہا تھا۔

"چل پگلی میں آتا ہوں کچھ کام ہے مجھے تب تک تم اپنے کام سے فارغ ہو لو" اس نے اسما کے سر پر ہلکی سی تھپکی لگاتے ہوئے کہا اور فورا باہر نکل آیا۔

اسما اور فہد دونوں کزنز تھے اور بچپن کے دوست بھی اور پھر یہ دوستی کب محبت میں بدل گی فہد یہ جان ہی نا پایا۔

مگر اس محبت کی آگ میں صرف فہد ہی جلتا رہا اور اسما اس بات سے بے خبر اسے اپنا سب سے اچھا دوست ہی کہتی آئی۔

اور پھر ایک دن اسما نے فہد کو دانیال کے بارے میں بتایا جسے سن کر فہد تو سکتے کی حالت میں ہی آ گیا مگر اس نے خود کو سمبھال لیا۔

پوچھ گیچھ کرتے کرتے وہ دانیال تک جا پہنچا اور اس کے بارے میں سب جان کر اسے اپنی معصوم کزن پر بہت ترس آیا اور اس نے دانیال کو بے نقاب کرنے کی تیاری کر لی۔

صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام ہو گی مگر دانیال کا نمبر بند تھا اسما کو لگ رہا تھا جیسے اس کی دھڑکن اسکا ساتھ چھوڑ رہی ہے۔

اچانک باہر سے شور کی آواز پر جب وہ باہر آئی تو ایک ڈھول والا زور زور سے ڈھول پیٹ رہا تھا اور عورتیں میٹھائی کے ٹوکرے لیے اندر داخل ہو رہی تھی۔

پل بھر کو تو اسے لگا کے وہ خوشی سے زمین بوس ہو جائے گی کہ اچانک اس کی نظر پھوپھو پر پڑی اور اسے سب کچھ سمجھ آنے لگا۔

کیا سمجھتا ہے یہ خود کو میں نے اسے سب کچھ بتایا اور پھر بھی یہ میری زندگی برباد کرنے چلا آیا۔

قریب تھا کہ وہ غصے سے بھری باہر نکل کر فہد کا سر پھاڑتی فہد سر کھجاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

فہد میں تمہیں------

بات اس کہ منہ میں ہی تھی کہ فہد نے اس کا بازو پکڑ کر اسے خود کی طرف کھینچا تھا اور وہ جو اس حملے کے لیے بلکل تیار نہیں تھی اس کے سینے سے جا لگی تھی وہ اس کے اتنا قریب تھا اس کے دل کی دھڑکن اسما کو سنائی دے رہی تھی

سنو! سن رہی ہو نا؟؟؟؟؟

میں تم سے محبت کرتا ہوں پاگلوں کی طرح میری ہر صبح تمہاری میری ہر دوپہر تمہاری ہر شام تمہاری اور تم میری سمجھ رہی ہو نا۔۔۔

فہد نے بے خودی میں اپنے دل کی بات اسے بتائی تھی۔

مگر میں دانیال سے۔۔۔۔۔۔۔۔

چپ! فہد نے اسکے لبوں پر انگلی رکھی تھی۔

"وہ 2 بچوں کا باپ اور دوسری بیوی کا طلاق دے کر تیسری تمہیں بنانے آرہا تھا مگر کوئی باراتی آیا ہی نہیں اس کے ساتھ یہاں تک کہ جسے وہ ماں بنا کر ساتھ لیے جاتا تھا اس نے بھی انکار کر دیا۔

فہد نے معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا تھا۔

کیا؟؟؟؟؟؟

خبردار! جو تم نے رونے کی کوشش کی تو آبھی نکاح کے ساتھ ہی رخصتی کروا لوں گا" فہد نے اس کی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے اسے دھمکی دینے والے انداز میں کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

غم کے بادل چھٹ گئے تھے موسم صاف تھا بلکل صاف۔ نکاح خواں کو قبول ہے قبول ہے کہتے ہوئے اس کے دلوں دماغ میں ایک ہی بات گونج رہی تھی۔۔

"محبت دل پر دستک دیتی ہے

بنا پوچھے نام و پتہ۔۔

مدیحہ نورین مہک برنالی

"میری عید تم سے ہے"

سارا کمرہ پھولوں کی بیج سے بھرا ہوا تھا!

سارا کمرہ پھولوں سے سجایا لگا تھا جا بہ جا پھول ہی پھول بکھرے ہوئے تھے ایک مسحور کن خوشبوں سارے کمرے میں

محسوقص تھی عروہ عروسی جوڑے میں انتہا کی خوبصورت لگ رہی تھی۔۔

پیور ریڈ کلر کے لہنگے پہ سلور سٹون کا کام اپنی تعریف خود کر رہا تھا۔۔

دروازہ کھلا یاور کمرے میں داخل ہوا۔۔۔

عروہ کی رانی پلکیں اور سر مزید جھک گیا۔۔

ہزاروں لڑکیوں کی طرح

عروہ کے دل میں بھی شادی کے حوالے سے کچھ ارمان اور خواب تھے۔۔۔

یاور صوفے پہ جا بیٹھا۔۔۔

عروہ کے دل کی دھڑکنیں اتھل پتھل ہو رہی تھیں۔۔

یہ تمہارا منہ دکھائی کا تحفہ صوفے پہ بیٹھے بیٹھے یاور نے ایک

مخملی ڈبیا بیڈ پہ بیٹھی عروہ کی طرف اُچھالی۔۔۔

عروہ کا دل دہل گیا۔۔۔

یہ اس لیے دے رہا ہوں کہ کل صبح تم سے سب اس کا پوچھیں گے۔۔۔

عروہ کچھ نہ بولی۔۔

اور ہاں ایک بات تمہیں میں بتادوں کہ تم اس گھر میں
میرے گھر والوں کی مرضی سے آئی ہو میرا تم میں
کوئی انٹرسٹ نہیں ہے میں بہت جلو اپنی مرضی اپنی
پسند سے شادی کرنیوالا ہوں۔۔۔
یہ یہ سب ہوتا ہے شادی کے پہلے دن اتنی تذلیل
ہوتی؟؟؟
عروہ دل ہی دل میں سوال کرنے لگی۔۔۔
یاور اٹھا اور بیڈ کے پاس آکر رکا میرے آنے تک بیڈ
خالی ہونا چاہیے اتنا کہہ کر واش روم میں گھس گیا۔۔
اُف خدایا عروہ بیزاری سے بولی اور بھاری بھرکم لہنگا
سنبھالتے ہوئے آئینے کے سامنے آرکی اور خود کو بغور
دیکھنے لگی گیا۔۔۔
کیا مجھ میں کوئی کمی ہے یا میں کسی کو اچھی لگنے کے
قابل نہیں ہوں کتنے ارمانوں اور خوابوں کے ساتھ یہ
سارا سفر طے کیا تھا۔۔۔
مگر یاور کے ہتک انگیز رویے نے عروہ کو اندر تک توڑ
دیا۔۔
ننھے ننھے دو قطرے اپنے رخسار سے ہاتھ کی ہتھیلی میں
جذب کیے اور اپنا زیور اُتارنے لگی

یاور واش روم سے نکلا اور عروہ کو نظر انداز کرتا ہوا
بیڈ پہ جا لیٹا اور لائٹ آف کرنے کا حکم صادر ہوا۔۔
عروہ نے پلٹ کر دیکھا اس کی طرف یاور کی بیک تھی
ظالم سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو پتہ نہیں کون سے حور
پری ہے جس سے موصوف شادی رچانے والے ہیں
عروہ نے دل کا غبار دل میں ہی رکھا اور جلدی جلدی
چیزیں سمیٹ کر بیڈ کے دوسرے سرے پر ٹک گئی
یاور حسین میں بھی ہارنے والوں میں سے نہیں دیکھتی
ہوں کب تک تم اپنی اس حسینہ کے حصار میں رہو گے
ہوں۔۔ عروہ نے سب خیالات کو جھٹکا اور آنکھیں بند
کرلیں۔۔
شادی کے بعد حالات معمول پر آگئے زندگی کی گاڑی
آہستہ آہستہ گامزن سفر تھی یاور کی خاموشی ویسی کی
ویسی تھی عروہ نے سب کچھ حالات پہ چھوڑ دیا تھا کہ جو
ہو گا دیکھا جائے گا۔۔۔
کون سے کپڑے پہنوں؟؟؟ عروہ واڈروب کھولے
کھڑی تھی ابھی تک کوئی ڈریس سلیکٹ نہیں کرپائی
تھی آخر ایک سکائی بلیو ڈریس نکالا اور ڈریسنگ روم
میں چلی گئی۔۔ یاور کب سے کبھی اِدھر کبھی اُدھر گھوم

رہا تھا شاید کچھ تلاش کر رہا تھا۔۔۔

کچھ چاہیے آپ کو؟؟؟؟

تم اپنے کام سے کام رکھو حکم صادر ہوا۔۔

بتا دیں میں ڈھونڈ دیتی ہوں۔۔

ایک دفعہ کی سمجھ نہیں آئی تھیں میرا دماغ خراب مت کرو

اور نہ ہی آئندہ میرے معاملات میں تم بولنا۔۔

کافی دیر یاور کو بے چین اِدھر اُدھر پھرتے دیکھتی رہی پھر خاموشی سے کمرے سے باہر آ گئی۔۔۔

امی آج کیا بنے گا کھانے میں عروہ ساس سے پوچھ رہی تھی جو بہت ہی سلیقہ مند اور ملنسار خاتون تھی۔۔۔

بیٹا تم بتاؤ وہ ہی بنالیں گے محبت بھرا جواب ملا۔۔۔

عروہ مسکرا دی۔۔

بھابی رمضان آ رہا ہے شاپنگ بھی کرنی ہے نادیہ یاور کی چھوٹی بہن کچن سے برآمد ہوئی اور ان کے پاس ٹی وہی لاؤنج میں بیٹھ گئی۔۔۔

نادیہ تمہیں شاپنگ کا اتنا کریز کیوں ہے؟؟؟

بس بھابی یہ ایک ہی شوق پال رکھا ہے میں نے نادیہ خوش دلی سے بولی۔۔

اچھا بھئی لڑکیو میں ظہر کی نماز ادا کر لوں رقیہ بیگم وہاں سے اُٹھ کر چلی گئی۔۔

او کے بھابھی ایسا نہ ہوں سارا سالن جل جائے آپ ٹی وی دیکھیں میں کچن میں کام کر لوں نادیہ بھی چلی گئی۔۔

عروہ نے ریموٹ اُٹھایا پر ٹی وی آن نہیں کیا سوچ میں گم ہو گئی کتنا فرق ہے ابو امی نادیہ اور یور میں یہ تینوں نرم ٹھنڈی پھوار اور یاور آگ برسانا ہوا سورج اف عروہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔۔۔

یاور تمہاری تو شادی ہو گئی ہے اب میرا ایک ہو گا کرن نے دل ربا انداز سے یاور کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر کہا؟؟؟؟

کرن کیا بات ہے کہا ہے نا کہ میں تمہارا ہوا اور تمہارا ہی رہوں گا وہ شادی میری پسند سے نہیں ہوئی گھر والوں کی پسند سے ہوئی ہے یاور نے نرم لہجے میں کہتے ہوئے کرن کو اپنے ساتھ لگایا۔۔۔

مگر یاور مجھ سے یہ بات برداشت نہیں ہو رہی کہ وہ تمہارے ساتھ تمہارے بیڈ پہ ہو کرن بے تاب

ہوئی۔۔۔اوہُو کرن تمہاری قسم میں نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔۔۔کرن مزید یاور میں سما گئی اور یاور نے اپنی بانہوں کا گھیرا اور بھی تنگ کر لیا۔۔

ٹرن، ٹرن، ٹرن عروہ کی آنکھ موبائل کی بیپ پہ کھلی آدھ کھلی آنکھوں سے کمرے میں نظر دوڑائی یاور کہیں بھی نہیں تھا تکیے کے نیچے سے موبائل نکالا کھنگ کال پہ کرن نیم جگمگا رہا تھا کافی دیر کھڑی سوچتی رہی کال پک کرلے یا نہ کرے اتنے میں کال ڈراپ ہو گئی موبائل اُسی جگہ پہ رکھ کہ پھر آ کر بیٹھ گئی۔۔کافی دیر بعد یاور غصے میں دندناتا ہوا کمرے میں وارد ہوا اور عروہ کا بازو پکڑ کے ایک جھٹکے سے اُٹھایا۔۔۔

عروہ ہڑبڑ گئی

چٹاخ بھاری بھر کم ہاتھ عروہ کے چہرے پہ نشان چھوڑ گیا۔۔

ک۔۔۔ک۔۔۔کیا ہوا۔۔

تمہیں میں نے کہا تھا نہ کے میرے معاملات سے دور رہنا۔۔ہوا کیا ہے بتائیں تو عروہ کی جان پہ بن گئی؟؟

میرے سیل فون پہ تم نے کرن سے بدتمیزی کیوں کی یاور دھاڑا؟؟؟

کو کو کون کون؟؟؟ عروہ ہکلائی۔۔۔

اتنی معصوم تم ہو نہیں جتنی نظر آتی ہو اب یاور اس کی ذات پر وار کر رہا تھا۔۔

میں نے کسی سے کوئی بدتمیزی نہیں کی میرا یقین کریں آپ۔۔

کرن مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔۔

تو پھر کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں آپ سے عروہ نے بھرپور کوشش کی اپنی صفائی دینے کی۔۔

شٹ اپ جسٹ شیٹ اپ یاور چیخا

عروہ کچھ کہنے ہی لگی تھی یاور نے ہاتھ اٹھا کر منع کر دیا اور ہاں سنو میرے آنے تک تم ادھر نہ ہو آئی سمجھ جھٹکا دے کر بیڈ پہ گرا کے یاور یہ جا وہ جا۔۔۔عروہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی کسی کو بھی تو نہیں اس نے رینا ہمراز بنایا تھا روتے روتے اٹھی سوٹ کیس لیا پیکنگ کی اور اپنے گھر چلی آئی کہ عید کے بعد جاؤں گی عید کرنے آئی ہوں اپنا غم اپنے اندر رہی رکھا۔۔

یاور آفس سے گھر آیا کمرہ خالی تھا گویا عروہ بیگم تم چلی ہی گئی یاور نے سکون کا سانس لیا اور بیڈ پر ڈھے گیا اور کرن سے بات کرنے لگا سوری یاور آج میں تم سے

نہیں سکتی آج میری طبعیت نہیں ٹھیک۔۔

کرن نے بہانہ بنایا۔۔۔

کیا ہوا میری جان کی طبیعت کو۔۔

فلو ہے بس ٹھیک ہوتے ہی تم سے ملوں گی اچھا اب

فون رکھتی ہوں یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔۔

یاور کو آج کرن کا رویہ تھوڑا بدلا بسدلا سا لگا۔۔ ہو سکتا

ہے واقعی ہی فلو ہو کرن کو یاور نے کو د کو تسلی دی۔۔

کی چین اٹھائی اور نادیہ کو لے گیا بازار اسے ڈھیر ساری

شاپنگ کرنی تھی اور کل سے رمضان سٹارٹ ہو رہا

تھا۔۔ تو روزے میں بازار کی خاک چھاننے سے نادیہ کی

جان جاتی تھی۔۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی نادیہ بولی بھائی یہ کیا بات ہوئی پہلی

عید آرہی ہے اور بھابھی میکے میں بھاگ گئی نادیہ منہ

چڑا کر بولی۔۔

یاور نے کوئی جوب نہ دیا۔۔

مارکیٹ میں بہت رش تھا سارے لوگ روزوں نے

شروع ہونے سے پہلے ہی پورے مہینے کا راشن گھروں

میں بھر لینا چاہتے تھے نادیہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال

تھا۔۔

نادیہ سامان سے ردی پھندی گاڑی کی طرف آئی۔۔

یاور نے گاڑی کا بیک ٹرن لیا تو حیران رہ گیا سامنے

مارکیٹ سے کرن کسی اجنبی کے ساتھ بے تکلفانہ

انداز میں ہنستی ہوئی یاور نے ایک منٹ میں اندازہ لگا

لیا کہ کرن کی طبیعت ذرا بھی خراب نہیں تھی پھر

جھوٹ کیوں؟؟؟؟

ڈرائیونگ کرتے ہوئے سارا رستہ یاور یہ ہی سوچتا رہا

اور خود میں ہی الجھتا رہا۔۔

قرآن پاک بند کر کے قرآن داز میں رکھا اور عروہ

اپنی امی کے کمرے میں آ گئی۔۔

آو عروہ میں سوچ رہی تھی شام میں جا کے عید کے

شاپنگ کر آئیں۔۔۔

امی ابھی کافی دن ہیں اتنی بھی کیا جلدی ہے آپ کو

عروہ بیزاری سے بولی۔۔

تم نے بھی تو کرنی ہے نا؟؟؟

وہ یاور کہہ رہے تھے چاندرات کو کرائیں گے عروہ نے

ماں کے سامنے جھوٹا بھرم رکھا اپن اور یاور کا

عروہ اُٹھ کے اپنے کمرے میں آئی گھر کے نمبر پہ کال

ملائی نادیہ سے امی سے بات کی مگر دل میں ایک اُمید

سی تھی کہ شاید نادیہ کہہ دے بھائی آپ کو یاد کر رہے
تھے گر ایسا کچھ نہ تھا۔۔۔
اسے میرا احساس نہیں تو میں کیوں سوچ رہی ہوں اس
کے بارے میں عروہ نے اپنی سوچوں کو ڈپٹا۔۔
مگر یہ ممکن نہیں تھا شاید دل کے کسی کونے میں چاہت
واپنائیت کی کونپل پھوٹ پڑی تھی۔۔
کرن میں عید کے فوراً بعد تمہیں اپنالوں گا۔
بڑتے شدت بھرے جذبات سے یاور کہہ رہا تھا۔۔
کرن کو جھٹکا سا لگا یاور اتنی بھی کیا جلدی ہے ایک دو
سال بعد کریں گے شادی کرن نے فیصلہ سنایا۔۔۔
نہیں اب کوئی انتظار نہیں ہو گا عید کے بعد شادی
فائنل یاور حتمی انداز مین بولا۔۔
کرن بیگ کندھے پر ڈالتے ہوئے بولی اچھا میں چلتی
ہوں افطار کا ٹائم ہونے والا ہے بائے کہتے ہوئے کرن
یاور کی آنکھوں سے اُوجھل ہو گئی۔۔ یہ اسے کیا ہو گیا
آج گل یاور سوچ جبیں پڑ گیا۔۔۔
پہلا، دوسرا، عشرہ گزر گیا آخری عشرہ شروع ہو گیا
عروہ بدستور منتظر تھی اور یاور مسلسل نظر انداز کیے
جا رہا تھا۔۔

پرفیوم، جیولری، ڈریسز اور بہت چیزیں یاور نے خریدی
اور کرن کو عید سرپرائز دینے اس کی طرف چل دیا
جہاں وہ اکثر جایا کرتے تھے ہوٹل کی سیڑھیاں
پھلانگتے ہوئے یاور مطلوبہ روم تک آ گیا پتہ نہیں کرن
ہو گئی بھی کہ نہیں ؟؟
دل میں اک خیال آیا۔۔
جیسے ہی دروازے کے سامنے ہوا دروازہ آدھ کھلا تھا
اس میں سے کرن اور اس دن والے اجنبی شخص کا
واضح نظر آ رہا تھا۔۔۔
کرن پھر یاور کا کیا کرنا ہے اب ؟؟۔۔۔وہ اجنبی
بولا۔۔۔
ڈائیر کرنا کیا ہے ؟؟ موصوف شادی کے چکر میں ہیں
پر میں نے بھی ایک دو سال کا کہا ہے کرن ہنستے ہوئے
بولی ہاہاہا ویسے کرن تم ہو بہت شاطر۔۔
ڈارلنگ تھوڑا اور بٹور نے دو اسے موٹی اسامی ہے وہ
ایسے ہی تو نہیں محبت کا جال بچھایا میں نے کرن کمینگی
سے ہنسی۔۔
اُو تو کرن یہ تھا تمہارا اصل روپ جس سے تم مجھے بیو
قوف بناتی رہی صرف دولت کی خاطر یاور نے دُکھ سے

سوچا اور ڈگمگاتے قدموں سے واپس پلٹ گیا واپسی پر

جو دُکھ اور پچھتاوا یاور کو گھیرے ہوئے تھا وہ انتہائی درد

دینے والا تھا۔۔

گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے سیدھا اپنے کمرے میں

گیا اپنی ذات کے تماشے پہ خود ہی ماتم کناں تھا۔۔

دل میں کچھ غلط ہو جانے کے احساس نے ہلچل مچا رکھی

تی۔۔

عروہ میں نے تمہارے ساتھ بُرا کیا میرے ساتھ بھی

برا ہو گیا میں تو معافی کا حقدار بھی نہیں ندامت سے

سوچتے ہوئے عروہ کا نمبر ملایا تیسری بیل پر کال اُٹھالی

گئی۔۔

ہیلو، ہیلو کی آواز آرہی تھی مگر یاور میں بولنے کی سکت

نہ تھی کال کاٹ دی اور عروہ کے بارے میں سوچنے لگا

پتہ نہیں کیا بنا کے گئی ہے امی کو اور اپنے گھر والوں کو

کیا بتایا ہو گا خدشے دل میں ڈھیرا ڈالنے لگے۔۔واپس

آئے گی کے نہیں؟؟؟

عروہ چھت پہ کھڑی چاند کو دیکھو رہی تھی ہر طف

خوشی کا سماں تھا مگر عروہ کے اندر تلک خاموشیاں اور

اُداسیاں تھیں کیسی عید ہے یہ نہ چوڑیاں، نہ مہندی

عروہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے دعا کے لیے

دونوں ہاتھ پھیلا دیے یا اللہ میرے یاور کو لے آ یا اس

کے بغیر عید کیسے ہو گئی عروہ روئے چلی جا رہی

تھی۔۔۔

اپنے ہاتھوں پہ کسی ہاتھ کا بوجھ اور رخسار پہ آنسو صاف

کرتی انگلیاں محسوس کر کے عروہ نے آنکھیں کھولی اور

حیران ہو گئی۔۔

آ آ آپ۔۔۔؟؟؟؟۔۔۔۔

ہاں میں تم نے اتنے دل سے دعا مانگی قبول تو ہوئی تھی نا

مسز عروہ یاور۔۔۔

عروہ ابھی تک منہ کھولے یاور کو دیکھے جا رہی

تھی۔۔۔کے یاور بولا چلو چاند تو نظر آگیا۔۔اب

مہندی، چوڑیاں لینے چلیں۔۔۔عروہ کی خوشی کی

انتہا نہ رہی۔۔

مہندی لگوا کے کمرے میں داخل ہوئی تو پورا کمرہ

پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔۔

چاند رات مبارک۔۔۔

یاور نے دھیرے سے عروہ کے کان میں سرگوشی

کی۔۔۔آپ کو بھی عروہ مسکرائی۔۔

یاور دھیرے سے عروہ کے قریب ہوا اور اپنے کیے کی
معافی مانگی۔۔اوہوں خوشی کے موقع پر ایسی باتیں
نہیں کرتے عروہ مہندی کا ہاتھ لہرایا۔۔۔
عروہ یاور کی بانہوں میں تھی یاور عروہ پہ جھکا ہوا تھا۔۔
میری مہندی خراب ہو جائے گی پیچھے ہٹیں آپ عروہ
نے احتجاج کیا۔۔ تمھیں مہندی لگوائی اسی لیے ہے کہ
تم کچھ کر نہ سکو ہاہاہا یاور کا قہقہ پورے کمرے میں
گونجے لگا۔۔ عروہ نے کھلے دل سے کود کو یاور کی سپرد
کی میں دے دیا چاند دونوں کے ملاب پہ بہت خوش
تھا۔۔
صبح آنکھ کھلی عروہ نے ہاتھوں پہ لگی مہندی کی
خوشبو اپنے اندر تک محسوس کی اور سوئے ہوئے یاور کو
محبت سے دیکھا اُٹھنے لگی تو یاور نے بازو سے پکڑ کر اپنے
اوپر گر لیا عید مبارک، عروہ بولی۔۔ تمھیں بھی یاور
نے عروہ کا کلا چوما عروہ اپنا آپ چھڑاتی ہوئی واش روم
کی طرف دوڑی کیوں کے اسے غسل کر کے شکرانے
کے نوافل بھی ادا کرے تھے یاور کی آواز نے عروہ کا
تعاقب کیا۔۔ میری عید تم سے ہے۔ عروہ کے دل
نے اس بات کی تصدیق کر دی۔۔

مدیحہ نورین مہک برنالی
"میری عید تم سے ہے"
سارا کمرہ پھولوں کی بیج سے بھرا ہوا تھا!
سارا کمرہ پھولوں سے سجایا لگا تھا جا بجا پھول ہی پھول
بکھرے ہوئے تھے ایک مسحور کن خوشبوں سارے
کمرے میں
محصوقص تھی عروہ عروسی جوڑے میں انتہا کی
خوبصورت
لگ رہی تھی۔۔
پیور ریڈ کلر کے لہنگے پہ سلور سٹون کا کام اپنی تعریف
خود کر رہا تھا۔۔
دروازہ کھلا یاور کمرے میں داخل ہوا۔۔۔
عروہ کی رانی پلکیں اور سر مزید جھک گیا۔۔
ہزاروں لڑکیوں کی طرح
عروہ کے دل میں بھی شادی کے حوالے سے کچھ
ارمان اور خواب تھے۔۔۔
یاور صوفے پہ جا بیٹھا۔۔۔
عروہ کے دل کی دھڑکنیں اتھل پتھل ہو رہی تھیں۔۔
یہ تمہارا منہ دکھائی کا تحفہ صوفے پہ بیٹھے یاور نے

ایک
مخملی ڈبیابیڈ پہ بیٹھی عروہ کی طرف اُچھالی۔۔۔
عروہ کا دل دہل گیا۔۔۔
یہ اس لیے دے رہا ہوں کہ کل صبح تم سے سب اس کا
پوچھیں گے۔۔۔
عروہ کچھ نہ بولی۔۔
اور ہاں ایک بات تمہیں میں بتادوں کہ تم اس گھر میں
میرے گھر والوں کی مرضی سے آئی ہو میرا تم میں
کوئی انٹرسٹ نہیں ہے میں بہت جلو اپنی مرضی اپنی
پسند سے شادی کرنیوالا ہوں۔۔۔
یہ یہ سب ہوتا ہے شادی کے پہلے دن اتنی تذلیل
ہوتی؟؟؟
عروہ دل ہی دل میں سوال کرنے لگی۔۔۔
یاور اٹھا اور بیڈ کے پاس آکر رکا میرے آنے تک بیڈ
خالی ہونا چاہیے اتنا کہہ کر واش روم میں گھس گیا۔۔
اُف خدایا عروہ بیزاری سے بولی اور بھاری بھر کم لہنگا
سنبھالتے ہوئے آئینے کے سامنے آرکی اور خود کو بغور
دیکھنے لگی گیا۔۔۔
کیا مجھ میں کوئی کمی ہے یا میں کسی کو اچھی لگنے کے
قابل نہیں ہوں کتنے ارمانوں اور خوابوں کے ساتھ یہ
سارا سفر طے کیا تھا۔۔۔
مگر یاور کے ہتک انگیز رویے نے عروہ کو اندر تک توڑ
دیا۔۔
ننھے ننھے دو قطرے اپنے رخسار سے ہاتھ کی ہتھیلی میں
جذب کیے اور اپنا زیور اُتارنے لگی
یاور واش روم سے نکلا اور عروہ کو نظر انداز کرتا ہوا
بیڈ پہ جا لیٹا اور لائٹ آف کرنے کا حکم صادر ہوا۔۔
عروہ نے پلٹ کر دیکھا اس کی طرف یاور کی بیک تھی
ظالم سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو پتہ نہیں کون سے حور
پری ہے جس سے موصوف شادی رچانے والے ہیں
عروہ نے دل کا غبار دل میں ہی رکھا اور جلدی جلدی
چیزیں سمیٹ کر بیڈ کے دوسرے سرے پر ٹک گئی
یاور حسین میں بھی ہارنے والوں میں سے نہیں دیکھتی
ہوں کب تک تم اپنی اس حسینہ کے حصار میں رہو گے
ہوں۔۔ عروہ نے سب خیالات کو جھٹکا اور آنکھیں بند
کرلیں۔۔
شادی کے بعد حالات معمول پر آگئے زندگی کی گاڑی
آہستہ آہستہ گامزن سفر تھی یاور کی خاموشی ویسی کی

ویسی تھی عروہ نے سب کچھ حالات پہ چھوڑ دیا تھا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔۔۔

کون سے کپڑے پہنوں؟؟؟؟ عروہ واڈروب کھولے کھڑی تھی ابھی تک کوئی ڈریس سلیکٹ نہیں کر پائی تھی آخر ایک سکائی بلیو ڈریس نکالا اور ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔۔ یاور کب سے کبھی اِدھر کبھی اُدھر گھوم رہا تھا شاید کچھ تلاش کر رہا تھا۔۔۔

کچھ چاہے آپ کو؟؟؟؟

تم اپنے کام سے کام رکھو حکم صادر ہوا۔۔

بتا دیں میں ڈھونڈ دیتی ہوں۔۔

ایک دفعہ کی سمجھ نہیں آئی تھیں میرا دماغ خراب مت کرو

اور نہ ہی آئندہ میرے معاملات میں تم بولنا۔۔

کافی دیر یاور کو بے چین اِدھر اُدھر پھرتے دیکھتی رہی پھر خاموشی سے کمرے سے باہر آ گئی۔۔۔

امی آج کیا بنے گا کھانے میں عروہ ساس سے پوچھ رہی تھی جو بہت ہی سلیقہ مند اور ملنسار خاتون تھی۔۔۔

بیٹا تم بتاؤ وہ ہی بنا لیں گے محبت بھرا جواب ملا۔۔۔

عروہ مسکرا دی۔۔

بھابی رمضان آ رہا ہے شاپنگ بھی کرنی ہے نادیہ یاور کی چھوٹی بہن کچن سے بر آمد ہوئی اور ان کے پاس ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گئی۔۔۔

نادیہ تمہیں شاپنگ کا اتنا کریز کیوں ہے؟؟؟

بس بھابی یہ ایک ہی شوق پال رکھا ہے میں نے نادیہ خوش دلی سے بولی۔۔

اچھا بھئی لڑکیو میں ظہر کی نماز ادا کر لوں رقیہ بیگم وہاں سے اُٹھ کر چلی گئی۔۔

او کے بھابھی ایسا نہ ہوں سارا سالن جل جائے آپ ٹی وی دیکھیں میں کچن میں کام کر لوں نادیہ بھی چلی گئی۔۔

عروہ نے ریموٹ اُٹھایا پر ٹی وی آن نہیں کیا سوچ میں گم ہو گئی کتنا فرق ہے ابو امی نادیہ اور یور میں یہ تینوں نرم ٹھنڈی پھوار اور یاور آگ برساتا ہوا سورج اف عروہ جھر جھری لے کر رہ گئی۔۔۔

یاور تمہاری تو شادی ہو گئی ہے اب میرا ایک ہو گا کرن نے دل ربا انداز سے یاور کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر کہا؟؟؟؟

کرن کیا بات ہے کہا ہے نا کہ میں تمہارا ہوا اور تمہارا ہی رہوں گا وہ شادی میری پسند سے نہیں ہوئی گھر والوں کی پسند سے ہوئی ہے یاور نے نرم لہجے میں کہتے ہوئے کرن کو اپنے ساتھ لگا یا۔۔۔
مگر یاور مجھ سے یہ بات برداشت نہیں ہو رہی کہ وہ تمہارے ساتھ تمہارے بیڈ پہ ہو کرن بے تاب ہوئی۔۔۔ اوہُو کرن تمہاری قسم میں نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔۔ کرن مزید یاور میں سما گئی اور یاور نے اپنی بانہوں کا گھیرا اور بھی تنگ کر لیا۔۔
ٹرن، ٹرن، ٹرن عروہ کی آنکھ موبائل کی بیپ پہ کھلی آدھ کھلی آنکھوں سے کمرے میں نظر دوڑائی یاور کہیں بھی نہیں تھا تکیے کے نیچے سے موبائل نکالا کھنگ کال پہ کرن نیم جگمگا رہا تھا کافی دیر کھڑی سوچتی رہی کال پک کرلے یا نہ کرے اتنے میں کال ڈراپ ہو گئی موبائل اُسی جگہ پہ رکھ کہ پھر آ کر بیٹھ گئی۔۔ کافی دیر بعد یاور غصے میں دندناتا ہوا کمرے میں وارد ہوا اور عروہ کا بازو پکڑے کے ایک جھٹکے سے اُٹھایا۔۔۔
عروہ ہڑبڑ گئی
چٹاخ بھاری بھرکم ہاتھ عروہ کے چہرے پہ نشان چھوڑ گیا۔۔
ک۔۔۔ک۔۔۔کیا ہوا۔۔
تمہیں میں نے کہا تھا نہ کے میرے معاملات سے دور رہنا۔۔ہوا کیا ہے بتائیں تو عروہ کی جان پہ بن گئی؟؟
میرے سیل فون پہ تم نے کرن سے بدتمیزی کیوں کی یاور دھاڑا؟؟؟
کو کو کون کون؟؟؟ عروہ ہکلائی۔۔۔
اتنی معصوم تم ہو نہیں جتنی نظر آتی ہو اب یاور اس کی ذات پر وار کر رہا تھا۔۔
میں نے کسی سے کوئی بدتمیزی نہیں کی میرا یقین کریں آپ۔۔
کرن مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔۔
تو پھر کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں آپ سے عروہ نے بھرپور کوشش کی اپنی صفائی دینے کی۔۔
شٹ اپ جسٹ شیٹ اب یاور چیخا
عروہ کچھ کہنے ہی لگی تھی یاور نے ہاتھ اٹھا کر منع کر دیا اور ہاں سنو میرے آنے تک تم ادھر نہ ہو آئی سمجھ جھٹکا دے کر بیڈ پہ گرا کے یاور یہ جا وہ جا۔۔۔ عروہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی کسی کو بھی تو نہیں اس نے

ریناہمراز بنایا تھاروتے روتے اٹھی سوٹ کیس لیا
پیکنگ کی اور اپنے گھر چلی آئی کہ عید کے بعد جاؤں گی
عید کرنے آئی ہوں اپنا غم اپنے اندر رہی رکھا۔۔
یاور آفس سے گھر آیا کمرہ خالی تھا گویا عروہ بیگم تم چلی
ہی گئی یاور نے سکون کا سانس لیا اور بیڈ پر ڈھے گیا اور
کرن سے بات کرنے لگا سوری یاور آج میں تم سے
نہیں سکتی آج میری طبعیت نہیں ٹھیک۔۔
کرن نے بہانہ بنایا۔۔۔
کیا ہوا میری جان کی طبیعت کو۔۔
فلو ہے بس ٹھیک ہوتے ہی تم سے ملوں گی اچھا اب
فون رکھتی ہوں یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔۔
یاور کو آج کرن کا رویہ تھوڑا بدلا بسدلا سالگا۔۔ہو سکتا
ہے واقعی ہی فلو ہو کرن کو یاور نے کو دکو تسلی دی۔۔
کی چین اٹھائی اور نادیہ کو لے گیا بازار اسے ڈھیر ساری
شاپنگ کرنی تھی اور کل سے رمضان سٹارٹ ہو رہا
تھا۔۔ توروزے میں بازار کی خاک چھاننے سے نادیہ کی
جان جاتی تھی۔۔
گاڑی میں بیٹھتے ہی نادیہ بولی بھائی یہ کیا بات ہوئی پہلی
عید آرہی ہے اور بھابی میکے میں بھاگ گئی نادیہ منہ
چڑا کر بولی۔۔
یاور نے کوئی جوب نہ دیا۔۔
مارکیٹ میں بہت رش تھا سارے لوگ روزوں نے
شروع ہونے سے پہلے ہی پورے مہینے کا راشن گھروں
میں بھر لینا چاہتے تھے نادیہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال
تھا۔۔
نادیہ سامان سے ردی پھندی گاڑی کی طرف آئی۔۔
یاور نے گاڑی کا بیک ٹرن لیا تو حیران رہ گیا سامنے
مارکیٹ سے کرن کسی اجنبی کے ساتھ بے تکلفانہ
انداز میں ہنستی ہوئی یاور نے ایک منٹ میں اندازہ لگا
لیا کہ کرن کی طبیعت ذرا بھی خراب نہیں تھی پھر
جھوٹ کیوں ؟؟؟؟
ڈرائیونگ کرتے ہوئے سارا رستہ یاور یہ ہی سوچتا رہا
اور خود میں ہی الجھتا رہا۔۔
قرآن پاک بند کر کے قرآن داز میں رکھا اور عروہ
اپنی امی کے کمرے میں آ گئی۔۔
آؤ عروہ میں سوچ رہی تھی شام میں جا کے عید کے
شاپنگ کر آئیں۔۔۔
امی ابھی کافی دن ہیں اتنی بھی کیا جلدی ہے آپ کو

عروہ بیزاری سے بولی۔۔
تم نے بھی تو کرنی ہے نا؟؟؟
وہ یاور کہہ رہے تھے چاندرات کو کرائیں گے عروہ نے
ماں کے سامنے جھوٹا بھرم رکھا اپن اور یاور کا
عروہ اُٹھ کے اپنے کمرے میں آئی گھر کے نمبر پہ کال
ملائی نادیہ سے امی سے بات کی مگر دل میں ایک اُمید
سی تھی کہ شاید نادیہ کہہ دے بھائی آپ کو یاد کر رہے
تھے گر ایسا کچھ نہ تھا۔۔۔
اسے میرا احساس نہیں تو میں کیوں سوچ رہی ہوں اس
کے بارے میں عروہ نے اپنی سوچوں کو ڈپٹا۔۔
مگر یہ ممکن نہیں تھا شاید دل کے کسی کونے میں چاہت
واپنائیت کی کونپل پھوٹ پڑی تھی۔۔
کرن میں عید کے فوراً بعد تمہیں اپنالوں گا۔
بڑتے شدت بھرے جذبات سے یاور کہہ رہا تھا۔۔
کرن کو جھٹکا سا لگا یاور اتنی بھی کیا جلدی ہے ایک دو
سال بعد کریں گے شادی کرن نے فیصلہ سنایا۔۔۔
نہیں اب کوئی انتظار نہیں ہوگا عید کے بعد شادی
فائنل یاور حتمی انداز مین بولا۔۔
کرن بیگ کندھے پر ڈالتے ہوئے بولی اچھا میں چلتی
ہوں افطار کا ٹائم ہونے ولا ہے بائے کہتے ہوئے کرن
یاور کی آنکھوں سے اُوجھل ہوگئی۔۔یہ اسے کیا ہو گیا
آج کل یاور سوچ جبیں پڑ گیا۔۔۔
پہلا، دوسرا، عشرہ گزر گیا آخری عشرہ شروع ہو گیا
عروہ بدستور منتظر تھی اور یاور مسلسل نظر انداز کیے
جا رہا تھا۔۔
پرفیوم، جیوری، ڈریسز اور بہت چیزیں یاور نے خریدی
اور کرن کو عید سرپرائز دینے اس کی طرف چل دیا
جہاں وہ اکثر چلا کرتے تھے ہوٹل کی سیڑھیاں
پھلانگتے ہوئے یاور مطلوبہ روم تک آ گیا پتہ نہیں کرن
ہو گئی بھی کہ نہیں؟؟
دل میں اک خیال آیا۔۔
جیسے ہی دروازے کے سامنے ہوا دروازہ آدھ کھلا تھا
اس میں سے کرن اور اس دن والے اجنبی شخص کا
واضح نظر آ رہا تھا۔۔۔
کرن پھر یاور کا کیا کرنا ہے اب؟؟۔۔۔وہ اجنبی
بولا۔۔۔
ڈائیر کرنا کیا ہے؟؟ موصوف شادی کے چکر میں ہیں
پر میں نے بھی ایک دو سال کا کہا ہے کرن ہنستے ہوئے

بولی ہاہاہا ویسے کرن تم ہو بہت شاطر۔۔
ڈارلنگ تھوڑا اور بٹور نے دو اسے موٹی اسامی ہے وہ
ایسے ہی تو نہیں محبت کا جال بچھایا میں نے کرن کمینگی
سے ہنسی۔۔
اُو تو کرن یہ تھا تمہارا اصل روپ جس سے تم مجھے بیو
قوف بناتی رہی صرف دولت کی خاطر یاور نے دُکھ سے
سوچا اور ڈگمگاتے قدموں سے واپس پلٹ گیا واپسی پر
جو دُکھ اور پچھتاوا یاور کو گھیرے ہوئے تھا وہ انتہائی درد
دینے والا تھا۔۔
گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے سیدھا اپنے کمرے میں
گیا اپنی ذات کے تماشے پہ خود ہی ماتم کناں تھا۔۔
دل میں کچھ غلط ہو جانے کے احساس نے ہلچل مچا رکھی
تی۔۔
عروہ میں نے تمہارے ساتھ بُرا کیا میرے ساتھ بھی
برا ہو گیا میں تو معافی کا حقدار بھی نہیں ندامت سے
سوچتے ہوئے عروہ کا نمبر ملایا تیسیر بیل پر کال اُٹھالی
گئی۔۔
ہیلو، ہیلو کی آواز آرہی تھی مگر یاور میں بولنے کی سکت
نہ تھی کال کاٹ دی اور عروہ کے بارے میں سوچنے لگا
پتہ نہیں کیا بنا کے گئی ہے امی کو اور اپنے گھر والوں کو
کیا بتایا ہو گا خدشے دل میں ڈھیر اڈالنے لگے۔۔واپس
آئے گی کے نہیں؟؟؟
عروہ چھت پہ کھڑی چاند کو دیکھو رہی تھی ہر طرف
خوشی کا سماں تھا مگر عروہ کے اندر تلک خاموشیاں اور
اُداسیاں تھیں کیسی عید ہے یہ نہ چوڑیاں، نہ مہندی
عروہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے دعا کے لیے
دونوں ہاتھ پھیلا دیے یا اللہ میرے یاور کو لے آیا اس
کے بغیر عید کیسے ہو گئی عروہ روئے چلی جارہی
تھی۔۔۔
اپنے ہاتھوں پہ کسی ہاتھ کا بوجھ اور رخسار پہ آنسو صاف
کرتی انگلیاں محسوس کر کے عروہ نے آنکھیں کھولی اور
حیران ہو گئی۔۔
آ آ آپ۔۔۔؟؟؟؟۔۔۔۔
ہاں میں تم نے اتنے دل سے دعا مانگی قبول تو ہوئی تھی نا
مسز عروہ یاور۔۔۔
عروہ ابھی تک منہ کھولے یاور کو دیکھے جارہی
تھی۔۔۔کے یاور بولا چلو چاند تو نظر آ گیا۔۔اب
مہندی، چوڑیاں لینے چلیں۔۔۔عروہ کی خوشی کی

انتہا نہ رہی۔۔

مہندی لگوا کے کمرے میں داخل ہوئی تو پورا کمرہ پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔۔

چاند رات مبارک۔۔۔

یاور نے دھیرے سے عروہ کے کان میں سر گوشی کی۔۔۔آپ کو بھی عروہ مسکرائی۔۔

یاور دھیرے سے عروہ کے قریب ہوا اور اپنے کیے کی معافی مانگی۔۔اوہوں خوشی کے موقع پر ایسی باتیں نہیں کرتے عروہ مہندی کا ہاتھ لہرایا۔۔۔

عروہ یاور کی بانہوں میں تھی یاور عروہ پہ جھکا ہوا تھا۔۔

میری مہندی خراب ہو جائے گی پیچھے ہٹیں آپ عروہ نے احتجاج کیا۔۔ تمہیں مہندی لگوائی اسی لیے ہے کہ تم کچھ کر نہ سکو ہاہاہا یاور کا قہقہ پورے کمرے میں گونجنے لگا۔۔ عروہ نے کھلے دل سے کو د کو یاور کی سپرد کی میں دے دیا چاند دونوں کے ملاپ پہ بہت خوش تھا۔۔

صبح آنکھ کھلی عروہ نے ہاتھوں پہ لگی مہندی کی خوشبو اپنے اندر تک محسوس کی اور سوئے ہوئے یاور کو محبت سے دیکھا اُٹھنے لگی تو یاور نے بازو سے پکڑ کر اپنے اوپر گر لیا عید مبارک، عروہ بولی۔۔ تمہیں بھی یاور نے عروہ کا کلا چوما عروہ اپنا آپ چھڑاتی ہوئی واش روم کی طرف دوڑی کیوں کے اسے غسل کر کے شکرانے کے نوافل بھی ادا کرے تھے یاور کی آواز نے عروہ کا تعاقب کیا۔۔میری عید تم سے ہے۔ عروہ کے دل نے اس بات کی تصدیق کر دی۔۔

☆☆☆☆☆

ہے باقی انسانیت ابھی"

از قلم: اقصیٰ سحر

"ارے اب چلو بھی یہاں سے ورنہ یہ سنکی بوڑھا ہمیں بھی اپنی رام کہانیاں سنانا شروع کر دے گا.." ایک نے دوسری کا ہاتھ پکڑ کر تیز تیز چلتے ہوئے کہا..

یہ دیکھے بغیر کہ ان کے ان فرمودات سے اس جھریوں زدہ بوڑھے پر کیا بیتی ہے وہ فٹ پاتھ پر پڑے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا شاید رو بھی رہا تھا آنسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں کی پتلیوں سے باہر نکل رہے تھے..
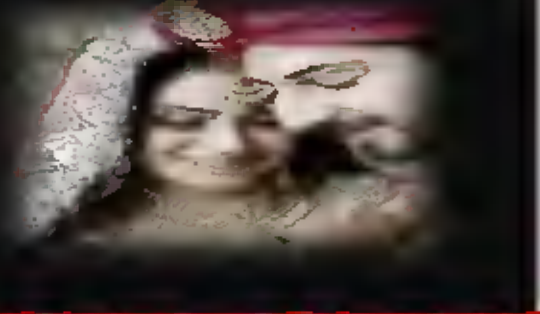
"ہاں جاؤ تم بھی جاؤ۔ میرے اپنوں نے مجھے اس حال تک پہنچایا ہے تو کوئی غیر کیوں رحم کھائے گا.. لیکن خدارا تم اپنے اپنوں کا یہ حال نہ کرنا انکا جو تمہیں اس دنیا میں لانے کا باعث بنیں ہیں. ان پر رحم کرنا.. انکا خیال رکھنا۔"

وہ بوڑھا اب بلک بلک کر رو رہا تھا، اور ساتھ ہی ساتھ اونچی آواز میں چلا رہا تھا اور پھر آواز آہستہ ہوتی گئی اسکا کانپتا وجود بری طرح سے سسک رہا تھا لرزتے پپڑی زدہ ہونٹ اب بھی مسلسل حرکت میں تھے..

ابا آپ نے کیوں ہمارا جینا مشکل کر دیا ہے ثمیرا نے آپ کی دیکھ بھال کا ٹھیکا نہیں اٹھا رکھا کچھ تو احساس کریں اس بیچاری کا. آپ کے لئے اتنی محنت سے کھانا بناتی ہے اس کے باوجود آپ نخرے کرتے ہیں. اس

عمر میں کھانا نہیں کھائیں گے دوا وقت پر نہیں لیں گے
" ..تو بیمار ہی ہونگے ناں

احسن مراد کے کانوں میں انکے اکلوتے بیٹے کی آواز پڑی تو انہوں نے فوراً چشمہ ٹٹول کر آنکھوں پر لگایا اور آواز کے تعاقب میں بوڑھی نظریں دوڑائیں لیکن تب تک سلیمان اپنی قیمتی آراء ان کے گوش گزار کر جا چکا تھا۔

اور انکی نظریں سامنے دیوار پر موجود کسی غیر مرئی نقطے میں کھو گئیں.. ایک تھکا ہوا آنسو ٹوٹ کر انکی آنکھ سے ڈھلکا تھا.

"کاش تم مجھ سے کھانا نہ کھانے کی وجہ دریافت کرتے بیٹا.. کاش تمہاری نظریں میری حالت دیکھ سکتیں کہ میں ضعیفی کے کس دور سے گزر رہا ہوں.. تم دو گھڑی میرے پاس بیٹھتے تو میں تمہیں بتاتا کہ میں اب بہت بوڑھا ہو چکا ہوں مجھ سے دو دن پرانی باسی روٹی نہیں چبائی جاتی اور دوا ختم ہوئے بھی دو ہفتے گزر چکے ہیں"
احسن مراد نے دل ہی دل اپنے اکلوتے بیٹے کو مخاطب کیا..

اور پھر یہ روز کا معمول بن گیا احسن مراد کے لئے اپنے اکلوتے بیٹے کا گھر تنگ پڑ گیا تھا چلتے پھرتے سمیرا کے طنز کے تیر چلتے رہتے..
"پتا نہیں ایسے کونسے گناہ کئے ہیں آپ نے جو اللہ بھی آپ کو اپنے پاس نہیں بلاتا. ہم نے تو یہی سنا تھا کہ نیک لوگوں کو اللہ جلدی اٹھا لیتا ہے اب اللہ جانے کہ ایسے کیا کارنامے سرانجام دے رکھے ہیں آپ نے."
اس طرح کے جاہلانہ فقرے کسنا سمیرا کا روز کا معمول بن گیا تھا.
اور جواب میں احسن مراد اپنی التجائیہ نظریں اٹھا کر بس آسمان کو تکتے۔

شادی کے کئی سالوں بعد احسن مراد کے آنگن میں سلیمان نامی پھول کھلا تھا۔ اولادِ نرینہ کو پا کر احسن مراد اور صفیہ خدا کا شکر ادا کرتے نہ تھکتے تھے۔ اپنے اکلوتے چشم و چراغ کی تمام خواہشوں کو پورا کرنا گویا ان دونوں پر فرض تھا .
اور پھر انکی خوشیوں بھری زندگی میں ایک طوفان آیا تھا انکی شریک حیات ایک رات چپکے سے انہیں چھوڑ

کر ابدی نیند جا سوئی تھیں۔

احسن مراد صفیہ بیگم کے چلے جانے سے گہرے صدمے میں تھے۔ لیکن سلیمان کی وجہ سے جلد ہی انہوں نے خود کو سنبھال لیا۔ سلیمان ابھی چار سال کا ہی تو تھا جب اسکا وجود ماں جیسی مہربان و شفیق ہستی سے محروم ہو گیا تھا۔

احسن مراد صحیح معنوں میں اسکے باپ ہونے کے ساتھ ساتھ ماں بھی بن گئے۔ اسے نہلانا دھلانا کھانا کھلانا گندے کپڑے دھونا غرض یہ کہ ہر طرح کی مشقت اٹھائی. ماں کی طرح ہی وہ اسکی ہر چھوٹی بڑی تکلیف پر تڑپ اٹھتے تھے۔ اپنے علاوہ کسی پر بھروسہ نہ تھا اس لئے سلیمان کے لئے سوتیلی ماں کا وجود بھی گوارہ نہیں کیا انہوں نے۔ پڑھا لکھا کر ایک اعلیٰ مقام تک پہنچایا اور آج وہی بیٹا انکی پرورش کا کیا خوب صلہ دے رہا تھا۔

جوں جوں سلیمان کی لاپرواہی اور سمیرا کی سفاکی بڑھتی جا رہی تھی انکا مرض بھی بڑھ رہا تھا۔ سارا دن وہ بستر پر پڑے کھانس کھانس کر ہلکان ہوتے رہتے.

سمیرا نے ان سے پیچھا چھڑانے کے لئے نیا ہتھکنڈہ اپنا لیا تھا۔ باسی کھانا دینے کا تکلف بھی اس نے کب سے چھوڑ ہی دیا تھا مگر اب وہ انکی دوائیاں بھی بیسن میں بہا دیتی اور الزام احسن مراد پہ لگا دیتی نتیجتاً سلیمان روز ان کو تلخ لہجے میں دوائوں کی قیمت اور اپنی مشکلات باور کرواتا اور پھر اس نے دوائیاں لانا ہی چھوڑ دیں۔ قسمت کی ستم ظریفی یہ کہ احسن مراد اب بھی زندہ تھے ہاں کیوں کہ انکا پوتا ان پہ مہربان تھا وہ اکثر اپنے حصہ کا کھانا چھپ چھپا کر انہیں کھلا دیا کرتا اپنی پاکٹ منی بچا کر انکے لئے دوا لے آتا تھا.

دس سالہ ذیشان کو اپنے دادا ابا سے بہت پیار تھا وہ جب کھانس کھانس کر نڈھال ہو جاتے تو بے بسی کے باعث رونا شروع کر دیتے ذیشان بھی انکے ساتھ روتا۔ لیکن وہ انکی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اس روز بھی وہ انہیں اپنے حصہ کا کھانا بصد اصرار کھلا رہا تھا تو سمیرا نے دیکھ لیا اور اس معصوم بچے کی وہ دھنائی کی کہ وہ بستر سے اٹھ بھی نہیں سکتا تھا اور احسن مراد کو بھی انتہائی کڑوی کسیلی سنائی۔ سونے پہ سہاگہ دوسرے روز بیٹے نے بھی بیوی کی زبان ہی بولی اور

یہاں تک کہ دیا کہ انہیں شرم آنی چاہیے تھی چھوٹے بچے کا کھانا کھاتے ہوئے۔ اور انہیں واقعی شرم آنے لگی اپنے زندہ رہنے پر۔

اس لئے ایک روز وہ چپکے سے اپنے بیٹے کا گھر چھوڑ آئے اس ذلت کی زندگی سے تو کہیں بہتر تھا کہ وہ کسی فٹ پاتھ پر پڑے جان دے دیتے وہ بھیک نہیں مانگتے تھے لیکن انکی حالت دیکھ کر اکثر کوئی خدا ترس ان پہ رحم کھاتے ہوئے کپڑے بدلوا دیتا, کھانا کھلا دیتا جو اس کھانے سے لاکھ درجہ بہتر ہوتا تھا جو ثمیرا کبھی انہیں دیا کرتی تھی۔ انکی طبیعت بگڑتی چلی جا رہی تھی۔ تکلیف انکی برداشت سے باہر ہو جاتی تو ہذیانی انداز میں چیختا چلانا شروع کر دیتے وہ سب کو بتا دینا چاہتے تھے کہ انکی اکلوتی اولاد نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اولاد جس کی خوشی کے لئے ہم اپنا سکھ چین سب گروی رکھ دیتے ہیں اپنی ضروریات کے آگے انکی خواہشات کو ترجیح دیتے ہیں لیکن جب ہمارا وقت آتا ہے تو وہ ہمارے لئے زندگی کی آخری سانسیں لینا بھی مشکل کر دیتے ہیں

دادا ابا..

احسن مراد کے ٹھٹھرتے گٹھری بنے وجود کو کسی نے ہلایا تھا

"دادا ابا۔ آپ میرے دادا ابا ہیں ناں...؟"

احسن مراد نے سر اٹھا کے اسے تکا انکی آنکھوں میں شناسائی چمکی تھی لیکن اگلے ہی پل اجنبیت لئے انہوں نے اسکے ہاتھ جھٹک دیے۔

"کون ہو تم؟"

"جاؤ چلے جاؤ میرا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے.."

"نہیں ایسا مت کہیں.. میں نے ان آٹھ سالوں میں آپ کو کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا دادا ابا۔ آپ کیوں چھوڑ گئے تھے مجھے۔ اماں ابا کہتے تھے کہ آپ اب زندہ نہ ہونگے لیکن میرا دل نہیں مانتا تھا۔"

ذیشان نے انکا چہرا اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر چوما تھا۔

احسن مراد بھی رونے لگے تھے انہیں یہ جان کر دکھ ہوا تھا کہ انکے بیٹا بہو کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا ان کے گھر سے چلے جانے سے اور نہ ہی کبھی انہوں نے خیریت جاننے کی کوشش کی بلکہ وہ تو سمجھتے تھے کہ

شاید میں اس دنیا سے ہی چلا گیا ہوں۔ وہ ذیشان کے ساتھ نہیں جانا چاہتے تھے لیکن اب انکے بوڑھے وجود میں اتنی سکت باقی نہیں رہی تھی کہ انکار کر پاتے۔

ذیشان نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ مل کر جو محبت اور احساس کے جذبے سے مالا مال تھے ایک ایسا ادارہ قائم کیا تھا جہاں وہ ان بوڑھے لوگوں کو بہترین رہائش اور اچھا ماحول دیتے جو اپنی اولاد کی بدسلوکی کی باعث فٹ پاتھ اور بازاروں کو اپنا مسکن بنائے ہوئے تھے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور تھے۔
وہ احسن مراد کا علاج کروانے کے بعد انہیں بھی وہیں لے آیا کیونکہ وہ سلیمان کے پاس واپس نہیں جانا چاہتے تھے۔
یہاں آ کر وہ بہت خوش ہوئے تھے سلیمان اور سمیرا جیسے بہت لوگ ہیں جو اپنے بزرگوں کے ساتھ برا سلوک کر کے انہیں دربدر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیتے ہیں لیکن یہ جان کر انہیں دلی سکون ملا کہ اب بھی ذیشان اور اسکے دوستوں جیسے کچھ لوگ زندہ ہیں جو بزرگوں کی اہمیت و افادیت اور انسانیت کے تمام تر درجوں سے واقفیت رکھتے ہیں ابھی ہماری نسلیں اتنی تباہ نہیں ہوئیں۔ اور انہیں یقین ہو چلا تھا کہ یہی چند لوگ مل کر معاشرے کو صحیح سمت کی طرف لے جائیں گے۔

دیا آفرین

"بے وقعت"

"جانتے ہو کشف نے بالکل بھی اچھا انہیں کیا زاروں سے۔۔۔"وہ ابھی چھت پہ کبوتروں کو دانہ ڈالنے آئی تھی کہ نیچے سے نانی نے پکارا۔۔

"ارے صاحبہ۔ دروازے پہ جا کے دیکھ کون ہے اسی وقت"

"باقی سسٹوری میں آ کے سناؤں گی۔"اس کے مخاطب بھی کبوتر تھے۔ پہلے اسی نے ایک نظر وہیں سے نیچے جھانکا پھر نیچے کو لپکی۔ ہنجرے کے ساتھ ٹیتی تالی کا بھی خیال نہیں رہا۔۔

صحن میں لگے جامن کے پیڑ کے نیچے گڈو اور سارا کھیل رہے تھے۔۔ساتھ میں محلے کا بولی بھی تھا۔ مگر مجال ہے جو یوئی دروزے پہ جاتا نانی رندہ قبلولہ فرما رہی تھیں ورنہ وہی دیکھ لیتیں۔ بقول صاحبہ کے نانی سارا وقت سورۓ کھانے اور نماز کے قیلولہ فرماتی ہیں۔ اسکے سیڑھیاں اترتے اترتے بلا مبالغہ کوئی چوتھی بار دروازہ کھٹکھٹایا گیا تھا۔۔ اب کون مصیبت آگئی؟ نتیجتاً بڑبڑاتے ہوئے دروازہ کھولا گیا تھا۔۔

"ہار" مقابل کو دیکھ کر بے ساختہ ہاتھ ہونٹوں پہ آیا۔۔ نہیں جانتی تھی اس کی اس ادا پر کسی نے اسے دلچسپی سے دیکھا تھا سلام خالہ گھبرا کر انہیں اندر آنے کا راستہ دیا تھا۔۔ کمینہ کیسے گھورے جا رہا ہے۔ وہ بڑ بڑاتے ہوئے اندر بڑھی گئی۔۔انہیں بٹھا کر باہ کھڑے

گڈو کو بھیج کر ٹھنڈی ٹھنڈی بوتل منگوائی۔۔ کیونکہ کچھ ہی دیر میں شام ہونے والی تھی سوچا تھا چائے پر بھی اہتمام کرے گی۔ نانی کے پاس ان کو بیٹھا کر خود کچن میں گھس گئی۔۔ کیسی باتیں کر رہی ہو ثروت نانی کی تیز آواز پر اس کے قدم باہر ہی تھم گئے۔ بن باپ کی بچی ہے تم اس طرح انکار کر کے اس کا تماشا بنانا چاہتی ہو۔ مارے تجسس کے وہ وہی کھڑی ہو گئی۔۔ نصیباں کی بات اب اتنی پرانی تو نہیں ہے اور میر امنہ کھلواؤ خالہ بی ایسی باتیں دینے والی نہیں ہوتیں۔ بدنامی تا عمر تعاقب کرتی ہے ان کا لہجہ اس کے لیے نیا تھا۔

"نا۔ تو نصیباں کی بات نصیباں کے ساتھ اب اس گڑے مردے اکھاڑ نے کا مطلب؟ آپ کو بری لگے کی یہ صاف کہوں گی بچپن سے دونوں ساتھ ہی بڑھی ہیں کبھی یہ اس کے گھر میں تو کبھی وہ اس کے گھر اتنی عمر ساتھ گزاری ہے طور اطوار بھی تو سیکھے ہوں گے اور اب تو محلے والے بھی باتیں کرتے ہیں۔ نصیباں نصیباں بھاگ گئی تو صاحبہ کی گارنٹی کو ن دے گا۔ وہ اپنی حال کا یہ انداز دیکھ کر گھبر رہا۔۔

نہیں جانتا تھا وہ اس ارادے سے یہاں آ رہی ہیں۔ اور اسے بطور کاص ساتھ لانے کا مطلب یہی تھا کہ وہ لوگ اس سے بھی کوئی اچھی امید نہ رکھیں۔ اب وہ کیسے بتاتا کہ وہ اس فیصلے سے رضا مند نہیں ہے۔ خالی برتن اٹھانے آئی صاحبہ کے قدم واپس مڑے تھے۔۔ اس نے محسوس کیا کہ کوئی اور بھی تھا جو اسی پل کمرے سے نکلا تھا۔۔ مگر وہ صاحبہ کی گارنٹی نہیں دے سکتا تھا۔۔ وہ تو اس کے حق میں دو بول نہیں بول سکا تھا۔ تو اسے اپنے آنسو اسے دکھا کر خود کو بے وقعت نہیں کرنا تھا۔ بغیر پیچھے مڑے وہ کچلی کی طرف چلی گئی۔۔ صرف ایک لڑکی کے غلط اقدام سے کون کس کس طرح نقصان اٹھا تا ہے اس کا احساس رگڑکیوں کو ہو تو وہ ہر قدم محتاط رہیں۔ اپنی زنیت انہیں سب سے مقدم ہونا چاہے اور کچھ نہیں تو یہ تو اس کی بچپن کی سہلی اسے سکھا گئی تھی۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ وہ اب محبت جیسے خوشمنا جال سے بچ کر رہے گی۔ یوں بھی جو عزت نہیں دے سکتا محبت کیا خاک کرے گا۔ اور اسے تو عزت کی چاہ تھی۔ ارے کمنجتوا میرے کبوتر تم نے اڑانے ہیں۔ ابھی تو میں نے انہیں

ڈرامے کی پوری قسط بھی سنانی تھی۔ صحن میں ان کے پیچھے بھا گئی وہ پہلی والی صاحبہ بن گئی ۔۔ قسم لے لیں باجی! مجھے بوبی نے کہا تھا نہیں ہاتھ میں پکڑ کر دیکھو کیسا لگتا ہے وہ معصوم صورت بنائے کہ رہا تھا۔

اب تبا کیسا لگتا ہے روئی۔ حال اس نے کم سہلائی جس پہ صاحبہ نے نانی کی چھڑی ماری تھی۔ میں تو آپ کو بلانے آیا تھا۔ اس نے موضوع بدل کر اپنی جان بچانا چاہتی ۔۔ کیوں وہ مشکوک نظر والی سے اسے گھور رہی تھی۔ نصیباں باجی کے گھر والے واپس گاؤں جا رہے ہیں آج ہی شفٹ کر رہے ہیں آپ نے جانا ہے تو ایک بار ہو آؤ۔ سب سے مل آؤ گڈو کی بات پہ اس کا چہرہ سپاٹ ہوا تھا۔ اور جب وہ بولی مجھے ویسے ہی بہت کام ہیں تم دیکھو سارا کہیں اپنی سہیلیوں کی طرف تو نہیں نکل گئی۔۔ بلا کر لاؤ اسے ورنہ میں بہت ماروں گی۔ کتنی دفعہ کہا ہے اب بڑی ہو رہی ہے۔ سہیلیوں کی طف جانا چھوڑ دے۔ گڈو سے کہتی وہ ساتھ میں دھلے کپڑے تار سے اتارے نے لگی۔ گڈو باہر چلا گیا تھا اور وہ سوچ رہی تھی۔ مجھے کیا دکھ اصل ذلت اور رسوائی تو اس کے والدین کے نام آئی تھی۔ اور وہ اس کا چھوٹا بھائی جو آج اپنی بہن کو یاد کر کے روتا ہے جب کل کوئی کہے گا اس کو بہن تو بھاگ گئی تھی۔ اسے کیا لگے گا۔۔ بے نیاب بے بسی کا احساس ہوا تھا۔ افسوس تو اس بات کا تھا ان کو تکلیف پہنچا کہ وہ کو دکو بھی بے وقعت کر گئی تھی۔۔

نام دیا آفرین

☆☆☆☆☆

اردو ادب کے لیے ہمارا ساتھ دیں پی ڈی ایف فائل سب ادبی دوستوں کو ای میل کریں شکریہ

ماں کی دعائیں"

تحریر"سائرہ حسین"

امی بس کچھ ہی دن کی بات ہے پھر میں آپ کو لے جاؤں گا یہاں سے. دانیال آج اپنی ماں کو اولڈ ہوم میں چھوڑکر جارہا تھا.میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میرا بیٹا زندگی کے ان آخری دنوں میں مجھے یوں بے سہارا چھوڑ کر اپنی خوشیاں تلاش کرے گا.عائشہ بیگم کی آنکھوں سے بہتے آنسو بھی دانیال کا دل نہ پگا سکے.اور وہ تیزی سے باہر چلا گیا تھا.میں آنسو بھری آنکھوں سے دانیال کو جاتا دیکھتی رہی.وہاں اور جوسب رہتی تھی ان سب نے مل کر بہت مشکل سے مجھے سنبھالا تھا.اب میں وقت کے ساتھ ساتھ سب سے گھل مل گی تھی.سب کے دکھ سن کر اپنادکھ کم لگنے لگا تھا.میں روز اپنے بیٹے کا اور بیٹے کی کال کا انتظار کرتی تھی کہ شاید وہ آجائے.لیکن نہ وہ آیا اور نہ ہی آج تک اس کی کال آئی. ماں ہوں پھر بھی خدا سے اس کی خوشیاں مانگتی رہی.ماں جی آپ سے کوئی ملنے آیاہے.میں خوشی سے حیران ہو کر بولی مجھ سے

ملنے .میرا بیٹا آیا ہو گا .مجھے لینے کے لیے وہ خوشی سے سب سے کہ رہی تھی .اور سب بھی ان کو خوش دیکھ کر بہت خوش تھی .جب میں آئی تو دیکھا دانیال نہیں تھا .حیدر آیا تھا. حیدر دانیال کے بچپن کا دوست تھا .مجھ سے ملنے .حیدر بیٹا !تم یہاں کیسے کیسے ہو تم آپ .حیدر کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی تھی .حیدر کی امی کا انتقال ہو گیا تھا .جب حیدر بہت چھوٹا تھا .تب سے ہی عائشہ بیگم اس کا بہت زیادہ خیال رکھتی تھی .اور وہ بھی عائشہ بیگم کو امی کہتا تھا .آج ان کو یہاں دیکھ کر حیدر کو بہت دکھ ہوا تھا .جیسے ہی حیدر کو پتہ چلا وہ ان کو لینے آگیا تھا.

امی آپ چلے میرے ساتھ آپ یہاں نہیں میرے گھر میں رہیں گی میرے ساتھ. حیدر نے ان سے کہا تھا .نہیں حیدر بیٹا !دانیال آجائے گا کچھ دنوں میں. عائشہ بیگم نے کہا تھا .نہیں امی بس مجھے کچھ نہیں پتہ آپ بس چلے میرے ساتھ کیا آپ مجھے اپنا بیٹا نہیں سمجھتی ہے .پلیز امی چلے آپ میرے ساتھ. حیدر ضد کر کے مجھے اپنے گھر لے آیا تھا .حیدر کی بیوی ثانیہ اور بچے بیت خوش ہوئے تھے عائشہ بیگم سے مل کر .ان کے چھوٹے سے گھر میں ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی تھی ہو جسے .سب مل کر میرا بہت خیال رکھتے تھے .اور خوشی خوشی ان کے سارے کام کرتے اور دعائیں لیتے تھے .میں بھی بہت خوش تھی ان سب کے ساتھ. عائشہ بیگم کی دعاؤں اور خدمت سے ان کے گھر کے حالت بدلنے لگے تھے .حیدر کی اچھی جوب ہو گئی تھی .دوسرا اچھا گھر لے لی ا تھا .آج ماں کی دعاؤں سے ہر چیز تھی ان کے پاس حیدر کا گھر اک جنت بن گیا تھا .حیدر کے پاس آج اچانک دانیال کی کال آئی .ہیلو! حیدر کیسے ہو تم. دانیال

نے پوچھا تھا.میں ٹھیک ہوں تم کیسے ہو.اور کہاں ہو. حیدر نے پوچھا.میں بہت پریشان ہوں کچھ پیسوں کی ضرورت تھی. میری بیوی بیمار ہے. اس کے علاج کے لیے چاہیے. دانیال بہت شرمندگی سے کہہ رہا تھا.یار تم فکر مت کرو میں آتا ہوں.سب ٹھیک ہو جائے گا.حیدر نے کہا تھا.

حیدر نے عائشہ بیگم کو بتایا تو وہ بھی حیدر کے ساتھ ہسپتال آ گئی تھی.دانیال عائشہ بیگم کو آتا دیکھ کر حیران اور بہت شرمندہ ہوا.رو رو کر اپنی ماں سے معافی مانگنے لگا. امی میں نے بہت دل دکھایا ہے آپ کا مجھے معاف کر دے.سب کچھ ختم ہو گیا ہے امی جب تک آپ مجھے معاف نہیں کرے گی میرا اللہ بھی نہیں کرے گا .

دانیال بیٹا!ایسا مت بولو سب ٹھیک ہو جائے گا.میں تو تب بھی تمھاری خوشیاں مانگتی تھی خدا سے اللہ پر بھروسہ رکھو سب ٹھیک

ہو جائے گا عائشہ بیگم نے دانیال کے سر پر ہاتھ پھرا اور دعا دی اسے اللہ سے دعائیں کی تھی اب دانیال کی بیوی کی طبیعت کافی بہتر تھی ماں کی دعاؤں سے دانیال کی پریشانیاں کچھ کم ہونے لگی تھی کیوں کے ماں کی دعائیں اللہ تعالی کبھی رد نہیں کرتے ہیں****.

****

"میرے دل کا قرار ہو تم"

مصنفہ خدیجہ کشمیری

زندگی عجیب پہیلی ہے سلجھتے سلجھتے بیچ میں الجھن کا شکار کیا کریں جینا اسی کا نام ہے.فواد سے تماری بات ہوئی ایگزام کے بعد اُسے باہر جانا ہے.نہیں اُسے اپنا کیریر بنانے کا بھی حق ہیں,یہ حق نہیں چھین سکتی میں.تم کتنی پتھر دل ہو نا ہی اپنے دل کا راض افشاں کرنے کی زحمت

کرتی ہو نا اپنا درد بیان کرنے کا ہنر رکھتے ہوئے
بھی دبا دیتی ہو یہ کیسی محبت ہے تیری. میری
محبت چھلاوا نہیں ایک حقیقت جاویداں ہے. سچی
محبت کی آنچ پختہ ہوتی ہے اور میرا وقت گزاری
کا رشتہ نہیں میرا نکاح ہوا ہے بس ویدائی
پڑھائی پوری اور جاب مل جانے کی شرط خالہ
جان نے رکھی تھی امی سے میرا رشتہ جب مانگا
گیا اسی شرط پر تھوڑا انتظار کرنا پڑھے گا. شازیہ
اب دل ڈوبنے لگ جاتا ہے فواد جب باہر جائے
گا, کیا وہ واپس آئے گا کیونکہ انجم کا شوہر دو
مہینے کے لئے گیا تھا اب دس سال ہوگئے واپس
آنے کا نام نہیں لے رہا ہے. میں روز لکھتی ہوں
وقت کو اپنے لفظوں میں قید کر کے اپنے نفس کو
سمجھاتی رہتی ہو. دن گزرتے چلیں گئے, اچانک
فواد پاسپوٹ مانگنے آگیا. خالہ آپ کی بیٹی کا
پاسپورٹ چاہیے جلدی, ارے رکو تو صحیح بس
آپ جلدی دیجئے اس سے پہلے میڈم کالج آئے

روکو دیتی ہو توبہ آج کل کے بے بچے. زویا
پریشان گھر کے اندر داخل ہو کر فواد یوں نظر
انداز کر کے چلے جانا کچھ کھٹک سا گیا. ہاں پانی
چاہیے یہ آپ کا بھانجا کیا کرنے آیا تھا گلاس لے
کر سوال کا جواب کی اشتیاق میں کھڑی, کچھ
خاص نہیں میری یاد آئی تھی. دن مہینوں میں
بدلتے گیں. اچانک فواد کل جارہا ہے شور سن کر
باہر نکل گئی کب جانا ہے ساری فیملی کو ساتھ
دے کر شرمندہ ہوگی خالہ انکل فواد سب موجود
یہ واپس جاننے لگی کہ خالہ نے آواز دی بیٹا ہم
سے نہیں ملو گی السلام علیکم, جیتی رہو سدا سہاگن
رہو پھوتو پھلو. زویا آپ کی تیاری کہا پہنچی پڑھائی
کی بس انکل کل یونیورسٹی میں فارم بھرنے
جارہی ہوں دیکھتی ہو کدھر قسمت ساتھ
دے. انکل نے آواز دی بیٹا تم ہماری فواد کی
تقدیر ہو. پرسوں تم دونوں کو بحرین جانا ہے آج
تم کو اپنے گھر آنا ہے ہم اسلئے آگے ہیں, جی

انکل فواد باہر نکلا, بیٹا جاؤ فواد تم سے کچھ کہنا چاہ

رہا ہے.جو ہی باہر نکلی.فواد نے چلا دیا میرے

دل کا قرار ہو

****

ماں

آمنہ عبدالغفور

آج بہت دنوں کے بعد میں نے قبرستان کا رخ

کیا وہاں جا کے ایک خشک مٹی کے پاس روک

گیا اور لکھے نام کو پڑھنے لگا ہاں وہ نام میری ماں

تھا بی بی روشنی میری ماں اپنے نام کی طرح

تھی----یہ سوچتے ہی کہیں ماضی میں کھو گیا

اماں مجھے باہر جانا ہے تو بس جانا ہے میں کچھ

نہیں جانتا-----

دکھ میرا سونا پتر ہے نہ بس تھوڑا سا انتظار کر

میری کمیٹی نکلنے والی ہے پھر میں تجھے باہر بھیج

دوں گی ۔

مگر اماں مجھے ابھی جانا ہے---میرے سب

دوست جا رہے ہیں میں بھی انکے ساتھ ہی جانا

ہے----

اماں اب اسے کیا سمجھاتی جب سے شوہر کا انتقال ہوا تھا انہوں نے احد کو باپ اور ماں بن کر پالا تھا کبھی بھی اسے باپ کی کمی محسوس ہو نے نہیں دی۔۔۔۔

اس پورے دن احد نے کھانا نہیں کھایا تھا اور بی بی روشنی سے اپنے بیٹے کی اداسی دیکھی نہیں جارہی تھی ۔۔۔

پھر پتا بھی نہیں چلا اماں نے رقم کا بندوبست کیسے کیا احد کو تو بس باہر جانے کی جلدی تھی ۔۔۔

اماں اماں تھینک یو آپ دنیا کی سب سے اچھی اماں ہو یو آر دا گریٹ اماں۔۔؟

اماں احد کو خوش دیکھ کر سکوں میں آ گئی

احد ماں کا ہاتھ تھام کر۔۔۔۔

اماں اب تو کپڑے نہیں سیلائی کرے گی اب تیرا بیٹا تجھے آرام کرائے گا۔۔۔وہ ماں کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے بولا۔۔

ماں سدکے ۔۔۔اماں کو اپنے لاڈلے بیٹے پر بہت پیار آیا ۔۔۔!

******************_

پھر وہ مرحلا بھی آ گیا تھا جب احد کا ویزہ آ گیا اور اسے شم کی فلیٹ سے امریکہ جانا تھا ۔۔۔۔احد کے جانے سے گھر میں سناٹا چھا گیا تھا سارا گھر کھانے کو دوڑتا ہوا محسوس ہوتا تھا ۔۔۔۔۔شروع ۔۔۔۔۔۔شروع میں احد کی کال بہت آتی تھی ہر کال میں اماں سے کہتا آپ بہت یاد آتی ہیں پھر رفتہ ۔۔۔رفتہ کال بھی کم ہو گئی

پھر جب جب پیسے بھیجتا تب تب کال کرتا اور ہر کال پہ اماں اسے آنے کے لیے کہتی اور اس کے پاس ہزاروں بہانے ہوتے ------

اسی طرح وقت کا پتا نہیں چلا کب اور کیسے تین سال گزر گئے

اور ان تین سال میں احد ایک بار بھی نہیں آیا اور اب تو اس نے خرچہ بھجوانا بھی کم کر دیا اسے اس بات کا فرق نہیں پڑتا تھا کہ ماں کیسے اور کس حال میں ہے اماں اس کے فون کا روز انتظار کرتی پر احد کے پاس انکے لیے وقت نہیں تھا

وقت کا پہیہ کچھ اور سرک گیا ----

****

وہ بھی گرمیوں کی ایک دوپہر تھی معمول کے مطابق اماں کام نبٹا کے تھوڑی دیر کے لیے لیٹ گی تھی پر لیٹ تے ہی ان کی آنکھ لگ گئی اور پھر تب آنکھ کھلی جب دروازے پر کوئی زور زور سے کھٹکا رہا تھا انہیں لگا محلے کا کوئی بچہ ہو گا

ای ای سبر کرو بڑھی عورت ہوں جلدی نہیں چلا جاتا --- دروازہ کھولتے ہوئے وہ بربڑا رہی تھی اور جب دروازہ کھولا تو سمنے والے کو دیکھ کر خوش ہو گی ----

ا--احد ---لفظ تھے کے نکل ہی نہیں پا رہے تھے بیٹے کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر بوسہ لینے لگی

احد بھی برسوں بعد ماں کی ممتا سے دور ہونے کی وجہ سے رو پڑا دونوں ماں بیٹا رونے لگے اماں

کی نظر احد کے ساتھ کھڑی لڑکی پر جا

روکی۔۔۔۔۔ماں نظر کا زویا دکھ کر احد بول

پڑا۔۔۔۔۔۔

اماں یہ مریم ہے میری بیوی

اماں احد کو بے یقینی سے دیکھے گی

اور احد مریم کا ہاتھ تھام کر اندر لے گیا اور

اماں انہیں جاتا دیکھتی رہ گئی۔۔۔۔۔۔

****

شروع کے دنوں میں مریم تو بہت اچھی طرح

سے پیش آیا کرتی تھی جس پر اماں مطمئن ہو گی

تھی پھر ایک دن پتہ نہیں مریم نے احد کو کیا

کہا کہ وہ بہت طیش کے علام میں آ گیا اور اماں

کو جا کر اتنی باتیں سونا ی کے اماں آ سے دیکتی

۔۔۔۔۔

اماں میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ آپ

ایسی ہرقت کرے گی اپنے مریم کے کنگن چوڑا

لیے حد ہے اماں میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ

میری اماں ایسی کام کرے گی اماں آپ نے وہ

کام کیا جو۔۔۔احد بات ادھوری چھوڑ کر گھر

سے باہر نکل گیا اور اماں پچھے سوچتی رہ گئی کہ

صبح کی تو یہ بات ہے۔۔۔۔جب میں مریم کے

کمرے میں گی تھی

ماشاءاللہ بھاو یہ کنگن کتنے پیارے ہے۔۔۔اماں

نے مریم کے بستر پر پڑے کنگن کی ڈبی کو پکڑ

کر کہا تھا

مریم اماں۔۔۔ یہ کل احد لے کر آئے ہیں

ہماری شادی کی سالگرہ تھی انہوں نے تحفہ دیا

ہے۔۔۔

بس یہی بات ہوئی تھی اور اتنا ھنگاما ہو گیا وہ پورے دن احد اور اماں نے بات نہیں کی اماں خاموش سی ہو گئی اور احد الگ اداس ہو گیا نہ اماں نے کھانا کھایا اور نہ ہی احد نے کھانا کھایا غلط فہمیاں تھی کہ بھرتی ہی جا رہی تھی جسے مریم نے بھی ختم کرنے کی کوشش نہیں کی احد اپنی انا میں تھا اور اماں کو اپنے لاڈلے بیٹے کی باتوں کا غم کھاے جا رہا تھا اور یہ غم ایسا لگا کہ وہ ایک رات ایسی سوی کے پھر اٹھ ہی نہ پائی --

مریم احد آٹھویں جلدی سے دیکھے اماں کو میں آٹھا رہی ہو وہ اٹھ نہیں رہی

احد جو مزے کی نیند سو رہا یہ سنتے ہی جھٹ سے اٹھا اور اماں کے کمرے کی طرف دور لگای

احد اماں ---- اماں انکھیں کھولے دیکھے اماں مجھے معاف کر دیں پر مجھے چھوڑ کر مت جایئے

---وہ بچوں کی طرح رو رہا تھا ---اماں مجھسے بات کرے مریم اماں کو کہو کہ وہ مجھسے بات کرے

مریم ---احد خود کو سنبھالو

نہیں مریم میری اماں مجھ سے نراض ہو کر گی ہے میں نے ان کے ساتھ بہت بتمیزی کی تھی-----

****

وقت کا کام ہے گزر جانا اور وقت کا پتا بھی نہ چلا اماں کو گزرے دو ماہ ہو گئے احد اب پہلے سے بہتر ہو گیا تھا پر بات صرف ضرورت کے مطابق کرتا تھا---

ایک دن وہ سے جلدی گھر کے لیے روانہ ہو گیا

آج اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی

****

آف یار اللہ کا شکر ہے احد اب کچھ بہتر ہوے

ہیں ورنہ وہ تو اماں کی موت کے بعد بہت ہی

اداس ہو گئے تھے ---مریم کی بسٹ فرینڈ

ایشہ آئی ہوئی تھی

ایشہ ---یار ویسے بہت بڑا ہوا تمہیں احد کو

بتا دینا چاہتے تھا کہ کنگن تمہیں مل گاے تھے ؟

ہمم یار پر میں در گی تھی احد سے وہ ان دنوں

بہت چڑ چڑے تھے اور وہ اس وقت میرے

ساتھ کچھ بھی کر سکتے تھے ---مریم تاسف سے

بولی ---

ایشہ -----یار اگر تم سب سچ بتا دیتی تو یہ غم

آنٹی کی موت کا سبب نہیں بنتا ویسے احد بھائی

نے بھی غلط کیا آنٹی سے بات کرنی چاہیے تھی

مریم اور ایشہ اپنی باتوں میں مصروف تھی اور

انہیں پتہ بھی نہیں چلا کہ تبیعت خراب ہونے

کی وجہ سے گھر جلدی آ گیا تھا وہ ان دنوں کی

ساری باتیں سن چکا تھا اور جیسے آیا تھا ویسے ہی

خاموشی سے واپس چلا گیا -------------

****

سڑکو میں گاڑی ڈرائیو کرتے اسے کافی دیر ہو

گئی تھی پھر اس نے گاڑی کا رخ ایسی جگہ کیا

جہاں وہ مصروفیت کی وجہ سے جا نہ سکا تھا

مطلوبہ مقام پر پہنچ کر وہ گاڑی سے اُتر کر کھڑا

رہا وہ بہت شرمندہ تھا

پھر ہمت کر کے وہ اماں کی قبر کے پاس آ کر
بیٹھ گیا اور خاموشی سے روتا گیا

اماں مجھے معاف کردے میں نے ایسا کیسے سوچا
کہ میری اماں ایسا کر سکتی ہے اماں میں بہت بڑا
ہوں اماں مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اماں
میری پیاری اماں تو نے تو ساری زندگی میری
خوشیوں کی خاطر خود کو مار ڈالا تھا اماں میں
تیری محبت پر شک کر رہا تھا وہ رونے لگ گیا
تھا اماں کی قبر کی مٹی تھام کے اور پھر ہلکی سے
ہوا کا جھونکا آیا اسے ایسا لگا کہ اماں آئی ہے اور
اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ہو کہ بیٹا ماں تو
اپنی اولاد سے کبھی بھی خفا نہیں ہو سکتی اور وہ
اپنی اولاد کی ہر طرح کی خطہ معاف کر دیتی ہے

احد کے دل کو سکون سا آیا جب وہ قبرستان سے
باہر نکلا تو اپنے اندر سکوں سا محسوس کر رہا تھا

ماں تو ماں ہوتی ہے اولاد کی ہر غلطی کو معاف
کر دیتی ہے ۔۔آمنہ عبدالغفور

شارجہ

****

افسانہ محبت گمشدہ میری از قلم ندا رفیق بلوچ

ہاں تو کہانی شروع کہاں سے ہوتی ہے؟ اس نے سامنے بیٹھی شخصیت کو دیکھا اور پہلی بار اسے اپنے فیصلے پر پچھتانا پڑا کہ وہ یہاں پلٹ کر آیا ہی کیوں۔۔ جہاں تھا وہیں خوش رہتا کیا ضرورت تھی راکھ کریدنے کی۔ وقت بہت بدل گیا تھا یا پھر یوں کہنا چاہیے کہ وقت وہی ہے بس لوگوں کے چہروں میں فرق ہے۔ پہلے کوئی اور تھا اور آج کوئی اور وقت تو کا ایک جیس اہے بس قسمت کی بات ہے جب تقدیر بدلتی ہے تو خوش نصیب آپ ہی کہلاتے ہیں۔

آپ تو کیا لگا کہ آپ مجھے رسوا کریں گے اور میں ان سب کی طرح خاموشی سے اپنی جان دے دوں گی یا پھر اپنی بے بسی بے عزتی کا ماتم کروں گی۔ وہ بولی تو ریحان واپس حقیقت کی دینا میں آیا۔۔ لمحہ بھر کے لیے اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ یا پھر ایسا لگا کہ اب وہ کبھی بھی دکھ نہیں بھول پائے گا۔ کیونکہ عیناں کو سمجھنا اب بہت مشکل تھا۔ میں ایسا کیوں کرتی ریحان؟ کس کے لیے کرتی؟ اس گاؤں میں ہمیشہ ایسا ہی تو ہوتا رہا ہے تم جیسے لوگ۔۔ عیناں نے لب بھیج لئے۔۔ جاؤ چلے جاؤ ریحان اور آئندہ کبھی پلٹ کر مت آنا۔۔ اب تمہارا انتظار کسی کو نہیں ہے۔ جاؤ ریحان یہ کہتے

ہی اس نے اپنے چہرہ کا رخ پھیر لیا تھا اور ریحان کو جانا ہی پڑا تھا۔۔

ریحان اور عیناں ایک گاؤں کے باسی تھے عیناں بچپن سی ہی ہنس مکھ شوخ چنچل تھی ۔ جہاں جاتی رونقیں بکھر دیتی تھی اس کی اس ادا پر ہی تو مر مٹا تھا ریحان اسے حاصل کرنے کی جستجو میں تھا وہ ریحان خود بھی ایک خوبرو نوجوان تھا۔۔ لڑکیں تو جیسے گزر ہی تھا تھا ۔۔اب جوانی کا زور تھا اور غرور بھی۔۔ عیناں اس کے پاس والی مسجد کے ساتھ گھر میں رہتی تھی۔۔ اس کی پہلی ملاقات عیناں سے چچا رشید کے بیٹے کی شادی پر ہوئی تھی۔ وہ چاچا رشید کی بیٹی کی سہیلی تھی۔ سب سے سوہنی موہنی صورت والی اور متناسب جسامت والی ۔ کوئی بات تھی اس میں یا پھر جادو تھا کہ وہ اس کا اسیر ہو گیا تھا۔ وقت کچھ اور گزرا تو وہ اسے میلے میں ملی۔ ہر سال گاؤں میں میلا لگا کرتا تھا۔ وہ وہاں چوڑیاں دیکھ رہی تھی۔ رکھی چاچا رشید کی بیٹی اسکے ساتھ تھی دونوں نے محسوس ہی نہ کیا کہ کوئی دیوانہ وار نہیں ہی دیکھ رہا تھا۔۔ اب ریحان سے برداشت کرنا ہی مشکل تھا۔ وہ بات کرنا چاہتا تھا ی پر کیسے کرتا اور ایک دن

اسے موقع مل ہی گیا۔ جب وہ زمینوں سے گھوم پھر کر دیکھ بھال کر کے آ رہا تھا تو وہ اسے راستے میں ملی ۔۔ اپنی ہی سوچوں میں گم ۔ وہ رکا مسکرایا اور اس کے پاس پہنچ کر بولا ۔۔

عیناں کیا میں تمہارا ے ساتھ تھوڑی دیر بات کر سکتا ہوں۔

عیناں جو اپنے خیالوں میں مگن تھی ایک دم سٹپٹا گئی۔ تم آج مجھے پیپل کی چھاؤں میں ملنا۔۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ وہ تب بھی کچھ نہ بولی اور بھاگ کر رکھی کے گھر گھس گئی۔۔

رکھی اس کی گہری سہیلی تھی۔۔ عیناں نے اسے سب بتا دیا۔۔ رکھی بولی عیناں تو چھوڑ اسے یہ ہے ہی بد تمیز، اس کی پرواہ نہ کر تو کہیں نہیں جائے گی عیناں نے بھی سر ہلا دیا اور سوچا کہ رکھی ٹھیک کہتی ہے۔۔ اگلے دن عیناں اپنے چاچا اور چاچی کے ساتھ زمینوں پر گئی تھی کچھ دیکھ بھال کرنی تھی چاچے تو عیناں کو پالنے والے وہی تھے۔ بڑے بھائی اور بھابھی کرنی تھی چاچے تو عیناں کو پالنے والے وہی تھے ۔ بڑے بھائی اور بھابھی کی بے وقت صوت نے جیسے اسے نڈھال کر دیا تھا۔۔

کو دہ بے اولاد تھا اور بھائی کی اولاد نے جیسے اس کے زخموں پر مرہم رکھا تھا۔۔ عیناں یہ جان وارتے تھے دونوں ہنرادیوں کی طرح پالا تھا۔۔ پھر اللہ نے اسے صورت اور سیرت میں بھی بہت نوازا تھا۔۔ سب کچھ ٹھیک تھا۔۔ سب خوش اور مطمن تھے۔ لیکن یہ اطمینا چند دن گا تھا یہ خبر کسی کو نہ تھی۔۔ نہر کے پار عیناں نہر کے کنارے پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی نجانے کب اور کیسے ریحان وہاں آ پہنچا جب پانی میں اس کا عکس دیکھا تو وہ بڑبڑا کر اٹھی اور اسی لمحے اس کا پاؤں پھسلا اگر یحان بروقت اس کا ہاتھ نہ تھامتا تو وہ نہر میں گر چکی ہوتی اس نے جھٹکے سے عیناں کو اپنی طرف کھینچا تو وہ اس کے سینے سے آلگی۔۔ کچھ پل ہی گزرے تھے اور وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔ ایک دم اس سے الگ ہوئی تھی وہ ریحان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔۔ اور وہ پانی سانس بحال کرنے لگی۔ عیناں تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو اتنی اچھی کہ دل چاہتا ہے تمہیں دیکھتا رہوں بس۔ دیکھو ریحان مجھے تنگ نہ کرو میرا پیچھا نہ کیا کرو۔۔ تم مجھے پسند نہیں آئندہ میرے پیچھے مت آنا۔ یہ کہہ کر وہ جانے کو مڑی

ریحان نے اس کی کلائی پکڑ لی چھوڑوں میرا ہاتھ میں سچ میں تمہارا ہاتھ تھامنا چاہتا ہوں عیناں۔ مجھے جانے دو نہیں میری بات کا جواب دو۔ اور اس وقت نجانے اسے کیا ہوا کہ اس نے ریحان کو تھپڑ دے مارا۔ وہ ہکا بکا اسے دیکھنے لگا۔ اور وہ وہاں سے بھاگ گئی۔۔ اگلے چند دن وہ گھر سے باہر نہیں نکلی اور نہ ہی کسی کو کچھ بتایا۔۔ بالآخر تھک ہار کر وہ گھر سے نکلی آج تیار بھی ہوئی تھی سور کھی سے ملنے چلی آئی۔۔ وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ آجقسمت میں کچھ لکھا ہے۔ وہ گھر سے تھوڑی دیر ہی آئی تھی کہ اس نے پیپل کے درخت کو دیکھا وہ ویسا ہی تھا گھنا پر اسرار سادہ اس کے قریب آگئی۔۔ وہاں بیٹھی اور بولتی گئی سب کچھ جو اس نے محسوس کیا تھا جو اس کے ساتھ ہوا تھا۔۔ اچانک ہی کسی نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا کہ وہ چیخ نہ پائے۔۔ رومال اس کے ناک رکھا گیا تھا اور چند ہی لمحوں میں وہ ہوش کی دنیا سے مدہوشی کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ کچھ جانی پہچانی آوازیں تھیں پر وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔ تھوڑی دیر بعد اسے وہ آوازیں آنا بھی بند ہو گئی تھیں جب ہوش آیا تو وہ ایک کوٹھڑی میں

گے سدھ پڑی تھی ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑے تھے۔۔ اور سامنے کرسی پر ہاں وہی تھا ریحان موجود تھا۔ اس نے پلکیں جھپک جھپک کر اپنی آنکھیں صاف کیں کہ یہ کہیں کوئی ڈراونا خواب تو نہ تھا۔۔ مگر وہ حقیقت تھی اٹل حقیقت تم نے تھپڑ مارا تھا نا مجھے وہ تمہارا وقت تھا آج میر وقت ہے میں جو چاہوں کر سکتا ہوں میں تم سے محبت کرتا تھا اور تم سے اظہار ہی تو کر رہا تھا۔۔ مگر تم نے تو میری محبت تو طمانچہ مارا۔۔ گاؤں کی ہر لڑکی مرتی ہے مجھ پر میں تم پہ مر بیٹا تھا۔۔ وہ تھپڑ مجھے بھولتا نہیں عیناں۔۔ میں سو نہیں سکا۔۔ اٹھتے بیٹھے ہر طرف ایک ہی گونج سنائی دیتی تھی۔ دیکھو میری آنکھوں میں جہاں محبت تھی وہاں نفرت ہے اب انتظام ہے بدلے کی آگ جل رہی ہے۔ عیناں سسکیوں سے رو رہی تھی۔۔ مگر آج وہ بے حس تھا کچھ دکھ ہی نہیں رہا تھا۔۔ عیناں میں چاہوں تو ابھی تمہرا وہ حشر کروں کہ تم ساری زندگی یاد رکھوں۔۔۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ وہ لمحہ بھر تو رکا آج رات تم یہاں گزارو گی۔۔ کل صبح تمہیں وہیں چھوڑ آئیں گے جہاں سے لائے تھے۔۔ وہ جانے لگا تو عیناں اپنے سن ہوئے

دماغ کے ساتھ تھوڑا جاگی۔۔ اور خود کو گھسٹنے لگی۔ جیسے اسے روکنا چاہتی ہو۔۔ منہ میں بڑا تھا کہ وہ نہ بول سکتی تھی اور نہ ہی چل سکتی تھی۔ اور وہ چلا ہی گیا تھا اس کے مقدر میں سیاہی لکھ کر ایسی سیاہی جو اس تو کبھی سر اٹھا کر جینے نہ دیتی۔۔ آج کی رات بھی تاریک تھی اس کے مقدر کی طرح۔

ادھر ہر طرف شور تھا کہ عیناں بھاگ گئی۔ اس کے چاچا چاچی تو جیتے جی مر گئے تھے۔ گاؤں میں ہنگامہ تھا جس کا جو جی چاہتا کہہ دینا آج کل چپ چپ رہتی تھی۔۔ اب پتہ چلا کیوں چپ تھی۔ ہاں خوبصورت بھی تھی ناز بھی بہت تھا پر ایسی خوبصورتی کا کیا کرنا جو منہ ہی کالا کر دے۔ ایک چاچا رشید ہی تھے جو ان کے ساتھ نہ تھے۔ نہ ہی کوئی ایسی گندگی اچھالی کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ عیناں کیسی بیٹی تھی۔۔ بس نصیب ہی برا تھا اس کا عیناں کے گھر والوں کو تسلی دیتے وہ کود بھی رو پڑے تھے۔۔

اگلی صبح عیناں ملی تھی۔ وہیں پیپل کے درخت کے پاس حالت بری تھی بال بکھرے تھے اور چہرے اور کپڑوں پر دھبے تھے وہ جیسی پہلے تھی آج بھی ویسی تھی

پر اس کی حالت دیکھ کر سب کی مختلف آراء تھی۔۔ وہ بے ہوش تھی۔ وہ گھر لائی گئی ۔۔ دوپہر میں اسے ہوش آیا تا اور ہوش میں آتے ہی وہ رونا شروع ہو گئی تھی۔۔ سب اس سے جاننا چاہتے تھے کہ اسے کیا ضرورت تھی ایسا کرنے کیا ہوا تھا اس کے ساتھ کیوں واپس آئی تھی وہ اس کے ماں باپ تو بس روتے تھے اور کہتے کہ تو مر جاتی عیناں ۔۔ تجھے اس دن کے لیے پالا پوسا تھا کہ تو ہماری رسوائی کا سامان کر لے۔ وہ روتی رہی چیخ چیخ کر اپنی بے گناہی کا کہتی۔ مگر ایسا لگتا تھا کہ جیسے سب بہرے ہو گئے تھے چاچی نے اس بہت مارا تھا۔۔ مگر یہ مار اس تکلیف سے بہت کم تھی جو اسے ریحان نے دی تھی۔ اسی طرح دن گزرنے لگے تھے عیناں کے ساتھ سب کا سلوک بہت برا تھا۔۔ ایک دن اس نے سوچا کہ کنویں میں کود کر جان دے دے۔ اور وہ ایسا کرنے ہی گئی تھی۔ جب اسے امام صاحب نے دیکھ لیا امام صاحب کو عیناں پر بہت ترس آیا وہ رہی تھی یا ماتم کر رہی تھی۔ انہوں نے جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولے عیناں بیٹی! یہ حرام موت ہے جو اذیت آگے ملے گی اس کا تصور ہی مشکل ہے۔

لیکن امام صاحب میری زندگی میں اب بچا ہی کیا ہے۔ ذلت اور تہمت کے علاوہ سب کے لیے قابل نفرت ہو گئی۔۔ ہوں میں نہیں بیٹی میں نے تمہیں بیٹی کہا ہے اور بیٹی تو قابل عزت ہے۔ جو لہوا بہت برا ہوا۔ پر تم اپنے ساتھ اور کچھ برا نہ کرو۔ خودکشی کرنے سے تو ثابت ہو گا کہ تم بے بس ہو۔ تم غلط ہو اور تم غلط نہیں ہو تو یہ کیوں کر رہی ہو بولو۔۔ پر میں کیا کروں میں مظلوم ہو ظلم مجھ پر ہوا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کوئی میری بات کا یقین نہیں کرتا ریحان نے مجھے اغوا کیا تھا اور ایک رات کے بعد یہاں دوبارہ چھوڑ دیا۔۔ میں ویسی ہوں جیسی تھی میرا دامن پاک ہے پر دامن میں سیاہی آگئی۔۔ ہے اس رات کی وجہ ہے کوئی میرا اعتبار نہیں کرتا۔۔ اماں بابا کوئی جبھی نہیں میں تو مر گئی ہوں اور اب یہ سانس کا سلسلہ رک گیا تو کیا ہو جائے گا۔ نہ بیٹا نہ تو ایسا نہ سوچ دیکھ میری بیٹی وہ ہیں بڑے لوگ ان کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔۔ پر بیٹی تو ہمت نہ ہار۔۔ میں تیرے اماں ابا سے بات کرتا ہوں۔ زندگی اللہ کی نعمت ہے بیٹی اسے ضائع نہیں کرتے۔ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔ تو چل میرے ساتھ اور یوں اس

نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا۔ ریحان کہاں ہے کیا کرتا ہے اسے کچھ پتہ نہ تھا۔ اسے پتہ رکھنا ہی نہیں تھا وہ بس اللہ کے انصاف کی منتظر تھی۔ امام صاحب نے اسے ساتھ کے گاؤں میں بھیجا تھا۔ اپنے رشتہ داروں کے گھر وہاں اس نے سلائی کڑھائی کا کام سکھانا شروع کیا تھا۔۔ وہ دن رات محنت کرنے لگی تھی۔ روز ہی نت نئے ڈیزائن سوچتی اور بنا بھی لیتی۔ اللہ نے بھی اسے بہت نوازا دیکھتے ہی دیکھتے اس کے کام کے چرچے ہونے لگے تھے اور کیوں نہ ہوتے نہایت عمدہ اور نفیس کام تھا اس کا پہلے گاؤں اور پھر شہر تک رسائی ہوئی۔ وقت تو جیسے پر لگ گئے تھے۔۔ اماں ابا کبھی کبھی آکر مل جاتے تھے روتے تھے پر کہتے تھے کچھ نہ تھے۔ عیناں کی سیرت بہت تھی او جب پیسہ آیا تو عزت بھی ملنے لگی۔ کوئی اس کے ماضی کی بات نہ کرتا تھا۔۔ پتہ تھا کہ اگر ایسا کچھ کہا تو کچھ نہ ملے گا اسی طرح وقت کا پہیہ گومتا رہا اور کامیابیاں اس کے قدم چومنے لگی۔ اب تو اس کے اپنے گاؤں کی لڑکیاں بھی اس کے پاس کام سیکھنے لگی تھیں۔ گاؤں میں اسے بلایا جانے لگا۔ مگر اس نے انکار کر دیا تھا۔ وہ صرف ایک بار گاؤں گئی تھی جب مولوی صاحب نے اسے بلوایا تھا جب وہ ملنے گئی تو انہوں نے بتایا کہ ریحان آیا تھا ان کے پاس اپنے کیے پر شرمندہ تھا بہت کہتے ہیں غصہ انسان کی عقل کو کھا جاتا ہے اور وہ شیطان کے بہکاوے میں آگیا تھا۔۔ اس نے سب بتا دیا تھا۔۔ بیٹی وہ پچھتا رہا ہے۔ وہ معافی کا طلبگار ہے۔ اس نے گاؤں کے تمام معززز افراد کے سامنے اپنے گناہ کا قبول کیا ہے۔ اور سزا بھی ماننے کو تیار ہے گاؤں کے لوگ چاہتے ہیں کہ تم اسے معاف کر دو سب چاہتے ہیں کہ سزا تم خود دو۔ کیوں کہ تمہاری اذیت کا مداوا کوئی نہیں۔ عیناں بس بے آواز آنسوؤں سے روتی رہی تھی بس وقت تو گزر گیا تھا اب کیارہ گیا تھا اس کے پاس تو کچھ نہ تھا۔ وہ سب کچھ لوٹ کر نہیں آسکتا تھا جو کچھ وہ کھو چکی تھی اسے سوچوں میں گم دیکھ کر امام صاحب بولے۔ بیٹی! اللہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے تم معاف کر دو اسے گاؤں والوں کا فیصہ ہے کہ وہ یہ گاؤں چھوڑ کر چلے جائیں اور وہ یہ بات مان گئے ہیں شاید اسے کبھی احساس نہ ہوتا مگر جب اس کے باپ کو اچانک دل کا دورہ پڑا اور وہ جان سے گیا تو سب کچھ پھر

بکھرتا چلا گیا۔ اس کی بہن بھاگ رہی تھی لیکن پکڑی گئی۔ تب اسے سمجھ آئی کہ جو بیج اس نے بویا ہے وہ فیصل کاٹنی تو پڑی گئی چاہے وہ اس کے گھر والے ہوں ۔اس سب کے بعد تو وہ جیسے پچھتاوے کی آگ میں جل رہا ہے۔ جو کچھ اس نے کیا وہ کوئی عام انسان نہیں کر سکتا پہلے غصہ تھا اور اب پچھتاوا اب تم ہی بتاؤ بیٹی جو غلط تھا ہو گیا اب کیا حاصل ہو گا۔ امام صاحب میں نے اللہ کی رضا کی کاطر اسے معاف کیا۔ وہ بولی تو صراتناہی کہ اب کچھ ہی رہ نہ گیا تھا۔۔ اللہ نے اسے سرخرو کیا تھا ۔اس کی دعائین اس کے آنسو رنگ لے آئے تھے۔

اس دن وہ وہاں سے واپس آ گئی۔۔ اس بار وہ بہت مطمئن تھی انصاف جو مل گیا تھا اسے اور آج وہ اس کے سامنے موجود تھا اور وہ واقعی حیران تھا کہ وہ زندگی جی رہی تھی گزار نہ رہی تھی ۔اپنے کام میں مگن تھی۔ عیناں مجھے معاف کر دو اللہ کے واسطے اس نے ہاتھ جوڑے میں نے امام صاحب سے کہا تھا کہ میں نے تمیں معاف کیا پھر تم یہاں کیوں آئے ہو۔ تمہیں دیکھنے آیا ہوں عیناں ۔ اس کے لہجے میں کیا کچھ نہ تھا۔۔ درد اذیت پچھتاوا سب کہچھ شاید محبت بھی کہ وہ

اپنی نادانی میں اس کی زندگی برباد کر بیٹھا تھا پر محبت کو دل سے نکال نہ پایا تھا۔۔ مجھے رسوائیوں سے نوازا تھا تم نے دیکھو آج میں رسوا نہیں ہوں۔ مجھے اللہ نے عزت دی ہے۔ تم جاؤ چلے جاؤں یہاں سے اور وہاں آئندہ کبھی اپنی شکل نہ دکھانا مجھے اس نے واپسی کے لیے قدم اٹھائے اور اس کی نظروں سے او جھل ہو گیا تھا۔۔

محبت تو مجھے بھی ہو گئی تھی ریحان بس تم سے ڈر گئی تھی میں اس دن غلطی ہوئی تھی کہ ہاتھ اُٹھ گیا تھا میں ایسا نہ چاہتی تھی تمہارے اچانک پاس آنے پر میں ڈر گئی تھی۔ مجھے تو عشق ہونے لگا تھا تم سے اور تم نے کیا کیا میرے ساتھ اس نے اذیت سے آنکھیں بند کر لیں۔ میں سوچ نہیں سکتی جو تم نے کیا وہ محبت عشق سب خاک میں مل گیا تھا ساتھ میں میرا غرور بھی ، عزت بھی کچھ بھی تو نہ رہا تھا میرے پاس میں نے معاف کر دیا تمہیں کہ اس سب کا اب کیا فائدہ جو ہوا اچھا نہیں تھا۔ تم جلتے رہنے اس پچھتاوے کی آگ میں میں تمہیں کبھی نہ بتاؤں گی کہ میں بھی تم سے محبت کرنے لگی تھی شاید آج بھی کرتی ہوں پتہ نہیں کیا۔۔

کہتے ہیں کہ ریحان کے گاؤں سے جانے کے بعد عیناں واپس آگئی تھی۔۔ ریحان نے شادی کرلی تھی۔ اس کی بیٹاں تھی اور وہ ان کے نصیب سے ڈرتا تھا۔۔ عیناں نے اپنی زندگی رفاہی کاموں میں صرف کر دی تھی۔ وہ آج بھی گاؤں کی بچیوں کو ہنر سیکھاتی تھی۔۔ سب کچھ ملا تھا بس وہ وقت نہیں لوٹ کر آیا تھا کیوں کہ وقت کبھی نہیں پلٹ کر آتا، بس وہ دہرا دیتا ہے۔ عیناں اب بھی پیپل کی چھاؤں میں بیٹھی تھی وہ زندگی میں کسی کو شامل نہ کرپائی تھی۔ اب تو سب کچھ ٹھیک تھا۔ اس کی پاک دامنی بھی ثابت ہو گئی تھی۔ مگر وہ اس دل کا کیا کرتی جو آج بھی کسی اور کا نہ ہوتا تھا۔ ایک کونے میں بس اس کی محبت دفن تھی۔ بس کبھی کبھی ایک کسک جاگ اُٹھی تھی کہ کیا بُرا تھا جو محبت گمشدہ نہ ہوتی مل جاتی رسوائی نہ ہوتی عزت ہوتی۔ اب وہ تھی اس کا کام تھا اور تنہائی تھی۔۔ محبت تو خوش نصیبوں کو ملتی ہے اور ہر کوئی خوش نصیب نہیں ہوتا ہے اور شاید وہ بھی نہیں تھی۔ محبت تھی ہے اور رہے گی ہمیشہ کیونکہ محبت ازل سے اور ابد تک رہے گی۔ آپ کیا کہتے ہیں۔۔

از قلم ندا رفیق بلوچ

****

☆☆☆☆☆

خوبصورت بنئے

بال

موجودہ زمانے میں بالوں کی نشوونما اور کثرت کو تو بہت اہم سمجھا جاتا ہے لیکن اس حصول کے لیے بنیادی چیز یعنی سر کی صحت مند جلد (Scalp) پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی اور اسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے.. بالوں کی جڑوں میں سر کی جلد ایسی جگہ ہے جہاں پر جسم کی کثافت جمع ہو سکتی ہے اور اگر جسم عمل اخراج (Elimination) کے ذریعے اس کثافت سے نجات حاصل نہ کر سکے تو کثافت کی مقدار میں روز بروز اضافہ ہو سکتا ہے... اگر ہمیں بالوں کی صحت کو برقرار رکھنا ہے تو اپنی غزا پر کنٹرول کرنا ہو گا...

بالوں کی ساخت

بال کراٹن (Keratin) کا بنا ہوتا ہے جو ایک سخت قسم کی پروٹین ہے یہ جلد کے اندر ایک مہنے سے

گڑھے میں اگتا ہے جس کو انگریزی میں "فالی کلی (Follicle)" کہتے ہیں...

بال کا جو حصہ ہمیں نظر آتا ہے اس کو تنا(Shaft) کہتے ہیں...اس کی جڑ کافی گہرائی تک سر کی جلد میں پہنچتی ہے..یہ جڑ جس گڑھے میں اُگی ہوتی ہے وہ بھی جلد کے نیچے گہرائی میں چربی کی تہہ تک پہنچتا ہے...اگر پورے بال کو جلد کی سطح سے کاٹ بھی دیا جائے تو پھر بھی اس کی نشونما ہوتی رہتی ہے...

بال کی جڑ

بال کی جڑ بہت ہی نرم خلیوں پر مشتمل ہوتی ہے..بال کی جڑ کے ارد گرد بہت سی شاخیں ہوتی ہیں..جن کا تعلق مرکزی اعصابی قوت اور حسائیت مہیا کرتی ہے...جب کبھی انسان میں جذباتی ہیجان پیدا ہوتا ہے تو یہ پٹھا سکڑ کر بال کو کھڑا کر دیتا ہے..یہی وجہ ہے کہ خوف کی وجہ سے بعض لوگوں کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں....اور اس وقت پٹھا سکڑتا ہے تو اس کے قریب سے چربی دار غدود اپنا چکنا مادہ گڑھے میں اگل دیتا ہے جو بال برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے..اس قسم کا عمل اس وقت بھی ہوتا ہے جب سر کی جلد یا بالوں کو کھینچا جاتا ہے...

اسی لیے عموما کہا جاتا ہے کہ سر کے بالوں کو دن میں ایک بار خود پکڑ کر ضرور کھینچ لیا کریں یا کسی کی مدد سے ہلکا سا کھنچو لیا کریں تاکہ بالوں کی مظبوطی قائم رہے..اور بالوں کی ورزش بھی ہو جائے..اس عمل میں سر کے سارے بالوں کو مٹھیوں میں پکڑ پکڑ کے باری باری کھنچا جاتا ہے..

بالوں کو خوبصورت قائم رکھنے کا طریقہ

•• لیموں کا رس تیل میں ملا کر جڑوں میں مالش کریں...

•• کلونجی پیس کر اس کے ساتھ سر دھوئیں بال نرم ہو جائیں گے...

•• سیکاکائی اور ریٹھے ہم وزن لے کر سفوف بنالیں- جن کے بال زیادہ گھنے ہوں وہ یہ سفوف استعمال کریں....

بالوں کی حفاظت

*

نہانے سے پہلے بالوں میں تیل لگائیں..اس سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں...

* بازاری خوشبودار تیلوں کے بجائے ناریل یا سرسوں کا خالص تیل استعمال کریں...

* کبھی کبھی نیم گرم پانی میں تھوڑا سا سرکہ اور لیموں کا عرق ملا کر دھولیا کریں....

گرتے بالوں کی روک تھام کے لئے:-

ایک چمچ دہی، آدھا چمچ سرسوں کا تیل اور ایک لیموں کا عرق ملا کر محلول بنالین. اسے بالوں میں لگایں آدھے گھنٹے بعد بال دھولیں..بال گرنا بند ہو جایں گے.

(سارہ انعم...چکوال)

(یہ عمل ہفتے میں دو دفعہ ضرور کریں

سردیوں میں رنگ رکھنے کے لیے

سردیوں میں رنگ گورا کرنے اور سکن نرم و ملائم کرنے کے لیے بادام پیس کر میدے میں ملالیں ہم وزن دونوں... حسب ضرورت دودھ میں ملا

لیں...اور چہرے پہ لیپ کر لیں...کچھ دیر لگا رہنے دیں...اس کے بعد آہستہ آہستہ مل کر اتار لیں...

عظمیٰ طارق...بھر محل

(اس سے سکن پہ جمی ہوئی میل بھی اتار جاتی ہے....اس کو ہفتے میں ایک دفعہ لگالیا کریں

☆☆☆☆☆

گردن کی جھریوں دور کریں:-

4اونس کولڈ کریم یا کوئی بھی نائٹ کریم لے کر کسی برتن میں گرم کریں. ٹھنڈا کر کے فرج میں محفوظ کر لیں.. بہترین ماسک تیار ہے.

بنت رحمان چکوال

(دفعہ میں دو تین دفعہ استعمال کر سکتے ہیں)

☆☆☆☆☆

خشکی دور کرنے کا طریقہ

رات کو سونے سے پہلے زیتون کے تیل کو ہلکا گرم کر کے سر میں مالش کرے۔ صبح نیم گرم پانی سے دھو لیں۔

ایک چمچ مہندی، ایک چمچ سرسوں کا تیل، ایک انڈہ، آدھا لیموں کا رس اور تھوڑا سا دہی۔ ان سب چیزوں کو ملا کر سر پر لگائیں۔ بہتر ہو گا کہ دو تین گھنٹے لگا رہنے دے۔ پھر بال کسی اچھے شیمپو سے دھو لیں ۔خشکی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔

(صائمہ یونس۔بھر محل)

(ہفتے میں ایک دفعہ کر لیں جب تک ختم نہیں ہوتی)

☆☆☆☆☆

سخت جلد کا علاج: اپنے پیروں کی سخت ہو جانے والی جلد کو نرم کرنے کے لیے پانچ سے چھ اسپرین گولی کو پیس کر سفوف کی شکل دے دیں۔اس میں ایک سے

دو چائے کے چمچ پانی اور لیموں کا عرق شامل کر کے پیسٹ بنالیں۔ اس مکسچر کو متاثرہ حصوں میں لگائیں اور پھر اپنے پیروں پر گرم تولیہ لپیٹ کر انہیں کسی پلاسٹک 1 بیگ سے کور کر لے۔ کم از کم دس منٹ تک اسی حالت میں رہیں پھر 1 پلاسٹک بیگ اور تولیے کو ہٹادیں اور اپنے پیروں کی نرمی کو محسوس کر کے آپ حیران رہ جائیں گے۔

صائرہ کنول۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆☆☆☆

کالے اور لمبے بال

کالے اور لمبے بالوں کے لیے پاؤ بھر ناریل کے تیل میں مٹھی بھر مہندی کے پتے ڈال کر ابال لیں اور روزانہ سر پر لگائیں

(رمیزہ طیب... پیر محل)

(اس عمل سے بال خوب بڑھیں گے اور لمبے ہو جائے گے)

☆☆☆☆☆

گرتے بالوں کی روک تھام کے لیے:۔

ایک چمچ دہی، آدھا چمچ سرسوں کا تیل اور ایک لیموں کا عرق ملا کر محلول بنالین. اسے بالوں میں لگایں آدھے گھنٹے بعد بال دھولیں.. بال گرنا بند ھو جایں گے.

(سارہ انعم... چھوال)

☆☆☆☆

ہمارا پہلا انٹرنیشنل انتخاب جس میں پاکستان کے علاوہ
، امریکہ، نیپال، سعودی عرب دوبئی کے لوگ شامل
ہوئے ہیں ابھی ہماری یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے
رابطہ کریں

قیمت 300 بمعہ ڈاک خرچ

انشاءاللہ داستان دل ڈائجسٹ کی ٹیم اپنی پہلی کامیابی
کے بعد اب دوسرا انتخاب شاعری اور افسانوں کا
مارکیٹ میں لا رہا ہے بہت جلد اگر آپ شامل ہونا
چاہتے ہیں تو جلدی سے جلد رابطہ کریں انشاءاللہ پاکستان
سے باہر کے ممالک کی مارکیٹ کی زینت بھی بنے گی
اس میں شاعری اور افسانے فری شامل کیے جائیں گے
شامل ہونے والے ممبر کو صرف کتابوں کی قیمت اور
ڈاک خرچ دینا ہو گا۔ ایسا موقع پہلی بار فراہم کیا جا رہا
ہے جس میں ہر ممالک کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں اور
ہر ممالک میں کتاب بھی حاصل کر سکتے ہیں شکریہ

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Whatapp:

0322-5494228

Office Adrass:

Chak No:79/5.L sahiwal

مہاسوں کے لیئے!

ملتانی مٹی 1 چمچ

اُبٹن 1 چمچ

لیموں کا رس۔۔۔چند قطرے

ان تمام اشیاء کو مکس کر کے ماسک بنا لیں۔۔۔اچھی طرح پورے چہرے پر لگا لیں۔۔۔بیس منٹ لگا رہنے دیں۔۔۔پھر اچھی طرح منہ دھو لیں۔۔۔اس کے روزانہ استعمال سے نہ صرف کیل مہاسے مکمل ختم ہو جائیں گے بلکہ اُن کے نشانات بھی ختم ہو جائیں گے

ریحانہ اعجاز

کراچی

☆☆☆☆☆

خوبصورت نظر آنا سب کی خواہش لیکن خواتین

خواتین خوبصورتی کی نگہداشت میں تھوڑا حساس ہوتی ہیں. میں آپ کو گھریلو ھقم میڈ فیشل کی ٹیپس بتانے جا رہی ہوں. غور سے پڑھ کر خود عمل کر کے ہنیں آگاہ کرنا نہیں بھولیں گا.

(1) جو کے آٹے کا ماسک

دو بڑے چمچے جو کے دانے ایک کپ دودھ میں ڈال کر پکائیں. جب سخت ہو جائے تو اس میں ایک بڑا چمچ عرق کا گلاب اور ایک چھوٹا چمچہ شہد ملا دیں. اب ماسک کو چہرے, گردن اور ہاتھوں پر لگائیں. بیس منٹ کے بعد چیرہ دھو کر خشک کریں.

(2)

گندم کے دانوں کا ماسک

گندم کے دانے پانی میں بھگو دیجیے. جب وہ تھوڑے پھول جائے تو ان دانوں کو پیس لیں اور اسے روغن

زیتون میں ملا کر چہرے پر مل لیجے. یہ ماسک چہرے کی جھریوں کو دور کرتا ہے

خدیجہ کشمیری مقبوضہ کشمیر سرینگر;

☆☆☆☆

موسم کے حساب سے مقابلے میں جیتنے والی ٹپ..

دو چیچ ابلے ہوئے چاول میں ایک چٹکی ہلدی ملا کر چہرے پر لگائیں..اور پھر ہلکے ہاتھوں سے مساج کرتے ہوئے اتارتی جائیں..

اس سے نہ صرف رنگت نکھرتی ہے بلکہ بڑھتی عمر کے اثرات جیسے آنکھوں کے گرد لکیریں اور جھریاں بھی ختم ہو جاتی ہیں..

اور چہرے کے ناپسندیدہ بال بھی آہستہ آہستہ سنہری ہوتے ہوتے ختم ہو جاتے ہیں...

اسے ہاتھوں پر بھی لگا کر ان کی رنگت بھی نکھاری جا سکتی ہے...

میرا آزمودہ نسخہ ہے..اس لیے سب بہنیں اطمینان سے استعمال کر سکتی ہیں..ایک ملائیشین ویب سائٹ سے نوٹ کیا تھا...

ناہید اختر بلوچ.

ڈیرہ اسماعیل خان.

☆☆☆☆☆

دم پخت کباب

اجزا:-

قیمہ 1 کلو

پیاز 3 پاؤ

ادرک 1 ٹیبل سپون

سبز مرچ 5 سے 8

لال مرچ 1 ٹیبل سپون

گرم مسالہ حسب ذائقہ

نمک حسب ذائقہ

سرکہ 2 ٹیبل سپون

سویا سوس 2 ٹیبل سپون

ترکیب:-

سب اجزا کو قیمہ مین ملالین پیاز چوپ کرنے ھوں گے .دو گھنٹے کے لئے فرج مین رکھ دیں اور پھر سیخ پر شیپ دے لین..پھر اتار کر ٹرے مین رکھتی جایں جب ٹرے تیار ھو جائے تو فرائی کر لین.. گریوی بنانے کے لئے آپکو 8 سے 10 ٹماٹر چاہیں اور پانچ سبز مرچیں .. تھوڑا سا گھی ڈال کر چوپ کے ھوے ٹماٹر ڈال دیں اور سبز مرچیں اور کباب

ڈال کر دم پر رکھ دیں. دس منٹ بعد تیار ہو جایں گے

مسنون ترکیے سے تناول فرمیں

(حمنہ نور چکوال)

•••••

مٹن بھاری

مٹن آدھا کلو

کشمش سو گرام

تیل پچاس گرام

ہری مرچ (چوپڑ) دس گرام

کوکونٹ پاؤڈر ایک کھانے کا چمچ

زیرہ ایک چائے کا چمچ

ادرک (پیسٹ) ایک چاے کا چمچ

گرم مصالحہ پاوڈر ایک چائے کا چمچ

لہسن جوس 3 کھانھ کی چمچ

نمک حزب ضرورت

ترکیب

مٹن میں نمک ڈال کر ابال لیں.

زیرہ گرم مصالحہ, کوکونٹ پاؤڈر اور ہری مرچ کو بلینڈ کر کے پیسٹ بنالیں.

گرم تیل میں ادرک اور لہسن پیسٹ کا ہلکا فرائی کریں پھر تیار کیا گیا پیسٹ اور مٹن شامل کر کے بھونیں.

تھوڑا سا پانی ڈال کر 2-3 منٹ پکائیں.

اب لیمن جوس اور کشمش شامل کر کے مزید 2-3 منٹ تک بھونیں.

تیار ہونے پر گرم گرم سرو کریں

خدیجہ کشمیری مقبوضہ کشمیر سے

****

بادامی قورمہ

اجزا---

گوشت اکلو

پیاز درمیانہ سائز-پانچ عدد

ادرک درمیانی گانٹھ پسی ہوئی

لہسن ایک پوتھی پسی ہوئی

پسا ہوا گرم مسالہ دو چائے کے چمچ

چھوٹی الائچی-چار عدد

بادام دس عدد

کشمش اور پستہ دس عدد

چھوارے چار عدد دھوائیاں کاٹ لیں

سرخ مرچ نمک حسب ضرورت

آئل ایک کپ

ترکیب

ایک دیگچی میں آئل گرم کریں-گوشت اور پانی کے ساتھ سب مسالہے اور میوہ جات سمیت ڈال کر دیگچی کے گرد گیلا آٹا لگا کر اچھی طرح بند کر دیں پانی اتنا ڈالیں کہ گوشت کے گل جانے تک تھوڑا بچ جائے یہ سالن بھاپ پر بنایا جاتا ہے تقریبا پون گھنٹے کے بعد دیکھیں گوشت گل چکا ہو گا اب اسے کسی خوبصورت برتن میں ڈال کر نان کے ساتھ پیش کریں اور اروشمہ خان کو دعائیں دیں ہاہاہا

(اروشمہ خان...بہاولپور)

اسٹرابیری جیم

اجزا

اسٹرابیری اکلو

چینی اکلو

لیموں کا رس ایک لیموں کا

ترکیب:

اکلو اسٹرابیری کاٹ کر اکلو چینی ملائیں اور رات بھر کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ پھر اگلے دن اسٹرابیری میں الیموں کا رس ملا کر درمیانی آنچ پر پکائیں اور جیم گاڑھا کر لیں۔ اس دوران چمچہ مسلسل چلاتے رہیں۔ جیم ٹھنڈا ہونے پر صاف ستھری بوتلوں میں بھر لیں۔

نام: عریشہ علی...راولپنڈی

☆☆☆☆☆☆

فرائیڈ چکن تکا

اجزا:-

(چکن آدھا کلو (ہڈی کے بغیر

لہسن کے جوئے دو عدد

(کالی مرچ تین سے چار عدد (ثابت

دیگی لال مرچ دو عدد

سرکہ ایک چائے کا چمچ

تکہ مصالحہ ایک کھانے کا چمچ

لہسن ادرک کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ

لیموں دو عدد

(کالی مرچ ایک چائے کا چمچ (کٹی ہوئی

(دھنیا ایک کھانے کا چمچ (کٹا ہوا

نمک حسب ضرورت

(زیرہ ایک کھانے کا چمچ (کٹا ہوا

تیل حسب ضرورت

: گارنشنگ کے لئے

پیاز کے رنگز دو عدد

لیموں ایک عدد

پودینہ ایک گٹھی

(ہری مرچ دوعدد(کٹی

ترکیب:۔

چکن کو لہسن اور ثابت کالی مرچ کے ساتھ پانچ منٹ

کے لئے ابال لیں اور پانی نکال لیں۔

پھر الگ پین میں دیگی لال مرچ میں سرکہ ڈال کرابال

لیں۔

پھر ابلی مرچوں میں ہرادھنیا شامل کرکے گرائنڈ

کرلیں۔

اب اس مکسچر میں تکہ مصالحہ، لہسن ادرک پیسٹ،

لیموں کارس، زیرہ، کالی مرچ اور نمک ڈال کراچھی

طرح مکس کرلیں۔

پھر اس مکسچر سے چکن کو میری نیٹ کرلیں اور بیس

منٹ کے لئے رکھ دیں۔

پین میں چار کھانے کے چمچ تیل گرم کر کے چکن کو

اس میں اسٹر فرائی کرلیں یہاں تک کہ چکن پک

جائے۔

سرونگ ڈش میں نکال کر پیاز کے رنگز، لیموں،

پودینے اور ہری مرچوں سے گارنش کرکے سروکریں

(ریحانہ اعجاز... کراچی)

☆☆☆☆☆

ہک مچھلی

اجزاء

مچھلی ۱/۲ کلو.... لیموں ۴ عدد

دھنیاپسا ا ٹیبل سپون.... نمک اٹی سپون

لال مرچ ا ٹیبل سپون.. گرم مصالہ اٹی سپون

اجوائن ا ٹیبل سپون... آئل ۲ ٹیبل سپون

ترکیب...

ثابت مچھلی کی دم اور سر اتروا دیں.. اور پوری مچھلی کو دھیان سے دو کروا لیں..اب اس کو دھو کر مصالحہ لگا کر دو گھنٹے کے لیے فریج میں رکھ دیں.. اب اس کو بیکنگ ڈش میں ایلو نیم فوائل لگا کر آئل لگائیں..اور مچھلی کو پہلے سے پری ہیٹ اوون میں 10-15 منٹ بیک کریں..اب فش کو اُلٹ کر 5 منٹ اور بیک کریں... تاکہ پانی خشک ہو جائے.. بغیر آئل کے ڈائیٹ والوں کے لیے ہے....

آمنہ رشید.....جھنگ

☆☆☆☆

چکن بزا

اجزاء

انڈا.........3 عدد

گاجر...100 گرام

نمک..... حسب ضرورت

ھری مرچ......3 عدد

مرغی کا گوشت.......ڈیڑھ پاؤ

آئل........3 کھانے کے چمچ

ھری پیاز......3 عدد

ترکیب....

مرغی کے گوشت کے ٹکڑے ابال لیں. گاجر ھری مرچ ھری پیاز کھانے کے تین چمچ تیل میں بھون لیں..

جب یہ آمیزہ ٹھنڈا ھو جائے تو اس میں تمام مسالے بمع سرخ مرچ کے شامل کر کے پزا روٹی پر

پھیلا دیں۔ اور اسے اوون ٹرے میں رکھ دیں....بیک ھونے پر نکال لیں اور پیش کریں....

ملائکہ خان...راولپنڈی

☆☆☆☆

گلاب جامن بنانے کی ترکیب

اجزا:

خشک دودھ: 1 پیالی

میدہ: آدھی پیالی

بیکنگ پاؤڈر: 1 چوتھائی چائے کا چمچ

سوجی: آدھی پیالی

پھیکا کھویا: آدھی پیالی

تیل: 2 کھانے کے چمچ

شیرا بنانے کے اجزا:

چینی: 2 پیالی

چھوٹی الائچی: 8 عدد

پانی: 1 پیالی

ترکیب:

ان تمام چیزوں کو اچھی طرح ملا کر آٹے کی طرح گوندھ لیں۔

پانچ منٹ کے لیے رکھ دیں پھر چھوٹے چھوٹے پیڑے بنالیں۔

شیرا بنانے کی ترکیب:

چینی میں پانی ملا کر ہلکی آنچ میں شیرا بنالیں۔

اب الائچی کے دانے نکال کر باریک پیس لیں۔

جب شیرا ابلنے لگے تو الائچی ڈال کر اتار لیں۔

ایک کڑاھی میں گھی گرم کریں۔

گھی تقریباً 2 پیالی ہونا چاہیئے تاکہ گلاب جامن اچھی طرح تلے جاسکیں۔

جب گھی تیز گرم ہو جائے تو ہلکی آنچ کر کے پیڑے تلنا شروع کر دیں۔

جب براؤن ہو جائیں تو نکال کر شیرے میں ڈال لیں۔

کچھ دیر کے بعد شیرے سے نکال کر گرم گرم پیش کریں۔

آبروؤ نبیلہ اقبال

☆☆☆☆☆

فرائیڈ رائس

اجزاء

* رائس 2 کپ ابلے ہوئے

* چکن چھوٹی کیوبز ایک کپ

* بند گوبھی ایک کپ باریک کٹی ہوئی

* گاجر آدھا کپ باریک کٹی ہوئی

شملہ مرچ آدھا کپ باریک کٹی ہوئی

لہسن پیسٹ آدھی چمچ

کالی مرچ کٹی ہوئی 2 چمچ

نمک حسب ذائقہ

سویا ساس 2 چمچ

سفید سرکہ 2 چمچ

چکن کیوب یا اجینو موتو ایک چمچ

آئل 5 چمچ

ترکیب

آئل میں لہسن پیسٹ ڈال کر چکن کیوبز میں کٹا ہوا
فرائی کرلیں پھر تمام سبزیاں ڈال کر تیز آنچ پر ہلکا سا
فرائی کریں ساتھ کالی مرچ، نمک، سویا سوس، سرکا
،اور اجینو موتو ڈال کر مکس کریں اینڈ پے چاول ڈال کر
اچھی طرح مکس کریں...5منٹ ہلکی آنچ پر دم دیں
اور ابلے انڈوں سے گارنش کر کے سرو کریں...

کبریٰ نوید..لاہور

ہماری یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے ابھی رابطہ کریں
شکریہ

03225494228

(انٹرویو: فہمدی غوری)

نایاب جیلانی.............

س. آپ کا نام، پیار کا نام

ج.. نایاب جیلانی، پیار کے نام بہت سے ہیں اتنے کہ فہرست طویل یو جائے گی امی کی اکلوتی بیٹی ہوں زیادہ سے زیادہ نام رکھکر باقی بیٹوں کی کمی پوری کی، گھر میں فیملی میں سب مجھے بجیا کے نام سے جانتے تھے یہی نام فیملی میں میری پہچان کی وجہ ہے حتیٰ کہ زوہا نے بھی کبھی مما نہیں کہا وہ بھی مجھے بجیا کے نام سے پکارتی ہے۔

س... تاریخ پیدائش

ج... میں 10 اپریل کو بروز سوموار سرگودھا میں پیدا ہوئی میرا اسٹار حمل ہے، اس ستارے کی ساری خوبیاں اور خامیاں بدرجہ مجھ میں موجود ہیں۔ تعلیم کہاں تک حاصل کی، میں نے اسلامیک اسٹڈیز میں ماسٹر کیا ہے میرے ابو پڑھے لکھے انسان ہیں اور بہت روشن خیال ہیں

میری امی اسٹینٹ ایجوکیشن آفیسر ہیں ابو ایک
زمیدار تھے تاہم میری کامیابی کے پیچھے امی ابو دونوں
کا ہاتھ ہے جب بھی میں لکھنے میں ریسٹ لیتی ہوں ابو
مجھ سے پوچھتے ہیں تم نے اس ماہ ڈائجسٹ میں کیوں
نہیں لکھا میں اپنے ابو کے لئے فخر کا باعث ہوں وہ
بہت فخر سے اپنے احباب میں میرا تعارف کرواتے
ہیں لکھنے کا شوق کب سے ہے

،لکھنا میرا شوق ہے بچپن کا شوق اس شوق کی نہ انتہا
ہے نہ حد میں لکھے بنا نہیں رہ سکتی لکھنا میرا نشہ ہے نہ
لکھوں تو نشہ ٹوٹنے لگتا ہے امی کو شروع سے ادب سے
دلچسپی تھی میں نے اپنے تحریری سفر کی ابتدا کرن
ڈائجسٹ سے کی تھی بے شمار ناول افسانے اور سلسلے
وار ناول لکھ چکی ہوں

س...۔ آپکی وجہ شہرت

ج...، میری شہرت کا باعث ناول طلوع سحر تھا اس
ناول کو بہت پزیرائی ملی اور اس ناول کی دور دور تک
دھوم مچ گئی۔ بچپن کیسا گزرا۔ میرا بچپن بہت یادگار
تھا بچپن ہی سے میں نے سب عزیزوں محبتیں سمیٹی
ہیں، ہر جگہ پزیرائی ملی اس لحاظ سے میری قسمت کا
ستارہ بہت بلند ہے

س...۔ مخلص کون ہوتے ہیں اپنے یا پرائے

ج..، میرا استاد دوست احباب سب مجھے چاہتے ہیں میں
اپنی عمر سے بڑی کے لوگوں سے دوستی کرنا پسند کرتی
ہوں ایسے لوگ میرے مینٹل لیول کو اپروچ کرتے ہیں
فطری طور پر بے حد شوخ محبت رکھتی ہوں اپنی سنجیدہ
تحریر سے بلکل مختلف

س...فارغ وقت میں کیا کرتی ہیں

ج...فالتو وقت بہت کم ملتا ہے بہت بزی لائف ہے
میری گھومنے پھرنے نکل جاتی ہوں ہر ناول کے بعد
تفریح ضروری ہے میری

س....ناشتہ کھانا کس کے ہاتھ کا پسند ہے

ج...مجھے کانٹینینل فوڈ پسند ہیں لیکن میں بہت خوش

خوراک نہیں ہوں اتنا کھاتی ہوں جو جینے کے ضروری

ہے اپنے ابی جی کے ہاتھ کا کھانا پسند ہے

س...۔آپ کا سب سے بہترین

دوست

،ج... مخلص دوست نصیب سے ملتے

ہیں اور میں اس معاملے میں اتنی با

نصیب نہیں ہوں مجھے عموماً ایسے

لوگ ملے جو مفاد پرستی میں کسی بھی

رشتے کو سمجھنے والے نہیں تھے اپنا فائدہ جن کی پہلی

ترجیح تھا

س..غصّہ کب آتا ہے

ج...،اپنی جزباتیت پر دکھ اور افسوس ہوتا ہے غصہ

بھی اسی بات پر آتا ہے بہت جلد باز ہوں غصے میں کھانا

چھوڑ دیتی ہوں

کون سی بات آپ کا موڈ بحال کر دیتی ہے؟

شاپنگ اور تفریح میرا موڈ بحال کر دیتی ہے یا اپنی

لکھی ہوئی تحریر دیکھ کر غصہ جاتا رہتا ہے۔

سیاست سے دلچسپی ہے؟

بس ٹاک شوز تک دلچسپی ہے عمران

خان اپنی سچائی کی وجہ سے پسند ہے۔

انٹرنیٹ فیس بک سے دلچسپی ہے؟

فیس بک انٹرنیٹ کی دنیا لکھاری کو

قاری سے جوڑے رکھتی ہے اب خط

کتابت کا دور نہیں ایڈوانس ٹیکنالوجی نے فاصلوں کو مٹا

دیا ہے۔

کس چیز سے ڈر لگتا ہے؟

مجھے اس چیز سے ڈر لگتا ہے کہ کوئی میرے بارے میں

غلط گمان نہ کرے، میرے بارے میں غلط نہ سوچے

میری نیت پہ شک نہ کرے۔

ہمارا پہلا انٹرنیشنل انتخاب جس میں پاکستان کے علاوہ ،امریکہ ،نیپال، سعودی عرب دوبئی کے لوگ شامل ہوئے ہیں ابھی ہماری یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں

قیمت 300 بمعہ ڈاک خرچ

انشاءاللہ داستان دل ڈائجسٹ کی ٹیم اپنی پہلی کامیابی کے بعد اب دوسرا انتخاب شاعری اور افسانوں کا مارکیٹ میں لا رہا ہے بہت جلد اگر آپ شامل ہونا چاہتے ہیں تو جلد سے جلد رابطہ کریں انشاءاللہ پاکستان سے باہر کے ممالک کی مارکیٹ کی زینت بھی بنے گی اس میں شاعری اور افسانے فری شامل کیے جائیں گے شامل ہونے والے ممبر کو صرف کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ دینا ہو گا۔ ایسا موقع پہلی بار فراہم کیا جا رہا ہے جس میں ہر ممالک کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں اور ہر ممالک میں کتاب بھی حاصل کر سکتے ہیں شکریہ

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Whatapp:

0322-5494228

Office Adrass:

Chak No:79/5.L sahiwal

آپ کی اچھی عادت اچھی عادت ہے؟ کہ میں دل میں کینہ نہیں رکھتی جو مجھ سے ناراض ہوتا ہے میں اسے از خود منا لیتی ہوں اور کسی کو اپنی وجہ سے خفا نہیں کرتی

۔

آپ کی بری عادت؟

میری بری عادت ہے کہ ہر ایک پہ جلد اعتبار کر لیتی ہوں جو مجھے نقصان پہنچاتا ہے بہت جلد بدگمان بھی ہو جاتی ہوں ایک بری عادت یہ ہے کہ بے یقینی کا شکار ہوں۔

شدید بھوک میں آپ کا ردعمل؟

جو ملے کھا لیتی ہوں، ویسے بہت نخریلی ہوں۔

پسندیدہ گلوکار، شاعر، ادیب؟

راحت فتح علی خان کی گلوکاری پسند ہے، پروین شاکر کو پڑھنا اچھا لگتا ہے، اشفاق احمد کی دانائی بھری باتیں دل پر اثر کرتی ہیں۔

شہر کون سا پسند ہے؟

مجھے سرگودھا سے محبت ہے کوئی جگہ اپنے شہر اور گھر سے اچھی جیسی نہیں

کس جگہ یا ریسٹورنٹ کا کھانا پسند ہے؟

کیور کا کھانا پسند ہے جو لوگ سرگودھا کو ویلیج کہتے ہیں ان کو دعوت ہے آ کے سرگودھا دیکھیں یہ شاہنوں کا ہی نہیں زمینداروں کا مشہور شہر ہے۔

کسی جزیرے پر بھیجا جائے تو کسے ساتھ لے جائیں گی؟

تنہا جزیرے پر جانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا امی ساتھ جائیں گی۔

اگر آپ کو پاکستان کا صدر بنا دیا جائے تو؟

تو پہلا کام لائٹ کے مسئلے کو حل کروں گی۔ جب سے آنکھیں کھولیں ہیں اندھیرے میں ڈوبا ہوا پاکستان دیکھا ہے۔

صدف آصف..................

اسلام علیکم صدف کیسی ہیں آپ ؟

وعلیکم سلام۔الحمداللہ۔۔بالکل ٹھیک

* اور آج کون سے شاہکار پر کام جاری ہے ؟

شاہکار تو نہیں،لیکن ایک ناول لکھا جارہا ہے

* آپ کو لکھتے کتنا عرصہ بیت گیا ؟

جی ویسے تو ہم اخبارات میں کالج لائف سے لکھ رہے ہیں،دوران تعلیم کچھ افسانے بھی لکھے مگر 2013 سے باقاعدگی سے افسانے ناولٹ اور ناول لکھنا شروع کیا

* اب تک جتنا بھی لکھ چکی ہیں اس سے مطمئن ہیں ؟

انسان اگر مطمئن ہو جائے تو پھر ا سکی لکھنے کی پیاس بجھنے لگتی ہے اور ہم نے تو ابھی اتنا زیادہ کام کیا ہی نہیں۔

* پہلی تحریر کس میگزین میں شائع ہوئی تھی اور آپ کا کیا ردِعمل تھا ؟

بچوں کی کہانی لکھی تھی بہت خوشی ہوئی تھی

* کن رائٹرز کو پڑھتے وقت بوریت محسوس نہیں ہوتی ؟

عمیرہ احمد ،اقبال بانو،شازیہ چوہدری، ہما کوکب بخاری ،عالیہ بخاری ،نمرہ احمد ، اس کے علاوہ بھی نئے لکھنے والے سب ہی بہت اچھا لکھ رہے ہیں۔

* کھانا پکانے کا ذیادہ شوق ہے یا پھر کھانے کا؟

دونوں کا ہی

* کیا محبت اندھی ہوتی ہے ؟

یہ عقیدت،محبت سے کمال اوپر کی چیز ہوتی ہے۔ محبت میں جذبات کا عنصر زیادہ ہوتا ہے اور عقیدت صرف اور صرف حقیقت ہوتی ہے۔ سنا ہوگا " محبت اندھی ہوتی ہے " جبکہ عقیدت اک دیدہ بینا ہوتی ہے۔ محبت،شکوے شکایتیں، سچ، جھوٹ اور دو بیوقوف،ڈرامہ گیر، جذبات پسند افراد کے درمیان شاید ایک ریت کا پل ہوتی ہے جس کے آس پاس شک،بدگمانی اور بے اعتمادی کے جھکڑ، آندھیاں مسلسل زور آزمائیاں کرتے رہتے ہیں، عقیدت میں حسد اور شکوہ نہیں ہوتا۔

(محمد یحییٰ کی کتاب " کاجل کوٹھا " سے اقتباس)

* غصے میں کیا ردعمل ہوتا ہے ؟

غصہ ایک فطری عمل ہے،اس لیے کبھی کبھی خاموشی اور کبھی بہت زیادہ بول کر اپنی بھڑاس نکال لیتے ہیں

* طبیعت کیسی ہے ضدی یا پھر صبر کرنے والی؟

ٹھنڈا مزاج ہے مگر غلط بات اور ناانصافی پر غصہ آجاتا ہے

* اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتی ہیں؟

جی اگر سامنے والا حق پر ہو اور
غلطی ہماری تو پھر معافی مانگنے
میں دیر نہیں کرتے

* نئے لکھنے والوں میں کس چیز کی
کمی ہے ؟

ویسے تو سب بہت اچھے ہیں،مگر
کچھ کے حوالے سے یہ مشاہدہ ہے کہ
وہ اپنے سینئرز کو اس طریقے سے
عزت نہیں دیتے جتنا ان کا حق بنتا ہے

* آج کل ٹی وی پر کون سا ڈرامہ شوق
سے دیکھتی ہیں؟

بہت سارے اچھے ڈرامے ہیں

* رات کو نیند جلدی آجاتی یا پھر
سوتے وقت بھی کہانی کے کردار ارد
گرد منڈلاتے رہتے ہیں ؟

رات کو لکھنے کا کام کرتے ہیں اور
اکثر کہانی کا تانا بانا بن لیتے ہیں

* لکھنے کے علاوہ کیا مصروفیات
ہوتی ہیں؟

کچھ خاص نہیں گھر کے کام وغیرہ

* لکھنے کے لیئے بہترین وقت؟

رات کی تنہائی،خاموشی،الفاظ کا بہائو
تیز ہوجاتا ہے

* کوئی ایسا حادثہ جس نے آپ کی
زندگی پر گہرا اثر چھوڑا ہو؟

ہماری ایک کزن کی ڈیتھ،جو ڈاکٹرز
کی لاپرواہی کی وجہ سے ہوئی

* زندگی کا کوئی حسین یادگار لمحہ
بتائیے؟

بہت سارے ایسے لمحے ہیں

* کوئی خواب جو اب تک ادھورا ہے ؟

ایک لازوال ناول لکھنے کی خواہش

* داستانِ دل کے لیئے کیا کہیں گی ؟

ایک اچھا میڈیم،جہاں سے بہت سارے
لکھاریوں کو آگے بڑھنے کا راستہ
ملے گا

* اپنے چاہنے والوں کے نام کوئی

پیغام؟

محبت کو دور تک پھیلائیں،بغیر کسی

بھید بھاؤ کے،سب کو مثبت انداز میں

سہارا دیں اور محبت کا پیغام ساری
دنیا میں پھیلائیں،تاکہ نفرتوں بھرے

ماحول میں کچھ تو کمی واقع ہو پائے

تحاریر

یوں ملے ہو،، نظر سے نظر ملی،، دل کے دریچے سلسلہ

وار ناول جاری ہے،، اسیر وفا... رائٹر صدف آصف

☆☆☆☆☆

اپنی تحریریں۔

ماہانہ داستان دل ڈائجسٹ ایڈیٹر ندیم عباس ڈھکو چک

نمبر 79 / 5۔ایل ساہیوال اس ایڈریس پر سینڈ کریں

مزید معلومات کے لیے

واٹس اپ :03225494228

پر رابطہ کریں۔

نوٹ:تمام تحریریں اور میں لکھ کر آپ واٹس اپ

۔فیس بک اور ای میل کے ذریعے بھی سینڈ کر سکتے

ہیں۔شکریہ

انٹرویو: ملائکہ خان

ذیشان اعوان.......................

السلام وعلیکم

کیسے ہیں آپ؟

الحمداللہ

تاریخ پیدائش؟ستارہ؟

,عقرب نومبر ۱۱

آپکی کی تعلیم؟

ایم بی اے فنانس,ایم ایس فنانس

اپنے متعلق بتائیں، آپکی فیملی؟

اعوان فیملی سے تعلق اصل نام ذیشان اعوان، ساری زندگی کراچی میں رہا، پیدائش بھی وہیں، 2012 میں کراچی چھوڑا، آباواجداد کا تعلق ایبٹ آباد سے

صبح کا آغاز کیسے کرتے ہیں؟

نماز سے آغازِ صبح، ابو امی کے ساتھ کچھ وقت گزارنا اور آفس کی جانب رواں دواں:)

ریڈیو میں آمد محض اتفاق یا شوقیہ؟

ریڈیو میں آمد شوقیہ، سنہ 2010 میں انٹرنیٹ ریڈیو

سے آغاز ہوا تھا اس سفر کا اور اب ایف ایم 101 کے

ساتھ منسلک ہوں

پہلا پروگرام کب کیا؟

2010 فروری 14 پہلا پروگرام

آپ کی خوبی اور خامی؟

خوبی caring اور Helpful

اور خامی شاید غصہ

آپ کے مشاغل؟

مشاغل جم، کتاب بینی، سیاحت، اور ہوٹلنگ

آئیڈیل کے حوالے سے کوئی شخصیت؟

قائداعظم اور میرے والد پسندیدہ شخصیت

آپ کی نظر میں زندگی کیا ھے؟

زندگی ایک جہدِ مسلسل

دوستوں میں زیادہ وقت اچھا گزرتا ھے یا رشتے

داروں میں؟

دوستوں کی محفل اور رشتے داروں کی محفل دونوں کی

اپنی اہمیت ہے

خوشی کو کس طرح سیلیبریٹ کرتے ھیں.؟

خوشی اپنوں کے ساتھ وقت گزار کر، کسی اچھی جگہ

کھانا کھا کر

آپ کا پسندیدہ کھانا؟

دیسی کھانے ساگ، لوبیا، اور ولائیتی مچھلی اور

Prawn

پسندیدہ رنگ. سبجیکٹ. خوشبو؟

رنگ نیلا چاہتا ہو سب نیلا رہے میرے ارد گرد، کمرے

کی نیلی دیواریں، نیلے پردے، کھڑکی سے باہر نیلا

سمندر۔۔۔۔ سبجیکٹ مینجمنٹ، اور خوشبو موتیا

ہمارا پہلا انٹر نیشنل انتخاب جس میں پاکستان کے علاوہ ،امریکہ ،نیپال، سعودی عرب دوبئی کے لوگ شامل ہوئے ہیں ابھی ہماری یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں

قیمت300 بمعہ ڈاک خرچ

انشاءاللہ داستان دل ڈائجسٹ کی ٹیم اپنی پہلی کامیابی کے بعد اب دوسرا انتخاب شاعری اور افسانوں کا مارکیٹ میں لا رہا ہے بہت جلد اگر آپ شامل ہونا چاہتے ہیں تو جلد سے جلد رابطہ کریں انشاءاللہ پاکستان سے باہر کے ممالک کی مارکیٹ کی زینت بھی بنے گی اس میں شاعری اور افسانے فری شامل کیے جائیں گے شامل ہونے والے ممبر کو صرف کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ دینا ہو گا۔ یہ موقع پہلی بار فراہم کیا جا رہا ہے جس میں ہر ممالک کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں اور ہر ممالک میں کتاب بھی حاصل کر سکتے ہیں شکریہ

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Whatapp:

0322-5494228

Office Adrass:

Chak No:79/5.L sahiwal

کون سے ملک جانا آپ کا خواب ھیں ؟

ہر ملک جانا چاہتا ہوں۔ ابھی تک بس

Far east دیکھا ھے۔

فیس بک پر سب سے زیادہ کس سے متاثر ھیں ؟

فیسبک پر کسی سے نہیں متاثر

رشتوں پر اعتبار کتنا ضروری ھے ؟

رشتے اعتبار پر ہی ٹک پاتے ہیں

کیا ریڈیو پر آنے کے لیے صرف

آواز کا اچھا ھونا ضروری ھوتا ھے ؟

آواز کے ساتھ ساتھ آپکی باتوں کا معیار آپ ڈیلور کیا

کر رہے ہیں، بے معنی بے مقصد باتوں سے

اجتناب۔۔۔ اردو کا صحیح استعمال جو کے بہت کم ہے۔

زندگی میں کس چیز کی کمی محسوس کرتے ھیں؟

علم کی کمی ہے بڑھانے کی جستجو میں ہوں

شاپنگ کے کتنے شوقین ھیں ؟

شاپنگ بس ایک حد تک اور چھٹی کا دن والدین کے

ساتھ

بوریت ھو رھی ھو تو؟

بوریت بہت کم ہوتی ہے کیونکہ اس کے لیئے فراغت

اہم جز ھے اور میں بلکل بھی فارغ نہیں۔

اگر آپ پاور میں آجائیں تو؟

پاور میں آجاوں تو منشیات کو تلف کر دوں نسل برباد ہو

رہی ہے، جگہ جگہ لائبریریاں بنواوں، نائٹ لابریری

کا Concept متعارف کرواوں۔۔۔

دل کی بات سنتے ھیں یا دماغ کی؟

عام طور پر دماغ کی۔ اس سے پہلے کہ دل حاوی

ہو جائے دماغ کی سن لیتا ھوں

اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے ھیں؟

غلطی کی ہو تو کیوں نہیں ;)

جھوٹ کب بولتے ھیں؟

جھوٹ بہت کم

زندگی میں کس چیز کی کمی ھے؟

علم کی کمی ہے

اپنی پرسنالٹی میں کیا تبدیلی چاھتے ھیں؟

فی الحال تو کوئی تبدیلی نہیں

ملک میں کیا تبدیلی ضروری ھے؟

ملک بہت خوبصورت ہے بس

Manage ٹھیک سے نہیں ہو پارہا حکمرانوں سے۔

کوئی پیغام؟

میرا پیغام کہ اپنا اپنا کردار ادا کریں اس ملک کی ترقی میں۔

اگر آپ Demotivate ہیں تو دیکھیں کہ آپ کن لوگوں کہ اثر میں ھیں۔

ہر کسی کو عزت دیں regardless کوئی چھوٹا ھے یا بڑا۔

آپ کا شکریہ کہ آپ نے اپنے قیمتی وقت میں سے ھمیں تھوڑا سا وقت دیا....

☆☆☆☆☆

داستان دل ڈائجسٹ کی معلومات کے لیے

واٹس اپ:

03225494228

03225494228
abbasnadeem283@gmail.com
داستان دل آون لائن ڈائجسٹ

لوگ تو کہتے ہیں گلشن کی تباہی دیکھو

میں تو ویران سا جنگل تھا۔۔۔اُجڑتا کیسا

مسافر لوگ

☆☆☆☆

در نبی پر پڑا رہوں گا پڑے ہی رہنے سے کام ہو گا

کبھی تو قسمت کھلے گی میری کبھی تو میرا سلام ہو گا

حسان انجم

☆☆☆☆

میرا دل تڑپ رہا ہے میرا جل رہا ہے سینہ

یہ دوا وہیں ملے گی مجھے لے چلو مدینہ

ثنا شہزاد

☆☆☆☆

میری ہر سانس کا حصّہ ہے محمد ﷺ کی محبت..

میرے ایمان کا حصّہ ہے محمد ﷺ کی اطاعت..

حورین قاضی

☆☆☆☆

منگتے ہیں کرم اُن کا صدا مانگ رہے ہیں

دن رات مدینے کی دعا مانگ رہے ہیں

جبین راجہ

☆☆☆☆

بکھریں یادوں کو سمیٹنے سے اچھا

زندگی کے ہر راز کو سمجھے وہی سچا

خدیجہ کشمیری

☆☆☆☆

سینے میں رہ کر کسی اور کے لیے دھڑکتا ہے

دل سے بڑھ کر بے وفا کوئی نہیں

قاری ابو بکر

☆☆☆☆

پلکوں کی حد کو توڑ کر دامن پہ آ گرا،

ایک آنسو تیری یاد میں میرے صبر کی توہین کر گیا

شمائلہ شہزاد

☆☆☆☆

گزر تو جائے گی تیرے بغیر بھی لیکن

بہت اداس بہت بے قرار گزرے گی

رضوانہ صدیقی

☆☆☆☆

روٹھ جاؤں گی تجھ سے اور تیری ان سرد ہواؤں سے

اے دسمبر

ذرا سا بھی اداس ہوا میرا پیار جو...

آمنہ شاھین راولپنڈی

ہمارا پہلا انٹرنیشنل انتخاب جس میں پاکستان کے علاوہ ،امریکہ ،نیپال، سعودی عرب دوبئی کے لوگ شامل ہوئے ہیں ابھی ہماری یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں

قیمت 300 بمعہ ڈاک خرچ

انشاءاللہ داستانِ دل ڈائجسٹ کی ٹیم اپنی پہلی کامیابی کے بعد اب دوسرا انتخاب شاعری اور افسانوں کا مارکیٹ میں لا رہا ہے بہت جلد اگر آپ شامل ہونا چاہتے ہیں تو جلد سے جلد رابطہ کریں انشاءاللہ پاکستان سے باہر کے ممالک کی مارکیٹ کی زینت بھی بنے گی اس میں شاعری اور افسانے فری شامل کیے جائیں گے شامل ہونے والے ممبر کو صرف کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ دینا ہوگا۔ ایسا مواقع پہلی بار فراہم کیا جا رہا ہے جس میں ہر ممالک کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں اور ہر ممالک میں کتاب بھی حاصل کر سکتے ہیں شکریہ

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Whatapp:

0322-5494228

Office Adrass:

Chak No:79/5.L sahiwal

☆☆☆☆

لوگ یہاں کے کالے بچھو

پل پل ڈسنے والے بچھو

معلوم بھی تھا ڈس لیں گے

پھر بھی شوق سے پالے بچھو

حماد ظفر بادی

☆☆☆☆

یاصاحب الجمال ویاسید البشر

من وجہک المنیر لقد نور القمر

لایمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔۔

محمد علی خان

☆☆☆☆

صدیوں کا عشق ہے مجھے اپنے رسول سے

لیکن ملی ہے عمر بہت مختصر مجھے۔۔

تعلق ہے مرا اہل نظر کے اس قبیلے سے۔۔

خدا کو جس نے پہچانا محمد کے وسیلے سے۔۔

رمیز کاشر

☆☆☆☆

آئینۂ رحمت بدن

سانسیں چراغِ علم و فن

قربِ الٰہی تیرا گھر

الفقر و فخری تیرا دھن

خوشبو تیری جوئے کرم

آنکھیں تیری بابِ حرم

نُورِ ازل تیری جبیں

یا رحمت العالمیں

ریحانہ اعجاز

☆☆☆☆

ارے تجھ سے اچھے تو میرے دشمن ہیں

جو بات بات پہ کہتے ہیں تجھے چھوڑیں گے نہیں

مدثر اقبال راولپنڈی

☆☆☆☆

تم کو بے وفا کہنے کی جراءت تو نہیں مجھ میں

تمھیں بس اتنا کہنا ہے وفائیں یوں نہیں ہوتی

ریحانہ کوثر راولپنڈی

غزل

فکرِ ملاقات کبھی تو ان کو ستاتی ہو گی

کبھی تنہائی میں یاد بھی رُلاتی ہو گی

جب خیالوں میں ہوتی ہو گی ملاقات ہم سے

پھر دیوانی سی حالت ہو جاتی ہو گی

پاس ہوں تو کسی بات کی فکر نہیں ہوتی

بچھڑتے وقت جُدائی بھی تڑپاتی ہو گی

مانا کہ ان کو ہم سے محبت نہیں ندیمؔ

مگر گزرے لمحوں کی یاد تو آتی ہو گی

شاعر ملک ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

میری بہت پیاری سہیلی ستارہ آمین کومل کے نام

وہ اک پیاری سی لڑکی جو

مہکتی ہے، چہکتی ہے

گلوں میں رنگ بھرتی ہے

ستاروں میں دمکتی ہے، چمکتی ہے

زمانے کو ہنسانے کو

وہ خود بھی ساتھ ہنستی ہے

دیا روشن جو کرنا ہو

وہ خود موم بن کر جلتی ہے

ہر اک کے درد کو سلجھانے کی

تدبیر کرتی ہے

بہت سلجھی ہوئی سی وہ

اک حساس لڑکی ہے

کسی سے کچھ نہیں کہتی

وہ ہر ایک درد سہتی ہے

زمانے کی فکر میں

خود کو اکثر بھول جاتی ہے

وہ اِک پیاری سی لڑکی جو

ہنستی ہے، ہنساتی ہے

دلوں پہ راج کرتی ہے

شاعرہ: آبرو نبیلہ اقبال

******

اعری پیغامات کے لیئے نئے سال ک حوالے سے میرا

پیغام تمام دوستوں کے نام

_______ تُم جہاں رہو ---

بے حساب خوشیاں تمھارا مقدر رہوں

تشنہ رہے نہ کوئی آرزو

ہر آرزو تمھاری پوری ہو

ہر سال مسرتوں کا پیامبر ہو

نیا سال تمھیں مبارک ہو

ریحانہ اعجاز ـــــ ڈیفنس کراچی

☆☆☆☆☆

میرے نصف بہتر. میرے خان جی کے نام

دھنک دھنک مری پوروں کو گلاب کر دے گا

وو لمس میرے بدن کو گلاب کر دے گا قبائے جسم کے

ھر تار سے گزرتا ہوا کرن کا پیار مجھے آفتاب مسق

دے گا جنوں پسند ہے دل اور تجھ تک آنے میں بدن

کو ناؤ لہو کو چناب کر دے گا میں سچ کہوں مگر پھر بھی ہار جاؤں گی

وہ جھوٹ بولے گا اور لا جواب کر دے گا انا پرست

ہے اتنا کہ بات سے پہلے وہ اٹھ کے بند مری ھر کتاب

کر دے گا سکوت شہر سخن میں وو پھول سا لہجہ

سماعتوں کی فضا خواب خواب کر دے گا اسی طرح سے

اگر چاہتا رہا پیہم سخن وری میں مجھے انتخاب کر دے گا

مری طرح سے کوئی ہے جو زندگی اپنی تمھاری یاد کے

ہاجرہ عمران خان

☆☆☆☆☆

نعتیہ کلام.......جب کبھی یہ نعت پڑھی

جائے گی جنید جمشید کی یاد تازہ ہو جائے گی.

پاک پروردگار جنید جمشید اور سانحہ چترال کے تمام

مسافروں کے درجات میں بلندی عطا فرمائے.

آمین

الٰہی تیری چوکھٹ پر سوالی بن کے آیا ہوں

سراپا فقر ہوں، عجز و ندامت ساتھ لایا ہوں

بھکاری وہ کہ جس کے پاس جھولی ہے نہ پیالہ ہے

بھکاری وہ جسے حرص و ہوس نے مار ڈالا ہے

متاعِ دین و دانش، نفس کے ہاتھوں سے لٹوا کر

سکونِ قلب کی دولت ہوس کی بھینٹ چڑھا کر

لٹا کر ساری پونجی غفلت و عصیاں کی دلدل میں

سہارا لینے آیا ہوں تیرے کعبے کے آنچل میں

گناہوں کی لپٹ سے کائناتِ قلب افسردہ

ارادے مضمحل، ہمت شکستہ، حوصلے مردہ

کہاں سے لاؤں طاقت دل کی سچی ترجمانی کی

که کس جنجال میں گزری ہیں گھڑیاں زندگانی کی

خلاصہ یہ کہ جل بھُن کہ اپنی روسیاہی سے

سراپا فقر بن کر اپنی حالت کی تباہی سے

تیرے دربار میں لایا ہوں اپنی اب زبوں حالی کو

تیری چوکھٹ کے لائق ہر عمل سے ہاتھ ہیں خالی

یہ تیرا گھر ہے، تیرے مہر کا دربار ہے مولا

سراپا نور ہے، اک محبتِ انوار ہے مولا

تیری چوکھٹ کہ جو آداب ہیں میں ان سے خالی ہوں

نہیں جس کو سلیقہ مانگنے کا وہ سوالی ہوں

زباں غلطِ ندامت دل کی ناقص ترجمانی پر

خدایا رحم میری اس زبانِ بے زبانی پر

یہ آنکھیں خشک ہیں یارب انہیں رونا نہیں آتا

سلگتے داغ ہیں دل میں جنہیں دھونا نہیں آتا

الٰہی تیری چوکھٹ پر بھکاری بن کے آیا ہوں

سراپا فقر ہوں عجز و ندامت ساتھ لایا ہوں

داستانِ دل ٹیم کی جانب سے جنید جمشید کی

پڑھی جانے والی خوبصورت نعت

☆☆☆☆☆

میری عزیز از جان سہیلیوں صائقہ اور حمیرا

کے نام

یہ محبت کی کہانی نہیں مرتی لیکن

لوگ کردار نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں

دیا آرزو راولپنڈی

☆☆☆☆☆

گڑیا کے نام

وہ تو کچھ ہو ہی گئی تم سے محبت ورنہ

ہم تو وہ خود سر ہیں کہ اپنی بھی تمنا نہ کریں

ثانیہ ابرش

☆☆☆☆☆

آج کل کے نوجوانوں کے نام

حسن کردار سے نور مجسم ہو جا

کہ ابلیس بھی تجھے دیکھے تو مسلماں ہو جائے

حیا لعل اسلام آباد

☆☆☆☆

انمول موتی

* اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کا غصہ باپ کے غصے میں ہے..

* دنیا دولت ہے اور دنیا میں اچھی دولت نیک عورت ہے..

* انصاف کی ایک گھڑی سالہا سال کی عبادت سے بہتر ہے...

* زبان سے اچھی بات کے سوا کچھ نہ کہو...

* جھوٹی گواہی اتنا بڑا گناہ ہے کہ شرک کے قریب جا پہنچتا ہے...

* اس دن پر آنسو بہاؤ جو تم نے نیکی کے بغیر گزار دیا..

آمنہ رشید... پیر محل

☆☆☆☆

انشاء اللہ داستان دل ڈائجسٹ کی ٹیم اپنی پہلی

کامیابی کے بعد اب دوسرا انتخاب شاعری

اور افسانوں کا مارکیٹ میں لا رہا ہے بہت جلد

اگر آپ شامل ہونا چاہتے ہیں تو جلد سے جلد

رابطہ کریں انشاء اللہ پاکستان سے باہر کے

ممالک کی مارکیٹ کی زینت بھی بنے گی اس

میں شاعری اور افسانے فری شامل کیے

جائیں گے شامل ہونے والے ممبر کو صرف

کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ دینا

ہو گا۔ ایسا مواقع پہلی بار فراہم کیا جا رہا ہے

جس میں ہر ممالک کے لوگ شامل ہو سکتے

ہیں اور ہر ممالک میں کتاب بھی حاصل

کر سکتے ہیں شکریہ

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Whatapp:

0322-5494228

Offiee Adrass:

Chak No:79/5.L sahiwal

☆☆☆☆

مری زندگی میں بہار دو

دل بے قرار کو قرار دو

سب فرقتیں مٹا کر تم

مرا رنگ روپ نکھار دو

جس موڑ پہ گئے تھے تم

انہی راستوں سے پکار دو

دو گھڑی روح کو چھو کر تم

مری جاں، سب قرض اتار دو

مری بندگی کا صلہ ہے یہ؟

مجھے وقت آخر، تم پیار دو!

محبتوں کو اذن سفر دے

اپنی انا گر تم ہار دو

وقت رہتے پلٹ کر تم!

مری اداس شامیں سنوار دو

از فوزیہ منظور سیالکوٹ

☆☆☆☆☆

ڈھلتا سورج

بھیگی یادیں

تیرا نام

زندگی بیت رہی ہے

جیسے اک

اداس شام

عائشہ تنویر

☆☆☆☆

اداس شاموں کے سرمئی بادل

چار سو تیرگی

اور مسکراتی آنچل

ڈوبتا ملتانی سورج

(اسماء بی بی)

☆☆☆☆

اداس شام اور دل بھی اداس ہے

نہ کوئی خوشی اور سکھ راس ہے

تم ساتھ تھے تو ہر پل گزرتا تھا ایسے

کہ کھلتا ہوا گلاب ہو جیسے.

جب سے آ کے ٹھہر گیا ہے آنکھ تیری دید کا رنگ

نیند ہے کہ ہم سے الجھتی ہی رہتی ہے.

تیری یاد کی شدت جب بھی بڑھتی ہے

تو خاموشی اندر اک شور سا مچاتی ہے...

اس اداس شام میں تیری یاد بھی

آنسو جب درد کو جگاتی ہے

تو

دل سے بے اختیار صدا نکلتی ہے

کہ تم ساتھ ہوتے نہ دل اداس ہوتا

نہ اداس شام ہوتی.....

(ملائکہ خان)

☆☆☆☆☆

میری شام ہے اکیلی تیرے خیال آئے

میرے ساتھ رہنے والے تیرے خیال آئے

یہ وجود بے خیالی جو بھی آیا بس گیا

میرے دل میں بسنے والے تیرے خیال آئے

میں فنا تو ہو چکا ہوں یہ آغاز عاشقی ہے

مجھ سے عشق کرنے والے تیرے خیال آئے

میں آج ہنستے ہنستے کیوں رو دیا ہلا سے

میرے ساتھ ہنسنے والے تیرے خیال آئے

تیرے کدے میں ساقی وہ چاشنی نہیں ہے

میرے ساتھ پینے والے تیرے خیال آئے

میں اداس ہو گیا ہوں تجھے یاد کر رہا ہوں

مجھے یاد کرنے والے تیرے خیال آئے

ابھی دو آرام خود کو نہ جلاو خود کو ابھی

میرے ساتھ چلنے والے تیرے خیال آئے

میں آج چلتے چلتے یوں پھر سے گر پڑا ہوں

میرے ساتھ چلنے والے تیرے خیال آئے

(محمد احمد ایمی....)

تاحیات جگمگاتا رہا وہ ایک لمحہ

کہ جس میں تم نے صفحہ ہستی کو بدل ڈالا۔۔۔

مٹا سا ڈالا۔۔۔

اداسیوں کو سمیٹ ڈالا۔۔۔

بھلا سا ڈالا۔۔۔

وہ ایک لاوا جو ایک مدت سے دہکتے زنداں میں جل رہا تھا۔۔۔

تمہیں پتہ ہے؟؟

بس ایک لمحے کے بعد سے وہ۔۔۔

کندن بنا جگمگا رہا ہے۔۔۔

میں جب بھی چاہوں۔۔۔ جس طور چاہوں۔۔۔ جس سمت چاہوں۔۔۔

اس ایک لمحے میں ڈوب کر امر رہوں میں۔۔۔

کہ یہی ہے حاصل اس زندگی کا۔۔۔

میں جب بھی سوچوں۔ میں جب بھی دیکھوں۔۔۔

اسی میں کھو کر پھر ابھر کر اسی کو دیکھوں۔۔۔

سمیٹ کر یہ ساری دنیا، اس ایک لمحے کو سوچ دیکھوں

لگے نہ کچھ تھا، اور نہ ہی ہو گا۔۔ مگر وہ ایک لمحہ۔۔

لیکن۔۔

اگر کبھی جو رک گیا وہ۔۔

ٹھہر جائیگی یہ نبض ہستی۔۔ یہ سماں سا لگے گا ساکن۔

میں اپنی مستی بھی بھول جاؤں۔۔

ایسے ڈوبے گی میری ہستی۔۔

کہ جیسے تم تھے تم رہو گے۔۔

یہی سچ ہے۔۔۔ یہی رہے گا۔۔

جگمگاتا وہ ایک لمحہ۔۔

اگر کبھی وہ رک گیا وہ۔۔۔

حریم

*****

میرے وطن میں اب جو حالات ہو رہے ہیں

میں کس طرح بتاؤں کیا عذاب ہو رہے ہیں

پہلے نہیں تھا ایسا میرا وطن اے لوگو

اب ظلم ہی ہر سو بے حساب ہو رہے ہیں

مائیں تڑپ رہی ہیں بچے بلک رہے ہیں

سایہ نہیں ہے سر پہ نیلام ہو رہے ہیں

ان بہنوں پہ کیا ہے گزری کوئی تو ان سے پوچھے

جن کے بھائیوں کے قتل سرعام ہو رہے ہیں

جن نوجوانوں کو بننا تھا اس قوم کا مقدر

میں کس طرح بتاؤں؟؟؟

اب اُن کی لاشوں سے قبرستان آباد ہو رہے ہیں

جن کے سہاگ اُجڑے اُن کا نہ حال پوچھو

اُن کی ویران آنکھوں میں جو سوال ہو رہے ہیں

کوئی تو آ کر کہہ دے یہ خواب تھا اے لوگو

اِس خواب کو بھلا دو کہ گُل شاداب ہو رہے ہیں

شاعرہ: آبروِ نبیلہ اقبال (راولپنڈی)

دوستی

بچھڑے کچھ اس ادا سے کہ سب بدل گیا

وہ مجھ سے جو بچھڑے میں ان سے بچھڑ گیا

گلستاں جو سینچا تھا گلدستہ دوستی سے

جانے نہ جانے وہ گلشن کیسے بکھر گیا

یک ساتھ جو گزرے تھے پل ہمارے

وہ وقت رفتہ رفتہ ہم سے دور نکل گیا

سوچا نہ تھا جو سانحہ مری زندگی ہو گیا

جو ہو گیا سو ہو گیا میں جو بچھڑا تو تنہا ہو گیا

آؤ یارو! کہ پھر سے اک بزم یاراں ہو جائے

کہ دل میرا اب تنہا رہنے سے بھی ڈر گیا

دوست دوستی میں دشت دصحرا پار کر گئے

امیر مگر نقطہ یاراں سے ہی منہمک رہ گیا

امیر حمزہ سلفی

شہر، اسلام آباد

سکوں اس دل کا

سکوں اس دل کا وہ سنگ لے گیا ہے

وہ جاتے جاتے دکھ یوں دے گیا ہے.

وہی جو میری بہار زندگی تھا

وہ جاتے جاتے زندگی کے رنگ لے گیا ہے.

بہت غمگین ہوں آج کل میں.

سکوں اس دل کا وہ سنگ لے گیا ہے.

میرے ارمان اسی کے سنگ تھے سب

میرے دل کو وہ زخمی کر گیا ہے.

یہی رسم جہاں اب بن گیا ہے

بہت غمگین مجھ کو کر گیا ہے..

وہ اک صورت جو اس دل سے اترتی نہیں اب.

وہ صورت دل میں نقش یوں کر گیا ہے.

میرے دل کو سکوں آتا نہیں ہے..

وحید کو بے چین اتنا کر گیا ہے..

از قلم فری ناز خان.....

میں دیکھوں اسے قریب سے..

میرے دل کہ ارمان بھی ہیں عجیب سے..

وہ چاہے مجھے ٹوٹ کر

پر ملتے ہیں لوگ ایسے نصیب سے

میں اُسے مل نہ سکوں تو کیا غم

میرے اس سے رابطے ہیں دلِ عزیز سے

وہ جہاں رہے شاد رہے آباد رہے

بس یہی اک تحفہ ہے اُسے مجھ غریب سے!!

شاعرہ سوفیا چوہدری

تمہیں سوچنا تمہیں چاہنا

ہے میری زندگی کا حاصل

تجھے کیا خبر اے بے وفا

تیرے ہجر میں تیرے درد میں

ہم ہوئے کس طرح فنا

تجھے اپنا ہم نہ بنا سکے

تجھے دل ہی دل میں رہے چاہتے

تجھے حالِ دل نہ بتا سکے

تجھے اپنا غم بھی نہ سنا سکے

تجھے چاہا میں نے کچھ اس طرح

پھر مجھے نہ اپنا ہوش رہا

(شاعرہ عالیہ محمود

)

تجھے چاہا میں نے کچھ اس طرح

پھر مجھے نہ اپنا ہوش رہا

تو ہی تو ہوا ہر جگہ

میری صبح شام غرض ہر لمحہ

غزل

در_بیکار سے گزرے

ترے معیار سے گزرے

چلائے تیر جو تم نے

وہ دل کے پار سے گزرے

تمہارے عشق میں جاناں

'یہ کس منجدھار سے گزرے'

دیکھے گا حوصلہ تیرا

اگر اس بار سے گزرے

نظر جو پھیر لی تم نے

تو ہم لاچار سے گزرے

اقراء عافیہ

میرے دل کو بہت دکھایا ہے

زندگی نے بہت تھکایا ہے

غم تو غم ہوتے ہیں مگر لوگو

ہر خوشی میں مجھے رلایا ہے

ہر طرف پھیل گئی ہے سیاہی

میں نے ہر موڑ پہ آزمایا ہے

خود کو میں بھول گئی ہوں لیکن

غم تمہارا نہیں بھلایا ہے

بات دل پر لگی ہے اب کیونکر

ایک ہی زخم تو دکھایا ہے

از قلم: اقراء عافیہ

یہ بھیگا بھیگا سا موسم،

یہ برستی ہوئی چھم چھم بوندیں،

یہ کالی گھٹائیں،

یہ ٹھنڈی ہوائیں،

ہر شے میں نظر آتا ہے تو،

ان بھیگے موسموں میں،

ان بوندوں میں،

ان گھٹاؤں میں،

اور ان ہواؤں میں،

کیوں دیکھتی ہو تیرا عکس،

ان بدلتے موسموں میں،

ان بارشوں میں،

ان گرجتے ہوئے بادلوں میں،

ان ہالو کو چھوتی ہواؤں میں،

اور ہر جگہ گھومتی صداؤں میں،

تیرا ہی وجود دیکھتا ہے ان سمندروں کی گہرائیوں میں.

حدیقہ عرفان

کولالام پور، ملیشیاء

پگلی

میری آرزوئیں

میری سوچیں

مجھے پاگل بنا رہی ہیں

نئی راہیں دکھا رہی ہیں

مجھے معلوم ہے مگر

میں کیا کروں

میرے قدم اٹھ رہے ہیں

نئی راہوں کی جانب

یہ خواب راستے ہیں

حقیقت سے دور کتنے

پگلی کو بھی پتہ ہے

خود کو فریب دے کر

انہی راہوں پہ چل رہی ہے...

شاعرہ شاہین آرزو

ساری کائنات کی رونق تو ہم سے ہے

پھیلی ہوئی روشنی چار سو ہم سے ہے

ہم بیٹیوں سے ہی سجتا سنورتا ہے آنگن

اس گلشن کی مہکتی خوشبو ہم سے ہے

ماں کا حوصلہ بڑھتا ہے ہم ہی سے

ممتا کی پرواز کی جستجو ہم سے ہے

بابا، بھیا یوں ہی تو نہیں جان وارتے

بابا، بھیا کی عزت و آبرو ہم سے ہے

ہم جو نہیں تو محبت بھی کہاں ممکن

ہے حقیقت محبت شروع ہم سے ہے

بقلم خود!

ریحانہ اعجاز

گاؤں کی سیدھی سادھی لڑکی

آنکھوں میں

خوابوں کے شہزادے کا

انتظار سجائے

بیٹھی ہے اداس

سرِ شام ندی کنارے

دور جاتے کچے راستوں پہ

نظریں لگائے

گاؤں کی سیدھی سادھی لڑکی

محبت کر بیٹھی تھی

شہری بابو سے

لوٹا نہیں جو سالوں سے

بس یہی گناہ کر بیٹھی تھی

قسمیں وعدے سب نبھا بیٹھی تھی

گاؤں کی سیدھی سادھی لڑکی

اپنا آپ گنوا بیٹھی تھی

کنول خان

ہری پور ہزارہ

کچھ خبر لائی تو ہے بادِ بہاری اس کی،

شاید اس راہ سے گزرے گی سواری اس کی،

میرا چہرہ ہے فقط اس کی نظر سے روشن،

اور باقی جو ہے مضمون نگاری اس کی،

آج تو اس پہ ٹھہرتی ہی نہ تھی آنکھ ذرا،

اس کے جاتے ہی نظر میں نے اتاری اس کی،

عرصہ خواب میں رہتا ہے کہ لوٹ آنا ہے،

فیصلہ کرنے کی اس بار ہے باری اس کی،...

شاعرہ

پروین شاکر

انتخاب

شاہ شہزاد

قرب خدا کی لذت کو جو تو پالے اے انسان تو اس دنیا

کو بھلا دے ایسا اس رب کی محبت میں مزا ہے کہ تو

اپنے محبوب کی محبت بھلا دے وہ سکون تو پا کر دیکھ

اسکے ذکر سے تو اس تماشہ گاہ کے دکھ بھلا دے اک

آنسو جو تو اسکی یاد میں گرا دے وہ ایسا ہے تیری

خطاؤں کو مٹا دے از قلم رمشا اشرف کراچی

زندگی بھر کے ساتھ کا نام ہے دوستی

سچی محبت کا جام ہے دوستی

خاص الخاص ہے عام نہیں ہے دوستی

ہر دکھ میں رام کرتی ہے دوستی

بے لوث اور بے دام ہوتی ہے دوستی

زندگی کے سفر میں نئی بام ہے دوستی

سخت راہوں کا آسان سفر ہے دوستی

پر نبھانا مشکل کام ہے دوستی

از قلم

ثمرہ آصف کراچی

کھلی جو آنکھ رات میں، میں پھر سے سو گیا.. ہوئی اذان

فجر، وقتِ سحر ہو گیا...... چھٹی جو گزر رہی تھی برابر

سے یوں میں نے پوچھا تو کہتی ہے وقت عبادت کا

ہو گیا....

ساتھ اپنے لائے دینِ حق جو محمدؐ....

رائج اسلام دنیا میں بھرپور ہو گیا...

تا عمر کرتے رہے رب سے موسیٰ کلام.....پھر وہ

نبیوں میں جیسے کلیم ہو گیا..

پھینکے گئے حکم نمرود سے آگ میں ابراہیم.....گل

گلزار ہوئی آگ اور وہ خلیل ہو گیا..

حسین نے دی شہادت میدان کربلا میں.....اور یزید

ابن معاویہ ذلیل ہو گیا..

فرقہ واریت و قومیت میں کچھ اس طرح سے.....بٹ

بٹ کر مسلماں چور چور ہو گیا..

کرتا رہا مسلم اعمال جو اچھے.....وہ رب خداوندی کو

قبول ہو گیا..

از قلم ثنائی میمن۔ کراچی

بقلم شہزاد انجم

اسے بچھڑے بھی مدت ہو گئی ہے

محبت میں بھی شدت ہو گئی ہے

ان آنکھوں میں تیرا چہرہ چھپا ہے

مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے

مٹانا میری فطرت میں ہے شامل

رلانا ان کی عادت ہو گئی ہے

نئے مذہب میں داخل ہو گیا ہوں

یہ کس کافر سے نسبت ہو گئی ہے

میرے ہونٹوں پہ ان کا نام انجم

بڑی اچھی سی لذت ہو گئی ہے

سانحہ کوئٹہ۔

مرے وطن کے شہیدوں کی رفعتوں کو سلام

جوان بیٹے کی ماں کی مصیبتوں کو سلام

چلے ہیں گھر سے ہتھیلی پہ رکھ کے جان اپنی

مری محافظوں کی نیک نیتوں کو سلام

سراغ اندھے جرائم کا ڈھونڈ لیتے ہو

ہے کوتوال نگر کی بصیرتوں کو سلام

جو مائیں جیتیں تھیں بیٹے کے سہرے کی خاطر

وقار قوم پر ان زندہ میتوں کو سلام

وہ جس کی بیوی ابھی تک ہے لال جوڑے میں

جوان لاشے کی اجڑی مسرتوں کو سلام

وہ تین سال کی بیٹی سے وعدہ کر آیا

میں جلد لوٹ کے آؤں گا، حسرتوں کو سلام

مرے لہو پہ تمہارا نظام قائم ہے

وزارتوں کو "سلام" اور عدالتوں کو "سلام"

بہلول زمزم

ابھی تاحد نظر بس گلاب دیکھتا ہوں

ابھی تو اپنی ہی مرضی کے خواب دیکھتا ہوں

تجھے تو اپنے سوا کچھ دکھائی دیتا نہیں

میں تیرے جیسے کے بھی سارے خواب دیکھتا ہوں

ان آس پاس کے لوگوں کو کیا پتا میرا

میں تیرے خوابوں سے ہٹ کر بھی خواب دیکھتا ہوں

میں خواب دیکھتا ہوں راکھ ہوتے چہروں کے

اور ان کے چہروں پہ میں آب و تاب دیکھتا ہوں

گلاب دیکھتا ہوں بانجھ سرزمینوں میں

فصیلیں اونچی اور ان میں سیلاب دیکھتا ہوں

ظہیرہ سحر۔۔۔۔لاہور

اداس شام میں زہر کی مانند دلوں کے اندر اتر رہی

خفا خفا سا مزاج لے کر زمیں جان پہ بکھر رہی ہیں

ضرب جو دے وہ توذات تمہرے کر وجو متقی توبات

تمہرے

سفر کے آئینے میں منظر ذکر سامنے کر نکھر رہی ہیں

کرم سے بالا جتوں کی حد تک وہ شوق شامل شریک

تمہرے

اور رہگزاروں کی بھینٹ چڑھ کے غبار بن کے سرک

رہی ہیں

بشریٰ شاہ

اپنی اپنی زندگی اپنی اپنی چاہتیں

بے سبب لوگوں کی بے وجہ وضاحتیں

سوچ سوچ کا پردہ ذکر ذکر بے پردہ

تار تار کر بیٹھے اپنی سب نزاکتیں

جی کے بھی نہ جی پائے مر کے بھی نہ مر پائے

ایک سانس نقطہ ایک۔ ایک دل کی اہمیں

خالی خالی راستوں کے دو الگ مسافر سے

دیکھتے ہی رہ گئے اور بدل گئی سرحدیں

اپنی اپنی زندگی اپنی اپنی چاہتیں

بے سبب لوگوں کی بے وجہ وضاحتیں۔۔۔۔۔

بشریٰ شاہ

میں تڑپتا رہا دل بھی جلتا رہا

اور رازِ وفا سارا کھلتا رہا

میری قسمت کا تارہ نہ نکلا کبھی

شام ڈھلتی رہی دن نکلتا رہا

ہاتھ تھامے وہ اغیار کا چل پڑی

وقت تکتا رہا ہاتھ ملتا رہا

گھاؤ ایسے ملے روح تک جل گئی

زندگی کا سفر یونہی چلتا رہا

اس مسیحا نے ایسی مسیحائی کی

دھیرے دھیرے میرا دل سنبھلتا رہا

میری قسمت میں شاید وہ تھا ہی نہیں

کبریا وہ یونہی ساتھ چلتا رہا

تیمور کبریا

چھوڑ کے یوں جو چلے گئے ہو

اس انسانوں کے جنگل میں

جہاں ہیں بستے سارے وحشی

سارے درندے اور میں تنہا

کہاں ہو بابا

اس جنگل میں مجھ سے

سب کو کچھ امیدیں ہیں

وہاں نہ جاؤ ایسا پہنو ایسا کھاؤ

خود کو تھوڑا ڈھانپ کے رکھو

لیکن مجھ سے کوئی نہ پوچھے

میں کیسی ہوں

میرے دل کا حال ہے کیسا

بس اب تھک کے ہار گئی ہوں

جلدی آؤ کہاں ہو بابا

بیٹے تیری آنکھوں میں

صرف پیار ہی دیکھا تھا

اب جو باقی لوگ ہیں سارے

ان آنکھوں میں خود کو میں نے

بوجھ عذاب اور

اک ذرا سا فرض ہے دیکھا

دل و دماغ میں جنگ چھڑی ہے

کون ہے اپنا کون نہیں ہے

کون ہے مخلص کون نہیں ہے

تم ہی بتاؤ کہاں ہو بابا

تیمور کبریا

میں بہار تھی جانے کیوں اب خزاں ہونے لگی ہوں

زندگی کے پیڑ سے سانسوں کے پتے کھونے لگی ہوں

نہیں آؤں گی یاد بھی۔ کبھی، کہیں بھی، کسی بھی جگہ

میں آنکھوں کے ہر منظر سے نکل جانے لگی ہوں

خوشی تو وہ خوشی ــــــــــــــــ رہی نہیں جو تھی
کبھی

بن کے گزرا موسم ــــــــ میں اب جانے لگی
ہوں

ملا اتنا درد، کہ درد بھی نہ رہا کسی درد کا سبب

اب تکلیف میں بھی اک عجب سکوں پانے لگی ہوں

لڑی موت سے جو لاکھوں بار جبھی تو زندہ ہوں

تھک کہ موت کی آغوش ہی میں، میں اب سونے لگی
ہوں

خوشی سیج

رات کی چائے۔۔۔

دھندلی سی

گرتی اوس کی بوندیں۔۔۔

چائے کہ کپ سے اٹھتا دھواں

اور تیری یاد۔۔۔

مجھے بہت دلکش لگتی ہے

سید طلحہ بخاری

اوکاڑہ

اے خالق کن

اے مالک کن

مجھے اذن ملے

میرا قلم چلے

میرا قلم چلے.....

پالہ نور

کچھ پھول سے لفظ عنایت ہوں

میں لفظ لکھوں

قلم مہک اٹھے

کچھ ایسے گل عنایت ہوں

اے خالق کن

اے مالک کن

میرا قلم چلے

لفظ اثر کریں

کوئی ایسا اسم اعظم ہو

میں لکھوں

لفظ بول پڑیں

کوئی ایسا نوری جادو ہو

اے خالق کن اے مالک کن مجھے اذن ملے

غزل

مجھے دیکھو کہاں تک آگیا ہوں

زمیں سے آسماں تک آگیا ہوں

خدایا بس ترا بن کر گدا گر

ترے میں آستاں تک آگیا ہوں

ترے ہجراں کی چادر تان کر

حدود پر فغاں تک آگیا ہوں

اندھیری رات کو پہلو میں لے کر

چمکتی کہکشاں تک آ گیا ہوں

مرا حیدر جنونِ عشق دیکھو

مکاں سے لامکاں تک آ گیا ہوں

حیدر علی حیدر

تاندلیانوالہ فیصل آباد

صحراؤں کے ہیں مسافر ہمارے ساتھ نہ آ

ٹھوکریں کھائیں گے دربدر ہمارے ساتھ نہ آ

کوئی کرتا ہے پیار بھلا صحرانشینوں سے.

ذرا سوچ بے خبر. ہمارے ساتھ نہ آ.

کہاں رات ہو گی؟ کہاں رُکیں گے ہم؟

ہمیں کچھ نہیں خبر. ہمارے ساتھ نہ آ.

دھوپ ہو گی. پیاس ہو گی. بھوک ہو گی.

بات مان دیکھ ادھر. ہمارے ساتھ نہ آ

بکھری زلفیں. اداس نظر. دل مضطرب.

ہم لوگ فقیر ہیں کشور. ہمارے ساتھ نہ آ.

عبدالخالق کشور. چھوکی.

دیوانگی سی چھا گئی اُنکی ادا کے بعد

اب خود میں رہا ہی نہیں ہوں نگاہ کے بعد

.

مجھ کو ملا دے یار میرا اے میرے خدا

مانگوں گا نہ کچھ میں بس اس دعا کے بعد

.

یہ عشق ہے نماز میری حج بھی یہ ہی ہے

آؤں گا اس سے باز نہ میں بھی سزا کے بعد

.

جس میں صنم سمایا صنم خود وہ ہو گیا

اب بچ ہی کیا گیا ہے فنا و بقا کے بعد

.

الفت کا ابر برس رہا تھا کہ یک بہ یک

وہ بچ پا ہوا کیوں میرے مدعا کے بعد

.

سچ کہہ رہا ہے وہ کہ وفادار ہے بہت

آیا وہ تھا ضرور پر آیا قضا کے بعد

.

اب کچھ غرض نہیں ہے غلام طاہر کو بھی

دکھتا نہیں ہے کچھ اسے اپنے پیا کے بعد

غلام طاہر سید محمد نصر من اللہ شاہ قادری

راولپنڈی

اُن آنکھوں میں اپنا جو سایہ نہ دیکھا

تو میں نے بھی ان کو بلایا نہ دیکھا

نکالا گیا یوں ترے شہر سے میں
فلک نے کبھی مجھ سا رسوا نہ دیکھا

یہ دل بھی ہے زخمی لہو رنگ آنکھیں
ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

فنا در فنا ہے ہر اک عشق منزل
کہ عاشق کبھی کھلکھلاتا نہ دیکھا

رویہ ہے پھولوں کا کانٹوں سے ابتر
گلستاں میں ایسا تماشہ نہ دیکھا

میں کیسے اصولوں پہ سمجھوتا کر لوں
کبھی الٹا دریا تو بہتا نہ دیکھا

مرا قتل کر کے وہ چلتے بنے یوں
کہ بسمل کا دم بھی نکلتا نہ دیکھا

کہ لگ جائے جس کو غم ہجر تشنہ
وہ دل پھر دوبارہ سنبھلتا نہ دیکھا

بتانے سے قاصر ہے قاصد، ہوا کیا
کہ خط میرا اس نے جلایا نہ دیکھا

عامر شہزاد تشنہ پیا ایسا اسے

زندگی کی بساط اتنی ہے

تم نہیں ساتھ تو بات اتنی ہے

نہ خوشی ہے نہ سکون پل بھر کا

بے کلی ہے اور درد عمر بھر کا

تم جو ہوتے تھے

تو ساتھ ہوتے تھے

رنگ، خوشبو، ہوا، بادل

پھول، جگنو، صبا، ساگر

پیار، الفت، وفا، جیون

سارے جذبوں سے عبارت تھی

زندگی کتنی خوبصورت تھی.

تم جو تھے ساتھ

تو سبھی کچھ تھا

زندگی میں ہنسی تھی، رونق تھی

جب نہ جاناں تمہاری دوری کا

درد دل کو ملا تھا تب تک تو

سارے موسم ہی دل رُبا سے تھے

سارے جذبے ہی خوش نما سے تھے

تمہارے ہونے سے ہم بھی جیتے تھے

جب تم تھے

کہاں غم تھے

سارے موسم بھی محترم سے تھے

سباس گل

غزل

نگاہ ہم پہ جو تیری یہ طائرانہ ہے

یہی ادا تو مری جان قاتلانہ ہے

گھٹی میں میرے سیاست پڑی ہے بچپن سے

"مرا مزاج لڑکپن سے لیڈرانہ ہے"

نگہ بلند سخن دلنواز ہو جس کا

یہاں ملے گا وہ ایسا کہاں زمانہ ہے

بنے ہوئے ہیں جو جمہوریت کے داعی سب

انہی کا طرزِ عمل جبکہ آمرانہ ہے

صداقتوں کی گواہی نہیں کوئی دے گا

یہاں یہ طے ہے کہ مل بانٹ سب نے کھانا ہے

تمہیں ذرا سا بھی احساس تک نہیں جس کا

مرا یہ دل تو محبت کا آشیانہ ہے

ہمارے دھرنے تو جاری رہیں گے عاکف جی

نظامِ ملک میں قائم جو ظالمانہ ہے"

عاکف غنی. فرانس

مکافاتِ عمل.....

.

کہ جب تم خاص بن جاؤ

کسی کی آس بن جاؤ

کسی کی زندگی میں تم

جو اک مہمان بن جاؤ

تو سن لو تم کہ پھر کوئی نیا رستہ نہیں چننا

کسی کو موم کر کے پھر نئی دنیا نہیں بنتا

کہ یہ تو دل کی دنیا ہے

یہاں پر کب کسی کا زور چلتا ہے۔!

یہاں جس کی حکومت ہو

وہی بس راج کرتا ہے

مگر یہ بھی حقیقت ہے

یہ دل کے مرحلے ہیں جو

مراحل جاں نکل ہوتے

یہ رب کی ایک نعمت ہے

برستی تو ہے یہ سب پر

مگر ہر سرزمیں دل کو یہ تر نہیں کر

محبت بھر نہیں سکتا

تو جب تم پالو اس کو تو

تشکر کی نظر رکھنا

اگر ایسا نہ کر پاؤ

تو سن لو تم۔۔۔!!

کہ دنیا میں مکافاتِ عمل بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔!

افشاں افشی

دل بچپن کے سنگ کے پیچھے پاگل ہے

کاغذ، ڈور، پتنگ کے پیچھے پاگل ہے

یار!!! میں اتنی سانولی کیسے بھاؤں تجھے

ہر کوئی گورے رنگ کے پیچھے پاگل ہے

شہزادی، شہزادہ خوش اور بنجارہ

ٹوٹی ہوئی اک "وِنگ" کے پیچھے پاگل ہے

شہر-کبیر کی اک دوشیزہ "ہیر" ہوئی

اور مورخ جھنگ کے پیچھے پاگل ہے

میں ہوں جلی اس کے عشق میں اور وہ شخص

آج بھی اپنی "منگ" کے پیچھے پاگل ہے...

کومل جوئیہ.....

کبھی معمہ مرے پیش و پس پڑا ہوا ہے

مرا بدن ہے کہ مٹی میں خس پڑا ہوا ہے

میں ایک نقش بناتا ہوں اک نگلتا ہوں

مرا ہنر ہیں حرص و ہوس پڑا ہوا ہے

کوئی بھی چیز جو دیکھوں تو ایسا لگتا ہے

پرندگی کے لیے اک قفس پڑا ہوا ہے

خدائے ارض اسے اب تو شکل دے کوئی

مرا وجود تہہ خاک و خس پڑا ہوا ہے

جو ہو سکے تو انہیں بھی اٹھا کے لے جانا

ہماری میز پہ ایک اک برس پڑا ہوا ہے

ہواکی سازشیں اپنی جگہ مگر فاخر

شجر کی شاخوں میں اب کے بھی رس پڑا ہوا ہے

سید فاخر رضوی.. جرمنی.

محبت کے رستے پہ جو بھی چلے گا۔

فقط اس پہ باب محبت کھلے گا۔

اگر تو جو غیروں سے ملتا رہے گا۔

تو اندر ہی اندر مرا دل جلے گا۔

او راہِ محبت کے تنہا مسافر!

محبت کے رستے میں غم بھی پڑے گا۔

دل و جان ہاتھوں سے جائیں گے اپنے۔

محبت میں ہم کو خسارہ پڑے گا۔

اگر نفرتیں ختم ہو جائیں سب کی۔

رباب محبت دلوں میں بجے گا۔

سنو دوستو ایک نا ایک دن تو۔

تہ خاک سب کو ہی جانا پڑے گا۔

ہواؤں میں جلنا تو ممکن نہیں ہے۔

چراغ محبت ہوا میں جلے گا۔

ڈراتا ہے اب جوشِ وحشت مجھے بھی۔

نجانے وسیم اب مرا کیا بنے گا

وسیم علی وسیم.. سعودی عرب

"دسمبر لوٹ آیا ہے"

سنو، اس نومبر

جانے دو مجھے ماتم کرنا ہے

اپنی گزشتہ محبتوں کا

تمہارے پاس تو کچھ بھی نہیں

جو مجھے دے سکو

ہاں!!!

میرے پاس تھا ہی کیا

سوائے اک معصوم محبت کے

جاؤ، اجازت ہے تمہیں۔۔۔۔

وہ بولا تھا

میں لوٹ آؤں گا

آغاز دسمبر میں۔۔۔۔۔

میں آج بھی وہیں تھی وہیں ہوں

سنو!!!!

دسمبر لوٹ آیا ہے جاناں

تم کیوں نہیں لوٹے!!!!!

ابھی تم نہ جاؤ

ابھی تم نہ جاؤ جاناں ابھی تو رات باقی ہے

باتیں بھی ہیں ڈھیروں محبت بھی ابھی باقی ہے

کچھ تم کو سنائیں گے کچھ تمہاری سنیں گے

آسماں پر جھلمل تارے ابھی باقی ہیں

ابھی تم نہ جاؤ جاناں ابھی تو رات باقی ہے

ہجر کے موسم کی روداد ابھی باقی ہے

نمکین پانیوں کی برسات ابھی باقی ہے

پریم نگر میں مجھے نہ چھوڑ جانا تنہا

تمہارے ہونے سے تو جاناں جان ابھی باقی ہے

شائلہ زاہد

وہ بعد مدت کے جب ملا تو

....اس نے پوچھا

یہ خشک زلفیں

یہ بھیگی پلکیں

یہ دشت آنکھیں

یہ کاسنی لب

کدھر گنوا دیئے...؟

وہ شوخ آنکھیں

وہ نرم باتیں

وہ گرم سانسیں

وہ کھل کے ہنسنا وہ چہچہاتا کیا ہوا

ہے کدھر گیا سب...؟؟؟ تو میں یہ بولا

محبتوں کا حصول ہے یہ

لٹا کے سپنے گنوا کے

آنکھیں .....محبتوں میں ملا یہی ہے!

محمد عثمان

دسمبر کی ہوا کے

ہاتھ اسے سندیسہ بھیجا ہے

پلٹ آنے کا سندیسہ!

اسے رو رو کے حالِ دل

بھی لکھا ہے

لکھا ہے کہ اذیت ہی اذیت ہے.

تمہارا ہجر بھی کوئی قیامت ہے

تجھے بیتے دنوں کا واسطہ آجا

مگر یہ بے وفا بوڑھی

دسمبر کی ہوائیں بھی

کسے معلوم اس تک یہ

مرا سندیس لے جاتی بھی ہوں گی

یا.....وہی شائد

مری کیفیتوں. سے. حالتوں سے.

خواہشوں سے. حسرتوں سے

باخبر ہو کر

کبھی وہ انجان ہی بنتا رہا ہو گا

کسی کا ہو گیا ہو گا

تبھی تو لوٹ کر آتا نہیں ہے

شاعرہ. نوشین اقبال نوشی. گاؤں بدر مرجان

کبھی تو پلکوں پہ بھی

بٹھاتے دیکھا

کبھی پلکوں سے انہیں

گراتے دیکھا

یوں بھی تھا اک مغالطہ

در عشق کا

محشر سے پہلے محشر

اٹھاتے دیکھا

جاری تھے سوال وجواب

امتحان کے

درس وفا کو بھی یہاں پے

بھلاتے دیکھا

دستور نرالے ہیں دربار میں

حاضری کے

دید معشوق میں عاشق کو آنسو

بہاتے دیکھا

ذات سے دور کہیں تمنائے زیست

کی خاطر

صدیوں پڑے یہاں مریدوں کو جاں

لٹاتے دیکھا

مدفن بنا ہزاروں مجاوروں کا

آستانہ معشوق

مرض عشق کو گداؤں کا نشاں

مٹاتے دیکھا

شاعرہ حافظہ حفصہ

وہ بھی ناں......

اسے میری دروح گوکی سے محبت ہو گئی ہے...

اور میں بھی کتنا سادہ ہوں ناں...

اس کی محبت کو اپنا سرمایہ سمجھ لیا ہے...

ویسے بھی سمجھنے میں کیا جاتا ہے،،،

محبت کا متلاشی تو ہر ایک ہی رہتا ہے،،،

اب راہ چلتے کسی انسان سے محبت جیسی پاکیزہ

شے مل جائے تو کون بدبخت اس سے اجتناب برتے گا

...

سو ہم نے بھی اسے کسی شاہ سلطنت کی طرف سے

عنایت کی گئی خلعت کی طرح خود پر اوڑھ لیا...

کسی شاعر نے بھی ایسا ہی کہا تھا

ہم نے اس کی یاد کو آدھا بچھایا آدھا اوڑھ لیا...

ایسے ہی ہم نے اس کی محبت کو خود پر اوڑھ لیا ہے

اپنی برہنہ خواہشوں، ننگی حسرتوں اور بے پردہ

امیدوں

کو ڈھانپ لیا ہے...

سنو...!!!

اب شریکے میں ہماری عزت کا پاس رکھنا...

یہ خلعت تم نے خود ہی اوڑھائی ہے مجھے،،،

اب اسے کہیں سے سرکنے مت دینا،،،

کہیں سے میرے جسم و جاں کو ننگا مت ہونے دینا...

ہم جون ایلیائی ہیں

ہم محبت کے قبیلے سے ہیں،،،

چاہتوں کے رواں چشموں سے سیراب ہوتے ہیں،،،

ان چشموں کو کبھی سراب مت ہونے دینا،،،

اگر ہم محبت کی پیاس بجھانے چاہتوں کے چشموں کو

ڈھونڈتے ڈھونڈتے صحرا میں بھٹک گئے تو پھر کیا کرو

گی

شاہد سرگانہ "باگڑ سرگانہ"

خانیوال

☆☆☆☆☆

"اُن کا دیکھا شباب جی بھر کے

آج پی لی شراب جی بھر کے

چاند بانہوں میں آ گیا میرے

آج دیکھیں گے خواب جی بھر کے

آ کے دیکھو ہماری آنکھوں میں

ہم نے دیکھے ہیں خواب جی بھر کے

رات کی رانی میری رانی ہے

پھول بھیجو گلاب جی بھر کے

مجھ کو میرے گناہ مبارک

تم کمالو ثواب جی بھر کے

اس نے پوچھا سوال اُلفت کا

شیر دے دو جواب جی بھر کے

شیر علی شیر شکاگو امریکہ

ہماری شاعری کی یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے ابھی

رابطہ کریں اس میں باہر کے ممالک کے لوگ بھی

شامل ہیں 03225494228

☆☆☆☆☆

دو موتی.

از قلم سمیرا ستار رانجھانی.

سارا گھر الٹ پلٹ ہو گیا تھا ابھی یہاں طوفانی بد تمیزی برپا تھی، اور کچھ ہی دیر میں نشانیاں چھوڑ کر خاموشی ماحول کو دے گئی تھی. آج سپنا کی مہندی تھی وہ کتنی خوش تھی ماشاءاللہ سے نیان نے خیال میں سپنا کا خوبصورت چمکتا چہرہ سوچا، خوشی کی چمک سے اور بھی پیارا لگ رہا تھا وہ آج کہ دن کے بارے میں سوچتے ہوئے آہستہ آہستہ کام بھی سمیٹ رہی تھی، کچھ لوگ واقعی خوشنصیب ہوتے ہیں جو چاھتے ہیں پا لیتے ہیں خاص طور پر، محبت، سپنا بھی انہی لوگوں میں سے تھی اسنے ولید حسن کو چاہا اور کل ولید حسن اسکا ہونے والا تھا دل میں گہرا درد محسوس ہوا نیا کو، آنکھوں میں دھند اتر آئی، سب کچھ جیسے آنسوں میں تیرنے لگا،، سپنان نے بس ایک مہینہ پہلے محبت کا اعلان کیا اور ولید حسن اس کہ نام لکھ دیا گیا اور اسنے جو 25 سال ہر لمحہ ہر پل ہر سانس ہر دعا میں ولید حسن کو مانگا چھپ چھپ کر محبت کرتی رہی خدمت کرتی رہی تو کیوں

اس کی کوئی دعا کوئی عمل قبول نہیں ہوا؟؟شاید اسکی محبت میں سچائی نہین تھی شدت نہین تھی،، ارے نیا تم ابھی تک جاگ رہی ھو؟؟ولید حسن نجانے کب وہاں آگیا تھا....وہ نے جھٹ سے آنکھوں کو یوں ملا جیسے کچھ آنکھ میں پڑ گیا ھو،،کچھ نہین بس زرہ لاونج سمٹ رہی تھی صبح نکاح ہے بہت مصروفیت رہے گی،

اس ن ے یوں ظاہر کیا جیسے بہت مصروف ھو ولید حسن وہیں کھڑے تھے نیا کو الجھن ہوئی وہ جا کیوں نہین رہے تھے بلاآخر اس ن ے سر اپر دیکھا ولید اس پر آنکھوں جمائے ھوئے کھڑے تھے اس ن ے جلدی سے اپنی سرخ آنکھوں جھکا لی ولید حسن کی آنکھوں میں بھی گہری سرخی تھی ظبط کی انتہا تھی دو نو طرف ،،نیا یکدم سے اٹھی اور جانے لگی جیسے ہی ولید حسن کے قریب سے گزری ولید حسن ن ے اچانک اسکا ہاتھ پکڑ لیا نیا پوری جان سے کانپ گئی .و و ولید ؟؟اس کہ لب آہستہ سے یوں ہلے جیسے یہ نام بھی اب نا کوئی سن لے...اتنی بیدردمت بنو نیا،،ولید جیسے مضبوط شخص کا لہجہ بھی ٹوٹا ہوا تھا.دیکھیں ولید میرا ہاتھ چھوڑیں کوئی آجائے گا .التجیہ انداز تھا نیا کا نہین ،،ولید ن ے قطعی انداز میں نیا کہ بازو کو جھٹکا دیا پہلے بتاؤ مجھے میرا قصور؟؟کیوں کر رہی ھو ایسا؟!جب کہ تم جانتی ھو میں تم سے محبت کرتا ہوں ،،اور تم بھی مجھ،،،نہین میں آپ سے محبت نہین کرتی نیا ن ے بیچ میں ولید کا جملہ کاٹ دیا تھا طاقت لگا کر جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑوایا تھا .کتنے دفع کہوں کہ مجھے نہین محبت آپ سے ؟؟اس گھر کہ مجھ پر احسانات ہیں مگر ولید صاحب زندگی دے کر آپ لوگ مجھ سے میری زندگی مانگ رہے ہیں ؟؟تو کیوں کیے احسان مجھ پر؟؟ نیا؟؟ولید حیرت سے نیا کا یہ انوکھا روپ دیکھ رہا تھا ....سوچ سمجھ کر بولو پتا ہے کیا کیہ رہی ھو تم ؟؟ظبط کی انتہا تھی دو نو طرف،،ہاں ولید صاحب مجھے پتا ہے کہ میں کیا کیہ رہی ہوں میرے بابا دا جان کے دوست

ضرور تھے مگر تھے اس گھر کے ڈرائیور جو حادثے کا
شکار ھوگ ئے تو دا جان ن ئے مجھے اپنی پناہ میں
لے لیا پیار دیا مان دیا کیونکہ میرے بابا کہ بس
وہ واحد دوست اور واحد رشتہ تھے انکی وجہ سے
یہاں سب اپنوں والا مان دیا مگر آپ ایک واحد شخص
تھے اور ہیں جو جتنا نہیں بھولتا کہ میں ایک لاوارث
لڑکی ہوں جو آپ کے احسانوں کے تلے دبی ہوئی ہوں
آپ نیت بری رکھتے ہیں چٹاخ زوردار تھپڑ سے وہ
صوفہ پر جا گری تھی. حد کر دی تھی آج اسنے ولید
حسن جیسے شخص کو بدنیت کیہ دیا تھا جو اس ہوا کو بھی
دعا کرتا تھا جو احترام سے نیا کو چھو کر گزرتی تھی.. مگر
نیا مجبور تھی سپنا کے جڑے ہاتھ آنسو،،وہ ولید کو
بے پناہ چاہتی تھی اور ولید نیا کو،،نیا تو غیر تھی سپنا سب
کی لاڈلی اور اکلوتی کزن تھی ولید کی وہ ضد میں خود کو
نقصان پونھچا لیتی تو؟؟سپنا کی دھمکی اگر اسے ولید نا ملا
تو وہ زہر کھا کر مر جائے گی. نہیں نہیں اس گھر کے
نیا پر بہت احسانات تھے دا جان کے پھر کیا وہی

اس گھر کی تباہی کا سبب بنتی نہیں ہر گز نہیں
.وہ چہرے پر ہاتھ رکھ کر ولید حسن کو دیکھا تھا
دکھ نہیں تھا اسے تھپڑ کا بس جدائی کا کہ کل سے وہ
ولید حسن کو ہمیشہ کھو دے گی وہ دونو ہاتھوں میں مونھ
چھپا کر لاؤنج سے بھاگ گئی تھی اور ولید ن ئے وہی
ہاتھ جس سے تھوڑی دیر پہلے نیا کہ نازک گال
پر نشان کیا تھا زور سے دیوار پر دے مارا تھا
بے بسی کی انتہا تھی

""""""******

ولید؟؟ داجان ن ئے ولید حسن کو کمرے میں
طلب کیا تھا آج نکاح تھا گھر میں رشتیداروں
مہمانوں کی گہما گہمی تھی .جی داجان ،،ولید حسن
ن ئے داجان کے چہرے کی طرف دیکھا تھا
جہاں مبہم تاثرات تھے تم ن ئے نیا پر ہاتھ اٹھایا
ولید؟؟ ولید چونک گیا یعنی نیا ن ئے اسکی شکایت
کی غصے کی شدید لہر اندر دبانی پڑی،،اس ن ئے

شرمندہ ہو کر داجان کے سامنے سر جھکا دیا

...دیکھو ولید میں جانتا ہوں تم نیا کو پسند کرتے

ھو ،اور تمہارے hawaly میں نے بھی ہمیشہ نیا کو ہی

بہو کہ روپ میں دیکھا تھا مگر وہ کی سی اور کو پسند کرتی

لڑکا کوئی کورس کرنے ملک سے باہر گیا ہے وہ آ جانے

گا تو پھر نیا کی بھید اجان کی آواز گئی تھی ولید یکدم سے

اٹھ کر داجان سے لپٹ کر رو دیا تھا****** tha

شادی باخیر و خوبی انجام پا گئی کیا کھویا کیا پایا کا تو سوال ہی

نہین تھا بس سپنا اور اسکی ممّا پاپا بہت خوش تھے ولید

جیسا داماد پہلی بار انھیں لگا تھا کہ سپنان ںے صحیح ضد

کی تھی سپنا اپنے سپنوں کو پورا کرنے کہ لیے

ولید کو لے کر ہنی مون پر چلی گئی تھی

******

نیان ںے پہلے کی طرح ہی سارا گھر خود سمبھال

رکھا تھا اس دن بھی شادی کہ تین مہینے بعد

کھانے کی میز پر جلدی جلدی ناشتہ رکھتی نیا کو

دیکھ کر داجان ن ںے کہا آھستہ بیٹا کیا جلدی ہے

؟؟ کچھ نہین داجان آج کچھ جلدی یونیورسٹی جانا

ہے ،،تو بھئی سپنا کو بھی اپنے ساتھ کام میں شامل

کر لیا کرو بیٹی کہ ہاتھ کہ تو بہت مزے لے

لیے اب کچھ بہو کہ ہاتھ کا ذائقہ بھی ھو جائے

،،کیوں ولید ؟! انھوں ن ںے خاموشی سے ناشتہ

کرتے ہوئے ولید کو بھی اپنے ساتھ شامل کیا ولید

بس خفیف سا مسکرایا پھر ایک نظر وٗسے دیکھ کر

ناشتہ میں مصروف ہو گیا وہ اب نیا سے بات

انتہائی ضرورت کی علاوہ نہین کرتا تھا ،آج تو

کام ہو گیا داجان انشاء اللہ کل سے ،،اسنے داجان

کو حقیقت بتانا مناسب نہین سمجھا کہ سپنا کو کھانا بنانا

بلکل نہین آتا وہ وٗسے سکھا دیتی مگر وہ کچن میں آتی ہی

نہین تھی اپنے دھیان سے چونک کر اسنے دیکھا ولید

داجان کو خدا حافظ کیہ کر جلدی جلدی جا رہا تھا وہ

اداسی سے زیر لب فی آمان اللہ کیہ رہی تھی

******

وہ شام کی چائے کی کر ولید اور سپنا کہ کمرے میں جا رہی تھی سپنا زور زور سے بول رہی تھی مجھسے نہین ہو تا کچن کا کام کوئی ماسی رکھ لو ایک تو ہے نا محترمہ نیا صاحبہ،،،طنز بھرا لہجہ شٹ اپ سپنا وہ ماسی نہین سمجھی تم ؟ولیدن ہے انگلی اٹھا کر وارن کیا،،اوہ تو کیا مالکن ہیں ؟؟ پھر طنز ولید خاموش ہو گیا کچھ لوگ کی سی کو حاصل کر کہ سمجھتے ہیں کہ انھوں ن ہے سب کو ہرا دیا ہے محترمہ سپنا سپنوں کی دنیا میں رہتی تھین تبھی یہ معلوم نا ہو سکا کہ جس قلعے میں واہ فاتح بن کر رہ رہی ہے وہ در حقیقت نیا کا تھا اور نیا کچھ دیر ولید کہ بھرپور جواب کا انتظار کر کہ ولید کی خاموشی کی وجہ سے بوجھل دل لیے پلٹ گئی تھی

****

بھئی نیا مجھے کب آے گا صفدر ؟؟آج سپنا کی ki مما آئی ہوئی تھی نیا سب کو چائے دے رہی تھی کہ ان کہ اچانک سوال پر جیسے پتھر ہو گئی تھی داجان ولید سپنا سب کہ سب سپنا کو دیکھ رہے تھے وہ جیسے مشکل میں آ گئی کیا کہے ؟!کوئی صفدر تھا ہی نہین ہر طرف ولید ہی ولید تھا

داجان ن ہے جیسے بات سمجھ لی تھی ،بس بھابھی آخری پیپر ہیں بچی کے پھر انشاء اللہ اس کہ ہاتھ بھی پیلے کر دو نگا

ہاں بھائی صاحب بچیاں اپنے گھر کی ہی اچھی لگتی ہیں ویسے بھی زمانہ نہین کہ بچیاں ziyaadh گھر bithai جایں نا چاھتے ھوے بھی سب انھیں سن رہے تھے نیا تو بھول گئی تھی کہ جو جھوٹ وہ داجان سے بول رہی ہے پھر اسے سچ کیسے کرے گی ؟؟

****

کبھی کبھی انسان سوچتا ہے کہ جیسے وہ انسان نہین farishtah ہے ،ہے نا نیا ؟!وہ باغ میں رات کی رانی کی اداس مہک میں بیٹھی تھی جب اپنے قریب ڈسنے

ولید حسن کی آواز سنی تھی وہ chonki تھی پھر اٹھ کر جانے لگی کہ kh ولید حسن سامنے راستہ روک کر کھڑا ہو گیا.

کیوں کیا ایسا نیا کیوں ؟!اس کہ لہجے میں کرب ہی کرب تھا، بس ایک بار ایکبار کہا ہوتا کہ سپنا تمھیں مجھسے چھین رہی ہے تو میں تمھیں دنیا کہ دوسرے سرے تک لے جاتا جہاں بس میں اور تم ہوتے مگر تمن ہے اچھے بن ن ہے کہ چکر میں سب کچھ تباہ کر دیا کیا kiya واقعی تمھیں کبھی مجھسے محبت نہیں رہی؟؟ نیان ہے آھستہ سے پلکیں اٹھائیں تھین اور دھیرے سے کہا تھا نہیں ،،،اور اس ایک نہیں میں کتنی اثباتی کشش تھی ولید کا دل چاہا کہ اس وفادار قدر دان ٹوٹی ہوئی lrki لڑکی کو اپنے ٹوٹے ہوئے دل میں چھپا لے مگر !!!!!؛

میں سپنا کو لے کر دبئی جا رہا ہوں نیا ورنہ یہ لوگ تم پر ہمیشہ فضول الزام tarashi کرتی رہیں gی اب دا جان کی ki کو خود کو تمھیںسمبھالنا ہے تم ہی انکی بیٹا بھی ھو اور بیٹی بھی اور میری وہ دعا جو کی سی اور کہ ہاتھ مہندی اپنے ہاتھوں میں لگائی گی تم بہت اچھی ھو نیا اپنے نام کی طرح بس پار لگانا ہی آتا ہے تمھیں چاہی مسافر کوئی ھو کیسا ھو، یہ تمہارا مسلہ نہین ہے میری دعا ہےalallallaallah اللہّ پاک مجھے تم جیسی باہمت باوفا باکردار بیٹی سے نوازے وہ واپس پلتا پلٹا تو اسکی ایک آنکھ سے آنسو گرا تھا جبکہ یہ دیکھ کر نیا کی دونو آنکھوں سے دو موتی لہرک کر گالوں پر آگ ہے تھے

....ولید حسن کی پشت کو تکتے ھوے اسنے سوچا تھا، اللہّ پاک تمھیں خوشقسمت بیٹی دے جو مجھ جیسے نہین جو ساری زندگی بس قرض اتارتی رہے محبتوں کے محبتیں بھی وہ جو کبھی اسنے برتی نا ہوں بہت چھوٹی عمر میں بابا نا رہے تو دا جان ن ہے بہت پیار دیا میں ان کہ لیے کچھ نا کر سکی کبھی تمنے بہت پیار دیا تو کبھی بھی

یہ حق ناپا سکی کہ تمہیں اپنا کہہ سکوں کوئی ایک
لمحہ ایسا جو بس میرا ہو میری زندگی میں نا رہا جس
نے جو مانگا دے دیا کیوں کہ میرا اپنا تو کچھ تھا
ہی نہیں

آنکھوں سے موتی رواں تھے دل میں دکھ و درد اور درد
میں دا جان اور ولید کہ لیے اسکی آنے والی اولاد کہ
لیے دعا ہی دعا تھی*******

شرط

کیسا لگ رہا ہے ہاشم علی بائیس سال بعد شکست کھا کر وہ طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے اس کو دیکھتے ہوئے بولی ہاشم علی شکست خوردہ سا اس کے سامنے کھڑا تھا آج چپ کیوں کھڑے ہو وہ اس کے شرمندگی سے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے بولی وہ ہاتھ جوڑ کر بے بسی سے پھوٹ پھوٹ کے رو دیا کیا نہیں تھا ہاشم علی کے چہرے پر اس وقت ندامت شرمندگی اس کو اس طرح سے بکھرا دیکھ کر اس کو آج سے بائیس سال پہلے کا وقت یاد آ گیا وہ بھی تو اس کے آگے ایسی ٹوٹ کے روئی تھی...

لگا شرط ایک مہینے کے اندر یہ میرے ساتھ ہو گی ہاشم علی آفس میں اپنے دوست وقار کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا شرط لگاتا ہوا بولا مانا میرے دوست تیری خوبرو شخصیت اور چکنی چپڑی باتوں میں بہت سی لڑکیاں آ جاتی ہیں پر یہ ماہین ذرا تیرے ٹائپ کی نہیں لگ رہی ہے وقار اس کو سمجھاتے ہوئے بولا تو تیل دیکھ اور تیل کی دھار دیکھ یہ ماہین جو ابھی نیک دیبی .بنی پھر رہی ہے یہی کل تیرے بھائی کے ساتھ ہو گی وہ ماہین کو بے نیازا اپنے کام میں مصروف دیکھ کر بولا۔

ہاشم علی جس کا شوق لڑکیوں پر شرط لگا کر ان کے جذبات سے کھیلنا ہوتا تھا اس کو تو یاد بھی نہیں تھا کے وہ کتنی لڑکیوں کے ساتھ یہ محبت کا جھوٹا کھیل کھیل چکا تھا اس کی مردانہ انا کو بڑی تسکین ملتی تھی جب کوئی لڑکی اس کے آگے رو کر محبت کی بھیک مانگتی اور وہ بڑی بے رحمی سے اس کے جذبات کچلتا ہوا آگے بڑھ جاتا تھا آفس میں آنے والی نئی لڑکی ماہین جو کسی سے زیادہ بات چیت نہیں کرتی تھی اپنے کام سے کم رکھنے والی یہ لڑکی ہاشم علی کے لیے چیلنج کی طرح بن گئی تھی اور پھر کچھ ہی عرصے میں سب نے دیکھا وہ ماہین جو مرد ذات سے ہمیشہ فاصلہ رکھتی تھی اب وہی ماہین ہنس ہنس کے ہاشم علی سے بات کیا کرتی اس کے ساتھ ہوٹلنگ کرتی لمبی لمبی کالز پر بات کیا کرتی تھی ہاشم اپنی فتح پر کافی مسرور تھا..

ہاشم میں نے مما کو تمھارے بارے میں بتایا تھا وہ تم سے ملنا چاہتی ہیں وہ دونوں اس وقت ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے مجھ سے پر کیوں ملنا چاہتی ہیں وہ انجان بن کے بولا میں نے ان سے تمھارا ذکر کیا تھا تو اس سلسلے میں وہ ملنا چاہتی ہیں وہ لبوں پر شرمیلی مسکان سجائے بولی اس کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا اوکے جی مل لینگے اور کچھ وہ آنکھوں میں شوخی لیے اس کو دیکھتا ہوا بولا اس کے انداز پر وہ جھینپ سی گئی.

یار یہ لڑکیاں کتنی بھولی ہوتی ہیں قسم سے ذرا سی محبت کی باتیں کیا کر لو یہ شادی کے خواب دیکھنا شروع کر دینگی ہاشم کی آواز پر ماہین کے قدم ٹھٹھک سے گئے آفس میں وہ اندر روم میں بیٹھے ہاشم سے کچھ کہنے جا رہی تھی کے ہاشم کی اندر سے آتی آواز پر اس کے بڑھتے قدم ٹھہر سے گئے اب ان ماہین میڈم کو دیکھ لو ذرا سی محبت کی کیا باتیں کر لی یہ چلی ہیں مجھے اپنی مما سے ملانے یعنی میں ہاشم ع

سی محبت کی کیا باتیں کر لی یہ چلی ہیں مجھے اپنی مما سے ملانے یعنی میں ہاشم علی جو اتنی ان گنت لڑکیوں کے

ساتھ ٹائم پاس کرتا ہوں ان پر شرطے لگاتا ہوں سب کے ساتھ کیا شادی کر لونگا. شرم کی بات ہے تو اتنی اچھی لڑکی کے جذبات سے کھیلتا رہا وقار کی ملامتی آواز ابھری میں نے پہلے ہی بولا تھا وہ تیرے ٹائپ کی نہیں ہے اگر وہ اتنی ہی اچھی ہوتی تو یوں میرے ساتھ شہر کی خاک نہیں چھانتی اور اگر تجھے اس قدر افسوس ہو رہا ہے تو تم شادی کر لو دروازے کی آہٹ پر دونوں نے بے ساختہ پلٹ کے دیکھا جہاں ماہین ٹوٹی بکھری سی کھڑی تھی تم نے میرے پر شرط لگائی تھی ہاشم علی تم کو ذرا شرم نہیں آئی میری محبت کو یوں رسوا کرتے ہوئے وہ اس کے سامنے زارو قطار روتے ہوئے بولی وہ ڈھٹائی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا میں تم سے کچھ بول رہی ہوں اس کی بے نیازی پر وہ چیخ کے بولی زیادہ چیخنے کی ضرورت نہیں یہ آفس ہے ہاں لگائی تھی شرط پر تم نہ بڑھتی اتنا آگے وہ لاپرواہی سے کندھے اچکا کے بولا اس کے انداز پر وہ ٹوٹے قدموں سے اس کمرے سے نکل گئی لا دے میرے جیت کے پیسے ہاشم کے کہنے پر وقار افسوس سے اس کو دیکھنے لگا اور اس دن کے بعد سے آفس میں ماہین کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا.

ہماری بیٹی کتنی بڑی ہو گئی ہمیں پتا بھی نہیں چلا کے وقت اتنا گزر گیا مہرین ہاشم کے برابر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولیں ہاں بیگم وقت بڑی جلدی گزر گیا ہاشم اپنی بیگم کو مسکرا کر دیکھتا ہوا بولا اچھا آپ سے کچھ بات کرنی تھی ہماری حمنہ کو کل کچھ لوگ دیکھنے آ رہے ہیں اچھا چلو اللہ ہماری بیٹی کے لیئے جو ہو بہتر کرے ہاشم بیٹی کے لیئے دل سے دعا کرتا ہوا بولا

ماشااللہ ان کو ہماری حمنہ بہت پسند آئی ہے وہ لوگ دوبارہ آنا چاہ رہے ہیں آپ بھی مل لیجیے گا لڑکے سے مہرین کی بات پر ہاشم اثبات میں سر ہلانے لگا

ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے ہی ہاشم کی نگاہ سامنے صوفے پر براجمان ماہین پر پڑی یہ میرے شوہر ہیں ہاشم علی اور ہاشم یہ تیمور کی والدہ ہیں وہ سلام کرتا بیوی کے برابر بیٹھ گیا اس وقت ہاشم علی کی وہ حالت

تھی کاٹو تو بدن میں لہو نہیں ہاشم علی کو اندازہ نہیں تھا
کے اس کا بائیس سال بعد اس طرح ماہین سے ٹکراؤ
ہو گا وہ بھی اپنے گھر میں. ہمیں آپ کی بیٹی بہت پسند
ائی ہے وہ حمنہ کو پیار کرتے ہوے مہرین کو دیکھتے
ہوے بولی یہ آپ کے پاس ہماری امانت ہے اس
سارے اس میں اس نے ہاشم کو بلکل نظر انداز کیا ہوا
تھا ہاشم کو لگا وہ اس کو پہچانی نہیں بائیس سال کا عرصہ
بہت طویل ہوتا ہے پر وہ اس کو پہچان گیا تھا

آج حمنہ کی مہندی تھی اور کل اس کو اس گھر سے
رخصت ہو جانا تھا ہاشم بہت خاموش سا تھا اس کی اپنی
اکلوتی بیٹی حمنہ میں جان تھی اس کی رخصتی کے خیال
سے بار بار اس کی آنکھیں نم ہو جاتی مہرین گھبرائی
ہوئی اندر کمرے میں داخل ہوئی ہاشم

جان تھی اس کی رخصتی کے خیال سے بار بار اس کی
آنکھیں نم ہو جاتی مہرین گھبرائی ہوئی اندر کمرے میں
داخل ہوئی ہاشم غضب ہو گیا مہرین روتے ہوے بولی

کیا ہو گیا وہ اس کو دیکھ کے گھبرا گیا ماہین نے شادی سے
انکار کر دیا میری بچی حمنہ وہ تو بدنام ہو جائے گی مہرین
پھوٹ پھوٹ کے رو دی ہاشم علی اپنا سینا پکڑ
کے وہیں بیٹھ گیا نہیں ایسا نہیں ہو گا میں کرتا
ہوں مہرین سے بات گھر میں سارے مہمان
اکھٹے ہیں وہ ماتھے پر سے پسینہ پونچھتا ہوا ماہین
کا نمبر ملانے لگا پر کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا ہاشم
علی کو آج ماہین کی بے بسی یاد آ رہی تھی آج اس کو
احساس ہو رہا تھا کے اس نے کتنی لڑکیوں کے دل
توڑے آج بیٹی کی تکلیف پر اس کو محسوس ہوا کے وہ
کتنے گناہ کرتا آ رہا تھا دونوں میاں بیوی کی حالت بہت
بری تھی کے دروازہ کھلنے کی آواز پر دونوں چونکے حمنہ
کے ساتھ ماہین کھڑی تھی مہرین مجھے ہاشم سے کچھ
بات کرنی ہے ماہین کے کہنے پر حمنہ اور مہرین دونوں
کمرے سے چلی گئی کیا ہوا ہاشم علی آج چپ کیوں ہو
میں نے سوچا میں بھی شرط لگاؤ آج تمہاری بیٹی پر ماہین
کے کہنے پر ہاشم پھوٹ پھوٹ کے رو دیا مجھے معاف

کردو ماہین میں نے کتنا غلط کیا تمہارے اور دیگر لڑکیوں
کے ساتھ آج اپنی بیٹی پر آپی بات تو مجھے اندازہ ہوا کے
کیا ازیت ہوتی ہے تم جو دل چاہے مجھے سزا دے لو
میری بیٹی پر یوں ظلم نہ کرو وہ اس کے آگے سر
جھکاے اپنی بیٹی کے لیئے بھیک مانگ رہا تھا تم کیا
سمجھے میں اتنی کم ظرف ہوں اگر تمہیں رسوا
کرنا ہوتا تو تمہاری بیوی بیٹی کے سامنے کرتی پر عمر کے
اس حصے میں آکر تمہاری حقیقت سے آگاہ کر کے میں
نہیں چاہتی تھی کے ان کی نظر میں تمہاری عزت کم ہو
میں بس تم کو بتانا چاہتی تھی کے جذبات سے کھیلنے کی
کیا ازیت ہوتی ہے میں بھی ایک عورت ہوں میں وہ
سب حمنہ کے ساتھ کیسے کرتی جو تم نے میرے ساتھ
کیا بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں ہاشم علی وہ اس کو
شرمندہ چھوڑ کر کمرے سے نکل گئی. معافی چاہتی ہوں
اپنے سنگین مذاق پر مہرین کی طرف آتے ہوے وہ
بولی آپ مذاق کر رہی تھی نہ مہرین آنکھوں میں
خوف لیئے اس کو دیکھتے ہوے بولی ماہین کو اس
کی بیچارگی پر بے ساختہ رحم آیا جی میں معذرت چاہتی
ہوں ایسے مذاق کی انشااللہ کل ملاقات ہوگی وہ اس
سے گلے ملتے ہوے دروازے سے نکل گئی اور پیچھے
کھڑا ہاشم علی ہر شرط جیتنے والا آج ہار گیا تھا ماہین کے
ظرف کے آگے اب وہ کبھی ماہین کے سامنے سر اٹھا
کے نہیں مل سکتا تھا بائیس سال پہلے لگائی گئی شرط وہ
آج ہار گیا تھا..

فرح انیس

غزل دسمبر

اتنا ہی رُلانا تھا تو ہنسایا کیوں تھا

آخر روٹھ کر ہی جانا تھا تو منایا کیوں تھا

رہنے دیتے مجھے میری اُداس تنہائیوں میں ہی

پھر سے تنہا کرنا تھا تو محفل کا احساس دلایا کیوں تھا

یوں ہی اگر پل پل اک نئی موت مرنا تھا ہمیں

تو جینے کا احساس دلایا کیوں تھا

خود ہی زندگی میں کانٹے بچھانے تھے اگر

تو زندگی خوبصورت ہے بتایا کیوں تھا

اس دسمبر کی ٹھٹھرتی،

سرد، لمبی راتوں میں ہجر ہی ہونا تھا

تو پچھلے دسمبر رات بھر جگایا کیوں تھا

اتنی ہی نفرت تھی تمہارے دل میں اگر

تو پہلے ہی محبت کا احساس جتایا کیوں تھا

اگر مکرنا ہی تھا آج محبت کی رسمِ وفا سے

تو پیار عبادت ہوتا ہے سنایا کیوں تھا؟؟؟

از قلم صوفیہ کنول

"۔۔الیون ایڈیٹس ۔۔"

(اسپیشل ڈیڈیکیشن ٹو مائی فیورٹ رائٹر نمرہ احمد)

"۔۔۔ ازفاطمہ خان۔۔۔"

آپ جب کالج کے مین گیٹ سے اندر آئیں تو آپ کی پُشت پر کالج کینٹین، ہاسٹل کی شاندار بلڈنگ اور کالج کے وسیع گراؤنڈ اور آپ کے سامنے پھولوں سے بھرے لان ہونگے۔ پھولوں کے راستے آپ آگے بڑھیں تو ایک لمبی راہداری آئے گی۔اسی راہداری آپ سیدھے سامنے چلتے جائیں تو کالج کی مین عمارت اپنی شان سے کھڑی ہے۔پھول پودوں کے درمیان بنے چار خوبصورت ہرے بھرے لانز کے اطراف میں کلاس رومز کا نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔۔ان لانز کے بالکل سامنے دائیں طرف بنی سیڑھیاں چڑھتے جائیں تو لائبریری آتی ہے اور لائبریری کے دائیں طرف بی۔ایس آنرز کی کلاسز شروع ہوتی ہیں۔ان کلاسز کی رُخ کریں تو سب سے پہلے روم نمبر20 آتا ہے۔۔اسی کلاس روم کا ڈور کھولیں تو آپ کا سامنا سب سے پہلے دروازے کے ساتھ ،ٹیبل کے سامنے رکھی ایک چےئر پر بیٹھی، لیپ ٹاپ کی اسکرین پر جھکی ایک دُبلی پتلی خوبصورت سی لڑکی سے ہی ہو گا۔جو انگلیاں مڑورتی، اپنی کانچ سی آنکھیں لیپ ٹاپ کی اسکرین پر جمائے ٹینس سی دِکھائی دے رہی ہو گی۔

"اسلام وعلیکم ماہ رُخ!"

" وعلیکم سلام۔۔۔یار پلیز تھوڑی سی ہیلپ کر دو۔۔مجھ سے نہیں ہو رہا۔۔" جی ہاں ماہ رُخ کا یہی

جملہ ہمیشہ سننے کو ملے گا۔اسٹڈی کیلئے ہمیشہ ٹینشن لینے والی ماہ رُخ کو شاید کسی نے بتایا نہیں تھا کہ ٹینشن۔۔وہ بھی اسٹڈی کی ۔۔کون لیتا ہے یار۔۔۔! ماہ رُخ کے ساتھ ہی دوسری چے ئر بھی ایک اور لڑکی ملے گی۔۔ہمدرد اور ملنسار سی کرن۔۔جو کسی کی مدد کر سکے یا نہیں مگر کوشش ضرور کرتی ہے۔اب بھی یقیناً ماہ رُخ کے ساتھ بیٹھی مدد کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے۔۔اس کی ایک خاص بات یہ ہے کہ آج تک کسی کے ساتھ بھی لڑائی نہیں ہوئی۔۔ایلون ایڈیٹس میں رہتے ہوئے لڑائی نا ہونا واقعی کریڈٹ کی بات ہے۔ان دونوں کو چھوڑ کر آگے جاؤ تو افسٹ رو

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Whatapp:

0322-5494228

Office Adrass:

Chak No:79/5.L sahiwal

میں پہلی چے ئر پر چھوٹے چھوٹے بالوں۔۔ بڑی بڑی آنکھوں والی سانولی لیکن پر کشش اور کیوٹ سی رعیا علی منہ پھلائے بیٹھی ہے۔۔اوہو لگتا ہے پھر اسکی لڑائی نوشین بلوچ سے ہوگئی ہے۔۔ نہیں نہیں گھبرانے کی بات نہیں۔۔لڑائی ضرور ہوئی ہے بٹ ڈونٹ وری یہ روٹین کی بات ہے۔۔وہ کہتے ہیں ناں کہ پیار اور لڑائی جڑواں بہن بھائی ہیں۔

"اسلام وعلیکم رعیا۔۔!"

"وعلیکم سلام۔۔ہاؤ آر یو بڈی۔۔" ہمیشہ کی طرح اپ سیٹ ہونے کے باوجود بھی شرین لہجے میں کہتی وہ سمائل پاس کرنے لگی۔اسکے ساتھ دوسری چے ئر پر نوشین بلوچ اسکارف لپیٹے غصہ سے بھری بیٹھی ہے۔

"اسلام وعلیکم نوشین۔۔!" اسکو سلام کر کے فوراً کسک جاؤ۔۔کیونکہ یہ اس موڈ کے ساتھ سلام کا جواب بھی نہیں دیتی۔۔عام روٹین میں بہت نائس سی ہے بٹ جب رعیا کے ساتھ لڑائی ہوئی ہو تو اس سے دور ہی رہو کیونکہ اسکا سارا نزلہ پھر اگلے پر ہی گرتا ہے۔اسکے ساتھ والی دوسری چے ئر پر اس کلاس کی سب سے دلچسپ لڑکی ۔۔ زرین سجاد عرف زری۔۔ ہر وقت چٹکلے چھوڑتی یہ دبلی پتلی سی لڑکی غصے کی تیز مگر دل کی بہت اچھی ہے۔۔اسکے ساتھ والی چے ئر پر سونیا علی۔۔ جس کو باربی ڈول بھی کہا جا سکتا ہے۔سونیا کے ساتھ والی چے ئر پر مسکان براجمان ملیں گی۔۔جو دل کی بہت اچھی مگر اسکو چھیڑو تو اس وقت تو خاموش۔۔ مگر گھر جاتے ہی اسے بازو بھر لمبے لمبے لڑائی والے مسیجز۔۔ کہ توبہ توبہ۔۔! دوسری رُو میں پہلی سیٹ پر ملیحہ طاؤس۔۔ جس کے تو

کیا ہی کہنے۔۔بس رہنے ہی دو۔۔ تم لوگوں کو یقین نہیں آئے گا۔۔موٹی موٹی کالی سیاہ آنکھوں والی ملیحہ بظاہر تو بہت معصوم لگتی ہے بٹ اتنی شرارتی ہے کہ اگر پالا پڑا تو ناک میں دم ہو جائے۔یہ تو ہو گئیں آٹھ۔۔اب آپ سوچ رہے ہونگے کہ شاید باقی کی تین لیو پر ہوں۔۔نونیور۔۔یہ تو کبھی چھٹی کرتے ہی نہیں۔۔تو۔۔؟ جی ہاں بالکل صحیح سمجھے۔۔کلاس سے باہر نکل کر دائیں ہاتھ جاؤ تو سامنے ہی واک کرتی نظر آئیں گی۔۔درمیان میں ضوفشاں حیدر۔۔سرخ وسفید رنگت اور قدرے لاپرواہ اور ذہین سی ضوفشاں اب تک کے تمام سمسٹر کی ٹاپر ہونے کیساتھ ساتھ ٹاپ کی شیطان۔۔سارے کالج کو تگنی کا ناچ نچایا ہوا ہے۔۔آپ اِن کو الیون ایڈیٹس کی لیڈر بھی کہہ سکتے ہیں۔۔ہر وقت شرارتیں سوچتا اسکے دماغ کو بھی سلام کرنا نا بھولیں۔۔جو تھکتا ہی نہیں۔اِن کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ محترمہ رائٹر بھی ہیں۔۔۔نمرہ احمد۔۔یا پھر اسکے ناولز کے فیکشنل ہیروز "جہاں سکندر اور فارس غازی "کی شان میں گستاخی کر کے تو دکھاؤ۔۔دن میں تارے تو دِکھائے گی ہی۔۔۔ساتھ میں چندہ ماموں بھی نظر آ ہی جائے گا۔۔سارے فیلوز حیران ہیں کہ یہ ٹاپ کیسے کرتی ہے۔۔کیونکہ آج تک کالج میں کسی نے اس کے ہاتھ میں بُک تو دیکھی بھی نہیں۔سارا دن نمرہ احمد اور عمیرہ احمد کے ناولز ہی ڈسکس کرتی ہے پھر ٹاپ کیسے کرتی ہے۔۔؟ یہ تو ان سے مل کر ہی پتہ چلے گا۔۔چلو اِن سے ملواتے ہیں۔

"اسلام وعلیکم ضوفی۔۔!"

"دل تو کرتا ہے" جواہرات کاردار" کا تو مرڈر ہی کر دوں۔۔اتنی زہر لگتی ہے مجھے۔بیچارہ فارس غازی۔۔۔نقصان بھی اسکا اور جیل بھی اسکو۔۔۔" صباء اور بادیہ کے ساتھ زور زور سے نمرہ احمد کے ناول "نمل" پر ڈسکشن کرتی وہ بھلا کہاں سنے گی ہماری۔اور نا ہی اپنے اگل بگل میں صباء اور بادیہ کو سننے دے گی۔ "تم کچھ بھی کہو ضوفی۔۔لیکن فارس بیچارہ نہیں ہے۔۔صرف جیل سے رہا ہونے دو پھر دیکھنا 'کاردارز' کا بینڈ بجادے گا۔۔" جی ہاں یہ کہنے والی صباء ہیں۔جو بہت ہی ایموشنل اور نرم دل کی مالک ہے۔ضوفی اور یہ خود کو 'نمرہ احمد' کی سب سے بڑی فین ثابت کرنے کے ہر حربے استعمال کرتیں

ہیں۔۔۔دونوں کی نظر میں زندگی کو بھی "نمرہ احمد" کا کوئی ناول ہی ہونا چاہیے تھا۔ "یار واقعی ہم لڑکیاں جتنے بھی خواب دیکھ لیں جہاں سکندر۔۔۔سالار سکندر اور فارس غازی کے۔۔۔ملتے ہمیں تایازاد اور خالہ زاد ہی ہیں۔۔" مایوسی سے کہتی ضوفی کا اشارہ اپنے "فیانسی" کی طرف ہی تھا۔ کیونکہ عمر بھائی اِن کے تایازاد ہونے کیساتھ ساتھ خالہ زاد بھی ہیں۔ ناشکری کرنا کوئی اس محترمہ سے سیکھے۔ ضوفی کے دائیں طرف بیٹھی "نا تین میں نا تیرہ میں" والی مظلوم شکل بنائے یہ لڑکی بادیہ ہے۔۔جذباتی اور ہر وقت ہنسنے والی۔ ششش خاموش اور کان ادھر لاؤ۔۔یہ بہت اچھی ہے بہت کے پُرنگ اور لونگ۔۔ لیکن اس کو بتانا مت فوراً نخرے اسٹارٹ ہو جاتے ہیں۔

جی ہاں یہ تھے گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج نمبر2 ڈیرہ اسمائیل خان کے بی۔ایس آنرز پریویس (B.S Hons previous) کے الیون ایڈیٹس جو چالیس سے ہوتے ہوتے صرف گیارہ رہ گئی ہیں۔ کیسا لگا اِن سے مل کر؟۔اِن کو کالج کی طرف سے "مہارانیاں۔۔شہزادیاں۔۔نمونے" جیسے مختلف القابات سے نوازہ جا چکا ہے۔ ان القابات کی وجوہات کیا ہیں۔۔آیئے چل کر دیکھتے ہیں۔

***

آج دس ستمبر کا دن ہے۔۔الیون ایڈیٹس کا رزلٹ نوٹس بورڈ پر اپنی قسمت کو رو رہا ہے۔ اور الیون ایڈیٹس اپنے برے دن کو۔ ہمیشہ کی طرح ضوفشاں حیدر کے نام کے آگے "افسٹ پوزیشن اور G.PA4" جگمگا رہا ہے۔ نوشین بلوچ اپنی سکینڈ پوزیشن کسی کو دینے کی روادار نہیں۔۔اور رہی بات تھرڈ پوزیشن کی۔۔۔تو اس کا ٹیگ اس بار "رعیا علی" کے نام ہے۔ باقی کی آٹھ ایڈیٹس آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نوٹس بورڈ میں سراغ کرنے کے درپے ہیں۔"سوشل چینج اینڈ ڈیویلپمنٹ تھیوریز social change and development theories" میں سب کی سپلی واقع ہوئی ہے۔۔ نہیں نہیں قصور ان کا نہیں ہے۔ یہ تو اپنی پوری تیاری کیساتھ آئے تھے (قسم لے لو چھوٹے چھوٹے پُرزے اور تعویز بناتے بناتے ان بیچاریوں

نے پوری رات گزار دی تھی) محنت تو انھوں نے پوری کی تھی مگر قسمت خراب کہ پیپر ڈیوٹی میڈم عمارہ کی تھی۔ فیل تو ہونا تھا۔ اب بھلا بتاؤ اس سب میں ان بچاریوں کا کیا قصور۔

"گائز سب کو میڈم شاہدہ بُلا رہی ہیں آفس میں۔۔" ضوفی کو۔ آرڈینیٹر coordinator آفس سے نکل کر ان کے پاس چلی آئی۔

"یار کیا کہیں گے میم سے۔۔؟" مسکان ٹینشن سے انگلیاں چٹخاتی رو دینے کے قریب تھی۔

"اوکم آن یارم۔۔ قصور تم لوگوں کا تو نہیں ہے۔۔ میم عمارہ کا ہے ناں، پھر ٹینشن کس بات کی۔۔" ضوفی ،نوشی اور رعیا کو شرارت سے دیکھ کر مسکان کی پُشت تھپکنے لگی۔

"ہاں یار۔۔ اور نہیں تو کیا۔۔ تم لوگوں کا تو کوئی قصور نہیں بول دینا میم شاہدہ کو۔" رعیا بھی اُن حوصلہ بڑھاتی بظاہر ہمدردانہ انداز میں بولی۔ ضوفی اور نوشی منہ موڑ کر اپنی مسکراہٹ دبانے لگیں۔

"پلیز ضوفی تم بھی ساتھ آؤ ناں۔۔" زرین، ضوفشاں کا ہاتھ پکڑ نے لگی۔ ٹینشن سے اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

"yeah۔۔ وائے ناٹ۔۔ اور چلو جلدی۔۔۔ میم غصہ ہو نگی۔۔ کب سے بلا رہی ہیں۔۔" ضوفی بمشکل اپنی ہنسی روکتی اُن کو ساتھ لیے آگے بڑھی۔ ایک نظر مڑ کر نوشی اور رعیا کو دیکھا۔ ہنسی دبانے کی کوشش میں دونوں کا چہرہ سرخ تھا۔ ضوفی اپنی تمام انرجی اپنی ہنسی قابو کرنے میں صرف کرنے لگی۔ آفس کا دروازہ ناک کرتے ضوفی پیچھے کھسک گئی اور باقی سب دل ہی دل میں 'جل تُو جلال تُو' کا ورد کرنے لگے۔

"یس کم اِن۔۔" میم شاہدہ کی آواز سنتے ہی سب کے چھکے چھوٹ گئے، سب ایک دوسرے کو آگے دھکیلتے خود پیچھے چھپنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہے تھے۔

"کم آن گائز۔۔ جاؤ۔۔ ہری اپ۔۔ میم ڈانٹیں گی ایسے۔۔" ضوفی اُن کا تماشہ دیکھتی انجوائے کر رہی تھی۔

"جاؤ ناں زری۔۔" ماہ رُخ ،مسکان کے پیچھے چھپتی زرین کو آگے کرنے لگی۔

"میں کیوں جاؤں آگے۔۔ کوئی اور جائے۔۔" وہ اپنا بازو چھڑاتی بھاگنے لگی۔ مگر اسی دوران آفس کا

دروازہ کھولا اور سدا کی پولائٹ سی میم شاہدہ آج بہت غصے میں لگ رہی تھیں۔

"what the hell is happening around" ایک تو اتنا برا رزلٹ اوپر سے آپ لوگوں کو کوئی شرمندگی نہیں۔۔شیم آن یو گرلز۔۔" وہ غصے سے سب کو دیکھتیں اندر چلی گئیں۔ وہ سب بھی ایک دوسرے کو کھینچتے کھینچتے اندر آ ہی گئے۔

"جی۔۔اب بتائیں کیا پرابلم ہے آپ لوگوں کیساتھ۔۔" وہ سب کے چہرے کو باری باری دیکھتے بے زار لگ رہی تھیں۔

"گرلز آپ لوگوں کو ذرا بھی احساس ہے۔۔جو آپ کر رہی ہیں۔ اور یہ رزلٹ۔۔" وہ شیشے کی میز پر سے رزلٹ اُٹھا کر خفا سے انداز میں بولیں۔

"ٹیل می۔۔کیا وجہ ہے اِس رزلٹ کی۔۔" وہ لسٹ کو لہرا کر بولیں۔ سب خاموش تھے۔

"آپ لوگوں کو میم آنسہ ہی کی سمجھ نہیں آتی یا۔۔" اس بار میم کا لہجہ قدرے دوستانہ تھا۔

"نو میم وہ تو بہت اچھا پڑھاتی ہیں۔۔" زرین میم کی بات ختم ہونے سے پہلے بولی۔

"دین کیا ریزن ہے کہ صرف تین اسٹوڈنٹس نے پیپر کلئیر کیا ہے اور باقی سب۔۔" وہ بے زاری سے بولیں۔

"میم۔۔وہ میم عمارہ کی وجہ سے۔۔" مسکان کی بات پر پیچھے کھڑیں نوشی۔رعیا اور ضوفی کی ہنسی بے ساختہ چھوٹ گئی۔ میم نے غصے سے اُنھیں دیکھا۔ میم کے دیکھتے ہی نوشی اور رعیا کی ہنسی کو بریک لگ گیا البتہ ضوفی ابھی بھی ناکام تھی۔

"what the problem is with you girls۔۔(آپ لوگوں کے ساتھ مسئلہ کیا ہے)" میم کی آج غصے کی انتہا تھی۔۔وہ سب بھی مڑ کر دیکھنے لگیں۔مسکان نے مشکوک نظروں سے ضوفی کو دیکھا۔جو منہ پر ہاتھ رکھے غالباً اپنی ہنسی روک رہی تھی۔کچھ تو گڑ بڑ تھی۔اسکے دماغ میں خطرے کا سائرن بجنے لگا۔۔۔میم ایک نظر اُنھیں دیکھ کر دوبارہ باقیوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"yes what were you saying?(جی۔۔کیا کہہ رہی تھیں آپ)" ۔وہ مسکان کی ہونق شکل دیکھ

کر بولی۔ جو ' اب کیا کروں ' والی شکل بنائے پریشان سی کھڑی تھی۔۔۔ ہمیشہ خود کو لاکھوں میں ایک ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرنے والی مسکان۔۔ شاید نہیں جانتی تھی کہ لاکھوں میں ایک تو نمونے ہوتے ہیں۔۔

"کچھ نہیں میم۔۔وہ۔۔"

"میم ' وہ میم عمارہ کی ڈیوٹی تھی ناں۔۔۔ ڈیٹس وائے۔۔" اس سے پہلے مسکان کچھ الٹا سیدھا بولتی ۔ہادیہ نے یہ نیک فریضہ سرانجام دیا۔

"what you wanna say?(آپ کہنا کیا چاہتی ہیں)" میم شاہدہ شاک سی ہادیہ کا منہ دیکھتی رہی۔

"میم عمارہ کی ڈیوٹی سے آپ کی سیلی کا کیا کنکشن۔۔آپ کو اندازہ ہے آپ کیا بول رہی ہیں۔۔کیا معنی ہیں آپ کی الفاظ کے۔۔" میم کا پارا ہائی ہوا۔اور ہادیہ ہونق سی شکل بنائے مڑ کر ضوفی کو مدد طلب نظروں سے دیکھنے لگی، مگر اُن کو دیکھ کر صورت حال سمجھ میں آئی۔یعنی وہ بُری طرح پھنس چکی تھی وہ تینوں دبی ہنسی ہنس رہے تھے۔ہادیہ نے غصے سے اُن تینوں کو گھورا۔

"ہادی آنکھیں اندر کرو۔۔ڈھیلے گر جائیں گے" صبا کی سرگوشی پر ہادیہ نے فوراًمنہ کے زاویے سیدھے کیے۔ میم نے ایک نااُمید سی نظر سب پر ڈالی۔وہ سب واقعی "اقوال عارفانہ۔۔اعمال احمقانہ۔۔" کی عملی تفسیر تھے۔

" میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا گرلز ! کہ آپ لوگوں کے ساتھ کیا کیا جائے۔۔۔۔سوائے اس کے کہ آپ سب کے پیرینٹس کو کال کیا جائے۔" وہ حتمی انداز میں کہہ کر رزلٹ ٹیبل پر پٹخنے لگیں۔

"میم سوری۔۔نیکسٹ ٹائم ایسا نہیں۔۔۔"

" ناؤیو مے گو۔۔" وہ کہہ کر دوسری فائل کی جانب متوجہ ہوئیں۔۔۔یعنی آپ لوگوں سے بولنا فضول ہے ۔۔ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھتے۔۔وہ سب آہستہ سے جانے کے لئے مڑے مگر یہ کیا۔۔۔وہ تینوں تو غائب تھے۔

" اُف کتنے کمینے ہیں یہ۔۔۔" وہ دانت پیستے رہ گئے۔ کیونکہ وہ فی الحال صرف دانت ہی پیس سکتے تھے۔

* * *

" اسلام وعلیکم خلے۔۔۔!" وہ کچن میں جھانکتے ہوئے

بولی۔۔ جہاں ظلے ہما ہاتھ میں چھری اور آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی لیے پیاز کاٹ رہی تھی۔۔ آواز پر مڑ کر دیکھا توزرین کی صورت دھندلا رہی تھی۔

"زری تم۔۔ کب آئی۔ آؤ اندر تو آؤ۔۔" وہ چھری پلیٹ میں رکھ کر اُسکی طرف لپکی۔

"کیسی ہو تم۔۔۔" زرین اُسکے بائیں گال سے اپنا گال ملاتی وہ بے تکلفی سے بولی۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔ تم کیسی ہو۔۔۔ اور یہ اچانک ہماری یاد کیسے آ گئی تُجھے۔۔ ورنہ تو مہینہ مہینہ۔۔ تین تین ہفتے تو شکل نہیں دکھاتی۔۔" ظلے نے ساتھ لپٹ کر فورا شکوہ داغ دیا۔

"اب بھی تمھاری یاد میں نہیں آئی۔۔۔ سُنا ہے کل رات کو 'لوگ' گھر آ گئے ہیں۔۔" وہ جان بوجھ کر شریر لہجے میں بولی۔ جس کا ظلے ہما پر متوقع اثر ہوا تھا۔

"اچھا۔۔۔؟؟ تو پھر جاؤ یہاں سے۔۔۔ لوگ (عفان) اپنے کمرے میں ہی ہیں۔۔ یہاں بیٹھ کر میرا سر مت کھاؤ۔۔" وہ دوبارہ سے چھری تھامتے ہوئے خفگی دکھانے لگی۔ زرین کو اسکا انداز اچھا لگا اور کھکھلا کر ہنستے ہوئے پاس پڑی چوکی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"تم تو سچ مچ میں ناراض ہو گئی ہو۔۔ میں تو مذاق کر رہی تھی۔۔ اچھا چھوڑو یہ سب۔۔ یہ بتاؤ چچی کہاں ہیں۔۔ نظر نہیں آ رہیں۔۔"

"زینت پھوپھو کے ہاں گئی ہیں۔۔ بس آنے والی ہوں گی۔۔ ویسے تم کیوں پوچھ رہی ہو۔۔ تم تو "لوگوں" کا سن کر آئی ہو۔۔" وہ بات کے آخر میں ایک بار پھر منہ بنا کر بولی۔

"ہاہاہا پاگل لڑکی۔۔۔ میں سچ میں تمھارے لیے آئی ہوں۔۔ دل کر رہا تھا تو سوچا جا کر مل آؤں۔۔ مگر یہاں تو طعنے بازی شروع ہو گئی۔۔ یہ نہیں ہوا کہ چائے پانی ہی پوچھ لو گھر آئے مہمان سے۔" زرین نے اُسے شرمندہ کرنا چاہا۔ مگر وہ کوئی بھی اثر لیے بغیر کام کرتی رہی۔

"تم کوئی گھر آئی مہمان نہیں ہو۔۔۔ سسرال ہے تمھارا۔۔۔ یہ الگ بات کہ آتی مہمانوں کی طرح ہی ہو۔۔" اسکی خفگی ابھی بھی برقرار تھی۔ زرین اُس کے انداز پر مسکراتی اُٹھ کر چائے کی پتیلی اُٹھانے لگی۔

"سسرال کی بھی خوب کہی تم نے۔۔۔ پتہ نہیں تمھارے بھائی محترم کو یہ رشتہ یاد بھی ہے یا۔۔۔" وہ

ہر بار کی طرح اپنے اندرونی خدشے کو زبان پر لے ہی آئی۔ظلے نے بائیں ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کر کے اُسکی طرف دیکھا۔

"تو پوچھ لو ناں بھائی سے کسی دن۔۔۔"

"ناں بابا ناں۔۔مجھے تو سانس بھی نہیں آتی اُسکے سامنے جاتے۔۔اور تم کہتی ہو کہ۔۔ویسے ظلے !کیا تمھیں بھی اُسکی آنکھیں مغرور لگتی ہیں۔۔؟" وہ چولہے پر چائے کا پانی رکھ کر سیدھی ہوئی۔۔ظلے چند پل اُسے دیکھتی رہی پھر ایک دم سے "ہاہاہاہا۔۔۔ہنسنا شروع کر دیا۔

" بدتمیز لڑکی۔۔اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے۔۔" زرین اُسے ہنستے دیکھ کر منہ بنانے لگی۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ جواب دیتی۔۔عباس چچا کی گونج دار آواز نے دونوں کو سہما دیا۔

' بے غیرت لڑکی۔۔!ہزار بار کہا۔۔یوں حلق پھاڑ کر نہ ہنسا کر۔۔جب زبان گدی سے کھینچ لوں تب عقل آئے گی تجھے۔۔۔" وہ کچن کے دروازے میں کھڑے خونخوار نظروں سے ظلے کو گھور رہے تھے ۔زرین کی ہڈیوں میں ڈر سے گودا جمنے لگا۔اور ڈرتے ڈرتے اُس نے سلام کیا۔۔جس کا کوئی بھی جواب دیے بغیر وہ مکمل طور پر اُسے نظر انداز کر کے "جلدی سے دو پیالی دودھ پتی بنا کر بیٹھک میں بھیج " کا آڈر ظلے ہما کو جاری کر کے وہ واپس مڑ گئے۔زرین نے کب کا روکا سانس خارج کیا۔اور عباس چچا کے جاتے ہی وہ بھی فورا اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا ظلے ۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔میں جاتی ہوں۔۔"

"کہاں جا رہی ہو زری۔۔بیٹھو تو سہی۔۔چائے بھی نہیں پی تم نے۔۔۔اور میں عفان بھائی کی پسند پر کوفتے اور پلاؤ بنا رہی ہوں رات کے لیئے۔۔۔تجھے بھی پسند ہیں ناں۔۔تو رات کا کھانا یہیں کھا کر جانا۔۔" وہ باپ کی بات کا اثر زائل کرنے کے لیئے ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔

"نہیں ظلے۔۔دیر ہو گئی تو اماں ڈانٹیں گیں۔۔ مجھے جانا ہو گا۔" وہ کسی بھی صورت مزید رکنا نہیں چاہتی تھی۔

"کون سا تمھارا گھر دور ہے۔۔چلی جانا۔۔ابھی بیٹھو ناں۔" ظلے نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

''نہیں ظلے پلیز۔۔ مغرب ہو رہی ہے۔۔اور میں نے گھر جا کر رات کا کھانا بھی بنانا ہے۔۔ جانتی تو ہو اماں آجکل کام نہیں کر سکتیں۔'' وہ مناسب سا جواز بنا کر اُٹھ گئی۔

''اچھا چل ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔۔میں بھیجوا دوں گی تمھارا حصہ۔۔'' وہ گلے ملتے ہوئے بولی۔ زرین دھیرے سے مسکرا دی۔

''اچھا سنو۔۔۔ ابا کی بات کو برا نہ منانا۔۔وہ ایسے ہی ہیں شروع سے۔ ہر وقت غصہ۔۔ہر وقت ڈانٹ۔۔سجاد چچا کے بالکل اُلٹ۔۔ تم پلیز دل پر مت لینا۔۔'' وہ آخر میں التجایا انداز میں بولی۔۔زرین جس کو عباس چاچا کا انداز واقعی بہت برا لگا تھا۔۔ جانے کیوں وہ ظلے کی بات پر مسکرا دی ۔

''نہیں ظلے۔۔ میں جانتی ہوں عباس چاچا کے مزاج کو۔وہ تھوڑے غصیلے ہیں مگر دل کے برے نہیں ہیں۔۔۔ اور سب سے بڑی بات وہ میرے چچا ہیں۔۔میرے بڑے۔۔ پھر بھلا میں کیوں برا مناؤں گی۔۔؟'' وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولی حالانکہ دل ایک دم سے اُداس ہو گیا تھا۔۔۔اس گھر میں سوائے ظلے کے کوئی بھی اُسے اہمیت نہیں دیتا تھا۔ عفان کو پتہ نہیں وہ کبھی نظر بھی آئی تھی یا نہیں۔۔ ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار وہ مکمل اُسے نظر انداز کرتا تھا۔۔۔ چچی کا بھی موڈ ہوا تو ٹھیک ورنہ 'ہوں ہاں' ہی کرتی رہتی ہیں۔

ایسے میں زرین کو واقعی اپنے مستقبل کی فکر لاحق ہو رہی تھی۔ ایک طرف محبت تھی۔۔اور دوسری طرف ناخوشگوار سی حقیقت۔۔!!

***

''کیا ہوا صبا! تم رو کیوں رہی ہو۔؟'' سب صبا کے گرد بیٹھے اس سے رونے کی وجہ جاننے کی کوشش کر رہے تھے۔ جو ہچکوں پچکوں روئے جا رہی تھی۔ رعیا کے پوچھنے پر اس کے ہاتھ سے ٹشو لیتی وہ آنسو صاف کرنے لگی۔

''کوئی پلیز بھاگ کر جوس لاؤ یار م۔۔بیچاری رات سے رو رہی ہے۔'' ضوفی خوامخواہ اسکے بال سمیٹ کر بولی۔

''اوہو۔۔ہوا کیا تھا۔۔؟ سدا کی کیئرنگ بادیہ فوراً قریب کھسک آئی۔ زرین بھاگ کر دو جوس لے

آئی۔باقی سب بھی بہت پریشان تھے۔ آپس میں لڑتے جھگڑتے اِن ایون ایڈیٹس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ کسی کی بھی تکلیف میں سب اکھٹے ہو جاتے تھے۔

"صبا!جوس لو پلیز۔۔" زرین سجاد جوس اسکی طرف بڑھا کر بولی۔صبا نے جونہی ہاتھ بڑھانا چاہا ضوفی نے پہلے لے لیا۔

"کیا یارم! تم خالی پیٹ جوس پیو گی۔ تمھاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔بیچاری نے صبح ناشتہ بھی نہیں کیا ناں۔۔؟"

"اوہو۔۔سو سیڈ یار۔۔یہ لو پہلے یہ چاکلیٹ کھا لو۔۔ویسے بتاناں ضوفی واٹس ہیپنڈ ٹو ہر (اِسے ہوا کیا ہے)۔۔" رعیا فوراً اپنی چاکلیٹ آفر کرنے لگی۔جسے صبا نے فوراً لے لیا۔

"میں کیا بتاؤں یارم! مجھے خود بھی سوچ سوچ کر دُکھ ہوتا ہے کہ۔۔" اس سے آگے منہ سے الفاظ نکلنے کی بجائے آنکھوں سے آنسو ہی نکل آئے۔اور صبا اسکے آنسو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"اوکے لیو اِٹ۔۔لیو اِٹ۔۔آئی وِش سب ٹھیک ہو جائے۔۔پلیز ڈونٹ ویپ۔۔" رعیا نے فوراً صبا کے آنسو پونچھے۔ ماہ رُخ اور کرن ضوفی کو حوصلہ دینے لگے۔بادیہ نم آنکھوں کے ساتھ دونوں دوستوں کو دیکھتی رہی جو پتہ نہیں کون سا دُکھ لیے اندر ہی اندر گھٹ رہے تھے۔صبا کی تو رو رو کر آنکھیں سُرخ ہو گے ءں تھیں۔

"صبا پلیز کچھ تو بتاؤ۔۔" نوشی سے اسکی حالت دیکھی نا گئی۔

"تم لوگوں کو پتہ ہے۔۔ہاشم نے بہت برا کیا ۔۔" آنسو پونچھ کر وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیا ہوا۔۔کس کے ساتھ۔۔؟" اسے منہ کھولتا دیکھ کر ضوفی نے کان کھجایا۔اور باقی سب غور سے صباء کو سننے لگے۔

"سعدی کے ساتھ۔۔"

"سعدی کون ہے۔۔؟" مسکان نے کنفیوز سے انداز میں پوچھا۔

"ہاشم کے دور کا بھانجا ہے۔۔" صبا اب نارمل انداز

میں بول رہی تھی۔

" اور یہ ہاشم کون ہے۔۔؟" کب سے خاموش سونی نے سوال کیا۔ جس پر سب نے "ہاں ہاں" میں سر ہلایا۔گویا وہ بھی یہی جاننا چاہتے تھے۔

"ہاشم اور سعدی نمرہ۔۔"

"کیا یار م! اتنی سمپل سی بات سمجھ میں نہیں آتی تم لوگوں کے۔۔ہاشم اور سعدی "ماموں بھانجا " ہیں۔۔اور ہاشم نے بالکل بھی ٹھیک نہیں کیا سعدی کے ساتھ۔۔سعدی اتنا کیوٹ ہے لیکن۔۔" ضوفی، صبا کو منہ کھولتا دیکھ کر گڑبڑا گئی پھر جلدی سے اسکی کہی بات کو کنٹرول کرنے کے لئے ایموشنل سے انداز میں بولنا شروع ہو گئی۔ اسکی بات پر صبا نے پھر سے رونا شروع کیا اور ضوفی موقع دیکھتے ہی آنسو پونچھتی "ایکسکیوز می" کہہ کر باہر چلی گئی۔ سب اسے روتے ہوئے جاتا دیکھتے رہے۔

"ون سیکنڈ۔۔" بادیہ اپنی چیئر سے اُٹھتے ہوئے بولی۔ سب کی توجہ بادی کی طرف ہو گئی۔

"صبا! یہ " سعدی اور ہاشم " وہی کہیں "نمل بائے نمرہ احمد" کے فکشنل کریکٹرز تو نہیں۔۔" وہ مشکوک انداز میں صبا کو دیکھنے لگی۔ بیوقوف سی صبا نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ڈیم اِٹ گائز۔۔دے میک اَس فول(انھوں نے ہمیں فول بنایا ہے) بادیہ فوراً روتی صبا پر جھپٹ پڑی۔سب حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ اور معاملہ سمجھ میں آنے پر سر تھام کر رہ گئے۔

"بائے گاڈ۔۔کتنے مین ہو تم دونوں۔۔" ماہ رُخ اونوشی اپنی اپنی سیٹ کی طرف چلے گئے۔

"یقین کرو میں سچ میں اپ سیٹ ہوں فار سعدی۔۔ڈرامہ تو ضوفی نے کیا ہے۔۔" سدا کی ایموشنل اور نرم دل صبا ایک بار پھر رونے لگی۔

" دس اِز ناٹ فیئر۔۔ہمارے ایموشنز کے ساتھ کھیلے تم لوگ۔۔" رعیا ناراضگی سے اُٹھنے لگی۔

"اور میری چاکلیٹ کہاں ہے۔۔" یاد آنے پر وہ فوراً پلٹ کر بولی۔

"اور میرے جوس۔۔" زرین بھی غصہ ہوئی۔

"وہ تو ضوفی لے گئی۔۔" صبا نے خالی ہاتھ لہرائے۔

"ضوفی۔۔۔ضوفی۔۔ڈرامے باز۔۔آئی وِل کل یو۔۔" رعیا فوراً باہر لپکی۔اور باقی جس کے ہاتھ میں جو

آیا صبا کو نوازتا گیا۔

***

ضوفشاں حیدر کا تعلق پختون قبیلے سے تھا۔روایتی پختون کی طرح وہ بھی جوائنٹ فیملی میں رہتی تھی ۔تین کنال کی زمین پر حویلی نما گھر میں تین بھائیوں کی فیملیز آباد تھیں۔۔بڑے بھائی حیات خان۔۔جو ضوفی کے تایا ہونے کیساتھ ساتھ خالو بھی تھے۔۔حیات خان کی پانچ اولادیں ہیں۔۔زینب (ضوفی کی بھابھی)،عمر(فیانسی)، تیمور(ضوفی کا سب سے اچھا دوست) سعود ،،اور سب سے آخر میں عائشہ۔۔۔دوسرے نمبر پر حیات خان۔۔جس کی تین اولادیں تھیں،،جن میں سے ایک ضوفی میڈم ہیں۔۔جن سے آپ بخوبی واقف ہیں۔۔۔اور سب سے چھوٹے بھائی معین خان کی بھی تین اولادیں تھیں۔۔عثمان۔۔وصی اور فارینہ۔۔۔ہنستا بستا یہ گھر خوشیوں کا گھوارہ ہے۔۔جہاں پر کوئی روایتی خاندانوں والی لڑائی جھگڑے آپ لوگوں کو دیکھنے کو نہیں ملیں گیئں۔۔۔ویسے تو ینگ پارٹی کا دن میں دس بار جھگڑنا معمول کی بات ہے مگر ان لڑائی جھگڑوں میں بھی ایک پیار ہی ہوتا ہے۔۔۔مل جل کر رہتے اس خاندان کی محبت کی مثال شاید کہیں ہو۔۔۔چاچوزاد فارینہ کا ایک ہی شوق تھا گھر کو صاف ستھرا رکھنا۔۔اور باقی کے کزنز کو بھی اُس کے شوق کی بڑی قدر تھی۔۔سو دن میں دس بار اُسے اُس کا شوق پورا کرنے کا موقع دیتے تھے(بار بار گندگی مچا کر)۔ابھی بھی ینگ پارٹی سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے پی ایس ایل کا میچ دیکھ رہے تھے۔ساتھ میں زور دار قسم کی ڈسکشن بھی جاری تھی۔۔۔فلور کُشن پر بیٹھی ضوفی چپس کھانے کے ساتھ ساتھ ریموٹ ہاتھ میں پکڑے باقاعدہ کمنٹری کر رہی تھی۔

"ضوفی! اپنا منہ تو بند کرو یار۔۔؟"اُس کے تایازاد اور خالہ زاد تیمور کی بات پر ضوفی مڑ کر اسکا منہ چڑاتی دوبارہ کمنٹری کرنے لگی۔

"کراچی کینگ۔۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات پوری کرتی وصی نے ایک دھموکا رسید کیا۔

"آوچ کمینے۔۔!" وہ پلٹ کر وہ فلور کشن سے اسے مارنے لگی۔خود کو بچانے کی کوشش میں وصی کا ہنسی سے بُرا تھا۔ضوفی کی دیکھا دیکھی تیمور اور سعود دونوں

بھائیوں نے بھی کشن اور تکیے اُٹھا کر اُن دونوں کو مارنا شروع کر دیا۔۔خود کو بچانے اور اگلے کو مارنے کی کوشش میں چاروں کے قہقہے پورے گھر میں گونج رہے تھے۔اپنا یونیفارم استری کرتی فارینہ بھاگ کر لاؤنج میں آئی۔اور پھر۔۔۔۔

''بابا۔۔امی۔۔۔تایا ابو۔۔۔'' وہ دروازے میں کھڑی زور زور سے چلا رہی تھی۔اسکی دردناک چیخوں نے اُن چاروں کو بھی پلٹنے پر مجبور کیا۔

''کیا ہو گیا ہے فارینہ۔۔!'' وصی نے تیزی سے اسے جا لیا اور اسکے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ لیا۔وصی کے مضبوط ہاتھوں میں اسکا منہ تو چھپ گیا تھا۔مگر آنکھوں کے ڈیلے ابھی بھی گھوم گھوم کر بے یقینی سے لاؤنج کو دیکھ رہے تھے۔جو کپاس کی کھیت کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ تایا ابو اور چاچو شور سن کر لاؤنج میں آئے۔

''کیا ہو گیا ہے فارینہ!کیوں۔۔۔۔'' اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات پوری کرتے،اُن کی نظر لاؤنج پر پڑی۔اور پھر بادشاہ اکبر کا دربار لگ گیا۔ضوفی،وصی،سعود اور تیمور ہاتھ باندھے سر جھکائے کسی مجرم کی طرح کھڑے میں کھڑے تھے۔وہ چاروں خود کو مظلوم اور اگلے کو مجرم ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے مگر تایا ابو کسی کی بھی بات سنے بغیر منہ بسور کر روتی فارینہ کا سر گود میں رکھے اس کو برابر تسلیاں دے رہے تھے۔

''تایا ابو۔۔میں نے آدھا گھنٹہ پہلے تو لاؤنج صاف کیا تھا۔صبح سے پانچویں بار ہے یہ مگر اب دیکھیں۔۔اور یہ کشنز۔۔۔!'' وہ کشن کی حالت دیکھ دیکھ کر غصہ ہو رہی تھی۔

''ان کو ان کے کیے کی سزا ملے گی۔۔یہ چاروں لاؤنج کو صاف کریں گے۔اور۔۔۔''

''تایا ابو۔!کل میرا ٹسٹ ہے۔۔۔میں وہ۔۔'' اُس نے ''ٹسٹ یاد ہونے کے باوجود بھی کام سے بچنے کے لئے کہا۔۔مگر اُسکی ایک نا چلی۔

''اب تمھیں ٹسٹ یاد آیا۔۔جاؤ جھاڑو لاؤ۔۔اور تم تینوں میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔۔جاؤ ضوفی کے ساتھ صفائی کرو۔۔'' غصے سے حکم دیتے ضوفی کو کہیں سے بھی وہ ''اپنے ڈیئر تایا'' نہیں لگ رہے تھے۔جن کو ضوفی سے بے پناہ محبت تھی۔ یہ تو کوئی جلاد صفت انسان لگ رہے تھے جو سیدھا سزائے موت سے

نوازنے لگے تھے۔ضوفی کے لئے کام کرنا موت کے مترادف تھا۔۔یہ تایا ابو بھی جانتے تھے لیکن پھر بھی۔۔فارینہ پر ایک خفا سی نظر ڈال کر وہ بگڑے منہ کے ساتھ باہر آئی۔۔وہ تینوں بھی پیچھے ہی آئے۔

"آئی کانٹ بلیو تیمور۔۔تایا مجھ پر چلا رہے تھے۔۔" بے شک آنسو مصنوعی تھے صرف کام سے بچنے کے لئے۔۔۔مگر اندر کہیں واقعی دکھ بھی ہوا تھا اور بے یقینی بھی۔۔!!

"اچھا ناں ضوفی۔۔!' ہم کرتے ہیں تم پلیز اپنا موڈ ٹھیک کر لو۔۔"تیمور اسکے بگڑتے موڈ کو دیکھ کر بولا۔کچھ بھی ہو "ضوفی" اُسے بہت عزیز تھی۔۔شاید بھائی سے نسبت طے ہونے کی وجہ سے یا اُسکی شرارتی طبیعت کی وجہ سے۔۔لیکن وہ اُس کے لئے سگی بہنوں سے بڑھ کر تھی۔

"کیوں بھئی۔۔اگر ضوفی نہیں کرے گی تو میں بھی نہیں کروں گا۔۔" وصی آرام سے چےئر پر بیٹھ کر بولا۔

"تم دونوں بہن بھائی میرے دشمن ہو۔۔۔فارینہ کو تو بعد میں دیکھ لوں گی ابھی۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ وصی کی درگت بناتی تایا ابو کی گرجدار آواز نے اسے کپکپا کر رکھ دیا۔ سو "مرتے کیا نا کرتے کے مصداق" وہ ڈرامے بازی کو سائیڈ پر رکھتی صفائی میں لگ گئی۔اور پھر اگلے دس منٹوں میں لاؤنج اپنی پہلی حالت میں واپس آگیا تھا۔۔تایا ابو کی گود میں سر رکھے فارینہ کے آنسو بھی تھم چکے تھے۔۔۔ضوفشاں چھپ چھاپ کچھ بھی کہے بغیر اُس پر ایک نظر ڈالنے کے بعد اندر چلی گئی۔۔تیمور اُسکے چہرے کی غیر معمولی سنجیدگی سے معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا سو فورا اُسکے پیچھے لپکا۔مگر معاملہ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔۔وہ فارینہ کے کمرے سے اپنی کاروائی کر کے واپس آچکی تھی۔الماری کے دونوں پٹ کھلے تھے۔۔اور فارینہ کی ساری چیزیں نیچے تھیں۔وہ سر تھام کر رہ گیا جبکہ ضوفی ہنستے ہوئے شاہانہ انداز میں اپنے روم کی جانب بڑھ گئی۔۔۔ایک تیر سے دو شکار جو کر لیے تھے۔۔۔یعنی اپنا غصہ بھی نکال لیا اور فارینہ کو شوق پورا کرنے کا بھی ایک اور نادر موقع فراہم کیا گیا تھا۔

***

اگلی صبح بہت روشن اور کھلی کھلی سی تھی جب ضوفی نے

کلاس روم میں انٹر ہو کر سب کو کمبائن وش کیا۔
"ہیلو گائز۔۔گڈ مارننگ۔۔!"
"مارننگ۔۔" مرجھائی سی آوازیں اُبھریں۔
"کیا ہوا۔۔باہر تو اچھی خاصی دھوپ ہے۔۔" وہ سب کے مرجھائے چہرے دیکھ کر بولی۔سب نے نا سمجھی والے انداز میں اسے دیکھا۔
"آئی مین تم لوگوں کے چہروں پر کس غم کے بادل چھائے ہیں۔۔" وہ سب کے چہرے دیکھتے ہوئے بولی۔
"یار تمھیں تو آتا ہو گا میم بانو کا ٹسٹ۔۔۔میری تو کل آنٹی آگئی تھی تو۔۔" مسکان ایک ابرو اُونچا کر کے رشک و یقین بھرے انداز میں پوچھنے لگی۔مسکان بیچاری کا ایک پرابلم ہے۔۔کلاس میں جب بھی کوئی ٹسٹ ہوتا تو اُس کے گھر بڑے آرام سے "کوئی آنٹی ،ماموں' آکر بیچاری سے پتہ نہیں کس جنم کا بدلا لیا کرتے تھے۔۔عام دنوں میں جن کا آنا نہیں بھی ہوتا تھا۔۔۔وہ بھی پتہ نہیں کہیں نا کہیں سے مسکان کے ہونے والے ٹسٹ کا سن کر آجاتے تھے۔۔اب کل کی ہی مثال لے لو۔۔۔وہ نو بجے اپنا فیورٹ ڈرامہ دیکھنے کے بعد ٹسٹ یاد کرنے اُٹھی ہی تھی کہ ساتھ والی خالہ کسی کام سے آگئی۔۔اب بھلا بتاؤ۔۔مہمان کو چھوڑ کو پڑھنا کیا پڑھے لکھے لوگوں کو سوٹ کرتا ہے۔۔؟۔ اگر کسی نے آنا بھی ہوتا ہے تو کم از کم صبح سے بتا دیتا ہے اپنے پروگرام کا۔۔۔اب اُس کو کون سا پتہ تھا کہ خالہ نے رات میں آنا ہے۔۔۔ورنہ تو صبح سے ہی کر لیتی پڑھائی۔۔ بہر حال اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔۔سوائے اس کہ میم کو خالہ کی غیر متوقع آمد کا بتائے۔۔۔کچھ بھی ہو وہ آئی تو اُسی ٹائم ہی تھی ناں جس ٹائم اُس نے ٹسٹ یاد کرنے کا 'ارادہ' کیا تھا۔۔۔ ہاہاہاہا بقول الیون ایڈیٹس کہ یہ بہانہ بھی بہت پُرانا ہو چکا تھا۔۔۔مگر مسکان جیسے لوگوں کو وقت کی قیمت کا بہت احساس تھا۔۔سو،نیا بہانہ بنا کر اُس نے اپنے قیمتی وقت کو ضائع نہیں کرنا تھا۔۔۔بھلے اُس کے اس بوگس بہانے سے الیون ایڈیٹس کی ہنس ہنس کر اپنے انرجی ضائع ہو۔۔اُسکی بلا سے۔۔اُسے کیا ضرورت تھی ٹینشن لینے کی۔۔بہانہ نیا ہو چاہیے پرانا۔۔میم نے تو ہر حال میں ڈانٹنا تھا۔۔۔ پھر بھلا بتاؤ نہیں بہانے بنانے کی کوئی تک بنتی ہے۔۔؟؟

"او۔۔تو یہ بات ہے۔کم آن گائز۔۔چلو کسی دن اس کی کسی آنٹی انکل سے پوچھ ہی لیتے ہیں اس دشمنی کی وجہ۔۔۔" وہ ہنسی۔سب نے اُس کا اس نیک کام میں بھرپور ساتھ دیا۔۔الیون ایڈیٹس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ جتنے بھی پریشان ہوں۔۔ہر چھوٹی چھوٹی بات پر اُن کا ہنسا ضروری ہوتا ہے۔۔۔ہاہاہاہاہا ۔۔۔ابھی بھی سب مسکان کو تنگ کرتے ہوئے ہنس رہے تھے۔

"ضوفی یار تمھارے علاوہ کسی نے نہیں کیا prepare۔۔نہیں دیتے ناں پلیز۔۔" ہنستے ہنستے نوشی نے ایک دم منت بھرے انداز میں کہا۔

"او۔کے آئی ہیو نو ایشو۔۔بٹ یو نو میم بانو کا تو سب کو پتہ ہے۔۔وہ تو لیں گی چاہیے ہم دیں یا نا دیں۔۔"

"یار آج پھر کتے والی ہونی ہے۔۔" رعیا علی رو دینے والے انداز میں بولی۔("کتے والی" سے مراد۔۔۔بہت بڑی بے عزتی ہے)جو پہلے رعیا اور پھر بعد میں الیون ایڈیٹس کا معمول کا جملہ بن گیا تھا۔

"ہاں یار کیا ہو گا۔۔!" ماہ رُخ بھی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"ہاہاہاہا۔۔۔جو منظورِ خدا ہو گا۔۔" ضوفی اُس کا انداز انجوائے کرتی لاپرواہی سے کندھے اچکا کر بولی۔

"بائے دی وے۔۔تم لوگ کر کیا رہے تھے تین دن سے۔۔میم نے تو thursday کو دیا تھا ناں ٹسٹ۔۔۔اور کل سنڈے بھی تھا؟"

"میں تو۔۔"

"شاہ رُخ کی کوئی مووی ہی دیکھ رہی ہو گی۔۔ہے ناں۔۔" رعیا کو منہ کھول کر اپنی مصروفیت بتانے سے پہلے ضوفی نے بتا دیا۔۔کیونکہ یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ کوئی نیو مووی ریلیز ہو اور رعیا دیکھے نہیں۔۔یہ تو اس صدی میں کم از کم ناممکنات میں سے ایک ہے۔

"یپ بڈی ۔۔۔۔"دل والے" کیا مووی ہے یار۔۔" رعیا نے ہنس کر کہا اور ضوفی نے اُسے پیار سے ایک دھپ رسید کیا۔وہ صرف "آوچ" کہہ کر رہ گئی۔

"اور تم۔۔؟" ضوفی نے مڑ کر سونی کو دیکھا۔

"میں تو تین دن سے یہی سوچ رہی تھی کہ ٹسٹ نا دینے کے لئے کون سا بہانہ زیادہ suitable ہو گا۔۔" وہ اپنی موٹی موٹی آنکھیں گھما

کریوں بولی کہ سب اسکی بات پر ہنس پڑے۔جی ہاں باربی ڈال سی سونیا کی پتہ نہیں یہ خوبی ہے یاخامی۔۔کہ کبھی کسی بات کی ٹینشن نہیں لیتی۔۔۔اور پڑھائی کی تو بالکل بھی نہیں۔۔۔" اور بھی بہت سی ٹینشنز ہیں لائف میں۔۔اک اسٹڈی کے سوا' یہ اسی کا ایجاد کردہ جملہ ہے۔۔یہ تو 20 مارکس کا ٹسٹ ہے۔۔۔لیکن 100 مارکس کے پیپر کے لئے بھی یہ ٹینشن لے کر اپنی انرجی ضائع نہیں کرتی۔۔۔بقول نوشین بلوچ کہ ایگزیمز کے دنوں سے سونی سے بات کر کے بندہ ایک دو دنوں تک ریلیکس ہی ہو جاتا ہے۔۔بڑے آرام سے۔۔" ہو جائے گا یار" کہہ کر اگلے کو وہ تھپکی دیتی تھی کہ وہ بھی بکس بند کر کے "ہو جائے گا" پر اندھا یقین رکھتے ہوئے ریلیکس ہو جاتا۔۔اور تو اور رزلٹ (سپلی) آنے کے بعد بھی اُس کا اطمینان قابل دید ہوتا"ہو جائے گا یار" (یعنی ابھی نا سہی۔۔کبھی نا کبھی تو ہو ہی جائے گا)۔

"تمھارا کچھ نہیں ہو سکتا یارم۔۔" ضوفی نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ واقعی کمال تھی۔۔جی ہاں ایسے نایاب لوگ صرف الیون ایڈیٹس میں ہی پائے جاتے ہیں۔۔

"اور میں تو تین دن سے مسٹر عفان عباسی پر لائن مارنے کی ناکام کوشش ہی کرتی رہی ہوں یار۔۔"مظلومیت کی حد پار کرنے والی زرین کی اس بات پر ایکبار پھر سب ہنس پڑے۔کیونکہ اسکے بچپن کا منگیتر 'مسٹر عفان عباس" خواں مخواں میں' 'عمران عباس' بنتا۔۔جانے کس بات پر اتنی اکڑ دکھاتا تھا۔۔؟؟ مانا کہ شکل و صورت اچھی تھی ۔۔۔ہائی کوالیفائیڈ تھا۔۔۔اچھی جاب تھی۔۔۔مگر اس کا ہرگز بھی یہ مطلب نہیں کہ آپ اگلے کو غرور دکھاؤ۔۔جیسے وہ زرین کو دکھا رہا تھا مسلسل۔۔

" ویسے اسٹرینج ناں۔۔افسٹ ٹائم ان مائی لائف۔۔ i heard کہ کوئی اپنے فیانسی پر لائن مار رہا ہے۔۔" ضوفی نے "اپنے" کو لمبا کھینچ کر کہا۔

"یس بٹ فیانسی بھی تو مسٹر عفان عباسی ہیں۔۔سڑیل۔۔پراؤڈی۔۔ میری ساری symphties (ہمدردی) تمھارے ساتھ ہیں زری۔۔" ہادیہ نے مصنوعی آنسو پونچھ کر کہا۔ہونہہ اللہ نے ذرا سی اچھی شکل کیا دی۔۔اُس کا تو مزاج ہی

نہیں ملتا تھا۔۔شکل اور مزاج ملنے سے کوئی واقعی میں ''عمران عباس'' نہیں بن جاتا۔۔مگر برا ہو عفان عباس کا ۔۔جو مسلسل بننے کی کوشش کر رہا تھا ۔۔(ویسے یہ ایلون ایڈیٹس کا ذاتی خیال ہے۔۔۔عفان عباسی کا اس ''حقیقت'' سے کوئی تعلق نہیں۔۔۔آپ آگے چل کر خود ملاحظہ کیجئے ۔)

''یار یہ سب چھوڑو۔۔یہ بتاؤ۔۔ٹسٹ کا کیا بنے گا۔۔'' سدا کی ٹینشن لینے والی ماہ رُخ منہ بنا کر بولی۔

''کیا یار۔۔ چھوڑو ٹسٹ کو۔۔اچھا بھلا موڈ خراب کر دیتی ہو۔۔اور اتنی ہی ٹینشن تھی تو کر لیتی پریپیر ۔''زرین چڑ کر بولی۔

'' بڑی آئی پڑھاکو۔'' جانے کیوں وہ آج بہت چڑچڑی ہو رہی تھی۔

''تم پلیز اپنے عفان کا غصہ مجھ پر مت اُتارو۔۔''

''عفان کا کیا ذکر۔۔ '' وہ ایکدم غصہ ہوئی۔

'' وہ تمھیں لفٹ نہیں کراتا ناں۔۔ اس لئے اُس کا غصہ ہم پر اُتار دیتی ہو'' ماہ رخ نے اُسکی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''او شٹ اپ پلیز۔ مجھے غصہ عفان پر نہیں۔۔ تمھاری اِس فضول کی ایکٹنگ پر آتا ہے۔ بہت بنتی ہو ناں پڑھاکو۔۔تو کبھی پڑھ بھی لیا کرو۔۔'' وہ جانے کس کا غصہ کس پر اُتار رہی تھی۔۔بتایا تھا ناں کہ زرین نامی یہ لڑکی ''غصے کی پٹینگ تیز۔۔مگر دل کی بہت اچھی ہے۔مگر ابھی فی الحال اُس کا غصہ ہی ملاحظہ کریں۔۔۔جس کا گراف ماہ رُخ کی ہر بات پر مزید بڑھتا جا رہا تھا۔

''تمھاری طرح کم از کم چیٹنگ تو نہیں کرتی ہر وقت۔۔''ماہ رخ بھلا کیوں پیچھے رہتی۔

''شٹ اپ ماہ رُخ۔۔اب۔۔''

''یو شٹ اپ۔۔ بات کرنے کے مینرز سیکھو پہلے۔۔'' ماہ رُخ چے رُ گھسیٹ کر غصے سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

''تم میں تو جیسے ۔۔''

''کیا یار۔۔بات کو کہاں سے کہاں لے گئے ہو۔۔پلیز جسٹ کام ڈاؤن۔۔'' صبا نے زرین کی بات کاٹ دی۔۔جی ہاں اس لڑکی کے نزدیک لڑنا جھگڑنا دنیا کا سب سے بورنگ کام ہے۔۔۔کیونکہ عام روٹین میں بھی جب اُسکی دونوں بیسٹ فرینڈز ہادی اور ضوفی کی

لڑائی ہوتی تھی تو بیچاری درمیان میں پِس کر رہ جاتی تھی۔۔کامن فرینڈز کا یہی تو مسئلہ ہوتا ہے۔۔دونوں کے منہ بنے ہوتے۔۔۔۔اور وہ بیچاری بور ہی ہوتی رہتی۔۔۔بس تب سے اُسے ہر لڑائی بور ہی لگتی ہے۔۔۔اب بھی زرین اور ماہ رُخ کی لڑائی سے اتنے اچھے ماحول کو 'بورنگ' ہونے نہیں دینا چاہتی تھی۔

"اس سے کہو میرے منہ نا لگا کرے۔جل ککڑی کہیں کی۔" زرین ناپسندہ نظروں سے ماہ رُخ کو دیکھنے لگی۔ جانے آج اُسے کیا ہوا تھا۔

"اوہیلو۔۔سمجھتی کیا ہو خود کو۔میں جلوں گی تم سے۔۔جلتی ہے میری جوتی۔۔" ماہ رُخ نے پیر پٹخ کر کہا۔

"ظاہر ہے جوتی جو تمھاری ہوئی۔" زری نے منہ بنا کر کہا۔

"اسٹاپ اِٹ یار۔۔میں دونوں کو "شٹ اپ کال" دے رہی ہوں۔نو مور لڑائی۔۔کیا یار۔۔واقعی ہنسی مذاق کی بات کو کہاں لے گئے ہو۔۔" زری کی بات پر ماہ رُخ کو کچھ بولنے کے لئے منہ کھولتا دیکھ کر صُوفی بول پڑی۔۔کلاس کا ماحول ایک دم گرم ہو گیا تھا۔۔ہنسی مذاق کی بات کو دونوں کہاں سے کہاں لے گئے تھے۔۔بے شک لڑنا جھگڑنا ان کا معمول تھا مگر آج دونوں کا انداز مختلف تھا۔۔بھلا ایسے بھی کوئی چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑتا ہے۔

"کم آن یار۔۔جسٹ چِل۔۔شیک ہینڈز۔۔" رعیا اور نوشی کی بات پر دونوں نے منہ بنا لیے۔

"کم آن زری۔۔ہاتھ ملاؤ۔۔" کرن نے مسکراتے ہوتے ہوئے کہا۔

"نیور۔" وہ غصے سے بولی۔

"مجھے بھی شوق نہیں ہے تم سے شیک ہینڈ کرنے کا۔۔لیکن لحاظ رکھتی ہوں ان سب کی بات کا۔۔" ماہ رُخ کو اپنی انسلٹ بُری لگی۔

"اوریئلی۔۔؟" زری نے تمسخر سے کہا۔ماہ رُخ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"ماہ رُخ تم چھوڑو یار۔۔اس کی تو عادت ہے لڑنے کی۔۔" مسکان نے ماہ رُخ کی سائیڈ لے کر خوامخواں میں معاملے کو گھمبیر کر دیا۔اور پھر الیون ایڈیٹس کی تاریخ میں "پانی پت" کا وہ "طعنے خیز" معرکہ شروع ہو گیا کہ سب سر تھام کر رہ گئے۔تُوں تُوں۔۔میں

میں کرتے اب دونوں ایک دوسرے کے مرحوم آباؤ واجداد کو بھی گھسیٹ لائے تھے۔۔۔اس شدید نوبت کی لڑائی کو ایک آواز نے ختم کیا۔اور وہ آواز تھی۔۔۔!

"ضوفشاں آپکو میم بانو بلا رہی ہیں نیچے اسٹاف روم میں۔۔" فورتھ سمسٹر کی حمنہ نے آکر اطلاع دی۔اطلاع تھی کہ صُورِ اسرافیل۔۔سب ساکت رہ گئے۔

" اُو گاڈ۔۔ٹسٹ۔!" ماہ رُخ اور زرین بھی لڑائی بھول کر ہڑبڑا سے گئے۔کوئی خواں مخواں میں پے پرز سیٹ کرنے لگا تو کوئی ہڑبڑاتے ہوئے اپنا سامنے رکھا رجسٹر ڈھونڈنے لگا۔ان سب میں واحد ایک ضوفی تھی جو جو ہر قسم کی ٹینشن سے بے نیاز بڑے ریلیکس انداز میں سب کی ایکٹیوٹیز دیکھ رہی تھی۔فورتھ ایئر کی حمنہ بھی ابھی تک دروازے میں کھڑی سب کی گھبراہٹ انجوائے کر رہی تھی۔

"اوکے حمنہ۔۔آپ جاؤ ۔۔میں آ رہی ہوں۔۔" ضوفی مسکرا کر حمنہ سے کہتے ہوئے اُٹھنے لگی۔حمنہ ایک نظر سب پر ڈال کر مسکراتے ہوئے مڑ گئی۔ضوفی کے اُٹھتے ہی سب کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔

"یار کیا ہو گا۔۔کیسے دیں گے ٹسٹ،،مجھے تو رونا آرہا ہے۔۔؟" مسکان ہمیشہ کی طرح انگلیاں چٹخانے لگی۔

" روؤ نہیں یاروں۔۔روئیں گے تو اپنے دشمن ہمارے ٹسٹ دیکھ کر۔۔۔" لاپرواہی سے کہتی سونی نے "اپنے دشمن" کو لمبا کیا۔سب اس کا انداز دیکھ کر رہ گئے جو بڑے آرام سے بیگ سے پین اور پیجز نکال رہی تھی ۔۔اور خود ٹینشن لینے کی بجائے دشمنوں (ٹیچرز) کیلئے ٹینشن کا سامان پیدا کر رہی تھی۔۔اب ظاہر ہے جو لوگ ہمیں اتنی ٹینشن دیتے ہیں اُن کو بھی تو رولانا چاہیے ناں۔۔!

" آئی وِش ضوفی میم سے بات کر لے۔" رعیا نے دعائیہ انداز میں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی جانب مدد طلب نظروں سے دیکھا۔

"خوامخواں کی اُمید مت لگاؤ۔۔میم بانو نے کبھی کسی کی سنی ہے۔۔" صبا مایوسی سے پیجز اور پین نکالتے ہوئے بولی۔

"معجزے بھی اللہ پاک ہی کرتے ہیں مائی

ڈیئر۔۔!' ' ہادیہ کو جانے کیوں اُمید سی تھی۔

"جی جی۔۔۔تم انتظار کرو معجزوں کا۔۔" وہ اسکی سادگی پر ہنس پڑی۔۔

"یہ ضوفی کہاں رہ گئی۔۔!" زرین جھنجلاتے ہوئے بولی۔

"ہاں یار۔ آئی نہیں ابھی تک۔۔کافی دیر ہو گئی ہے۔" نوشی کو بھی خیال آیا۔

"ڈونٹ وری۔۔آئی ایم شیور کہ۔۔۔" اس سے پہلے کہ رعیا اپنی بات پوری کرتی۔۔ "شیطان کو یاد کرو اور شیطان حاضر۔۔" والی بات ہو گئی۔ملیحہ کے اشارے پر سب نے مڑ کر دیکھا تو شیشے کی ونڈو کے اُس پار ضوفی آتی دِکھائی دی۔

"ہائے۔۔گڈ نیوز فار آل آف یو گائز۔۔!" وہ کلاس روم میں داخل ہوتے ہی باآوازِ بلند بولی۔

"ٹسٹ نہیں ہو گا ناں۔۔اوہ تھینک یو سو مچ ضوفی۔۔" سب اس سے لپٹ گئے۔

"یار کہ تم میم کو منا ہی لو we knew گی۔۔" !thanks buddy رعیا خوشی اور جوش سے اس کے بال بگاڑنے لگی۔

"کوئی مجھے بتائے گا کہ میں نے کیا کیا ہے۔۔" ضوفی سب کے درمیان گھیری حیرت سے سب کا ردعمل دیکھ رہی تھی۔

"ٹسٹ کینسل کروانے کے لئے تھینکس۔۔!" سب سے زیادہ پُرجوش ماہ رُخ تھی۔

"کم آن گائز۔۔کس نے کہا کہ ٹسٹ کینسل ہوا ہے۔!" وہ خود کو چھڑواتی پانی کی باٹل منہ سے لگا کر بولی۔

"اب تمھاری شادی کی 'گڈ نیوز' تو سُننے سے رہے ۔۔میم بانو سے بات کر کے 'گڈ نیوز' تو یہی ہو سکتی ہے ناں کہ ٹسٹ کینسل۔۔" ہادیہ کا چہرہ مُرجھا سا گیا۔

۔ٹسٹ تو ہو گا بٹ۔۔"

"بٹ۔۔!"ماہ رُخ ابھی بھی پُر اُمید تھی۔

"بٹ یہ کہ میم کو ایک ارجنٹ کام ہے۔۔آدھا گھنٹہ لیٹ آئیں گی سو جب تک میم نہیں آجاتی کلاس میں 'ٹسٹ ڈیوٹی' مابدولت دے گی۔!" وہ کہہ کر پھر سے باٹل منہ سے لگانے لگی۔

"رئیلی۔۔ٹسٹ ڈیوٹی تم دوگی۔۔؟" رعیا ایکدم خوش ہو گی۔

"yup۔۔بٹ خوش ہونے کی ضرورت نہیں۔۔کوئی چیٹنگ نہیں ہوگی۔۔"

"تیری تو۔۔" زرین اس کی طرف لپکی۔اور باقی سب بھی اس کی اس 'طوطا چشمی' پر شاکڈ سے تھے۔

"یارم کچھ رولز ہوتے ہیں سو۔۔"

"اور رولز ہمیشہ ہوتے ہی توڑنے کے لئے ہیں۔اگر پھر رولز کی بات کی تو رولز کے ساتھ ساتھ تمھاری ہڈیاں پسلیاں بھی توڑ دیں گے۔۔" بادیہ کی بات پر سب نے 'ہاں ہاں' میں سر ہلا دیا۔

"او۔کے۔۔او۔کے۔۔ پیجیز نکالو۔۔۔" وہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولی۔وہ سب جلدی جلدی پیجیز نکالنے لگے۔

"چلو جلدی سے لائن بنا کر باہر آؤ۔۔اور میری چے ئر بھی لیتے آؤ۔۔" وہ شاہانہ انداز میں بولی۔

"توبہ توبہ۔۔اللہ اس لڑکی کو کوئی ا سٹیٹس نا دے۔۔اتنے نخرے۔۔" ملیحہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر رہ گئی۔کیونکہ ابھی وہ اس کے رحم و کرم پر تھی۔ماہ رُخ دانت پیستے ہوئے ضوفی کے لئے چے ئر لے آئی۔شاید ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنانا اسی کو کہتے ہیں۔

"ضوفی! تمھارا ٹسٹ۔۔تم کب دوگی۔۔؟" صبا' بادیہ کے پیچھے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میں کل کسی فری پریڈ میں دے دوں گی۔" وہ کوسچن لکھواتے ہوئے بولی۔

"یار پلیز ایک ہی ٹاپک دینا۔۔تاکہ میم کے آنے سے پہلے ہم کر لیں۔۔" مسکان کی بات سے آج پہلی بار سب متفق تھے۔ضوفی سر ہلاتی کو سچن لکھواتی رہی۔

"جی نہیں میم نے کہا کہ تینوں ٹاپک دے دوں۔۔نو چوائس۔۔او۔کے۔اب پلیز بغیر بولے خاموشی سے کرو۔۔" وہ بک بند کرتی چے ئر پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"گائز اسپیڈ پکڑو۔۔میم کے آنے تک ایٹ لیسٹ اتنا تو کر لو کہ پاسنگ مارکس آجائیں۔۔" تیزی سے پین

چلاتی رعیا با آوازِ بلند بولی۔۔ضوفی نے رُخ موڑ کر اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"زری پلیز 'بلیو مارکر' دو۔۔!" ماہ رُخ کچھ دیر پہلے والی لڑائی بھول بھال کر بولی۔اور یقیناً زرین کی یادداشت پر بھی پردہ پڑا تھا جو مسکراتے ہوئے اسے مارکر تھمانے لگی۔وہ سب تیزی سے پین چلاتے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے درپے تھے۔ دبی ہنسی ہنستے ہوئے ضوفی کا دل بے ساختہ اُن کی مووی بنانے کو چاہا مگر بُرا ہو اِس کالج کا کہ اُنھیں سیل فون بھی ایلاؤڈ نہیں تھا۔چیٹنگ میں مصروف کسی کا دھیان بھی بے آواز ہنستی ضوفی کی طرف نہیں تھا۔

"کتنا ٹائم ہے ملیحہ۔۔ "!بادیہ پیجیز بھرتی سر اُٹھائے بغیر بولی۔ مگر واچ دیکھنے کا ٹائم ملیحہ کے پاس کہاں سے تھا۔سب کو یہی فکر تھی کہ میم کے آنے سے پہلے پہلے وہ ٹسٹ کر لیں۔

"پریڈ میں ففٹین منٹس باقی ہیں۔بس وائنڈ اپ کر دیا رم۔۔میم آنے والی ہونگی۔۔" ضوفی ملیحہ کو سر جھکائے مصروف دیکھ کر بادیہ کو ٹائم بتانے کیساتھ ساتھ سب کو وارن کرنے لگی۔

"بس تھوڑا سا رہتا ہے۔۔" رعیا تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے بولی۔

"اللہ یار کتنے بدتمیز ہو۔میرا تو ابھی رہتا ہے۔۔" مسکان ہمیشہ کی طرح مظلوم شکل بنا کر بولی۔

"اس میں ہمارا کیا قصور ہے ،جلدی سے ہاتھ چلاؤ۔۔کسی نے روکا ہے کیا" کرن اُسکے انداز پر ہنس پڑی۔

"اس کی تو عادت ہے۔۔کام کر کے بھی۔۔"اللہ ۔۔اور استغفراللہ" ہی کرے گی۔۔"ملیحہ اس کی "خوامخواں والی" مظلوم شکل دیکھ کر بولی۔مسکان چھپ کر گئی۔ مطلب گھر جاتے ہی وہ ایک بار پھر" اپنا مسیج پیکج "حلال" کرنے کا سوچے بیٹھی تھی۔اِس کی عادت کو آپ لوگوں کو بتایا تھا ناں کہ۔۔ !!

"ملیحہ گھر جا کر یا تو نمبر آف رکھنا یا پھر مسکان کا نمبر 'بلیک لسٹ' میں ڈال دینا۔۔" سوفی کی بات پر

رعیا اور اسمارہ کا بلند قہقہ گونجا۔۔کیونکہ اکثر یہی تینوں "لمبے لمبے مسیجز" پڑھ کر برداشت کی سولی چڑھتے تھے۔ملیحہ ہنس پڑی جبکہ مسکان بس خاموشی سے ٹسٹ کرنے لگی۔اس دوران رعیا شرٹ جھاڑتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"Hurrah finally i m done with test guys" وہ خوشی سے ٹسٹ لہرا کر بولی۔

"چلو یارم تم لوگ بھی وائنڈ اپ کرو اب۔۔کہیں لالچ میں لینے کے دینے نا پڑ جائیں۔۔" ضوفی ریسٹ واچ دیکھتے ہوئے بولی۔

"میم کیوں نہیں آئی ابھی تک۔۔" نوشی سر اُٹھائے بغیر کہنے لگی۔

"آئی ڈونٹ نو۔۔May be ابھی کام Finish (ختم) نا ہوا ہو۔"

"ضوفی کہیں تم ہمیں فول تو نہیں بنا رہی۔۔" ٹسٹ اسٹارٹ ہونے کے بعد پہلی بار کسی نے زرین کی آواز سنی تھی۔ورنہ تو اتنی مصروف تھی کہ اگر عفان عباسی کا بھلاوا بھی آتا تو شاید ہی اُٹھتی۔

"بنے بنائے فول کو مزید کیا بنانا۔۔" ضوفی دل کھول کر ہنسی۔رعیا حیرت سے اسے ہنستا دیکھتی رہی،بھلا اب اس میں اتنا ہنسنے کی کیا بات تھی۔اور کب سے اندر سے اُمڈتے ہنسی کے طوفان کو روکے۔۔۔ضوفی اب کیا بتاتی کہ اُسے تو اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کیلئے کوئی بہانہ چاہئے تھا۔سب کی حیران نظریں محسوس کر کے وہ بمشکل اپنی ہنسی کا گلہ گھونٹنے لگی۔بعد میں رونے سے بہتر تھا بندہ ابھی تھوڑا کنٹرول کر لے۔

"رعیا! تم اِن کو دیکھو۔۔میں بس دو منٹ میں آئی۔" وہ مصنوعی کھانسی کھانستے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔رعیا اسے جاتا دیکھنے کے بعد سب کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ہری اپ گائز۔۔بس کر دو اب مسکان۔۔" وہ سب سے ٹسٹ collect کرتی مسکان کے پاس جا پہنچی۔

"صرف دو لائنیں رہتی ہیں پلیز۔۔تھوڑا سا ویٹ۔۔" وہ حسبِ معمول دونوں انگلیاں اُٹھا کر

بولی۔اسی دوران پریڈ کی بیل بجی۔

"ماہ رُخ۔۔بس دے دو۔۔"

"تم مسکان سے لو۔۔میں بس دیتی ہوں۔۔"

"او گاڈ۔۔!میں بس میم کو ٹسٹ دینے جارہی ہوں تم لوگ بیٹھے رہو۔" وہ حتمی انداز میں کہہ کر نوشین کے ساتھ سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔ اور تیز تیز ہاتھ چلاتے مسکان اور ماہ رُخ بھی ٹسٹ کمپلیٹ کر کے باقی چیزیں چھوڑ چھاڑ کر اسکے پیچھے بھاگے۔

"رعیا۔ٹیک اِٹ۔۔" ماہ رُخ' اسٹاف روم میں جا کر رعیا اور نوشی کے ساتھ جا کر کھڑی ہوئی۔جو پریشان سی صورت بنائے میم غضنفر سے کچھ کہہ رہے تھے۔

"میم' میم بانو کب گئیں گھر ۔۔۔؟"

"بیٹا اُنھوں نے آپ لوگوں کی پرا کٹر سے بات کی تو تھی کہ وہ ارجنٹ کام سے گھر جارہی ہیں۔۔نیکسٹ کلاس میں آپ لوگوں کا ٹسٹ لیں گی۔" میم کی بات پر وہ چاروں ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔

"بٹ میم اُن کی نیکسٹ کلاس تو ہمارے ساتھ آج نہیں ہے۔۔" رعیا نا سمجھی سے بولی۔

"ہاں تو جب بھی نیکسٹ کلاس ہو کل چاہئے پرسوں۔۔" میم بیگ اُٹھا کر کلاس لینے کے لئے جانے لگی۔

"اُو گاڈ۔۔!' یعنی ضوفی نے ایک بار پھر ہم سب کو ڈاج کیا۔" نوشین غصے سے دانت پیسنے لگی۔یوں جیسے اس کے نیچے ضوفی کا وجود ہو۔

"تم اپنے دانتوں پر ظلم مت کرو ڈیئر۔۔ضوفی کا کچھ نہیں بگڑنا۔۔ تمھارے اپنے دانت ہی شہید ہونگے" مسکان جلے دل کے ساتھ بولی۔

"پہلی بار پتے کی بات کہی تم نے مسکان۔۔ گائز ایک آئیڈیا ہے میرے پاس۔۔ضوفی کے ہاتھوں ہم فول بن تو گئے (یہ الگ بات ہے) بٹ انفیکٹ ہم فول ہیں نہیں اور۔۔"

"ویری فنی۔۔یہ جو سرٹیفیکیٹ تم لیے پھر رہی ہو ناں۔۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ ہم "سرٹیفائیڈ فول(ڈگری یافتہ بے وقوف) ہیں۔۔"نوشی غصے سے

رعیا کی بات کاٹتے ہوئے اس کے ہاتھ میں ٹسٹس کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"اور نہیں تو کیا۔۔ کتنا ٹائم ویسٹ کیا ہم نے اس پر۔ دل کرتا ہے ضوفی کو مار مار کر اسکی چٹنی بنا دوں۔" مسکان روئی شکل بنا کر اپنے ٹسٹ کو دیکھنے لگی۔ پہلی بار اتنی محنت کر کے اچھا ٹسٹ جو ہوا تھا۔۔ ضائع ہونے پر اب ظاہر ہے ضوفی تو چٹنی بننے کے لائق تھی ہی۔

"کام ڈاؤن یار۔۔ تم اپنے اِس غصے کی گھر جا کر چٹنی بنا لینا۔۔ فی الحال میری بات سنو۔۔" رعیا کول سے لہجے میں کہہ کر لان کی جانب بڑھی۔ وہ تینوں بھی اسکے پیچھے گئے۔

"قسم سے میرے تو دماغ کا فالودہ ہی بن گیا ہے سوچ سوچ کر، ہم سب کیسے آرام سے بیٹھ گئے تھے ٹسٹ دینے۔ ایک بار بھی نہیں سوچا کہ ضوفی تو پیدائشی بدتمیز ہے۔" مسکان کو اپنی بے وقوفی پر رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔

"ضوفی پیدائشی بدتمیز ہے یا نہیں۔۔ بٹ یہ فیکٹ ہے کہ ہم پیدائشی ایڈیٹ ہیں۔ ہر بار وہ ہمیں اتنی صفائی سے فول بنا جاتی ہے اور ہم بس دیکھتے رہ جاتے ہیں۔۔" نوشین کو پتہ نہیں کس بات کا افسوس تھا اپنے "پیدائشی فول" ہونے پر۔۔ یا آج اِس بات کا احساس ہونے پر۔

"بدتمیز ویسے تو کتنا ہنستی ہے۔۔ آج کیسے چھپ تھی۔۔" ماہ رُخ ابھی ابھی شاید صدمے سے باہر آئی تھی۔

"ایڈیٹ۔۔ آئی ایم شیور وہ ضرور ہنسی ہو گی۔۔ بٹ ہم اتنے بزی تھے ناں چیٹنگ میں کہ دیکھ ہی نہیں پائے۔۔" رعیا ہنستے ہوئے بولی۔

"ویسے سو کیوٹ آف ھر۔۔ اور ہم اتنے ایڈیٹس۔۔ ہاہاہاہا۔۔"

"ہنسو تم۔ اب تم بھی ہمارا مذاق اُڑاؤ۔۔ وہ بدتمیز تو انجوائے کر ہی رہی ہو گی۔۔ جاؤ تم بھی جاؤ۔۔ سیلیبریٹ کرو۔۔ فول ہی تو ہو جو اپنی انسلٹ پر

ہنس رہی ہو۔۔" مسکان غصے سے باقاعدہ رو دینے والی تھی۔

"کم آن بڈی۔۔جسٹ چِل۔۔اس میں غصے والی کیا بات ہے۔۔مذاق تو چلتا رہتا ہے۔۔پلیز ڈونٹ فیل اِٹ ۔۔اینڈ ان فیکٹ وہ ہماری کلاس کی رونق ہے۔۔سچ آنائی گرل یار۔۔" ان سب میں واحد ایک رعیا ہی تھی جو انجوائے کر رہی تھی۔

"او۔کے لسن(سنو)۔۔" وہ مسکان کی پُشت تسلی آمیز انداز میں سہلا کر تینوں سے مخاطب ہوئی۔

"اپنے فالودہ بنے دماغ پر اگر تھوڑا سا زور ڈالو گے تو میری طرح ایک شاندار سا آئیڈیا ہی آئے گا" وہ مسکان کو دیکھتے ہوئے اُس کے الفاظ "فالودہ بنے دماغ" پرزور دیتی اپنی ہنسی چھپانے لگی۔مسکان نے خفا سے انداز میں اُسے دیکھا۔ اور پھر اسکے ہاتھ میں پکڑے ٹسٹوں کو۔

"ہائے ضائع ہو گئے ۔کتنا اچھا ٹسٹ ہوا تھا میرا۔۔" وہ "پہلی بار" کو بڑے آرام سے ہونٹوں میں دبا کر بولی۔

"او ہو۔۔کوئی ضائع نہیں ہوئے ۔ یو نو اگر میں اپنا آئیڈیا بتا دوں ناں تو تم لوگ جو ابھی ضوفی پر غصہ ہو رہے ہو۔۔بلیومی سب کو اس پر پیار آئے گا۔۔" رعیا قریب کھسکی۔وہ تینوں ہمہ تن گوش ہوئے۔

"ہم میں سے کوئی بھی ضوفی کو کوئی ایٹیٹوڈ نہیں دِکھائے گا اور یہ ٹسٹ ہم اپنے پاس رکھ لیں گے۔اور کل جب میم ٹسٹ لیں گی تو دوسرے پیج پر ٹسٹ کرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بعد میں میم کو 'یہی ٹسٹ" دے دیں گے۔ضائع تو نا ہوا ناں۔۔ کیسا۔۔؟" وہ اپنا آئیڈیا بتا کر سب کو اعزاز طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔

"واؤ ۔۔زبردست رعیا۔۔یہ آئیڈیا ہمیں کیوں نا آیا۔۔" وہ تینوں خوشی سے بولے۔

"ایکچولی جب مجھے یہ آئیڈیا آرہا تھا ناں۔۔تب تم لوگوں کے دماغ کا فالودہ بن رہا تھا۔" ہنستے ہوئے وہ مسکان کی جانب دیکھ کر بولی۔جو ایک نظر اُسے دیکھتے

ہوئے خاموشی سے اپنا ٹسٹ نکا لنے لگی۔

''ڈونٹ مائنڈ مسکان۔۔آئی ایم جسٹ کڈنگ۔۔'' رعیا اسکی شکل دیکھتے ہوئے بولی۔

''تم لوگ بہت بدتمیز ہو سب۔۔'' وہ بظاہر مسکراتے ہوئے بولی مگر۔۔

''اینی ویز۔۔اس بات کا ضوفی کو پتہ نا چلے۔۔اور چلو باقی سب کو بھی بتائیں۔۔'' رعیا اُٹھتے ہوئے بولی۔

''ایسا کرتے ہیں کہ فی الحال سب کو اس پلین کا نہیں بتاتے۔۔صرف ضوفی کی شرارت کا بتاتے ہیں۔۔کیا پتہ کسی کے ہاتھوں تو آج وہ ''چٹنی'' بن ہی جائے۔'' نوشی کی بات پر رعیا اور ماہ رُخ کی ہنسی اور مسکان کا غصہ بے ساختہ تھا۔

***

''خدا ذلیل کرے امجد جیسے بدبختوں کو۔۔۔لے دے کے سارا معاملہ درست ہوا کہ ایک بار پھر دندناتے ہوئے آ گیا دلوں میں دراڑ ڈالنے۔۔'' سلمٰی بیگم زور زور سے پنکھا جھلاتی غصے سے بھری بیٹھی تھی۔۔اُن کا شاید قصور بھی نہیں تھا۔۔خاوند اور بیٹے تو 'امن' کا جھنڈا لہرا کر اپنی عظمت دکھا رہے تھے۔۔مگر یہ زمانہ بھلائی کا کہاں رہا تھا۔۔۔اب پرسوں کی بات ہے جب زمینوں میں لڑائی ہونے کے بعد مل بیٹھ کر صلح ہی ہوئی تھی۔کچھ شرائط رکھے گئے۔۔اور صلح میں پہل کرنے والے بھی سجاد صاحب ہی تھے۔۔سارا معاملہ لے دے کر حل ہو گیا تھا۔۔کہ آج پھر اُس کا چھوٹا دیور امجد اُن کی زمینوں کے پانی کا رُخ اپنی زمینوں میں موڑ گیا۔۔یہ بات اُسے بڑی نند کے بیٹے راشد نے آ کر بتائی تھی۔۔تب سے سلمٰی بیگم مسلسل اُسے صلوتیں سنا رہی تھی۔۔

''ممانی جان! میں تو کہتا ہوں کہ ایں دفع تو وہ کُھٹ دیں امجد ماے کو کہ سارا زندگی یاد رکھے۔۔سجاد ماے کو سلام ہے جو اتنی برداشت دکھا رہے ہیں۔۔'' وہ زرین کے ہاتھ سے چائے کی پیالی تھامتے ہوئے بولا۔

اُس کی بات سن کر زرین کا دل چاہا کہ چائے اُس کے ہاتھ میں دینے کی بجائے اُسکے سر پر ہی انڈیل

دے۔۔پہلے کیا رنجشیں کیا کم تھیں جو یہ بھی منہ بھر بھر کر اُن کی برائیاں کر رہا تھا۔۔وہ اُس کی اِس ہمدردی کی وجہ بھی جانتی تھی۔۔۔اُس کی آنکھوں کے رنگوں سے وہ واقف ہوتے ہوئے بھی انجان بنتی رہی۔ ہونہہ جاہل انسان۔۔۔۔اوروہ تو ویسے بھی عفان سے محبت کرتی تھی۔۔۔ عفان عباس۔۔۔کتنا منفرد سا تھا ناں یہ احساس بھی۔۔عفان کو سوچتے۔۔اُسکا نام لیتے یا سنتے ہی دل کے اندر باہر روشنی سی پھوٹنے لگتی تھی۔۔ عفان عباسی۔۔اُس کی پہلی اور آخری چاہت۔۔۔اُس کے ہوتے ہوئے وہ کسی اور کا تصور بھی کیسے کر سکتی تھی۔۔اور راشد۔۔۔ اُس جیسے جاہل گنوار سے شادی کرنے سے اچھا تو تھا کہ وہ ساری عمر کنواری ہی رہتی۔۔!

"زری! بھائی کے لئے کھانے کو بھی کچھ لا دے ناں۔۔" اماں نے اُسے واپس مڑتے دیکھ کر ہانک لگائی۔

"زہر نا لادوں۔۔" وہ اُونچی آواز میں بڑبڑائی۔ راشد نے بخوبی سن لیا تھا اور یوں دیکھا گویا کہہ رہا ہو کہ "تمھارے ہاتھوں سے تو زہر پینے کو بھی تیار ہیں۔۔" زری ایک سرد سی نظر اُس پر ڈال کر اندر چلی گئی۔

"لگتا ہے ممانی۔۔زری کو میری باتیں پسند نہیں آئیں۔۔ مگر اللہ جانے۔۔میں تو بڑے ماے کی بھلائی واسطے کہتا ہوں جو بھی کہتا ہوں۔۔" وہ زری کے اندر جاتے ہی سلمیٰ بیگم کی طرف متوجہ ہوا۔۔اندر کچن میں موجود زرین نے بخوبی اُسکی آواز سنی۔۔ کتنی چاپلوسی کرنا آتیں ہیں کمینے کو۔۔۔دل کیا اُٹھا کر گھر سے باہر پھینک آئے۔

"ارے چھوڑو بیٹا۔۔پاگل ہے یہ تو۔۔اچھائی برائی کی پہچان کہاں۔۔اِس کے سر پر تو عفان کا بھوت سوار رہتا ہے۔۔ٹھیک ہے چنگا بھلا لڑکا ہے۔۔۔ مگر گھر کا ماحول۔۔توبہ توبہ۔۔میری زری تو پھولوں جیسی ہے۔۔۔کہاں برداشت کرے گی وہ صفیہ بیگم کے روز روز کے طعنے۔۔۔" سلمی بیگم کی بات سن کر راشد

کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ تو دل سے چاہتا تھا کہ زرین اور عفان کا رشتہ ٹوٹ جائے۔۔اور کئی بار ڈھکے چھپے انداز میں اپنی اماں سے بھی زرین کے لیئے بات کی مگر وہ آئیں بائیں شائیں کر جاتیں۔اب تو جو کرنا تھا خود ہی کرنا تھا۔

"میں تو کہتا ہوں ممانی جان۔۔ایک بار پھر سے سوچ لیں۔۔کہیں ایسا نا ہو کہ۔۔۔" اُسکی بات ابھی منہ میں ہی تھی جب اندر سے زرین دندناتے ہوئے آئی اور سوجی کے حلوے کی پلیٹ پٹخ کر اُسکے سامنے رکھ دی۔۔

"یہ کھائیں راشد بھائی۔۔اسپیشلی آپ کے لیئے تیار کی ہے۔۔" وہ "راشد بھائی" کو دانتوں میں یوں چبا کر بولی گویا وہ راشد کو ہی چبانا چاہتی ہو۔

"بہت شکریہ۔۔!" راشد اُس کا غصہ محسوس کر رہا تھا مگر بظاہر انجان بنتے ہوئے وہ حلوے کی طرف متوجہ ہوا۔زرین اُسے زہر خند نظروں سے گھورتی رہی۔

"آخ تھو۔۔!" ابھی اُس نے ایک چمچ ہی لیا تھا کہ وہ "تھو تھو" کرتا منہ سے تھوکنے لگا۔

"یہ حلوہ ہے یا نمک کی کان۔۔" وہ کانوں کو ہاتھ لگایا صحن میں لگے بیسن کی جانب چل دیا۔۔سلمٰی بیگم ہائے ہائے کرتیں رہ گئیں۔

"کیا ہوا بیٹا۔۔کیا تھا حلوے میں۔۔" وہ انتہائی شرمندگی سے کہتی پلیٹ سے حلوہ اُٹھا کر چکھنے لگی۔۔اور اگلے ہی پل اُس کا بھی وہی حال تھا۔

"کمبخت۔۔نامراد۔۔اِدھر آ ذرا۔۔!" اِس سے پہلے وہ چپل اُٹھاتیں ۔۔زرین نے بھاگ جانے میں ہی عافیت جانی۔راشد منہ میں پانی بھر بھر کر کلّی کر رہا تھا۔۔

"ہائے ہائے بیٹا۔۔تُو ٹھیک تو ہے۔۔اللہ ہدایت دے اِس لڑکی کو۔۔۔" اماں کی اونچی بڑبڑاہٹ وہ اندر بھی سُن رہی تھی۔اب وہ کیا بتاتی کہ۔۔۔!!

بزمِ ہدایت سے اپنا کیا واسطہ۔۔
کہ جن کو عشق ہو جائے ۔۔وہ پھر سُدھرا نہیں کرتے۔۔!!

***

"یاروں آج پرنسی (پرنسپل) نے اگین کتے والی کرنی ہے۔۔" وہ سب آج پھر میم روبی کا پریڈ کمبائن بنک کر کے کینٹین جا رہے تھے جب رعیا اپنے مخصوص انداز میں بولی۔

"چھوڑو یارم۔۔۔پرنسی نے ہماری کبھی "کتے والی" نہیں بھی کی ہے۔۔" ضوفی ،رعیا کی تکیہ کلام "کتے والی" کو لمبا کھینچ کر بولی۔اور بازوں پھیلا کر اوپر آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔۔موسم بہت خوبصورت سا ہو رہا تھا۔۔کالے گھنگھور بادل آسمان کی زینت بنے ہوئے تھے۔۔اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہو لان میں لگے پھولوں سے چھیڑ چھاڑ کرتی کل سے ماحول میں رچے بسے حبس کو ختم کر رہی تھی۔کلاس روم کے ماحول سے نکل کر باہر ٹھنڈی اور کھلی ہوا میں اُن کا دل باغ باغ ہو گیا۔یہ موسم تو ہر دل والوں کی طرح الیون ایڈیٹس کا بھی فیورٹ موسم تھا۔۔بھلا اس موسم میں کس کافر کا دل کرتا ہے پڑھنے کو۔۔اس لئے سب سر فخر کا پریڈ لے کر میم روبی کے آنے سے پہلے ہی رفو چکر ہو گئے۔۔میم روبی بخوبی اُن کی اِس نیک عادت سے واقف تھیں۔۔سو ہر روز سر فخر کا پریڈ آف ہونے سے پانچ منٹ پہلے ہی باہر آ جاتیں تھیں۔۔مگر آج بھلا ہو پرنسپل کا۔۔جنھوں نے اُنھیں کسی کام سے بُلا لیا تھا اور الیون ایڈیٹس موقع ملتے ہی "یہ جا وہ جا"۔

"ماشاء اللہ سے اپنے کرتوت بھی تو بڑے نیک ہیں۔۔۔اس لئے تو روز ہوتی ہے کتے والی۔۔۔" بادیہ کی بات پر سب نے اسے مڑ کر گھوری سے نوازہ۔وہ کیا ہے کہ محترمہ کچھ زیادہ ہی 'صاف گو' ہے۔اور سچ تو ازل سے ہی کڑوا رہا ہے۔اس سے پہلے کہ کوئی اسے دھموکے سے نوازتا،جونیئر کی 'دُنیا' بھاگتی ہوئی پیچھے آئی۔

"ضوفشاں ! بات سنو پلیز۔۔" ہانپتی کانپتی دُنیا کا سانس پھولا ہوا تھا۔۔۔'دُنیا گول ہے' یہ تو سب نے سنا ہو گا۔لیکن اگر کسی نے براہ راست دیکھنا بھی ہے تو آیئے جونیئر کی اِس دُنیا سے ملے ئے۔۔۔اِس گول سی

(موٹی) دُنیا کو دیکھ کر لکھی لکھائی اور سنی سنائی بات پر سو فیصد یقین ہو جائے گا۔

"جی۔۔!" ضوفی کو ناچار رکنا ہی پڑا۔۔۔وہ سب آگے بڑھ گئے۔

"یار پلیز تھوڑی سی ہیلپ کر دو۔۔کل میری۔۔"

"او۔کے ۔۔۔ کینٹین سے ہو کر آجاؤں تو پھر دیکھتے ہیں۔۔" ضوفی اسکی بات سننے سے پہلے ہی بول پڑی۔

"تھوڑا سا ہے پلیز۔۔ابھی کر دو۔" وہ ساتھ ہی چل پڑی۔

"کہا ناں دُنیا! میں کینٹین جا رہی ہوں۔۔ آکر کر دیکھتی ہوں۔۔" سب جا چکے تھے۔۔وہ بھی جان چھڑانے والے انداز میں تیز تیز چلنا شروع ہوئی مگر وہ ساتھ ساتھ چلتی کینٹین تک آئی۔

"پلیز ضوفشاں۔۔۔مجھے پھر آگے بھی کام کرنا ہے۔۔صرف اُردو میں پوائنٹس بنا دو۔۔میں آگے خود کر لوں گی۔۔" وہ زچ کر دینے والے انداز میں بولی۔ضوفی کو اسکے "ابھی" والے انداز پر تپ تو بہت چڑی مگر۔۔

"او۔کے دِکھاؤ۔۔ٹاپک کیا ہے۔۔!" وہ چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔اور باقی سب اپنی اپنی پلیٹ لینے گئے ہوئے تھے۔اس سے پہلے کہ دُنیا اپنا ٹاپک بتاتی،ہادیہ نے مڑ کر پوچھا۔

"ضوفی کیا لو گی۔۔"ہادی،ضوفی اور صبا کی کینٹین بل کی باری لگی ہوئی تھی۔۔یہ الگ بات کہ ضوفی اپنی باری بہت کم آنے دیتی تھی ۔۔ہاہاہاہا۔آج ہادی کی باری تھی۔سو وہ تینوں کی پلیٹیں لے رہی تھی۔

"کچھ بھی یار م۔۔پیٹ میں چوہوں کا اولمپکس شروع ہے۔۔" وہ منہ موڑ کر بولی۔

"تو چوہے مار کھالو ناں۔۔" ملیحہ اپنی پلیٹ لے کر پاس بیٹھ گئی۔

"ویری فنی۔۔"ضوفی منہ بنا کر بولی۔اور پھر دوبارہ دُنیا کی طرف متوجہ ہوئی۔

"لیں تو ٹاپک بتاؤ۔۔"

"Love is blind"اس پر پیراگراف رائٹنگ کرنی

ہے۔۔" وہ فوراً قریب کِسک آئی۔

"محبت اندھی ہوتی ہے" رائٹ۔۔!" ضوفی نے گویا تصدیق مانگی۔ دُنیا نے زور زور سے اثبات میں سر ہلا کر گویا تصدیق کی۔

"آہ۔۔محبت۔۔!" ضوفی نے دل پر ہاتھ رکھ کر گلوگیر لہجے میں کہا۔ باقی سب بھی اپنی اپنی پلیٹ لیکر آ گئے۔

"دُنیا ڈیئر! محبت اندھی ہوتی ہے یا نہیں۔۔ یہ تو نہیں پتہ۔۔ بٹ محبت لولی لنگڑی ہوتی ہے۔۔ یہ میرا پرسنل ایکسپیرئنس (تجربہ) ہے۔۔ آہ۔۔" وہ ایک دم افسردہ سی ہو کر سر جھکا گئی۔ شاید آنسو چھپانے کے لیئے۔

"آپکی محبت ۔۔لولی لنگڑی۔۔ بٹ آپکے منگیتر تو۔۔" دنیا حیران تھی۔

"میرے فیانسی کی بات کون کر رہا ہے۔۔ میں تو۔۔۔"

"تو مطلب آپ کسی اور سے۔۔ اُو مائی گاڈ۔۔ آپکے گھر والوں کو پتہ ہے کہ۔۔" دُنیا اپنا ٹاپک بھول کر تجسس سے بولی۔

"نہیں۔۔ میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا۔۔ میں جانتی تھی کہ شہریار کو کوئی بھی پسند نہیں کرے گا۔۔ وہ معذور جو ہے بٹ۔۔" وہ آنسو پونچھنے لگی۔ دُنیا کو جتنی ہمدردی ضوفی کو دیکھ کر ہو رہی تھی۔ الیون ایڈیٹس کو اس سے دُگنی ہمدردی دنیا سے ہو رہی تھی۔

"اینی ویز۔۔ تم بتاؤ۔۔ کیا کرنا ہے۔۔" ضوفی خود کو سنبھال کر بولی۔

"نہیں نہیں اٹس اوکے۔۔ آئی ایم سوری۔۔ میں نے آپکو ہرٹ کیا۔۔ اگین سوری۔۔" وہ تیزی سے اُٹھتے ہوئے بولی۔ اور ایک نظر سب پر ڈال کر چلی گئی۔ ضوفی نے مڑ کر اسے جاتے دیکھا اور اسکے کینٹین سے نکلتے ہی سب کا فلک شگاف قہقہ گونج اُٹھا۔

"توبہ کتنی مین ہو تم یار۔۔ یہ ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی ڈرامہ کوین۔۔" رعیا اسکے گالوں پر چٹکی بھرتے ہوئے بولی۔

"بس یار سوچا کہ کبھی تو 'اپنے اس لولے لنگڑے شہریار' سے بھی کام نکلواؤں۔۔ آفٹر آل آئی لو ہم سو

مچ۔" وہ سونی کو دیکھتے ہوئے شرارت سے بولی، سب ہنس پڑے۔اُن لوگوں نے دو سال پہلے 'جونے ئرز کو دی جانے والی ویلکم پارٹی میں ایک "پلے" پرفارم کیا تھا۔۔ جس میں ایک انتہائی خوبصورت لڑکی (ضوفی) کو ایک عدد کمزور اور معذور لڑکے 'شہریار' سے محبت ہوتی ہے۔۔ سندھی کلچر پر مبنی ایک انتہائی سنجیدہ اور غمگین سا یہ پلے۔۔۔اُس وقت سب کو رولا گیا تھا۔۔ مگر اب وہی پلے الیون ایڈیٹس کی ہنسی کا سبب بن رہا تھا۔۔

"ویسے یار کتنی چول ہے بچاری۔۔اِن لوگوں کی ویلکم پارٹی میں سونی نے 'تمھارے لنگڑے شہریار' کا رول پلے کیا تھا ناں۔۔پھر بھی بے وقوف بن گئی۔۔" صبا کو واقعی اسکی عقل پر رونا آیا۔

"ضوفی اتنی کمینی جو ہے۔۔ایسے کمال ایکٹنگ کر لیتی ہے کہ اگلا سلپ ہو ہی جاتا ہے۔۔" زرین اسکے بازو پر چٹکی بھر کر بولی۔ضوفی کراہ کر رہ گئی۔

"بٹ یار وہ کیا سوچے گی تمھارے بارے میں۔۔ کہ تم منگنی شدہ ہو کر بھی۔۔۔" ماہ رُخ کو ضوفی کے کریکٹر کی فکر لاحق ہوئی۔

"چھوڑو یار۔۔میں نے کون سا اس سے جا کر کریکٹر سرٹیفیکیٹ لینا ہے۔۔جو سوچتی ہے سوچنے دو۔۔"ضوفی جوس کا سپ لیتے ہوئے لا پرواہی سے بولی۔

"ہاہاہاہاہا بیچاری نے۔۔" اس سے پہلے کہ نوشین اپنی بات پوری کرتی، دُنیا ایکبار پھر دندناتے ہوئے حاضر ہوئی۔

"ضوفشاں حیدر! بہت افسوس ہوا مجھے۔اتنا بڑا جھوٹ۔۔بہت بدتمیز ہیں آپ۔ابھی غنسہ سے میں نے بات کی تو اس نے کہا کہ شہریار تو پارٹی پلے میں سونی۔۔۔"غصے سے تیز تیز بولتی 'گول سی' دنیا سب کی ہنسی کو بریک لگا گئی۔

"ایک منٹ۔۔" ضوفی نے ہاتھ اُٹھا کر اسکی بات کاٹی۔

"افسوس تو مجھے تم پر ہے۔۔یعنی تم کسی کا راز صرف دو منٹ بھی نہیں رکھ سکتی۔۔ تھینک گاڈ کہ یہ ایک مذاق

تھا۔۔لیکن اس کا مطلب کوئی تم سے بات شئیر نا کرے۔۔وائی فائی سے بھی تیز کام کرتی ہو تم" ضوفی کی بات پر الیون ایڈیٹس کی ہنسی ایک بار پھر چھوٹ گئی۔دُنیا کا رنگ لٹھے کی مانند ہو گیا۔کتنی بے وقوف تھی وہ۔اس بات کا اسے اس پل شدت سے احساس ہوا تھا۔ضوفی بات کرتے کرتے ناراضگی اور غصے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اُٹھ گئی۔آخر جان بھی تو بچانی تھی۔

"آئی ایم سوری ضوفی! میرا یہ مقصد نہیں تھا قسم سے۔۔میری بات سنو۔۔" دُنیا اسکے پیچھے بھاگی وہ جو اسے سنانے آئی تھی اپنی ہی سنتی رہ گئی۔پیچھے سب ہنسی سے لوٹ پوٹ تھے۔ہنستے ہنستے رعیا ایکدم سیدھی ہوئی۔

"اوشٹ پرنسی۔۔!" ہنستے ہوئے رعیا کی نظر ونڈو کے اس پار پرنسپل پر پڑی۔

"اون۔۔ٹو۔۔تھری۔گو۔گائز بھاگو۔۔" یہ نعرہ سنتے ہی الیون ایڈیٹس "کینٹین کے بیک ڈور سے بھاگ گئے۔مگر یہ لائف کوئی ناول یا مووی تو ہے نہیں۔۔سو بیک ڈور سے بھاگنے کے باوجود بھی پکڑے گئے اور پھر۔۔۔جی ہاں "کتے والی" ہی ہونی تھی۔اب ذرا پرنسپل آفس کا منظر بھی ملاحظہ کیجئے۔۔!

آرام دہ اُونچی سی چےئر پر بیٹھیں پرنسپل کے آگے الیون ایڈیٹس کی ایک لائن لگی ہوئی ہے۔پرنسپل کا غصے سے بُرا حال ہے اور الیون ایڈیٹس کا بوریت سے۔!

"گھروں سے ناشتہ کر کے نہیں آتے کیا جو صبح صبح منہ اُٹھا کر کینٹین چلے جاتے ہو۔۔اور وہ بھی پریڈ چھوڑ کر۔" پرنسپل خود چائے کا کپ منہ سے لگا کر غصے سے بولیں۔چائے کی دیوانی ہادی نے پہلو بدل لیا اور آنکھیں ترچھی کر کے ساتھ کھڑی ضوفی کو دیکھا۔

"اِن سے کہو یار ایک سپ ہی دے دیں۔۔منہ میں پانی آرہا ہے۔۔" ضوفی جو سر جھکائے غالباً دنیا کی سب سے معصوم لڑکی بننے کی کمال ایکٹنگ کر رہی تھی۔ہادیہ کی بات پر ہنسی چھپانے کے لئے مزید سر

جھکا گئی۔

"تم سجدے میں کیوں جا رہی ہو۔۔" صبا کی بات پر اس نے ہنسی سے کھانسنا شروع کر دیا۔

"اوہ شٹ۔۔مارے گئے۔۔" رعیا ضوفی کو ہنستا دیکھ کر رونے لگی۔۔۔اُسے یقین تھا کہ اب اُنھیں پرنسی کی دُھلائی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ٹھیک ہے ہنسنا اچھی بات ہے مگر اتنا نہیں کہ وہ رونے کا سبب بنے۔اُسے یقین تھا کہ ضوفی کی یہ بے موقع ہنسی اُن سب کو لے ڈوبے گی۔۔بندے تو تھوڑا تو کنٹرول ہونا چاہیے ناں خود پر۔مگر ضوفی۔۔یہ تو نا وقت دیکھتی ہے نا موقع۔۔جدھر آئی ہنسی۔۔ہنس پڑتی ہے۔۔پاگل نا ہو تو۔۔" وہ دھڑکتے دل اور ترچھی آنکھوں سے ضوفی کو ہنستا دیکھتی رہی۔ پرنسپل کی نظر بھی سر جھکائے کھانستی ضوفی پر پڑی۔اور سوالیہ انداز میں ابرو اُچکے۔

"میم ضوفی رو رہی ہے۔۔" صبا کی بات پر سب نے مڑ کر دیکھا چہرہ جھکائے ضوفی کا وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

"کیا پرابلم ہے ضوفشاں۔۔!اتنی ہی حساس ہو تو غلطی بھی مت کیا کرو۔۔اپنی ویز آج جانے دے رہی ہوں۔۔نیکسٹ ٹائم آپ لوگوں کے پیرنٹس کو کال کروں گی۔۔" غصے سے کہتیں وہ وارن کرنے لگیں۔

"ناؤ گیٹ لاسٹ۔۔۔ایڈیٹس۔۔" وہ عینک لگاتے ہوئے آخری لفظ منہ میں ہی بڑبڑا کر رہ گئیں۔وہ سب باہر جانے کے لئے مڑے۔

"اور ہاں۔۔ایک اور بات یاد رکھیں۔۔آئندہ آپ لوگ مجھے 11 بجے کینٹین میں نظر نا آئیں۔۔" ضوفی کے جھکے سر کو دیکھتیں وہ ذرا نرم لہجے میں بولیں۔وہ سب اثبات سے سر ہلا کر رہ گئے(یعنی کل سے 10 بجے جانا تھا۔۔چلو کوئی حرج نہیں تھا۔)۔ضوفی کسی کی بھی طرف دیکھے بغیر تیزی سے باہر نکلی(مڑ کر دیکھتی تو ظاہر ہے ایک بار پھر بور ہونے آفس جانا پڑتا)باقی سب پریشان سے اس کے پیچھے لپکے۔۔سیڑھیوں کے وسط میں پہنچ کر جب اُسے یقین ہو گیا کہ اب وہ پرنسی کی نظروں سے بہت دور آچکی ہے۔۔اُس نے مڑ

کر سب کو دیکھا۔۔بے تحاشہ ہنستے اُس کا مڑ کر دیکھنا ہی تھا کہ۔۔۔ایک بار پھر پورا کالج الیون ایڈیٹس کی ہنسی سے گونج اُٹھا۔

***

بات اگر صرف پانی کا رُخ موڑنے کی ہوتی تو سجاد ہمیشہ کی طرح معاملے کو رفع دفع کر دیتے۔۔مگر بات اب برداشت سے باہر کی تھی۔امجد چاچا نے حویلی کے پیچھے والی اٹھارہ کنال زمین پر ناحق قبضہ کر لیا۔۔وہ جانتے تھے کہ سجاد یہ زمین بیچ کر اپنے سالے قیوم کے ساتھ بھٹی کے کاروبار میں شراکت داری کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔اس زمین کو تنازعے کا شکار بنا کر وہ سجاد سے جانے کون سے بدلے لینا چاہتے تھے۔امجد چاچا کی اِس حرکت نے سجاد صاحب کو سچ مچ میں غصہ دِلا دیا۔۔آخر وہ کتنا برداشت کرتے اور کس حد تک۔۔ہر بار وہ فساد پر مٹی ڈال کر صلح کرنے میں پہل کرتے مگر اب اُس کی برداشت بھی جواب دے گئی تھی۔وہ جو اور بھائیوں کے برعکس۔۔فطرتاً امن پسند اور لڑائی جھگڑوں سے دور بھاگنے والے تھے۔ہر بار زیادتی کا نشانہ بنتے۔۔۔اب بھی صلح کرنے کے باوجود امجد نے ایک بار پھر سے اپنی پرانی روایت دہرائی ۔۔اس بار سجاد نے بھی پتھر کا جواب اینٹ سے دینے کا سوچا تھا۔۔آخر کب تک۔۔اور بھائی چارے کا ٹھیکہ صرف اُس نے تو نہیں لیا ہوا تھا کہ ہر بار اُس کے ساتھ زیادتی ہو اور وہ برداشت کرتا رہے۔۔بات اب لڑائی سے نکل کر فساد اور ہنگامے میں بدل گئی تھی۔۔اور عباس چاچا نے امجد چاچا کی سائیڈ لے کر معاملے کو مزید گھمبیر بنا دیا۔۔سارا گھرانہ ٹینشن کا شکار تھا۔۔۔دونوں طرف کے فریقین صلح کرنے کو تیار نہیں تھے۔۔معاملہ اب گھریلو صلح صفائی سے نکل کر عدالتوں تک پہنچ گیا۔عفان عباسی جو دو ہفتوں سے آفس ورک کے سلسلے میں کراچی گیا ہوا تھا۔اس سارے معاملے کی خبر اُسے کل رات ہی ہوئی تو وہ فوراً کام چھوڑ کر سجاد کے پاس ڈی ۔آئی۔خان چلا آیا۔یقیناً وہ سجاد صاحب کے پاس اپنے باپ اور امجد

چاچا کو سمجھانے کا وعدہ کرنے ہی آیا تھا۔ ساری رات ٹینشن میں گزارنے کے بعد زرین کو جیسے ہی عفان کی آمد کی اطلاع ملی۔۔ وہ منہ ہاتھ دھوتی۔۔ بال سمیٹ کر کپڑے درست کرتی کمرے سے باہر آئی۔۔ سامنے ہی سیاہ ٹوپیس میں ملبوس وہ مغرور سا دشمن جاں کرسی پر بیٹھا سجاد صاحب کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے آہستہ آواز میں کوئی بات کر رہا تھا۔۔ زری وہیں ٹھہر کر ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ آگے جائے یا نا جائے۔ کہ اسی پل اُس نے پُشت پر نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے پلٹ کر دیکھا۔۔ بس ایک عام سی مغرور نظر۔۔ اور پھر مڑ کر سجاد صاحب کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔۔ کیا تھا اِن غلافی مغرور آنکھوں میں اُس کے لیئے۔۔ کچھ بھی نہیں سوائے غرور۔۔ خود پسندی۔۔ اور بے گانگی کے ۔۔۔ پھر کیوں وہ پگھل گئی تھی۔۔ کیوں وہ جم سی گئی تھی۔۔ ایک سکینڈ کا نظر کرم کیوں اُسے ہواؤں میں اُڑانے لگا تھا۔۔۔ عفان عباسی۔۔ آہ کیوں وہ اتنی محبت کرتی تھی اُس سے۔۔ کیوں اتنا مرتی تھی اُس پر۔۔ جب اگلے کو پرواہ بھی نا ہو۔۔ اُسے پتہ نہیں پرواہ تھی یا نہیں۔۔ وہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی کوئی اندازہ نہیں لگا سکی تھی۔۔۔!

"زری بیٹا کھڑی کیا دیکھ رہی ہو۔۔ چائے لاؤ عفان کے لیئے۔۔" سجاد صاحب کی آواز نے اُسے چونکایا۔

"جی ابا۔۔ ابھی لائی۔۔" جانے کیوں اُسکی آواز گیلی سی ہو رہی تھی۔۔ دل میں اندر تک اُداسی ہی اُداسی چھا گئی۔ عفان کیوں اُسے اتنا اگنور کرتا ہے۔۔ کیا وہ اس رشتے سے خوش تو ہے یا۔۔ آگے اُس سے سوچا نہیں گیا۔۔ کیا پتہ وہ یہ رشتہ یاد بھی رکھے ہوئے ہے یا بھول گیا ہے۔۔ اگر اُس نے انکار کر دیا تو۔۔۔ اُس کا دل ڈوبنے لگا۔

"نہیں۔۔ میں مر جاؤں گی۔۔ میں زندہ کیسے رہوں گی۔۔ لیکن اگر وہ۔۔۔" اسی دوران چولہے پر رکھی چائے اُبل کر گرنے لگی۔ وہ سوچوں کو جھٹک کر جلدی جلدی چائے کپوں میں ڈالنے لگی۔۔ اور آنسو پونچھتی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

وہ ٹرے دیگر لوازمات سے سجائے باہر آگئی۔ "شکریہ بیٹا۔۔" سجاد صاحب نے کپ پکڑتے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔وہ اُن کو دینے کے بعد عفان کے سامنے آئی۔اُس کے مہنگے کلون کی خوشبو اُسکے نتھنوں سے ٹکرائی وہ آنکھیں بند کر کے اِس خوشبو کو خود میں اُتارنا چاہتی تھی مگر۔۔۔۔ کپ تھماتے اُس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ اور لرزش واضح تھی۔۔ عفان نے دھیرے سے اُس کی طرف دیکھے بغیر 'تھینکس' کہہ کر کپ تھام لیا۔زرین نے اُس کا انداز بخوبی نوٹ کیا اور افسردہ دل کے ساتھ پلٹ آئی۔۔اماں چھوٹی خالہ کے ہاں گئی ہوئی تھی اسلئے سارا کام اُس کے سر پر آپڑا تھا۔۔وہ درد کو دل میں دبائے کچن میں آکر رات کے کھانے کا انتظام کرنے لگی۔۔آنسو جانے کیوں رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔۔وہ رونا چاہتی تھی۔ بہت سارا ۔جانے کیوں۔۔!

"بیٹا۔۔رُک جاؤ کھانے پر۔۔ تھوڑی دیر تو ہے شام میں۔۔" اباکی آواز سن کر اُس نے کھڑکی سے صحن میں جھانکا۔۔وہ شرٹ جھاڑتا اُٹھ رہا تھا۔"نہیں چاچو۔۔تھینک یو۔۔میں لیٹ ہو جاؤں گا۔۔۔ایک دوست کی طرف بھی جانا ہے۔۔" وہ شائستہ انداز میں معذرت کرتا جانے کے لئے تیار تھا۔زرین اُسکی چوڑی پُشت کو دیکھتی رہی۔۔سیاہ رنگ اُس پر کتنا جچتا تھا۔۔۔ کاش وہ اُسے صرف یہ کہنے کا حق ہی دے دے۔۔سوچوں میں گُم اُسے بغور دیکھتے اُسے پتہ بھی نہیں چلا کہ آنسو اُسکا پورا چہرہ بھگو چکے تھے۔۔۔اُسے پتہ تب چلا جب عفان نے سیاہ آہنی گیٹ پار کیا اور زرین نے آنکھیں بند کر لیں۔۔گرم گرم سیال نے رخسار پر رینگ کر اُسے چونکایا۔۔۔محبت تو وہ شروع سے کرتی تھی اتنی ہی شدت سے۔۔ مگر یہ اُداسی اور مایوسی تو کبھی بھی نہیں رہی تھی۔۔پھر اب کیوں۔۔کیا وہ ان جھگڑوں کی وجہ سے اُسے کھونے سے ڈرتی تھی۔۔۔یا شاید کسی انہونی سے۔۔وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"بیٹا۔۔یہ چیزیں اُٹھالو۔۔" ابانے گیٹ بند کر اُسے

آواز دی۔

"جی ابا۔۔ابھی آئی۔۔ وہ پیاز میں چمچ ہلانے کے بعد کپ اور ٹرے اُٹھانے باہر آئی۔۔عفان کی چائے جوں کی توں پڑی تھی۔کنارے پر لگے چائے کے نشان کو دیکھ کر اُسے اندازہ ہوا کہ اُس نے فقط دو ہی گھونٹ بھرے تھے۔۔چائے کو دیکھتی جانے کیوں وہ مزید اُداس ہو گئی۔۔ پھر جانے کیا سوجھی کہ آنسوؤں کے درمیان وہ گھونٹ گھونٹ اُسکی جھوٹی چائے پینے لگی۔۔۔!

***

آج موسم صبح سے ابر آلود تھا۔۔صبا اور ہادی جو چھٹی کا ارادہ رکھتے تھے موسم کے تیور دیکھ کر جلدی جلدی ارادہ بدل لیا۔۔

"بابا مجھے کالج چھوڑ آئیں۔۔" صبا چادر سر پر جمائے بیگ لیے تیار کھڑی تھی۔۔بابا نے حیرت سے اُسے دیکھا۔

"لیکن صبح تو کہہ رہی تھی کہ موڈ نہیں ہے پھر اچانک۔۔۔"

"بابا۔۔اب کالج ہمارے موڈ پر تو نہیں چلتا ناں۔۔۔ابھی ابھی صوفی کی کال آئی کہ آج میم کوئی میک اپ کلاس لیں گئیں جو کہ بہت ہی ضروری ہے لینا۔۔بہت کچھ کور کرنا ہے آج سو۔۔۔اب آپ پلیز جلدی سے چھوڑ آئیں ناں۔۔" وہ جلدی میں تھی کیوں کہ کالج گیٹ بند ہونے میں فقط کچھ منٹ باقی تھے۔۔

"او۔کے چلو۔۔" وہ چابیاں اُٹھاتے باہر نکل گئے وہ بھی تیزی سے لپکی۔۔کالج پہنچتے پہنچتے کافی دیر ہو گئی تھی۔چوکیدار سے کافی ڈانٹ کھانے کے بعد جب وہ بے حد آف موڈ میں کلاس روم میں چلی آئی تو حیران رہ گئی۔ کلاس میں کوئی بھی نہیں تھا۔۔

"سب کہاں ہیں۔۔" وہ خود سے بڑبڑائی۔اور واپس حیران سی باہر نکل آئی۔۔پورا کوریڈور خالی تھا۔۔۔ اُس نے ساتھ والی کلاس میں جھانکا۔۔ سر فخر شاہ سینئرز کی کلاس اٹینڈ کر رہے تھے۔۔باقی سمسٹرز کا

بھی یہی حال تھا۔۔ کوئی نا کوئی ٹیچر کلاس لے رہی تھیں۔۔ پھر اُس کے فیلوز کہاں تھے۔۔۔ کہیں سب نے کمبائن چھٹی تو نہیں کی (یہ بھی الیون ایڈیٹس کی ایک خاصیت تھی)۔وہ پریشان سی سوچے جا رہی تھی۔۔!

اس کے برعکس۔۔ اگر آپ نیچے کالج کے مین گیٹ سے کچھ فاصلے پر واقع کینٹین میں جھانکیں تو ایک الگ منظر نظر آئے گا۔

"آپ لوگوں کا پریڈ فری ہے۔۔؟میم عفت سب کو ٹیبل کے گرد بیٹھ کر چائے پیتے دیکھ کر بولیں۔ مگر کوئی بھی جواب دیئے بغیر ایک دوسرے کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔۔ بادیہ نے کچھ کہنے کے لیئے منہ کھولا ہی تھا کہ ضوفی کی گھوری نے اُسے چپ کرایا۔

"آپ لوگوں سے بات کر رہی ہوں۔۔ کس چیز کا پریڈ ہے۔۔۔" وہ کوئی جواب نا پا کر سمجھ گئیں تھیں کہ پریڈ فری نہیں تھا۔ اسلیئے قدرے غصے سے اگلا سوال کیا۔ مگر جواب ندارد۔۔۔!

"ضوفی۔۔۔رعیا۔۔؟اس بار مزید سختی سے پوچھا گیا۔

"میم۔۔وہ میم آنسہ ہنی کا پریڈ ہے۔۔"رعیا نے سر جھکا کر جواب دیا۔

"تو آپ لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔۔۔کلاس میں کیوں نہیں ہیں۔۔۔ اور آپ لوگوں کو پرنسپل نے کینٹین آنے سے منع نہیں کیا تھا۔۔" وہ برس پڑیں۔

" میم وہ تو پرنسپل نے کہا تھا کہ 11 بجے نا آئیں کینٹین۔۔ابھی تو دس بج رہے ہیں۔۔" ضوفی نے معصومیت کی ایکٹنگ کرتے ہوئے حدیں پار کر لیں۔۔باقی سب نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھا۔۔کیا کمال ایکٹنگ تھی جیسے واقعی وہ معصوم ہو۔

"اسپاٹ اِٹ۔۔! آپ لوگ واقعی میں ہیں پاگل۔۔یا ہمیں سمجھ رکھا ہے۔۔؟" اُس نے گویا میم عفت کے جلال کو للکارا تھا۔ جو اُنھیں سیدھا پرنسپل آفس لے آئیں۔۔۔اور پھر اسی جلال کا مظاہرہ پرنسپل آفس کے اندر بھی دیکھ لیں۔۔

"شرم آنی چاہئے آپ لوگوں کو۔۔اتنی بڑی بڑی ہو
مگر حرکتیں دیکھو۔۔اور کتنی بار منع کیا ہے کہ گیارہ
بجے سے پہلے کوئی کینٹین نہیں جائے گا۔۔مگر پھر بھی
روز تم لوگوں کا کوئی نا کوئی تماشہ ہوتا
ہے۔۔۔" پرنسپل شدید غصے میں تھیں۔وہ سب سر
جھکائے افسردہ سے کھڑے تھے (نہیں نہیں شرمندگی
سے نہیں۔۔بلکہ گرما گرم چائے کے چوٹ جانے کی
وجہ سے۔۔) اتنے اچھے ہوتے تو ایسے کام ہی کیوں
کرتے۔

"چلو فائن دو سب۔۔اور کلاس میں جاؤ۔۔آج کے
بعد تم لوگوں کی نا بریک ہے نا کوئی فری پریڈ۔۔میں
بات کرتی ہوں میم شاہدہ سے۔آپ لوگ اپنی شکلیں
گُم کریں یہاں سے۔۔۔" وہ ریسیور کان سے لگا کر
یقیناً میم شاہدہ کو کال کر رہی تھیں۔ وہ سب ایک
دوسرے کو دیکھتے کورس میں 'سوری' کہنے لگے۔جس
سے پرنسپل کا پارا مزید ہائی ہوا۔
"واٹ سوری۔۔یہ سوری کا لفظ آپ لوگوں کے منہ
سے بالکل اچھا نہیں لگتا۔۔ہر بات پر
سوری۔۔۔اب کھڑے منہ کیا دیکھ رہے
ہیں۔۔جائیں یہاں سے۔۔" آخر میں اُن کا لہجہ بہت
انسلٹنگ تھا۔وہ سب مزید کچھ بھی کہے بغیر آفس سے
نکل آئے۔ مگر طے کر لیا تھا کہ اب کلاس لیں
گئیں۔۔ بٹ نو لیکچر ۔۔ ۔!!

***

دس منٹ بعد میم آنسہ کلاس میں آئیں تو الگ ہی منظر
منتظر تھا۔۔سب خاموشی سے اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے
تھے سر جھکائے۔۔میم آنسہ کو غش آنے لگے۔۔۔یہ
ایڈیٹس آج اتنے آرام سے کیوں بیٹھے تھے۔۔ وہ
پریشان سی ڈائس پر جاکر بغور سب کو دیکھنے لگی۔
"کیا ہوا ہے۔۔میرے بلبل سے اسٹوڈنٹس اتنے
خاموش کیوں ہیں۔۔؟" وہ اٹینڈینس لیتیں پوچھنے
لگیں۔۔ مگر جواب ندارد۔ وہ قدرے حیران ہوئیں
پھر سر جھٹک کر لیکچر کی طرف متوجہ ہوئیں۔۔۔مگر نو
رسپانس۔۔ وہ زچ ہو گئیں۔مڑ کر دیکھا تو ٹپ ٹپ

آنسو بہاتے الیون ایڈیٹس رو رہے تھے۔

"کیا ہوا ہے آپ لوگوں کو۔۔۔" وہ حیران ہوئیں۔

"میم پرنسپل نے ہماری بریک بند کر دی۔۔" روہانسی آواز میں کہتیں مسکان آخر میں باقاعدہ رونے لگی۔ میم چند پل سب کے چہرے دیکھتیں رہی پھر ایک دم ہنس پڑی۔

"کتنے ڈرامے بازیاں آتی ہیں آپ لوگوں کو۔۔۔ مجھے لگا کوئی سیریس مسئلہ ہے۔۔۔ چلو شاباش نوٹ پیڈ نکالو۔۔" وہ آخر میں چٹکی بجاتے ہوئے بولیں۔ اور ناں۔۔ ناں کرتے الیون ایڈیٹس نے آخر میں نوٹ پیڈز نکال ہی لیے کہ جانتے تھے کہ اب مزید ڈرامے بازیاں نہیں چلنے والی۔۔۔!! سب منہ بنا کر نوٹ پیڈ نکالتے لیکچر کی طرف متوجہ ہوئے۔۔۔ زرین نے ایک نظر ساتھ بیٹھی ضوفشاں کو دیکھا اور پھر رجسٹر پر لائن گھسیٹ کر اُسے متوجہ کرنے لگی۔

"اوئے میم آنسہ سے کہو میرے لئے دُعا کرے۔۔"

"کس چیز کے لئے دُعا۔۔" تیزی سے پین چلاتی ضوفی نے اُسکا رجسٹر دیکھنے کے بعد آہستہ سے اُسکے کان میں سرگوشی کی۔

"عفان کے لئے۔۔ میم سید ہے ناں۔۔ مجھے یقین ہے میم کی دعا قبول ہو گی۔۔۔" زرین کا انداز ایسا تھا کہ ضوفی کو ہنسی چھپانا مشکل ہو گیا۔ آہ محبت۔۔ انسان کو کتنا بے بس کر دیتی ہے۔۔ اب بھلا بتاؤ کہ محبت کا دعا سے کیا تعلق۔۔۔ یہ تو نصیب کے کھیل ہیں۔۔ مگر وہ اب کیا سمجھاتی زرین کو جو محبت کے ہاتھوں اتنی بے بسی کا شکار تھی کہ اب لوگوں سے دعائیں کرواتی پھیر رہی تھی۔۔۔ اور میم آنسہ۔۔۔ ہاہاہاہا۔۔ ضوفی کے دل میں ہنسی کے جوار بھاٹے پھوٹ رہے تھے۔ مگر وہ لب سیے ہوئے تھی۔۔۔ مگر تیزی سے کام کرتے دماغ میں ایک آئیڈیا ہی آ رہا تھا۔۔۔ اس آئیڈیے کو عملی جامہ بعد میں پہنانا تھا۔۔ ابھی میم سے نظر بچاتے پھر سے اُسکے کان میں سرگوشی کرنے کے لئے جھکی۔

"ڈیئر سیدوں کا کیا کہوں۔۔ بٹ میم آنسہ کی دعا ویسے بھی قبول ہوتی ہے۔۔"

"کیوں۔۔؟" زرین کا انداز تجسس لیے ہوئے تھا۔

"اتنا تنگ جو کرتے ہیں ہم اِن کو۔۔۔اور۔۔۔"

"ضوفشاں اور زرین۔۔یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔۔" اس سے پہلے کہ ضوفی بات کمپلیٹ کرتی۔۔۔وائٹ بورڈ پر پوائنٹ لکھتی میم نے اچانک مڑ کر دیکھا۔

"سوری میم۔۔!میں ایک ورڈ پوچھ رہی تھی ضوفشاں سے۔۔سمجھ نہیں آ رہی تھی۔" زرین نے بڑے آرام سے جھوٹ بولا۔

"کس چیز کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔۔مجھ سے پوچھیں۔۔میں کیوں کھڑی ہوں یہاں۔۔اس طرح ڈسٹربنس کریئٹ مت کریں پلیز۔۔۔" ہمیشہ کی طرح وہ نرم لہجے میں بولیں۔۔

"آہ۔۔میم آنسہ بھی ناں۔۔قسم سے ہماری وجہ سے ڈائریکٹ جنت میں ہی جائیں گے ہں۔۔۔کتنا تو تنگ کرتے ہیں۔ مگر اوروں کی طرح نا انسلٹ کرتی ہیں اور ناہی پرنسی سے شکایت۔۔۔میری طرف سے جنت واجب ہے میم پر۔۔۔" زرین یوں بولی گویا جنت کے سارے ٹکٹ اُسی کے پاس ہوں۔ضوفشاں اُسکی ہاں میں ہاں ملاتی تیزی سے پین چلارہی تھی۔میم پوائنٹ لکھتی مسلسل بول رہی تھیں۔۔ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی جب زرین نے اُسے کہنی ماری۔

"ضوفی۔۔۔!

"ہوں۔۔" وہ سر اُٹھائے بغیر بولی۔

"میم سے کہو ناں کہ۔۔۔"

"اچھا کہتی ہو ں۔۔۔تم پہلے لیکچر تو نوٹ کر لو ایڈیٹ۔۔!" وہ اُس کے ہاتھ کی پُشت پر پین چبھوتی پھر سے لیکچر کی طرف متوجہ ہوئی۔۔وہ "آوچ" کر ہاتھ کی پُشت سہلانے لگی۔

"کیا بات ہے زرین۔۔آپ ڈسٹرب سی لگ رہی ہیں۔۔۔" میم نے لیکچر کے پیجز سے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا جو مسلسل بول رہی تھی۔زرین نے کہنے کے لئے لب وا کیے پھر جانے کیا سوچ کر سر نفی میں ہلانے لگی۔۔اب کیا کہتی کہ میم اس ڈسٹربنس کا علاج نہیں

کرنا۔۔آہ کہیں سُنا تھا کہ محبت ابر سی ہوتی ہے مگر زرین کے ساتھ معاملہ اُلٹا تھا۔۔وہ ایک نظر زری کو دیکھنے کے بعد سر جھٹک کر لیکچر کی طرف متوجہ ہوئی۔زندگی کتنی اجیرن تھی ۔اُسے شدت سے احساس ہوا تھا۔

***

اللہ نواز بخش گردوں کی بیماری کے باعث اپنی زندگی سے مایوس تھے ۔۔بچے چونکہ چھوٹے چھوٹے تھے لہذا اُس نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جائیداد اپنی دو بیگمات کے نام کر دی تھی۔۔پہلی بیوی سے دو بیٹے عباس اور امجد اور ایک بیٹی فریدہ تھیں۔۔جبکہ دوسری بیوی سے بھی دو بیٹے سجاد اور عباد جبکہ دو بیٹیاں زینت اور بلقیس تھیں۔۔وہ خاندانی زمیندار تھے۔ مگر بیماری نے اُسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔۔زمینوں کے جھگڑے اور مسائل سے وہ بخوبی آگاہ تھے ۔۔اسلئے اپنی زندگی میں ہی اپنی ساری جائیداد دونوں بیویوں کے نام کر کے وہ سکون سے مرنا چاہتے تھے ۔۔۔ مگر نہیں جانتے تھے کہ بعض اوقات بندہ جتنی بھی حکمت عملی کر لے ۔۔ہوتا وہی ہے جو نصیب میں لکھا ہو۔۔اُن کی جوان موت کے دو ماہ بعد نو سالہ عباد نہر میں ڈوب کر خالقِ حقیقی سے جا ملا۔۔اُس وقت سجاد عباس چودہ اور سجاد فقط گیارہ سال کا تھا۔۔وقت کا کام گزرنا ہوتا ہے۔۔سو اپنی دبیز چال چلتا گزرتا چلا گیا جب اللہ نواز کے سارے بچے جوان ہو کر اپنے اپنے گھروں میں خوش تھے۔۔ مگر کہتے ہیں کہ زر۔زن اور زمین سگے بھائیوں میں بھی فساد ڈال دیتی ہے پھر تو وہ دو الگ الگ ماؤں کے سوتیلے بھائی تھے۔۔اب قسمت کی ستم ظریفی کہو یا کرم نوازی کہ عباد کی موت کے بعد زینت اور بلقیس کو اپنا اپنا حصہ دینے کے باوجود سجاد کی جائیداد دونوں بھائیوں سے زیادہ تھی۔۔اور اسی بات کا اُن دونوں کو ملال تھا۔۔۔اُنھیں باپ کی اس غیر منصفانہ تقسیم پر تلملا رہے تھے۔۔عباس چونکہ بڑے تھے لہذا اندر ہی اندر کڑتے رہتے تھے جبکہ امجد جذباتی ہونے کی وجہ سے اپنی مخالفت کا کھلم کھلا اظہار

بھی کرتے تھے۔۔۔یہی نہیں۔۔شاید سجاد کی غلطی یہ بھی تھی اُس نے اپنے لائق وائق بیٹے شاہ زر کے لئے اُسکی ان پڑھ قدرے ذہنی بیمار بیٹی اسماء کا رشتہ لینے کی بجائے سلمٰی بیگم کی بھتیجی حمدیا کا ہاتھ مانگ لیا تھا۔۔بیٹا جوان تھا۔۔خود مختار اور نوکری والا تھا۔۔بھلا وہ کیسے اُس پر پریشر ڈالتا اسماء کے لئے۔۔۔اور وہ بھی اس صورت میں جب بیٹے کا جھکاؤ ماموں زاد کی طرف تھا۔۔ حمدیا نا صرف خوبصورت اور پڑھی لکھی تھی ۔۔بلکہ بہت ہی سلجھی ہوئی عادات واطوار کی مالک تھی۔۔سچ تو یہ ہے کہ سجاد کو بیٹے کی پسند پر کوئی اعتراض نہیں تھا مگر امجد جو کہیں بار ڈھکے چھپے انداز میں اس رشتے کی بات کر چکا تھا اُسے اُمید تھی کہ ہمیشہ کی طرح اپنی نیک نیتی کی بنیاد پر سجاد اپنے کسی نا کسی بیٹے کے لئے اُسکی اسماء کا رشتہ لے گا۔۔۔مگر بات اب سجاد کی نہیں اُسکے بیٹوں اور اُن کی خوشیوں کی تھی ۔۔وہ بھلا کیوں کر اپنے بیٹے قربان کرتا۔۔۔سو شاہ زر کے ساتھ ساتھ اُس نے آذر کا رشتہ بھی اُسکی پسند پر طے کر دیا۔۔۔یہی بات اُسے بانس کی طرح چبھی تھی۔۔اور تب سے اُس نے زمینوں کے معاملوں میں پھر سے ٹانگ اڑانی شروع کر دی۔۔۔پہلے پہل تو وہ سجاد کی ترقی دیکھ کر ڈھکی چھپی دشمنی کرتا تھا مگر اب سوتیلا پن کھل کر سامنے آرہا تھا۔۔ معاملات دن بدن خراب ہو رہے تھے۔۔امجد چچا کی بے جا ضد نے نا صرف سجاد کے دل میں بدگمانی کو جگہ دی بلکہ بھائیوں کا رہا سہا پیار بھی ختم ہو گیا۔۔۔کل شاذر اور آذر کی بات پکی کر ساری خاندان میں مٹھائیاں بانٹی گئیں۔۔ عباس چچا اور امجد کے گھرانے نا اس رسم میں شریک ہوئے بلکہ اُن کے گھر بھیجی ہوئی مٹھائی بھی واپس کر دی گئی تھی۔۔یہ بات جہاں سجاد کے پورے خاندان والوں کے لئے اذیت ناک تھی وہاں زرین کا اپنے بارے میں سوچ سوچ کر دل ہولتا تھا۔۔ اختلافات پہلے صرف زمینی نوعیت کے تھے۔۔اب تو سمجھو کہ دونوں خاندانوں کا بائیکاٹ ہو چلا تھا۔۔اب بھلا کیونکر ممکن تھا عفان اور زرین کا رشتہ۔۔یہ سوچ ہی اُسے

بھائیوں کی خوشی بھی انجوائے نہیں کرنے دے رہی تھی ۔۔ہر پل بس دل کو وہم سا لگا ہوتا ۔۔یہ رشتہ ابھی ٹوٹا کہ ابھی ٹوٹا ۔۔!!

***

"نیکسٹ کلاس کس کی ہے آپ لوگوں کی ۔۔۔؟" میم آنسہ نے وائٹ بورڈ مار کر بند کرتے ہوئے پوچھا۔ مگر سب ایک دوسرے کو خاموش رہنے کا اشارہ کرنے لگے ۔۔۔اُنھوں نے زندگی میں کتابوں سے ایک ہی سبق سیکھا تھا ۔۔" اتفاق میں برکت ہے " اور اُس سیکھے ہوئے پر ایسے عمل پیرا تھے کہ اگلے تو عش ہی آجاتا ۔۔اِن کے اتفاق تو اگر ملاحظہ کرنا ہو تو آیئے چوبیس مارچ کی تاریخ میں چلتے ہیں ۔۔جب کالج میں بریک کے بعد سارے اسٹوڈنٹس اور ٹیچرز اپنی اپنی کلاسز لے رہے تھے ۔۔کہ ایک دم خوفناک سی چیخوں نے پورے کالج کو سر پر اُٹھا لیا یوں کہ پرنسپل تک دہل گئیں۔

"یا اللہ خیر ۔۔کیا مصیبت آگئی ہے ۔۔" سب نے اندھا دھند اوپر بھاگنا شروع کیا ۔۔ روم نمبر ۲۰ کا دروازہ بند تھا ۔۔اندر سے چیخوں کی آوازیں آرہیں تھیں ۔۔پرنسپل نے دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ کھولا تو اُن کی بھی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی ۔۔سامنے کلاس روم کی ساری دیواروں کا حال دیکھ کر اُنھیں عش آنے لگی ۔۔۔آئس کریم ۔۔کولڈ ڈرنکس ۔۔کیک ۔۔کیچپ ۔۔چٹنی ۔۔۔جانے اور کن کن چیزوں سے وہاں نقش و نگار بنے ہوئے تھے ۔۔۔اور تو اور الیون ایڈیٹس کے شکلوں اور یونیفارم کا بھی یہی حال تھا ۔۔۔وہ چکرا کر رہ گئیں۔

"کیا بے ہودگی ہے یہ ۔۔آپ لوگ چیخ کیوں رہے تھے ۔۔اور یہ کیا حال بنایا ہے اپنا اور کلاس روم کا ۔۔۔اور یہ ۔۔۔یہ دیواریں ۔۔۔آپ لوگ پاگل ہیں کیا ۔۔" وہ دہاڑی تھیں۔ مگر جواب ندارد ۔۔ایک دم سکوت چھاہ گیا ۔۔کلاس روم سے باہر کھڑی ٹیچرز اور کالج پراکٹرز تجسس سے اندر جھانکنے کی کوشش کر رہے تھے ۔۔جو بھی دیکھتا ۔۔

اُن کا حال دیکھ کر ہنسی دبائے رہ جاتا۔ پرنسپل کا جلال دیکھنے لائق تھا۔

" کون لایا تھا آئس کریم۔۔اور یہ کولڈ ڈرنکس۔۔" وہ دیواروں کا پینٹ خراب ہوتے دیکھ کر اُن پر ہاتھ اُٹھاتے اُٹھاتے رہ گئیں تھیں۔۔۔اگلوں کا جواب مزید تپا دیکھنے والا تھا۔"ہم سب" اُف۔۔یہ جملہ سن کر پرنسپل کا پارا مزید ہائی ہوا۔یعنی سارے ایک ساتھ دفعان ہوئے تھے بیکری سے چیزیں لینے۔۔(نہیں نہیں ایسا نہیں تھا۔۔مگر' اتفاق میں

رومز کے دروازے۔ دیواریں۔۔۔اور وائٹ بورڈز
مختلف کمنٹس سے بھرے ہوئے تھے۔۔جنہیں پڑھ
پڑھ کر پرنسپل کا دماغ خراب ہو رہا تھا۔۔سینئرز کے
دروازے پر لکھا تھا۔۔" ٹیچرز کے چمچے۔" (ویسے
اس میں کوئی شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔۔۔چمچہ
گیری کرنا کوئی اُن سے سیکھے۔)جگہ جگہ مختلف
تحریریں تھیں۔۔مگر جس تحریر نے ٹیچرز کا پارا سب
سے پائی کیا۔۔وہ اُن کے اپنے دروازے کے باہر لکھی
تحریر تھی۔۔" ڈونٹ ڈسٹرب پلیز۔۔آ اسپیشل نوٹ
فار ٹیچرز" اُف تمام ٹیچرز کے سروں پر لگی تلوؤں میں
بجھی۔۔۔یعنی اگر اُنھیں ٹیچرز کلاس میں آ کر ڈسٹرب
کرتے تھے تو کالج کیوں آتے تھے وہ سب۔۔؟؟کچھ نا
سمجھ میں آنے والی صورت حال تھی۔ پرنسپل کا
وہی۔۔۔ "کسی نے کیا یہ سب " ۔۔۔والا
سوال۔۔۔اور اُن کا۔۔' ہم سب' ۔۔۔والا
جواب۔۔اُف۔۔پھر تو پرنسپل نے سر پر طوفان ہی
کھڑا کر لیا تھا۔۔مگر وہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Whatapp:

0322-5494228

Office Adrass:

Chak No:79/5.L sahiwal

برکت ہے'۔۔کے سبق کو تو آزمانا تھا ناں۔۔ورنہ یہ
ساری چیزیں رعیا اپنی برتھ ڈے منانے کے لیئے لائی
تھی) مگر پرنسپل کے ہر سوال کے جواب میں "ہم
سب" کہہ کر وہ بھاری جرمانہ بھرنے پر مجبور ہو گئے
تھے۔۔مگر پھر بھی 'ہم سب' کی رٹ نا
چھوڑی۔۔۔ٹھیک دو ماہ بعد ریڈ پرمننٹ
مارکر(permenent marker)سے تمام کلاس

اُس طوفان کے گزر جانے کے منتظر تھے۔ مگر زبان سے کسی نے بھی جو غلطی سے کسی ایک کا نام لیا ہو۔۔ 'ہم سب' لفظ میں جو لذت تھی۔۔ وہ ڈانٹ کھانے پر بھی کم نہیں ہوتی تھی۔۔ ابھی بھی میم آنسہ کے پوچھنے پر سب 'اتفاق میں برکت ہے' کے زندہ تفسیر بنے سر جھکائے خاموش تھے۔ میم جھنجھلا گئیں تھیں۔

''میں آپ لوگوں سے پوچھ رہی ہوں۔۔ اگر پریڈ فری ہے تو میں '' میک اپ کلاس (ایکسٹرا کلاس) لیتی ہوں آپ لوگوں کی۔۔۔ لاسٹ ویک ہمارے دو لیکچر رہ گئے تھے۔۔ وہی ہم کور کر لیتے ہیں نیکسٹ پریڈ لے کر۔۔'' میم نے کسی کو بھی مخاطب کیے بغیر کہا۔

''نو میم۔۔ اگلا فری نہیں ہے۔۔ سر رضوان نے کہا تھا کہ وہ ہماری میک اپ کلاس لیں گئیں۔۔ ایکچولی اُن کا بہت سارا کورس رہتا ہے۔۔۔ ڈیٹس وائے۔۔۔'' ضوفی کو بولنا ہی پڑا۔ سب نے اُسے حقیقت بیانی پر گھورا۔۔ مگر وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں '' صبر کرو۔۔ جسٹ میم کو جانے دو'' کا پیغام دے کر اُن سب کو مطمئن کرنے لگی۔ اور واقعی میم پریڈ بیل بجتے ہی کلاس سے چلی گئیں اور الیون ایڈیٹس اُن کے جاتے ہی لائبریری چلے آئے۔۔ میم کلثوم (لائبریرئین) حیران ہوئیں۔۔ ظاہر ہے وہ بھی الیون ایڈیٹس کی شرافت کے چرچوں سے باخبر تھیں۔

''ماشاء اللہ آج تو ہمارے غریب خانے میں بڑے بڑے لوگ تشریف لائے ہیں۔۔!'' نرم مسکراہٹ والی خوش اخلاق سی میم کلثوم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ سب اب کیا بتاتے کہ سر رضوان کے ''میک اپ پریڈ سے بچنے کا اچھا طریقہ ہے۔۔ یوں کہ اگر سر نے پرنسپل سے شکایت لگا بھی دی۔۔، تو انجان بنتے ہوئے کہہ دیں گے کہ آج تو سر کا پریڈ تھا بھی نہیں۔۔۔ اور ہم تو ٹائم ویسٹ کرنے کی بجائے لائبریری میں تھے۔۔ یہ الگ بات کہ وہ جانتے بوجھتے سر رضوان کا ''میک اپ پریڈ'' چھوڑ کر وہ ٹائم ویسٹ

کرنے ہی لائبریری آئے تھے۔مگر پرنسی کو کیا پتہ۔۔۔!فائن آرٹ کی بکس کھولے عجیب وغریب مجسمے دیکھ دیکھ کر وہ سب ہنس رہے تھے۔۔"

"بچے پلیز شور نا کریں۔۔۔آرام سے اسٹڈی کریں۔۔باقی لوگ ڈسٹرب ہورہے ہیں۔۔" میم نے دھیمے لہجے میں کہا۔۔وہ سب سرہلا کر رہ گئے۔کسی نے لیٹریچر کی بک اُٹھائی تو کسی نے یوں ہی ہسٹری کی۔ماہ رُخ نے ٹائم سے فائدہ لیتے ہوئے اپنی اسائنمنٹ لکھنی شروع کی۔۔۔صبااور ضوفی صرف ٹائم پاس کے لئے آج کا اخبار دیکھنے لگے۔۔۔اسپورٹس اور شوبز کی وہی باتیں جو اُنھیں پتہ تھیں۔۔باقی سیاست سے اُنھیں دل چسپی نہیں تھی۔صبا بے زاری سے اخبار لپیٹ کر رکھنے لگی کہ ضوفی کی نظر" عامل پیر مراد شاہ" کے اشتہار پر پڑی۔۔"پیر مراد شاہ کرے آپ کی تمام مرادوں کو اللہ کے فضل سے صرف ایک ہفتے کے عمل سے پورا۔۔مسئلہ گھریلو ناچاکی کا ہو۔۔یا ساس بہو کی لڑائی کا۔۔کاروبار کی بندش کا ہو یا رشتوں کی بندش۔۔پیر مراد شاہ کے آستانے پر آکر اپنی تمام پریشانیوں سے نجات پائے۔۔پیر مراد شاہ۔۔جس کے ایک ہفتے کے عمل سے "محبوب آپکے قدموں میں۔۔" وغیرہ وغیرہ۔۔۔ضوفی اشتہار پڑھ کر صبا کو دِکھانے لگی۔صبانے نا سمجھی سے اُسے دیکھا۔۔کیونکہ ناتواُسے گھریلو ناچاکی کا مسئلہ درپیش تھانا ہی وہ ابھی کسی کی بہو تھی۔۔نا ہی وہ کوئی کاروبار کی بندش سے دوچار تھی۔نا ہی وہ محبوب نام کی مخلوق سے واقف تھی پھر کیوں۔۔۔وہ سوالیہ انداز میں ضوفی کو دیکھنے لگی جس کی آنکھوں کی چمک نے اُسے تجسس میں ڈال دیا۔

"کیا۔۔؟" وہ منہ اسکے کان کے قریب لے جاکر دھیمے لہجے میں بولی۔

"اسٹوپڈ۔۔تمھیں کچھ سمجھ نہیں آئی۔۔۔آئی مین زری۔۔عفان۔۔۔" وہ "محبوب آپکے قدموں میں" والی لائن پر انگلی رکھ کر آہستہ سے بولی۔آئیڈیے کو عملی جامہ پہنانے کا وقت آچکا تھا۔

"اوہ۔۔میں نہیں کرتی اِن باتوں پر بلیو۔۔" صبا ذرا

بھی امپریس نہیں ہوئی۔

"اسٹوپڈ۔۔بلیو کرنے کو کہہ کون رہا ہے۔۔بٹ ہم زری پر فولنگ تو کر سکتے ہیں۔۔" ہلکی آواز میں کہتی اُس نے صبا کا چہرہ دیکھا۔ جو ہنسی روکنے کی وجہ سے گلابی ہو رہا تھا۔

"کمینی۔۔لوگ شیطان کو پتھر مارنے اتنا دور کیوں جاتے ہیں۔ تمھیں ہی ماریں نا پتھر۔۔کیونکہ سب سے بڑا شیطان تو تمھاری کھوپڑی میں ہے۔۔آل ٹائم ایکٹیو۔۔" ہنسی روکتے روکتے بھی اُس کی ہنسی نکل گئی۔ میم کلثوم نے دور سے عینک کی آڑ سے گھورا وہ فوراً چھپ ہو گئی۔ مگر بے تحاشہ ہنسنے اور ہنسانے کا لاحقہ عمل وہ دونوں تیار کر چکے تھے۔اس سے پہلے کہ میم اُن کو لائبریری سے نکالتیں۔۔وہ دونوں سب سے نظر بچا کر اخبار چرا کر باہر آ گئے۔

***

شام "مورچال" کی اونچی اونچی دیواروں پر اپنے پر پھیلائے ڈھل رہی تھی جب بابا اور تایا ابو تھکے ہارے گھر آئے۔۔ٹی وی کے آگے بیٹھی میچ دیکھتی ضوفی نے سر گھما کر دیکھا تو بے ساختہ اُٹھ گئی۔۔

اسلام وعلیکم۔۔!" وہ ٹی وی آف کرتی دونوں کو ایک ساتھ سلام کرنے لگی۔

" وعلیکم سلام ۔۔ضوفشاں بچے ! پانی پلا دو۔۔۔!" دونوں نے مشترکہ سلام کیا اور تایا ابو نے پانی بھی مانگا۔ مگر انداز بجھا بجھا سا تھا۔

"جی ابھی لائی۔۔" وہ حیران سی فورا کچن کی طرف بڑھ گئی۔۔۔جہاں بھابھی پسینے سے شرابور ہانڈی بنا رہی تھیں۔۔۔ایک نظر اُنھیں مسکرا کر دیکھنے کے بعد وہ جلدی جلدی گلاس میں پانی بھر کر وہ تایا ابو کو دینے آئی

۔

"بابا! آپ کو لا دوں۔۔"

"نہیں بچے۔۔۔ایک ایک کپ چائے بنا دو ہمارے لئے ۔۔" بابا نے مسکرا کر مشفق انداز میں کہا۔۔وہ "جی اچھا" کہہ کر خالی گلاس لیے واپس کچن میں آئی اور چائے کا پانی چڑھا دیا۔ باہر لاؤنج میں بیٹھے

بابا اور تایا کسی مسئلے پر بحث کر رہے تھے۔باوجود آواز کو آہستہ رکھنے کے تایا کی آواز کچن تک آ رہی تھی۔ ضوفی نے ایک نظر مڑ کر لاؤنج میں دیکھا اور پھر بھابھی کے قریب کھسک آئی۔

''بھابی! ''

''ہوں۔۔'' وہ مگن سی فقط ہنکارا بھر کر رہ گئی۔

'' صلاح الدین قاقا کی بیٹی کو کیا ہوا۔۔۔؟'' وہ آواز دھیمی کر کے بولی۔

''کچھ نہیں ہوا۔۔ کیا ہو گا۔۔۔یہ سوچو۔۔ زیور اور روپے پیسہ چُرائے گھر سے بھاگتے ہوئے بظاہر کالج کے لئے ہی نکلی تھی۔۔مگر قسمت اچھی تھی یا خراب کہ رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہے اور۔۔''

''واٹ۔۔؟'' اس سے پہلے بھابھی اپنی بات پوری کرتیں۔۔ضوفی نے قدرے اونچی آواز میں چلا کر کہا۔اور احساس ہونے پر جلدی سے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

'' سچ میں ۔۔۔؟'' وہ جیسے یقین نہیں کر پا رہی تھی۔بھابھی نے بہت دُکھ سے اُسے دیکھا۔

''ہاں۔۔بیچارے صلاح الدین قاقا کی ساری عزت خاک میں ملادی اُس نے۔۔کتنے عاجز سے بندے ہیں قاقا۔۔۔اور اب۔۔۔'' بھابھی فریج سے آٹا نکالتے ہوئے بولی۔

''اوہ گاڈ۔۔۔'' ضوفی کو جیسے گہرے دکھ نے آ گھیرا۔کتنے دکھ کی بات ہے ناں ساری زندگی جو لوگ آپ کو کھلائیں پلائیں بڑا کریں۔۔آپ سے محبت کریں۔۔آپکی ضرورتوں کا خیال کریں۔۔۔آپ پر اعتماد کریں۔۔آخر میں اُن کی تمام قربانیوں اور محبتوں پر دو حرف بھیج کر اُن کی اعتماد کو کرچی کرچی کر کے۔۔۔آپ نفس کے منہ زور گھوڑے پر سوار سب کچھ رُندھ کر چلے جاؤ۔۔۔کتنے زیادہ افسوس کا مقام تھا۔۔۔وہ کچھ بھی کہنے کے لائق ہی نہیں رہی تھی۔سو اُداس سی کپ دھو کر چائے اُنڈیلنے لگی۔بھابھی نے اُسے بغور دیکھا جو مرجھائے چہرے کے ساتھ چائے کی ٹرے لیے باہر نکل گئی تھی۔

"بابا چائے۔۔" بابا اور تایا ابو کو باتوں میں مصروف دیکھ کر اُسے متوجہ کرنا پڑا۔۔ٹرے اُن کے سامنے کرتے ضوفی نے ایک نظر اُن پر ڈالی۔۔وہ دیکھ سکتی تھی کہ باتوں میں مصروف تایا ابو کے چہرے پر پہلے کی نسبت قدرے سختی تھی۔ بابا نے ایک کپ اُٹھا کر تایا ابو کو دیا اور دوسرا خود لے لیا۔وہ چپ چھاپ ٹرے وہیں رکھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"میں کہتا ہوں کہ کافی ہے یہیں تک ضوفشاں کی پڑھائی۔۔۔اب بچے بڑے ہو گئے ہیں، شادی کر دینی چاہیے۔۔" لاؤنج سے نکلتے اُسے اپنے پُشت پر تایا ابو کی آواز سنائی دی اور دل دھڑاک سے رہ گیا۔۔ تایا ابو کے اِن الفاظ نے اُسکے قدم جکڑ لیے۔ وہ غیر ارادی طور پر بابا کا جواب سننے کے لیئے وہیں ٹھہر گئی۔

"آپ بالکل صحیح کہہ رہے ہیں لالا۔۔۔ضوفشاں آپکی امانت ہے میرے پاس۔۔۔ چند سالوں کی بات ہے۔۔اُس کی تعلیم مکمل ہوتے ہی انشاء اللہ۔۔ جیسا آپ چاہیں گئیں۔۔" بابا کی بات سے اُسے تسلی ہوئی تھی۔ وہ خوش ہوتی آگے بڑھنے ہی لگی تھی کہ تایا ابو کی آواز نے اُسکے قدم روک لیے۔

"کیا ضرورت ہے بیٹی کو اتنا پڑھانے کی۔۔کون سا اُس نے نوکری کرنی ہے۔۔۔اللہ کا دیا سب ہے اس گھر میں ۔۔اور ویسے بھی آج کل کے جیسے حالات ہیں۔۔مجھے تو ڈر لگتا ہے۔۔۔اِن ٹی وی ۔۔ کیبلوں نے لڑکیوں کے ذہن تباہ کر کے رکھے ہوئے ہیں۔۔اوپر سے پڑھائی کے بہانے کر کے عیاشی کا پورا موقع مل جاتا ہے۔۔۔اب دیکھو اُس بے حیا کو۔۔گھر سے کالج کے لیئے ہی تو نکلی تھی۔۔۔ باپ بھائی کی عزت کا جنازہ نکالتے ذرا خوف نہیں آیا۔۔۔۔اس لیئے کہتا ہوں کہ جتنی جلدی بیٹی اپنے گھر کی ہو۔۔اُتنا اچھا ہے۔۔" تایا ابو کے لہجے میں واضح ایک خوف بول رہا تھا۔۔ضوفی مایوس ہونے لگی۔۔۔شاید قصور اُن کا بھی نہیں تھا۔۔۔لڑکی ذات سفید چادر کی مانند ہوتی ہے۔۔ ذرا سا داغ لگا۔۔اور ساری چادر بدنما ہو گئی۔۔۔اور واقعی آج کل جس طرح کا ماحول ہے۔بیٹی

کے معاملے میں احتیاط ایک فطری عمل ہے۔۔۔اوپر سے صلاح الدین قاقا کی بیٹی عائشہ کے تازہ کارنامے نے اُن کی نیند بھی اُڑا دی تھی۔۔وہ شاید غلط نہیں تھے مگر۔۔۔

"لالا! کچھ حد تک آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔لیکن ضروری نہیں کہ لڑکیاں پڑھ لکھ کر بے حیا ہو جائیں۔۔۔ تعلیم تو اُن کو اچھے برے کی تمیز سکھاتی ہے۔۔شعور دیتی ہے۔۔یہ تو بندے پر منحصر ہے کہ وہ اِس موقع کا کیا فائدہ اُٹھاتی ہیں۔۔حیائی بے حیائی کا دارومدار اُسکے اپنے نفس پر ہے تعلیم پر نہیں۔۔اب آپ دیکھیں۔۔صلاح الدین کی بیٹی جس کالج جاتی تھی۔۔وہاں ہزار دو ہزار لڑکیاں اور بھی پڑھتی ہیں۔۔۔اتنے سالوں میں ایک واحد اُس نے یہ قدم اُٹھایا۔۔ اور آج اُس نے اُٹھایا بھی ہے تو یقیناً کالج میں بھی کوئی اُس کے اس عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کر رہا ہو گا۔۔۔تو کیا ہم کسی ایک کی غلطی کو بنیاد بنا کر سب کو پرکھیں۔۔اور ویسے بھی ضوفی میری بیٹی نہیں۔۔۔میرا بیٹا ہے۔۔میرا فخر۔۔میرا مان۔۔وہ ایسا کچھ کر ہی نہیں سکتی جس سے اُسکے بابا ۔۔تایا۔۔یا خاندان والوں کا سر نیچے ہو۔۔میں آپکو گارنٹی دیتا ہوں اُسکی۔۔۔وہ میرا غرور ہے۔۔اسلئے آپ دل میں اندیشوں اور وسوں کو جگہ نا دیں ۔۔۔انشاء اللہ ہماری بیٹی کبھی ہمارا سر نیچا نہیں کرے گی۔" بابا کے لہجے میں ایک مان تھا۔۔۔ایک غرور۔۔جو ضوفی کو معتبر کر گیا۔۔۔وہ کبھی بھولے سے بھی اس غرور اور اس مان کو نہیں توڑے گی۔۔دل میں عزم کرتی وہ شانت سی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔۔دل پر سکون ہوتے ہی دھیان زری کی طرف چلا گیا۔۔۔جس نے خود "آ بھینس ۔۔مجھے مار" کے مقولے کے تحت اُسے موقع دیا تھا۔ سوچتے ہی شریر سی مسکراہٹ ہونٹوں پر رینگ گئی۔

***

باہر موسم بہت خراب تھا۔۔آسمان پر گدلے بادلوں کی مسلسل گھن گرج اُسے خوفزدہ کر رہے تھے۔۔

اماں کی طبیعت کل سے بہت خراب تھی ابھی بھی سوپ پی کر وہ دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند سو رہی تھیں۔ابا بھی کھیتوں میں تھے۔۔وہ بادلوں کے شور سے خوفزدہ ہو کر اندر اماں کے پاس جا کر سونا چاہتی تھی کہ ایک دم سے دھلے کپڑوں کا خیال آیا۔۔دونوں بھائی شہر سے آتے ہوئے اپنے میلے کپڑے ساتھ لے آئے تھے۔۔ تین دن سے ایسے پڑے رہنے کے بعد زرین کا آج موقع ملا تو مشین لگالی تھی مگر اب۔ ۔۔بادل بہت زور زور سے گرج رہے تھے۔ دل کیا اماں کو جگا دے مگر وہ اتنی پر سکون سو رہی تھیں کہ اُٹھانے کا دل نہیں کیا۔۔ اسلئے وہ خود ہی ڈر ڈر کر چھت تک آئی ۔بادل مزید زور سے گرجنے لگے۔وہ ایک کان پر ہاتھ رکھتی تار سے کپڑے اُتارنے لگی۔۔ تیز تیز چلتا اُس کا ہاتھ ایک دم رُکا اور وہ سارا ڈر وخوف بھول کر سامنے دیکھنے لگی۔۔جہاں عباس چچا کی حویلی کی چھت پر سفید کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس وہ یقیناً عفان عباس ہی تھا۔ ایک ہاتھ میں

مگ لیے دوسرے ہاتھ سے فون کان سے لگائے کسی سے بات کرتے زرین کی طرف اُسکی پشت تھی۔وہ ٹھہر سی گئی۔ جانے کیا کشش تھی اُس شخص میں۔۔۔جو مقناطیس کی طرح اُسے اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔۔اُسے اپنے حصار میں قید کر لیتی تھی یوں کہ اُسے اپنا آپ "اپنے اختیار میں لگتا ہی نہیں تھا۔۔اُسکی سحر انگیز شخصیت اُسے جکڑ لیتی یوں کہ جیسے وہ سانس تک بھی اپنی مرضی سے نا لے سکتی تھی۔۔۔اب بھی کسی جادو کے زیر اثر وہ یک ٹک پلک جھپکے بغیر اُسے دیکھے گئی۔۔۔کاش یہ لمحہ یہیں ٹھہر جائے۔۔وہ سامنے کھڑا رہے اور وہ بس اُسے دیکھتی رہے۔۔کسی دیوتا کی طرح پوجتی رہے۔۔

!

ہوا بن کر بکھرنے سے ۔۔اُسے کیا فرق پڑتا ہے؟
میرے جینے مرنے سے ۔۔اُسے کیا فرق پڑتا ہے؟
اُسے تو اپنی خوشیوں سے۔۔۔ ذرا فرصت نہیں ملتی

میرے غم کے بکھرنے سے۔۔اُسے کیا فرق پڑتا ہے؟

اُس شخص کی یادوں میں ۔۔۔ہم روتے ہیں لیکن!

میرے ایسا کرنے سے۔۔۔اُسے کیا فرق پڑتا ہے؟

اُس کے پاس رہتے ہیں۔ہزاروں چاہنے والے

میرے ہونے نا ہونے سے ۔۔۔اُسے کیا فرق پڑتا ہے؟

فون پر بات کرتے کرتے وہ مسکراتے ہوئے جو نہی پلٹا۔۔سامنے کھڑی زرین کو اپنی طرف یک ٹک دیکھتا پاکر اُسکے مسکراتے لب سمٹ گئے۔زرین بھی اُسکے رُخ موڑتے ہی سٹپٹا گئی۔اس سے پہلے کہ وہ نگاہ ہٹاتی۔۔مقابل نے ایک غیر ارادی نظر دیکھنے کے بعد دوسری نظر ڈالنا بھی گوارہ نا کی اور دوبارہ سے رُخ موڑ کر اُسکی جانب پُشت کر لی۔۔زرین کا دل جانے کیوں سکڑ گیا۔کتنی غرور تھا اُسکے انداز میں کتنا تکبر۔۔۔۔اُسکا رواں رواں کانپ اُٹھا۔۔جانے وہ شخص اسے اتنا کیوں عزیز تھا کہ وہ اپنی انا۔۔اپنی خود داری کو مسلسل مجروع کیے جا رہی تھی اور اگلے کا ہر انداز چیخ چیخ کر کہتا تھا۔۔کہ اُسے کوئی فرق نہیں پڑتا اُسکے ہونے نا ہونے سے۔۔۔دل ایک دم اتنا بوجھل ہو گیا کہ وہ دُکھ سے اپنی جگہ سے ہل بھی نا سکی۔جبکہ مقابل مسکراتا ہوا یونہی بات کرتے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔وہ جانے کس سے بات کر رہا تھا۔۔شاید کسی دوست سے۔۔کسی کولیگ سے۔۔یا پھر۔۔؟؟ ۔۔اُسکی مقناطیسی سیاہ آنکھوں کی چمک۔۔۔اُسکے عنابی لبوں کی وہ دلکش مسکراہٹ۔۔وہ ایک نظر میں بھی جانچ سکتی تھی کہ وہ کم از کم کسی دوست سے مخاطب نہیں تھا۔تو کیا وہ کسی۔۔۔۔؟؟ آگے کا سوچنا بھی محال تھا۔۔اگر سچ مچ میں وہ کسی لڑکی سے۔۔۔؟؟ سوچتے ہوئے بھی وہ دل کو اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا محسوس کرنے لگی یوں کہ اُسکی مدھم دھڑکن فقط کان ہی سن پا رہے تھے۔۔وہ ساکن سی کھڑی رہی۔تیز ہوا دُھول اُڑاتی ۔۔ شور کرتی اُسکا زرد آنچل اُڑا رہی تھی۔۔مگر وہ یونہی خاموش کھڑی بس سامنے دیکھے جا رہی تھی۔۔جہاں کچھ دیر پہلے وہ وجود کھڑا تھا جو اُس کا سب کچھ تھا۔۔۔۔مگر وہ اُس کے لئے کچھ بھی نہیں بھی تھی۔۔کچھ بھی نہیں۔۔۔۔وہ تلخی سے مسکرائی ۔۔۔خیر کب تک۔۔وہ ایک بار پھر مسکرائی۔۔ضوفی

اُسے جو تعویز دینے والی تھی۔۔اُس پر اُسے پورا اعتماد تھا۔۔اب اُسکی مسکراہٹ اُداسی لیے ہوئے تھی ۔۔سوچوں میں گم۔۔بارش کی چنچل بوندوں نے اُس کے چہرے پر پڑ کر اُسے چونکایا۔۔اُس نے ایک نظر مڑ کر دھلے کپڑوں پر ڈالی۔۔جو اب بارش میں بھیگ رہے تھے اور پھر دوبارہ سامنے دیکھا۔۔۔کیا پتہ وہ دشمن جان پھر سے سامنے آ جائے۔

فراق یار کی بارش۔۔ملال کا موسم
ہمارے شہر میں اُترا ہے کمال کا موسم
وہ اک دُعا جو نامراد لوٹ آئی
زبان سے روٹھ گیا پھر سوال کا موسم
بہت دنوں سے میرے ذہن کے دریچوں میں
ٹھہر گیا ہے تمھارے خیال کا موسم
میری آنگن کی ساری بہاریں اُجڑ چکی ہیں
تو آکر دیکھ لے میرے زوال کا موسم
محبتیں بھی تیری دھوپ چھاؤں جیسی ہیں
کبھی یہ ہجر۔۔کبھی وصال کا موسم

کتنی ہی دیر وہ وہیں انتظار کرتی بارش میں بھیگتی رہی ۔۔آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر گالوں پر پھسل رہے تھے۔۔بارش میں بھیگتی جانے کتنی دیر گزری جب پیچھے سے اماں کی آواز نے اُسے چونکایا۔۔

"زری۔۔اہ زری۔۔بارش میں کیوں ٹھہری ہو ۔۔بیمار ہو جاؤ گی۔۔اور کپڑے اُتار لیے ناں۔۔" وہ برآمدے سے جھانکتے ہوئے بول رہی تھیں۔زرین نے جلدی سے اپنا گیلا آنچل سنبھالا اور بارش سے بھیگے کپڑوں کی گٹھڑی اُٹھا کر نیچے جانے لگی۔۔زینے پر قدم رکھتے ہی اُس نے ایک بار پھر مڑ کر دیکھا مگر دوسری چھت ہنوز خالی تھی۔۔۔!!

***

آج اتوار کا دن تھا۔۔"مور چال" کے اندر ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔۔ضوفی۔۔جو کبھی ہل کر پانی بھی نہیں پیا کرتی تھی آج اُسکو جانے کہاں سے صفائی کا شوق چڑھا تھا کہ فارینہ کی مدد کرتے ہوئے جھاڑو لیے صبح سے صفائی میں لگی ہوئی تھی۔۔کبھی دیواروں پر ان دیکھے جالے اُسے تنگ کر رہے ہوتے تو کبھی اُسے دُھلے دُھلائے فرش پر پڑی گرد سے الرجی ہونے لگتی۔۔فارینہ کو دیکھ دیکھ کر غش آ رہے تھے۔۔مگر

بظاہر خاموشی سے اُسکی مدد کر رہی تھی۔۔کچھ بھی ہو ضوفی میڈم سے ایک دن کام نکلوا لو ۔۔۔بڑی بات ہے۔۔سو وہ بھی خوش تھی۔۔۔اور سب سے بڑی بات اُسے یقین تھا کہ اب کم از کم اگلے دن تک کسی کی جرت نہیں ہو گی گند پھیلانے کی۔۔(کیونکہ موصوفہ یہ کام کرنے میں بھی نمبر ون ہی تھی۔۔اور تیمور۔۔وصی۔۔سعد اور عائشہ دتو گویا ہر کام میں اُسکے پیروکار ہی تھے۔۔)

"اوفو بد تمیزوں۔۔اس کے بعد یہاں آئے تو جھاڑو سے ماروں گی۔۔" وہ جو آخری بار چم چم کرتے صحن پر جھاڑو پھیر کر سیدھی ہی ہوئی تھی جب علی اور نومی کو ایک دوسرے کے آگے پیچھے بھاگتے دیکھ کر ایکدم سے جھنجھلا گئی۔جو ہنستے ہوئے ضوفی کی بات کا نوٹس لیے بغیر ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔۔ضوفی کمر پر ہاتھ رکھے بے بسی سے اُنھیں دیکھ رہی تھی۔۔اور دل اُن کے قدموں سے بنتے" ان دیکھے ' نشانوں پر رونے لگا۔

"بابا۔۔بھابھی۔۔دیکھیں تو۔!" وہ وہیں سے چلانے لگی۔۔مگر کسی کے کانوں پر جوں تک نا رینگی۔۔ایک وہ حنہ تھی (نمل بائے نمرہ احمد کا کردار) جس کی ہر قسم کی حکمرانی اپنے" مورچال" میں چلتی تھی۔۔مگر اس "مورچال" میں ضوفی کی کوئی سنتا ہی نہیں تھا۔ اب رونا تو آنا ہی تھا۔

"او۔کے سوری پھوپھو۔۔۔جا رہے ہیں باہر۔۔!" آٹھ سالہ نومی کانوں کو ہاتھ لگاتا باہر کی جانب بھاگا۔ضوفی نے اُنھیں "مورچال" سے نکلتے دیکھا اور پھر سے جھاڑو اُٹھا کر صفائی شروع کر دی۔(آپ یقیناً سوچ رہے ہوں گے کہ "مورچال" آخر ہے کیا۔۔چلو ہم آپکو بتاتے ہیں۔۔"مورچال" دراصل ۔۔۔۔۔!! ایک منٹ صبر۔۔ ناں ہم کیوں بتائیں۔۔آپ لوگ خود ہی "نمل بائے نمرہ احمد۔۔" پڑھ لیں۔۔مورچال کا مطلب خود ہی پتہ چل جائے گا۔ضوفی نے بھی تو وہیں سے انسپائر ہو کر اپنے گھر کے لئے "مورچال" کا نیم پلیٹ بنوایا ہے۔)

"ضوفی۔۔۔تمھاری کال ہے۔۔" ٹی وی لاؤنج سے بھیا کی آواز آئی تو وہ سب چھوڑ چھاڑ کر اپنے روم میں چلی آئی۔۔جہاں چارجنگ پر لگا سیل بج رہا تھا۔وہ چارجر کا پلگ نکال کر سیل کان سے لگاتی وہیں بیٹھ کر

سننے لگی۔

"ہیلو اسلام و علیکم جناب۔۔کیسی ہو۔۔!" صباء کی کنکتی آواز ایئر پیس سے اُبھری۔

" فائن تم سناؤ۔۔"

" میں بھی ٹھیک ہوں۔۔ بور ہو رہی تھی تو سوچا تمھیں کال کر لوں۔۔تم کیا کر رہی تھی۔۔" صباء ایک ہی سانس میں بولی۔

"کچھ خاص نہیں۔۔صفائی کر رہی تھی۔" وہ پیر پھیلا نے لگی۔

"کیا کہا تم نے۔۔۔تم اور کام۔۔اور وہ بھی صفائی۔۔۔اچھا مذاق ہے۔۔" صباء ہنسنے لگی۔

"کیوں۔۔میں کیوں نہیں کر سکتی صفائی جب 'حنہ' کر سکتی ہے تو۔۔"

"اوہ۔۔تو یوں کہو ناں کہ 'محترمہ' مس حنین یوسف' کا اثر لیے بیٹھی ہے ورنہ میں کہوں کہ لڑکی سدھر کیسے گئی۔۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ہاہاہا ویری فنی۔۔کوئی ہنسی نہیں آئی مجھے۔۔" ضوفی نے اُ سکے ہنسنے کی نقل اُتاری۔

"بدتمیز لڑکی۔۔۔اچھا یہ بتاؤ کہیں ندرت آنٹی (حنہ کی ماما۔۔۔ندرت آنٹی کے جوتے کا قصہ بہت مشہور ہے۔۔۔آپ ذرا نمل بائے نمرہ احمد تو پڑھیں) نے تمھیں بھی حنہ کی طرح جوتا تو نہیں اُٹھا کر مارا جو یوں بھری بیٹھی ہو۔۔" صباء کی بات پر ضوفی کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"نہیں نہیں۔۔۔ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔بٹ اُس بدتمیز نے صبح مجھے سیڑھیوں سے گرانے کی ناکام کوشش ضرور کی ہے۔۔" وہ بات کرتے کرتے ایک دم خفا سے انداز میں بولی۔

" کس نے۔۔۔عمر بھائی نے۔۔۔ہاہاہاہاہا۔۔۔کیوں۔۔؟"

" بس ایسے ہی۔۔۔میں دیواریں صاف کروا رہی تھی ناں فارینہ بیچاری کے ساتھ تو۔۔۔" وہ منہ بنانے لگی۔

"ہاہاہا۔۔۔ایسے تو نہیں ۔۔۔ضرور تم نے کچھ کیا ہو گا۔۔" صبا نے اُسے کھریدنے کی کوشش کی۔۔وہ بھی صبح سے بھری بیٹھی تھی سو دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اُس نے عورتوں کی مخصوص عادت 'غیبت" کا سہارا لینا چاہا۔

"کچھ نہیں یار۔۔۔بس جالے اُتارنے تھے۔۔۔سو

ڈسٹ سے بچنے کے لئے اُس کی گلاسز پہن لیں۔۔۔بے شک برانڈڈ تھیں۔۔ مہنگی تھیں۔۔ مگر میرے دل سے زیادہ تو نہیں تھیں ناں۔۔۔گلاسز ٹوٹ جاتیں تو دوسری بھی آ سکتی تھیں۔۔ مگر دل ٹوٹ جائے تو۔۔"

"ہاہاہا۔۔بس بس۔۔اب اپنی غلطی کو چھپانے کے لئے ایموشنل ڈائیلاگز مت بولو۔۔ڈرامے باز۔۔" صبا کا ہنس ہنس کر بُرا حال ہو رہا تھا۔جب کہ ضوفی چڑ گئی۔

"کیا یار م۔۔! تم بھی ہنس رہی ہو۔۔مجھے آل ریڈی بہت غصہ آیا ہوا ہے اُس سڑیل پر۔۔۔ دل کرتا ساری چیزیں اُٹھا کر پھینک دوں اُسکی سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔۔بدتمیز کہیں کا۔۔۔" وہ جل کر بولی۔اسی دوران بھابھی کسی کام سے اُس کے کمرے میں آئیں۔ اور ضوفی کی بات سن کر اُسکی طرف دیکھنے لگیں۔

"صبر میں بتاؤں گی اُسے۔۔" وہ شرارت سے بولیں۔

"بتا دو۔۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔صبا اُسکا انداز انجوائے کرنے لگی۔

"اچھا اب بولو بھی۔۔"

"کیا بولوں۔۔؟"

"کچھ بھی۔۔کوئی نئی تازی۔۔" ضوفی کی بے زاری عروج پر تھی۔

"نئی تازی تو ساری وہی ہیں جو تم جانتی ہو۔۔"

"مثلاً۔۔۔؟" وہ ابرو اُچکا کر بولی۔

"مثلاً یہ کہ نمل کی اِس اپی سوڈ میں جو ہوا۔۔۔ویسے ضوفی مجھے حنہ کے لئے ٹینشن ہو رہی ہے۔۔ احمر کیا کرے گا اب اُسکا۔۔۔" صبا ہمیشہ کی طرح پھر سے پریشان ہو گئی۔یہ صبا کی پرانی عادت تھی۔۔ کسی بھی ناول کے ہیرو۔۔ہیروئین کی پریشانی کو اپنے سر پر سوار کر لیتی تھی۔۔ابھی بھی یقیناً نمل بائے نمرہ احمد کی تازی قسط پڑھی تھی۔۔ جس میں حنہ،احمر کی دھمکی سے کافی پریشان ہو جاتی ہے۔۔۔ اب اس کو کون سمجھائے کہ ناول کو سیریس مت لیا کرو۔۔ مگر نہیں وہی پرانی عادت۔۔بالکل فطرت ہی کہہ لو۔۔!

ڈونٹ وری۔۔یو نو احمر loves حنہ۔۔" ضوفی نے اپنی قیاس آرائی کی۔۔ بھلا وہ کیوں پیچھے رہتی۔

"ہاں جی یہ تو مجھے بھی لگتا ہے۔۔۔اور حنہ اسٹوپڈ loves ہاشم۔۔" صبا اُسی کے انداز میں بولی۔

"ہاہاہا اور ہاشم ایڈیٹ loves آبی۔۔" ضوفی نے اگلا

سچ اُگلا۔۔ہاں یہ بھی سچ ہی کہ "نمل بائے نمرہ احمد' میں فیلنگز کی ایک چین بنی ہوئی ہے۔۔احمر۔۔حنہ۔۔ہاشم۔۔آبی۔۔فارس۔۔اور زُمر۔۔۔سارے ایک دوسرے کے پیچھے۔۔اِن فیلنگز کے حوالے سے کوئی کسی کی حوصلہ افزائی (۔۔سوائے زُمر کے) نہیں کرتا۔۔بلکہ خود اگلے سے "اِس" کی اُمید لگائے بیٹھا ہوتا ہے۔

"اینڈ آبی میڈم لوز فارس۔ اور فارس۔۔ہی لو زُمر۔۔اینڈ تھینک گاڈ۔۔زُمر آلسو لو فارس۔۔۔" صبا ہنستے ہوئے بولی۔ (صرف زُمر ایسی ہیں۔۔جو اُن سے پیار کرتی ہیں۔۔جو اُس سے کرتے ہیں یعنی فارس غازی)

"آئی آلسو لو فارس یار۔۔۔" ضوفی کی آواز میں بے بسی تھی۔۔فارس کا رول ہی ایسا ہے۔۔آپ نمل پڑھ کر تو دیکھ لیں۔۔وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر آپ کرمنل نہیں ہیں۔۔تو آپ کو بھی فارس سے لو ہو ہی جانا ہے۔۔۔لیکن اگر آپ کرمنل ہیں تو پھر لو تو کیا۔۔وہ راتوں کو خواب میں آکر بھی ڈرانا شروع کر دے گا)

"چل اوئے سائیڈ پکڑ۔۔۔خبردار جو فارس پر نظر رکھی تو۔۔" صبا نے اُسے ٹوکا۔

"اللہ اللہ۔۔اتنا جیلس تو زُمر بھی نہیں ہو گی۔۔۔جتنا تم ہو رہی ہو۔۔کہیں تم بھی فارس کو۔۔۔"

"جی نہیں فضول لڑکی۔۔۔!اُس کی ایک عدد سویٹ سی بیوی ہے زُمر۔۔تمھیں یاد ہو کہ نا یاد ہو۔۔۔۔۔"

"تو کیا ہوا۔۔۔اسلام نے مردوں کو چار کی اجازت دی ہے۔۔اور دیکھ لو۔۔نتاشہ۔۔زُمر۔۔اور آبی کے بعد میں فیکس چوتھی ہوں۔۔ہاہاہا۔۔" ضوفی کی بات پر صباء کی ہنسی بھی بے ساختہ نکل گئی۔!

"بدتمیز لڑکی۔۔تمھاری نیت تو پکی خراب ہے۔۔"

"یارم جہاں فارس غازی اور جہاں سکندر جیسے لوگ ہوں ناں۔۔۔وہاں کس کافر کی نیت "نیک" رہتی ہے۔۔" ضوفی بات کر کے اونچا قہقہ لگا کر ہنس پڑی۔۔

"اوئے بدتمیز۔۔فارس اور جہاں کی چھوڑو۔۔۔یہ بتاؤ عفان اور زرین کا کیا ہوا۔۔۔تم نے تعویز دیا زرین کو۔۔؟" صبا کو اچانک زرین کا خیال آیا جس کو وہ دونوں "پیر عامل مراد شاہ" کا تعویز لا کر دینے والے

تھے۔۔۔اُس کا اتنا ہی پوچھنا تھا کہ ضوفی کی "ہاہاہاہا" کی بے ساختہ آواز ایرپیس سے اُبھری۔۔اور پھر اُس کا معمول کی طرح نارو کنے والا ہنسی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

"کیا یار۔۔ہنسنا تو بند کرو۔۔۔پاگل۔۔۔" صبا اُس کی مسلسل ہنسی سن کر خود بھی ہنس پڑی۔ جانتی تھی کہ ضوفی کی کام ہی ایسا ہو گا۔۔وہ مزید کچھ بھی پوچھے بغیر فون بند کرنے لگی کہ اب ضوفی سے کچھ بھی پوچھنا فضول تھا۔۔اب تو جو بتانا تھا آنے والے کل نے بتانا تھا۔

***

کس کس ادا سے مانگا ہے تجھے رب سے
آ مجھے سجدوں میں سسکتا دیکھ۔۔۔!!

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔۔جب وہ کوئٹہ سے واپس گھر پہنچا تھا۔۔۔۔ تھکن انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔۔ایک تو گھر سے دوری۔۔اور اوپر سے کام کا برڈن الگ۔۔اُسے ٹمپریچر سا ہو رہا تھا۔ لاؤنج میں قدم رکھتے ہی اُس کی نظر سبزی کاٹتی صفیہ بیگم پر پڑی۔ شدید تھکن کے باوجود بھی وہ وہی چلا آیا۔

"اسلام وعلیکم امی ۔۔!" وہ بریف کیس اور کوٹ وہیں صوفے پر رکھنے لگا۔

" وعلیکم سلام ۔۔۔وعلیکم سلام ۔۔۔آ گیا میرا بیٹا۔۔۔" وہ اُسے دیکھتے ہی کھل اُٹھیں۔ اور اُسے گلے لگا کر اُسے چٹا چٹ چومنے لگیں۔

"ہائے میرا بچہ۔۔ تمھیں تو بخار ہے۔۔" وہ پیار سے اُس کا سر سہلاتے ایک دم پریشان سی ہو گئیں۔ اور ساتھ میں کچن کی طرف منہ کر کے ظلے ہما کو آوازیں دینے لگیں۔

" ظلے۔۔۔او ظلے۔۔۔دیکھ بھائی آیا ہے۔۔کوئی دوائی۔۔۔"

"امی میں ٹھیک ہوں۔۔بس یہ تھکاوٹ کی وجہ سے ہے صرف۔۔آپ ٹینشن نا لیں پلیز۔۔" وہ رسانیت سے اُن کی بات کاٹ کر بولا۔ ناک سرخ سی ہو رہی تھی اور چہرے سے تو گویا بخار کی حدت سے شرارے نکل رہے تھے ۔

"کیسے نا لوں ٹینشن۔۔۔اِک اکلوتا بیٹا ہے تُو

میرا۔۔اور۔۔۔تجھے پتہ ہے گھر کتنا سُونا سُونا سا ہو رہا تھا تیرے بغیر۔۔" وہ ڈوپٹے کو سر پر جماتیں اُس کا ہاتھ تھام کر بیٹھ گئیں ۔۔وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔۔یوں کہ عنابی ہونٹوں میں بمشکل جنبش ہوئی۔ ظلے بھی آواز سُن کر آگئی۔

"اسلام وعلیکم بھیا۔۔۔! اُس نے ہاتھ خشک کر کے سلام کیا عفان نے فقط سر کے اشارے سے جواب دیا۔ سر پھٹنے کے قریب تھا اور ابھی اُس نے آفس کا بقیہ کام بھی کرنا تھا۔۔

"او۔کے امی۔۔آپ بیٹھیں۔۔میں اپنے روم میں جا رہا ہوں۔۔تھوڑا کام ہے۔۔" وہ اُٹھتے ہوئے بولا۔

"بیٹا ابھی تو آئے ہو۔۔پھر کام۔۔" وہ جو اُسے زمینوں کے جھگڑے کا بتانے والی تھی ۔۔۔اُسے اُٹھتے دیکھ کر جھنجھلا گئی۔

" امی ضروری ہے۔۔تھوڑی دیر میں ہو جائے گا۔۔۔رات کو کھانے پر ملتے ہیں۔۔" وہ مصروف سے انداز میں کہہ کر کوٹ اور بریف کیس اُٹھانے لگا۔انداز میں عجیب سستی تھی۔۔صفیہ بیگم نے اُسے بغور دیکھا۔۔اور دھیرے سے زیرِ لب دُعائیں دینے لگیں۔

"ظلے ایک کپ چائے بنا دو پلیز۔۔۔" وہ کہہ کر فریش ہونے اپنے روم چلا گیا۔۔الماری سے سُفید کاٹن کے شلوار قمیض نکال کر وہ سستی سے اٹیچ باتھ میں چلا گیا۔۔نیم گرم پانی سے نہا دھو کر وہ قدرے فریش ہو گیا مگر طبیعت کی خرابی برقرار تھی۔۔ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا وہ اپنے گیلے بالوں میں برش کر رہا تھا جب بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑا اُس کا سیل گنگنایا۔ وہ برش رکھ کر سیل اُٹھانے لگا۔صیام کی کال تھی۔وہ آن کر کے کان سے لگانے لگا۔

"وعلیکم سلام۔۔کیسے ہو۔۔؟"

"فائن۔۔اینڈ ہاں۔۔تم ویٹ کرو۔۔میں تھوڑی دیر میں میل کرتا ہوں۔۔" وہ رسمی حال احوال پوچھنے کے بعد کام کی بات پر آیا۔

"او۔کے۔۔او۔کے۔۔ڈونٹ وری۔۔میں کرتا ہوں۔۔" وہ کال ڈسکنکٹ کر کے سیل سائیڈ پر رکھ کر لیپ ٹاپ آن کرنے لگا۔۔اسی دوران ظلے ہما چائے کا مگ لیے دستک دیتی اندر آئی۔

"یہ لیں بھائی گرما گرم چائے۔۔" اور عفان ایک

مسکراتی نظر اُس پر ڈال کر مصروف سے انداز میں ' تھینک یو' کہتا مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھنے لگا۔ ظلے چھپ چھاپ اُسے کام کرتے دیکھ کر واپس مڑ گئی۔ حالانکہ وہ اُسے زری کے بارے میں بات کرنا چاہتی تھی ۔۔ حالات جس طرح ہو رہے تھے ۔۔ اُسے حقیقی معنوں میں زرین اور سجاد چچا پر ترس آ رہا تھا۔۔۔ سجاد چچا تو جیسے تیسے کر اپنے معاملے کو سلجھا لیں گئے مگر اُسے اصل فکر زرین کی تھی ۔۔ جس طرح ابا گھر میں منہ بھر بھر کر سجاد چچا اور اُسکے گھر والوں کی برائی کرتے تھے اُسے نہیں لگتا تھا کہ زری اور عفان کا رشتہ زیادہ دیر رہ سکے گا۔۔۔ ابھی بھی وہ اسی حوالے سے بات کرنا چاہتی تھی مگر بھائی کو مصروف دیکھ کر سر جھٹکتی باہر آ گئی ۔۔ عفان اُس کے جاتے ہی چائے کا ایک سپ بھرتے ہوئے اپنی مطلوبہ یو۔ ایس۔ بی اُٹھانے کے لئے الماری کی جانب بڑھا۔ مگر جانے بے دھیانی میں یو۔ ایس۔ بی کہاں رکھ دی تھی کہ مل ہی نہیں رہی تھی ۔۔ ساری چیزیں چھان ماریں ۔۔ مگر یو ۔ایس۔بی ۔۔ نا ملی البتہ اُسے ایک تعویز نما تہہ شدہ کاغذ مل گیا جو کسی چمڑے میں بند ہونے کی بجائے ایک پلاسٹک میں بہت ہی بے ڈھنگے انداز میں لپٹا ہوا تھا۔۔۔ وہ تو تعویز اور دم پر یقین رکھنے والوں میں سے نہیں تھا پھر ۔۔۔ یہ تعویز کہاں سے آیا ۔۔ وہ اگنور کر کے پھینکنا چاہتا تھا مگر تجسس کے مارے وہ اُسے کھولنے لگا ۔۔ جانے کس کا تھا ۔۔ اور اُس کے روم میں اُس کے پرسنل سامان میں کیسے آیا تھا۔ وہ حیران ہوتے ہوئے پلاسٹک کھولنے لگا۔ اندر تحریر پڑھ کر اُسکے چودہ طبق روشن ہوئے۔ وہ کوئی تعویز نہیں ۔۔ ایک چٹ تھی۔

" زرین سجاد ۔۔ عفان عباسی ۔۔ کے نام ایک سرخ رنگ کی سیاہی سے درج کیے گئے تھے ۔۔۔ اسی تحریر میں نیچے نمبر کیساتھ پلیز " آج رات میں آپکی کال کا انتظار کروں گی " بھی لکھا ہوا تھا ۔۔۔ وہ اس تحریر کو مُٹھیوں میں دبوچے آنکھیں چھوٹی کر کے پر سوچ انداز میں سامنے دیکھنے لگا ۔۔۔ زرین اس حد تک بھی جا سکتی تھی ۔۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا ۔۔ اُسے جانے کیوں بہت غصہ آیا تھا ۔۔ دل کیا ابھی جا کر کلاس لے ۔۔ مگر سب بے کار تھا ۔۔ وہ کاغذ توڑ مروڑ کر پھینکنے ہی لگا تھا کہ جانے کیا خیال آیا اور پھر بھینچے ہوئے تہہ

شدہ کاغذ کو کھول کر اُس میں لکھے نمبر کو ڈائل کرنے لگا۔۔ٹون۔۔ ٹون۔ بیل برابر جا رہی تھی۔ اُسکی مُٹھیاں شدید غصے کے احساس سے ابھی بھی بھینچی ہوئیں تھیں۔

دوسری طرف زرین حیرت سے یک ٹک جلتی بجتی اسکرین پر ”عفان کالنگ“ کو دیکھ رہی تھی۔دل اُچھل کر حلق میں آرہا تھا۔۔عفان عباسی اُسے کال کر رہا تھا۔۔اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔۔ سیل مسلسل بج رہا تھا۔۔ مگر اُس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ریسیو کر لے۔۔ایک دم وہ ساری اُداسی بھلا کر ہواؤں میں اُڑنے لگی۔اور ضوفی پر بے ساختہ ڈھیروں پیار آیا۔۔

”ضوفی یو آر گریٹ یار۔۔“ وہ ایکسائٹمنٹ سے دبی دبی آواز میں چیخی۔فون بند ہو چلا تھا۔ وہ پُر اُمید نظروں سے اسکرین کو دیکھنے لگی۔ مگر پندرہ منٹ تک وہ پرسکون تھا۔۔یعنی رسی جل گئی مگر بل نا گیا۔۔وہ مایوس سی ہوئی مگر دل جھوم رہا تھا۔اُس کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ عفان نے اُسے کال کی تھی۔اور اِس سب کا کریڈٹ ضوفی کو جاتا تھا۔۔وہ کچھ سوچ کر اُس کا نمبر ملانے لگی۔۔ظاہر ہے ”تھینکس“ کہنا تو بنتا تھا ناں۔۔!

”ہیلو ضوفی۔۔اسلام و علیکم ۔۔۔یار تھینک یو سو مچ۔۔۔میں بہت خوش ہوں ۔۔جانتی ہو عفان نے ۔۔۔“

”وعلیکم سلام۔۔دھیرج مائی ڈیئر دھیرج۔۔۔“ ضوفی نان اسٹاپ بولتی زرین کی بات کاٹ کر بولی۔

”اب بتاؤ۔۔کیا ہوا۔۔کیا کہا عفان عباسی نے۔۔“ وہ ڈرتے ڈرتے پوچھنے لگی۔

”کہا تو کچھ بھی نہیں ابھی۔۔ مگر اُس کی کال آئی تھی۔۔ میں نے ریسیو نہیں کی کہ۔۔۔“ زرین اور بھی کچھ کہہ رہی تھی مگر ضوفی خیالوں میں گُم اِس بات پر شکر کر رہی تھی کہ ”شکر اُس نے کال ریسیو نہیں کی ورنہ زرین ابھی اُس سے الگ ٹون میں بات کر رہی ہوتی“

”ویسے ضوفی۔۔۔ میں ابھی تک حیران ہوں۔۔۔پتہ ہے کیا۔۔“ زرین کی آواز نے اُسے چونکایا۔

”کیا۔۔؟“

"یہی کہ تم صحیح کہتی تھی وہ مجھے خود کال کرے گا۔۔۔مگر میرا یہ نمبر اُسکے پاس کہاں سے آیا۔۔میں نے تو یہ نمبر ظلے ہما کو بھی نہیں دیا ہوا۔۔" اُس کی فکر برحق تھی۔۔ضوفی نے بمشکل ہنسی کا گلا گھونٹا۔

"اوہو۔۔یہ باتیں مت کیا کرو۔۔اُلٹا اثر بھی ہو سکتا ہے۔۔۔یہ عامل بابا لوگ بہت پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔۔" وہ پُراسرار لہجے میں بولی۔

"نہیں نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔۔۔میرا مطلب تھا کہ واقعی کمال کے لوگ ہوتے ہیں۔۔ویسے ایک اور تعویز بنوا دیتی ہو پلیز۔۔" وہ آخر میں منت بھرے انداز میں بولی۔

"کس لیئے۔۔" ضوفی کے ہاتھوں سے طوطے اُڑ گئے۔

"بس جلدی سے شادی ہو جائے۔۔"

"او۔کے سوچتی ہوں کچھ (کوئی اور شرارت)۔۔"

"تھینک یو۔۔اچھا بس میں اب رکھتی ہوں۔۔باقی باتیں کالج میں ہوں گئیں۔۔شاید عفان کی کال آجائے۔۔"

"ہاں ہاں اوکے۔۔گڈ لک۔۔" وہ وش کرتی فون رکھنے لگی۔۔اور کب سے رو کی ہنسی کو فری ہینڈ مل گیا۔۔ہاہاہاہا بے تحاشہ ہنستی وہ صبا کا نمبر ڈائل کر رہی تھی۔۔ظاہر ہے ڈرامے میں سپورٹ کے لیئے۔۔اُس کو بھی تھینکس کہنا بنتا ہے ناں۔۔وہ قطعی نہیں جانتی تھی کہ ہنسی مذاق میں کا یہ معاملہ سنگین نوعیت پکڑ لے گا۔

***

وقت دھیرے دھیرے گزرتا رہا۔۔دن۔۔ہفتے۔۔۔اور مہینے بیت گئے۔۔ستمبر میں سٹارٹ ہونے والا سمسٹر ہنسی مذاق۔۔لڑائی جھگڑوں اور شرارتوں میں آدھا کٹ چکا تھا۔اب نومبر کا اوائل تھا۔ہلکی ہلکی خنکی نے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔کالج میں "بی۔ایس" کا مِڈ ٹرم شروع ہونے میں دو ہفتے باقی تھے۔ضوفی جمائیاں روکتی بیڈ پر لیپ ٹاپ اور سارے نوٹس پھیلائے بُری طرح سے اسٹڈی میں بزی تھی۔کافی کے دو خالی مگ بے ترتیبی سے نیچے کارپٹ پر پڑے ہوئے تھے۔۔دنیا جہاں سے بے نیاز وہ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظریں مرکوز کیے تیزی سے پین چلاتی اہم پوائنٹس نوٹ کر رہی تھی۔۔ساتھ

پڑے "سائلنٹ" پر لگے سیل کی اسکرین بار بار "زوں زوں" کرتی جل اُٹھتی۔ مگر توجہ دیئے بغیر برابر نوٹس میں اُلجھی ہوئی تھی۔ پڑھتے پڑھتے ٹائم گزرنے کا پتہ بھی نہیں چلا جب اُس نے سر اُٹھا کر وال کلاک دیکھا۔ جو رات کے دو بجا رہا تھا۔ ٹائم دیکھتے ہی اُس نے سستی سے انگڑائی لی۔ چائے کی شدید طلب ہوئی۔ مگر اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ سیل ایک بار پھر "زوں زوں" کرنے لگا۔ وہ متوجہ ہوئے بغیر لیپ ٹاپ اور نوٹس سمیٹ کر وہیں لمبی ہو گی۔۔ آنکھیں نیند سے بوجھل تھیں۔۔ مگر سر میں شدید درد ہونے کے باعث وہ سو نہیں پا رہی تھی۔۔۔ وہ گھپ اندھیرے میں سونے کی عادی تھی۔ مگر طبیعت میں اتنی سستی تھی کہ لائٹ آف کرنے کے لئے بھی اُٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، سوڈائریکٹ آنکھوں میں پڑتی روشنی کا رستہ روکنے کے لئے بازو آنکھوں پر رکھ کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔۔ اِسی دوران دروازہ ناک ہوا اور اگلے ہی پل دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔۔ ضوفی نے بازو ہٹا کر دیکھا تو بھابھی ہاتھ میں ٹرے لیے حاظر تھیں۔

"بھابھی آپ۔۔۔" وہ بازو کے سہارے اُٹھ بیٹھی۔

"ہاں جی۔۔ پانی پینے کچن آئی تو تمھارے روم کی لائٹ آن دیکھی۔۔ تو سوچا تم پڑھ پڑھ کر تھک گئی ہو گی سو ایک کپ چائے ہی بنا دوں۔" وہ ٹرے بیڈ پر رکھتی خود بھی ساتھ بیٹھ گئیں۔

"واؤ تھینک یو سو مچ بھابھی۔۔۔ سچ میں مجھے اسکی بہت طلب ہو رہی تھی۔۔" وہ چائے کا کپ اُٹھاتے دل سے مشکور ہو رہی تھی۔ بھابھی اُس کے انداز پر مسکراتیں نیچے کارپٹ پر پڑے خالی مگ اُٹھانے لگی۔

"رہنے دیں بھابی۔۔ میں اُٹھا لوں گی۔۔ آپ آرام کریں۔۔" ضوفی دل سے شرمندہ ہوتی فوراً اُن کے ہاتھ سے مگ لینے لگیں۔

"چھوڑو نکی۔۔ تم اپنی اسٹڈی پر دھیان دو۔۔" وہ آرام سے کہتیں اُٹھنے لگیں۔ ضوفی چائے کے سپ لیتی اُنھیں جاتا دیکھتی رہی۔

"بھابھی۔۔۔!" وہ ابھی دروازے تک ہی پہنچی تھی جب ضوفی کی آواز پر مڑ کر دیکھنے لگیں۔

"جی کہو۔۔"

"بہت سارا تھینکس چائے کے لئے۔۔۔ بہت اچھی

بنی تھی۔۔" وہ کپ ہلکا سا اوپر اُٹھا کر بولی۔
"کوئی بات نہیں۔۔یہ سب تو چلتا رہتا ہے۔۔۔آگے یہی رول تم نے بھی پلے کرنا ہے۔" شرارت سے کہتیں وہ باہر نکل گئیں۔ضوفی تمانیت سے مسکراتی بند دروازے کو دیکھتی رہی۔۔اُسے اگر دُنیا میں سب سے زیادہ محبت تھی تو بابا کے بعد وہ یقیناً بھابھی ہی تھیں۔۔اُس کی ہر چیز کو سنبھال کر رکھنے والی اور ہر رشتے کو بنا کر رکھنے والی، اکلوتی بھابھی نا صرف اُسکی "تایازاد اور خالہ زاد تھیں بلکہ اُس کی نند بھی تھیں۔عمر کی بڑی سسٹر، سوچوں میں گُم ضوفی نے سر جھٹک کر خالی کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور لائٹ آف کر کے وہ تکیہ درست کرتی لیٹنے لگی۔۔سر کا درد اور طبعیت کا بوجھل پن کہیں جا سویا تھا۔وہ تکیے پر سر رکھتی، صبح جلدی اُٹھنے کے لئے الارم لگانے کی نیت سے ساتھ پڑا موبائل اُٹھانے لگی۔اسکرین پر آٹھ ان ریڈ مسیجز تھے۔ وہ مسیج کھول کر دیکھنے لگی۔
"ہائے جانو۔۔" کسی رانگ نمبر سے کوئی مسیج تھا شاید غلطی سے ہو گیا تھا۔وہ اگنور کر کے دوسرا کھولنے لگی۔ اُس میں واہیات قسم کی پوئٹری تھی۔اگلا مسیج بھی وہی تھا "ہائے جانو" اور اس سے اگلا بھی وہی۔۔وہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ ڈیلیٹ کرتی گئی۔
"کہاں بزی ہو جان۔۔میں بہت مِس کر رہا ہوں تمھیں۔۔شہریار۔۔۔!" آخری مسیج پڑھ کر بے ساختہ مسکراہٹ اُسکے چہرے پر رینگ گئی اُوہ تو یہ سونی میڈم ہے۔۔۔وہ بھول گئی تھی کہ سونی ہمیشہ نیو نمبر سے سب کو لڑکا بن کر تنگ کرتی ہے۔۔وہ نمبر سیو کرتی جانے کیا سوچ کر اُسے ریپلائی کر بیٹھی۔
"جی کیسے ہو میرے شہریار۔۔ آئی میسڈ یو ٹو۔۔" وہ مسیج سینڈ کر کے الارم لگا کر سیل کو جزل پر لگاتی سائیڈ پر رکھنے لگی۔اور لمبی سانس بھر کر سکون سے آنکھیں موند کر سونے ہی لگی تھی کہ مسیج ٹون سناٹا توڑتی زور سے بجی۔
"اُف یہ سونی بھی ناں۔۔" وہ سیل اُٹھا کر چیک کرنے لگی۔
"پہچانا مجھے جانو۔۔"
"جی جی۔۔میرے راج دلارے۔۔۔میں بھلا تمھیں کیوں نہیں پہچانوں گی۔۔تُو تو اپنا جگر سی۔۔۔" مسیج سینڈ کر کے وہ رکھنے ہی والی تھی جب فوراً اگلا

مسیج۔۔وہ بے زار ہوئی۔

''ابھی سونے دو۔۔کل ملتے ہیں۔۔پھر بات ہو گی ابھی مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔۔'' مسیج سینڈ ہوتے ہی اگلی طرف سے ''کال'' آنا شروع ہوئی۔ وہ جلدی سے ڈسکنکٹ کرنے لگی۔اگر کسی کی آنکھ کھول گئی تو کیا سوچے گا۔ اور یہ سونی پر آدھی رات کو جانے کون سا جن چڑھا تھا۔ وہ حیران ہونے کے ساتھ ساتھ غصہ بھی ہو رہی تھی نا سیل آف کر سکتی تھی نا سائلنٹ پر لگا سکتی تھی کیونکہ اُس نے صبح جلدی اُٹھنا تھا۔ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ ایک بار پھر سے کال آنا شروع ہوئی۔ وہ ڈسکنکٹ کرتے ہی اُسے مسیج کرنے لگی۔

''پاگل ہو یار۔۔۔یہ کوئی ٹائم ہے کال کرنے کا۔۔۔سب سو رہے ہیں۔۔میں ابھی بات نہیں کر سکتی۔۔پلیز اب مزید تنگ مت کرنا۔۔'' شدید غصے کے باوجود بھی اُس نے نارمل انداز میں مسیج کیا۔اس کے مسیج کے سینڈ ہوتے ہی اگلے کا مسیج۔۔

''آئی مس یو سوچ۔۔۔پلیز تھوڑی دیر بات کر لو ناں جانو۔۔'' ضوفی اُس کا مسیج پڑھ کر ریپلائی کیے بغیر سونے لگی کہ ایک بار پھر سیل بج اُٹھا۔اُس کا دل چاہا سیل اُٹھا کر سامنے والی دیوار پر مار دے ۔

''کیا بدتمیزی ہے یہ۔۔''۔وہ دھیرے سے بڑبڑاتی، نا چاہتے ہوئے بھی وہ آخری مسیج کر کے سیل آف کر کے کمبل تھان کر سو گئی۔یہ جانے بغیر کے بہت کچھ غلط ہونے والا تھا۔

***

صبح جب بھابھی نے اُسے نماز کے لئے اُٹھایا تو وہ بے ساختہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔اُس نے تو الارم لگایا تھا اسٹڈی کے لئے مگر۔۔۔وہ تکیے کے ساتھ پڑے سیل کو دیکھنے لگی، جو رات اُس نے سونی کی وجہ سے آف کر دیا تھا۔وہ کوفت کا شکار ہوئی۔ سونی پر غصہ بھی آیا۔ اُس کی وجہ سے وہ ٹائم پر نہیں اُٹھ پائی تھی۔

''ضوفی ! نماز قضا ہو رہی ہے۔۔جلدی اُٹھو۔۔'' بھابھی کی آواز پر وہ بے زاری سے اُٹھی اور وضو کرنے چل دی۔اور دل ہی دل میں سونی کی خوب کلاس لینے کا ارادہ کیا۔ مگر کالج پہنچ کر اُسے پتہ چلا کہ سونی میڈم تو آج کالج ہی نہیں آئی۔وہ اُسے اس شرارت پر دل ہی دل میں ہزار صلواتیں سُنا کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔اور رہا سہا موڈ سر رضوان کی اچانک

آمد نے سپائل (بگاڑ) کر دیا۔
"سر! آج تو ہمارا افسٹ پریڈ فری ہے۔۔۔" سر کی بے وقت آمد یقیناً سب کو بُری لگی تھی مگر سدا کی صاف گو ہادیہ کو شاید کچھ زیادہ ہی لگی تھی۔
"آج افسٹ پریڈ فری ہے۔۔یہ تو آپ کو یاد ہے۔۔لیکن لاسٹ ویک میں ہماری کتنی کلاسز رہ گئی ہیں۔۔یہ بھی یاد ہے آپ کو یا نہیں۔۔۔میک اپ کلاس لے رہا ہوں۔۔" سخت لہجے میں کہتے سر کو بھی یقیناً اُسکی بات بُری لگی۔ ہادیہ نے سر جھکا لیا۔ باری باری سب کو دیکھنے کے بعد سر کی نظر سر جھکائے ضوفی پر پڑی۔
"اور ہاں۔۔مجھے بھی کوئی خاص شوق نہیں آنے کا۔۔مگر 'کریڈیٹ آرز (credit hours)' پورے کرنے ہوتے ہیں۔۔بے شک آپ لوگوں کا کورس کمپلیٹ ہو۔۔" وہ ضوفی کو براہ راست دیکھتے بظاہر ہادیہ سے بول رہے تھے۔ ضوفی کو سر کی نظروں اور بات کی سمجھ آ گئی کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں (یہ قصہ پھر کبھی) مگر انجان بنی سر جھکائے نوٹ پیڈ کھولنے لگی۔۔

"سوری سر! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" ہادیہ نے کھڑے ہو کر سوری کیا۔ سر بے زاری سے سر ہلاتے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگے۔
"تمھارے موڈ کو آج کیا ہوا ہے ڈیئر۔۔اور یہ سر تمھیں اتنا گھور کیوں رہے ہیں۔۔" دائیں جانب بیٹھی صبا نے رجسٹر پر لائن گھسیٹ کر رجسٹر طریقے سے اُسکی جانب بڑھایا۔
"سر کو گھورنے کی یقیناً بیماری ہے۔۔اور میرے موڈ کی چھوڑو۔۔" ضوفی نے بے زاری سے لائن گھسیٹی۔ صبا نے پڑھنے کے بعد اُسے گھورا اس سے پہلے وہ کچھ لکھ پاتی۔ سر نے فائل کھول کر لیکچر دینا شروع کر دیا۔
"پاکستان ان کرنٹ سینیریو آف دی ورلڈ۔ Pakistan in current senaio of the world۔" اس ٹاپک کو اسٹارٹ کرنے سے پہلے میں آپ لوگوں کو ایک بات بتانا چاہوں گا۔۔۔۔" سر ٹاپک کا نام لکھ کر مڑ سب کی طرف متوجہ ہوئے۔۔وہ سب بھی پین رجسٹر پر رکھ کر اُن کی طرف توجہ سے دیکھنے لگے۔

"پتہ ہے جب میں یونیورسٹی لائف میں تھا تو میرے ایک ٹیچر نے مجھے ایک آرٹیکل لکھنے کو کہا۔ جس کا ٹائٹل "آزادی" ہونا چاہیے تھا۔۔ اور اِس آرٹیکل میں مجھے پاکستان کا موازنہ مغربی ممالک کے ساتھ کر کے ۔۔پاکستان میں موجود برائیوں کو جسٹی فائی (تائیدی دلائل پیش کرنا) کرنا تھا، یوں کہ نتیجہ پاکستان کے حق میں ہو۔۔! ہے نا ہنسنے والی بات۔ کہاں مغربی ممالک اور کہاں پاکستان جس میں ہر برائی پائی جاتی ہے۔۔اب بھلا بتاؤ میں کس کس بُرائی کو کرتا جسٹی فائی۔۔کمال کرتے ہیں بعض اوقات اساتذہ بھی۔" وہ اپنی بات پوری کر کے سب کو دیکھنے لگا جو سر کی ہاں میں ہاں ملا کر ہنس رہے تھے۔

"سر پھر آپ نے کیسے کیا۔۔" ماہ رُخ نے سوال کیا۔

"ظاہر ہے میں نے نہیں کیا۔۔ کیونکہ یہ مشکل نہیں بلکہ ناممکن تھا۔۔" سر نے کندھے اُچکائے۔ ضوفی کو جانے کیوں اُن کے انداز نے ہرٹ کیا۔ وہ اگنور کرنا چاہتی تھی مگر معاملہ "اُسکی ذات" کا نہیں تھا۔۔پاکستان کا تھا۔ بے شک اس میں بیشمار برائیاں سہی۔۔ مگر کسی کو حق نہیں کہ وہ اس کا یوں مذاق اُڑاتا پھیرے۔

"پہلی بات تو یہ سر! کہ پاکستان کے حالات کے ذمہ دار ہم لوگ ہی ہیں۔۔۔ یہ خود سے ایسا نہیں۔۔اور دوسری بات اگر بندے میں محب وطنی کا ذرا بھی جذبہ ہو تو وہ پاکستان میں موجود برائیوں کو جسٹی فائی کیا جا سکتا ہے۔۔یہ ناممکن تو کیا۔۔ مشکل بھی نہیں۔۔" نارمل انداز میں بات کرتے جانے کیوں اُس کا انداز آخر میں چیلنج لیے ہوئے تھا۔ سر کچھ دیر اُسے دیکھتے رہے ۔پھر تمسخر سے مسکرائے۔

"جی بالکل رائٹر صاحبہ۔۔ آپ تو ظاہر ہے ایسا کہیں گئیں۔۔ لیکن بات تو تب ہو کہ جب آپ یہ کر کے بھی دِکھائیں۔۔" سر نے چیلنج دینے والے انداز میں کہا۔

"آف کورس سر! آئی وِل ڈو۔۔" ضوفی نے چیلنج قبول کرنے میں ایک سیکینڈ کی بھی دیر نہیں لگائی۔

"مجھے انتظار رہے گا۔۔ مگر بشرطیہ کہ آپ کسی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیں گئیں۔۔"

"ڈونٹ وری سر۔۔ میم مرینہ کہتیں ہیں کہ اچھا رائٹر وہ ہوتا ہے جو فیکٹس (حقائق) لکھتا ہے۔۔ اینڈ میں

آپکو یہ کر کے دِکھاؤں گی۔۔" وہ مسکرا کر بولی۔۔ساری بے زاری ایکدم اُڑنچھو ہو گئی تھی۔

"گڈ۔۔ آئی لائیک یور سپیرٹ۔۔ لیکن میں پہلے سے بتادوں کہ آپ کیا کوئی بھی یہ نہیں کر سکتا۔۔" سر کی بات پر مسکراتی صوفی اب کیا کہتی کہ 'سر' کوئی 'میں' آپ آتے ہیں ہر کوئی نہیں۔۔ مگر صرف سر اثبات میں ہلاتے وہ سامنے دیکھنے لگی۔ جہاں تمام فیلوز سر سے نظر بچاتے اُسے "وکٹری سائن" وش کر رہے تھے۔

***

وہ نومبر کی پُرخنک سی خوبصورت شام تھی۔ عصر کے وقت بھرپور نیند لینے کے بعد اُسکی آنکھ بچوں کے شور سے کھلی۔ آجکل آپی اپنے بچوں کے ساتھ رہنے آئیں ہوئیں تھیں۔ کسلمندی سے اُٹھتی وہ پھر سے لیٹ گئی اور لیٹے لیٹے سیل اُٹھانے لگی جو کل رات سے ہی آف تھا۔اور آن کرتے ہی مسیج ٹون نے نان اسٹاپ بجنا شروع کیا۔

"ہیلو ۔۔کل کہاں ملو گی۔۔جگہ تو بتاؤ ناں پلیز۔۔" دس مسیجز میں الفاظ کو ردوبدل کر تقریبا یہی بات تھی۔

"سونی کی بچی۔۔! میں تمھیں دیکھ لوں گی۔۔اینڈ آج کالج کیوں نہیں آئی تھی۔۔" وہ مسیج کر کے واش روم کی جانب بڑھی۔ نماز کے لئے وضو اور برش کر کے وہ فریش ہوتی جونہی باہر آئی، سیل پر کال آنے لگی وہ اگنور کرتی بال برش کرنے لگی۔۔ سیل مسلسل بج کر خاموش ہو گیا اور پھر مسیجز کی مسلسل بجتی ٹون نے بالآخر اُسے فون اُٹھانے پر مجبور کیا۔

"سونی کون۔۔ میں کسی سونی کو نہیں جانتا۔۔"

"اُف سونی کا وہی پرانا طریقہ۔۔!" وہ مسیج پڑھ کر بڑبڑائی۔ اور پھر مسیج پر مسیج۔۔وہ تنگ آگئی۔ بالآخر اُس نے جھنجھلاتے ہوئے کال پک کر لی۔

"شکر ہے کال تو پک کی۔۔" اُس نے جونہی فون کان سے لگایا ایک مردانہ آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی۔۔یعنی اُسے دھوکہ ہوا تھا وہ سونی نہیں تھی۔ وہ کچھ بھی بولے بغیر کال ڈسکنکٹ کرنے لگی۔اس سے پہلے کہ وہ نمبر بلیک لسٹ میں ڈالتی۔۔ایک بار پھر سے مسیج موصول ہوا۔

"میں تمھارا شہریار ہوں جانو۔ اپنے گھر والوں کو میرے بارے میں بتادو۔۔یا میں خود بتاؤں۔" مسیج

تھا کہ تھپڑ جو سیدھے اُس کے منہ پر لگا تھا۔ یعنی یہ کسی فیلو کا کام تھا۔ اسکا نمبر کسی نے آؤٹ کر دیا تھا تمام انفارمیشن سمیت اور وہ سمجھتی رہی کہ سونی ہے۔۔ اُسے بہت افسوس ہوا۔۔ مسیج پر مسیج موصول ہو رہے تھے۔ اُس نے لعنت بھیج کر نمبر بلیک لسٹ میں ڈال دیا۔ اور سکون سے سانس لیتی وہ نماز پڑھنے کے بعد روم سے باہر نکل آئی۔ سامنے لاؤنج میں تائی امی قرآن پاک لیے تلاوت کر رہی تھیں۔۔ جبکہ آپی اور بھابھی کچن میں بیٹھے کام کرنے کے ساتھ ساتھ باتیں کر رہے تھے۔

''اُٹھ گئی مہارانی۔۔!'' آپی اُسے آتے دیکھ کر بولیں۔ وہ کچھ بھی کہے بغیر دو سالہ اسد (بھانجے) کو گود میں اُٹھانے لگی۔ جو رو کر گود سے اُترنے کے لئے مچل رہا تھا۔ وہ اُس کے پھولے پھولے گالوں پر پیار کر کے نیچے اُتارنے لگی۔

''چائے پیو گی۔۔ بنادوں۔۔'' آپی کے پوچھنے پر وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔۔ جانے کیوں سستی سی ہو رہی تھی،، سو کچھ بھی کہے بغیر وہیں بیٹھ کر دونوں کی باتیں سننے لگی۔۔۔۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی جب اُنھیں علی کے چلانے اور اسد کے رونے کی آواز آئی۔ اس سے پہلے کہ اُن میں کوئی اُٹھتا۔۔ علی بھاگتا ہوا ہانپتا کانپتا اُن کی طرف آیا۔

''وائی پھوپھو۔۔! اسد کو بھی آپکے کمرے میں وہی چیز نظر آرہی ہے۔۔ جو مجھے نظر آتی ہے۔۔'' دونوں ہاتھ جھلاتا وہ بہت خوفزدہ سے انداز میں بولا۔ سستی ہونے کے باوجود ضوفی کی ہنسی بے ساختہ چھوٹ گئی۔۔ بھابھی اور آپی ناسمجھی والے انداز میں اُسے ہنستا اور علی کو بولتا دیکھ رہے تھے۔

''کیا چیز بیٹا۔۔'' آپی بے تحاشہ ہنستی ضوفی سے پوچھنے کی بجائے علی سے بولی۔

''بڑی پھوپھو۔۔۔ ضوفی پھوپھو کے کمرے میں ایک بلا ہے۔۔ پھوپھو کو نظر نہیں آتی مگر مجھے آتی ہے اور اب اسد کو بھی نظر آگئی ہے۔۔ وائی پھوپھو مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔'' چار سالہ علی خوفزدہ سا تھا جبکہ اسد بھی مسلسل کچھ مانگ رہا تھا۔ آپی اور بھابھی کے لئے صورتحال سمجھنا مشکل تھی مگر اتنا جان گئے تھے کہ ضرور ضوفی کی کوئی شرارت ہے۔ جو منہ پر ہاتھ رکھے مسلسل ہنستے ہوئے علی کو دیکھ رہی تھی۔

"ضوفی کیا تماشہ ہے یہ۔۔کیوں بچوں کو ڈرا رہی ہو۔۔" آپی اسد کے مسلسل رونے سے تنگ آکر جھنجلا اُٹھیں۔پھر علی کی طرف متوجہ ہوئی۔ "چلو بیٹا۔۔مجھے دِکھاؤ کہاں ہے بلا۔۔۔بیٹا کوئی بلا نہیں ہے۔۔ضوفی پھوپھو تنگ کر رہی ہے۔۔" آپی بولتے ہوئے علی اور روتے اسد کے ساتھ ضوفشاں کے کمرے میں گئی۔ علی ابھی بھی ڈر رہا تھا جبکہ اسد ہاتھ بڑھا کر الماری کے اوپر رکھے "ٹیڈی بے ئر" کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔آپی نے ٹیڈی اُتار کر دیا تو فوراً چھپ ہو گیا جبکہ علی آپی کے پیچھے چھپ گیا۔ "بیٹا نہیں ہے یہ بلا۔۔یہ تو کھلونا ہے۔۔دیکھو۔۔" وہ علی کا ہاتھ اس پر رکھنے لگی جو مسلسل گریزاں تھا۔

"ضوفی بدتمیز۔۔۔کیا کہہ کر تم نے بچے کو ڈرایا ہوا ہے کہ وہ ہاتھ لگانے کو بھی تیار نہیں۔۔" آپی واپس کچن میں آتے ہوئے بولی۔

"ایکچولی آپی۔۔جب میں نے یہ ٹیڈی بے ئر لیا تھا تو آپکے اسد کی طرح علی کو بھی بہت پسند آیا تھا۔اور روز مانگتا تھا اور میں انجان بن کر کہتی کہ کون سی چیز۔۔وہاں تو کوئی چیز نہیں۔۔پھر اسے لگا شاید یہ کوئی جن بھوت ہے جو صرف اِسے نظر آتا ہے۔۔ہاہاہاہا اسلئے میرے روم میں آنا بھی چھوڑ دیا۔۔سو۔۔" وہ بات کر کے ہنس پڑی اور آپی اُسے گھور کر رہ گئیں۔ یعنی شرارت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔۔۔

***

پھر یوں ہوا کہ وہ رانگ نمبر والا ہر دوسرے دن کسی نیو سیم سے تنگ کرتا۔۔ضوفی ریپلائی کیے بغیر اُس کا نمبر بلیک لسٹ میں ڈالتی جاتی۔۔یہ سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ پیپر آگئے۔۔۔کل اُن کا دوسرا پیپر تھا۔۔ضوفی تیاری کر کے سونے ہی لگی تھی جب ایک بار پھر ایک میسج اُسے موصول ہوا۔۔وہ اگنور کر کے ڈیلیٹ کرنا چاہتی تھی مگر۔۔۔

" آئی نو کل آپ کا پیپر ہے۔۔لیکن پلیز ایک منٹ اپنا فیس بُک اکاؤنٹ چیک کر لیں۔۔سرپرائز ہے آپ کے لئے۔۔" اگلے کا مسیج اُس کے چودہ طبق روشن کر گیا۔یہ کون ہے آخر۔۔۔اینڈ کیا چاہتا ہے۔۔اور فیس بُک کا اکاؤنٹ۔۔۔!! وہ پریشان ہوئی اور تجسس کے مارے دھڑکتے دل کے ساتھ فیس بُک آن کرنے

لگی۔۔spam messeges میں بہت سارے مسیجز تھے۔۔۔جانے وہ کب سے اُسے مسیجز کر رہا تھا۔۔مگر پرائے وِیسی ہونے کے باعث وہ دیکھ نہیں سکی تھی۔پہلا مسیج کھول کر اُس کے پسینے چھوٹ گئے۔۔

"کہاں بزی ہو جان۔۔میں بہت مِس کر رہا ہوں تمھیں۔۔!

"جی کیسے ہو میرے شہریار۔۔ آئی میسڈ یو ٹو۔۔۔ پہچانا مجھے جانو۔۔"

"جی جی۔۔میرے راج دلارے میں بھلا تمھیں کیوں نہیں پہچانوں گی۔۔تُو تو اپنا جگر سی۔۔۔"

"ابھی سونے دو۔۔کل ملتے ہیں۔۔پھر بات ہو گی ابھی مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔۔"

"پاگل ہو یار۔۔۔یہ کوئی ٹائم ہے کال کرنے کا۔۔۔سب سو رہے ہیں۔۔میں ابھی بات نہیں کر سکتی۔۔پلیز اب مزید تنگ مت کرنا۔"

"ہیلو۔۔کل کہاں ملو گی۔۔جگہ تو بتاؤ ناں پلیز۔۔"

ان مسیجز کی " اسکرین شارٹ" بنا کر اُسے بھیجا گیا تھا۔۔اور ساتھ میں ہی عمر کی" آئی ڈی" کی اسکرین شارٹ تھی۔۔۔وہ چکرا کر رہ گئی۔یعنی یہ بلیک میلنگ تھی۔۔ اُسکے مذاق میں کیے گئے مسیجز کو کتنے خوبصورت انداز یں یہ رنگ دے دیا گیا تھا۔۔۔قسمت اُس کے ساتھ ایسا کھیل بھی کھیل سکتی ہے اُسے یقین نہیں آ رہا تھا۔۔۔اُس نے تو کبھی کسی کا بُرا نہیں چاہا۔۔پھر یہ سب کیا تھا اور اگر۔۔اگر اُس نے عمر کو یہ اسکرین شارٹس سینڈ کر دیے تو کیا ہو گا۔۔۔کیسے وہ خود کو بے گناہ ثابت کرے گی۔۔۔۔اوپر واضح اُسکا نمبر جگمگا رہا تھا۔۔اور پھر مسیج کے ریپلائی۔۔۔کوئی بھی دیکھ لے تو وہ یہی سمجھتا کہ۔۔۔اُو مائی گاڈ۔۔!

دوسرے مسیج میں اُسکی پارٹی والی پکس تھیں۔۔۔گروپ پکس۔۔جس میں سب فنی سے فیس بنائے ہوئے تھے۔۔مگر تصویر کو ایڈٹ کر کے صرف ضوفی کی تصویریں نکالی گئیں تھیں۔۔۔اُو مائی گاڈ۔۔اُس کی تصویریں آؤٹ ہو چکی تھیں۔۔ہر تصویر کو دیکھتے اُس کا دل ڈوب ڈوب کر اُبھر رہا تھا۔۔یا اللہ۔۔اُس نے کپکپاتے ہاتھوں سے چہرہ چھو کر دیکھا جو اس موسم میں بھی عرق آلود تھا۔۔۔اگر تایا ابو کو

پتہ چلا تو۔۔اور بابا۔۔!!
وہ واقعی ڈر گئی تھی۔گھر میں کسی سے شے نہ بھی کرتی تو اُن کی الگ ڈانٹ اور۔۔۔!اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سوچتی۔۔ سیل کی بھیانک آواز نے اُسے خوفزدہ کر دیا۔۔
"کیسا لگا سرپرائز۔۔!" مسیج پڑھ کر اُس کا دل کیا کہ اِس کمینے انسان کا مرڈر ہی کر دے مگر۔۔۔
"کیا چاہتے ہو تم۔۔۔!" وہ کپکپاتے ہاتھوں سے مسیج ٹائپ کرنے لگی۔سینے میں دل اُچھل اُچھل کر حلق میں آ رہا تھا۔۔۔اور ہتھیلیاں پسینے سے شرابور۔۔۔اور دماغ کام کر نے سے انکاری تھا۔۔
"صرف تمھیں۔۔!" اگلے کا مسیج اُسکی روح فنا کرنے کے لئے کافی تھا۔۔۔کتنا کمینہ تھا وہ انسان۔۔۔ضوفی مسیج پڑھ کر ڈر کے مارے پنی آئی ڈی deactivate کر کے سیل آف کرنے لگی۔۔دل کسی خزاں رسید پتے کی مانند کانپ رہا تھا۔۔۔اب کیا ہو گا ' کا خوفناک سوال۔۔۔اُسے ہیبت ناک شکلیں بنا بنا کر ڈرا رہا تھا۔۔۔ڈر کے مارے حلق میں کانٹے سے اُگ آئے۔اُسے شدید پیاس محسوس ہوئی مگر ٹانگوں میں اتنی جان نہیں تھی کہ وہ کچن تک چل سکے۔۔
"یااللہ میں کیا کروں۔۔ میری مدد کر پلیز میرے مولا۔۔" وہ ہونٹوں پر ہاتھ رکھتی زیرلب بڑبڑاتی رہی۔۔۔دو آنسو ٹوٹ کر اُسکے ہاتھ کی پُشت پر گرے۔۔اُسے پتہ بھی نہیں چلا کہ وہ رو رہی تھی۔۔۔یونہی روتی۔۔اللہ سے مدد مانگتی۔۔بیٹھے بیٹھے جانے کس ٹائم اُس کی آنکھ لگی۔
" آج کے بعد تمھارا گھر سے نکلنا بند۔۔۔میری عزت خاک میں ملاتے ذرا شرم نہیں آئی۔۔۔
"بابا میری بات سُنیں۔۔میرا یقین کریں میں۔۔
" یقین کروں۔۔۔اور کتنا یقین کروں۔۔۔کتنا مان اور اعتماد تھا مجھے تم پر اور۔۔۔
"بابا۔۔میری بات۔۔"
" مت کہو مجھے بابا۔۔۔ تم مر گئی ہو میرے لئے ۔۔ضوفشاں تم مر گئی ہو۔۔۔۔" شدتِ غم سے روتے بابا کی آواز پھٹ رہی تھی اور ضوفشاں سسکیاں لیتی اُن کی منتیں کر رہی تھی۔
"بابا۔۔۔! آواز اتنی تیز تھی کہ اُسکی آنکھ کھل گئی۔۔۔آہ۔۔یہ خواب تھا۔۔۔ہولے ہولے لرزتا

وجود پسینے پسینے ہو رہا تھا۔۔۔شکر ہے یہ خواب تھا۔۔۔بابا کو ابھی پتہ نہیں ہے۔۔ ابھی وہ خفا نہیں ہیں۔۔۔مگر۔۔مگر کب تک۔۔اگر اُن کو پتہ چلا تو۔۔۔اور تایا ابو۔۔۔۔اِس سے آگے ضوفی سے سوچا نہیں گیا۔

''اے کاش یہ بھی کوئی خواب ہو۔۔اور کسی پل آنکھ کھل جائے اور سب پہلے جیسا ہو مگر۔۔روتی آنکھوں سے سیل کو دیکھتی رہی۔۔۔یہ خواب نہیں تھا۔۔حقیقت تھی۔۔ایک تلخ حقیقت۔۔!

اُس نے خوف سے ساری رات آنکھوں میں کاٹ کر گزار دی۔۔اور اگلے دن پیپر کی تیاری ہونے کے باوجود بھی اُس کا پیپر اچھا نہیں ہوا تھا۔۔ٹینشن اور خوف سے بُرا حال تھا وہ تو پیپر دینے کے موڈ میں بھی نہیں تھی مگر صرف بابا کی پریشانی کا سوچ کر وہ کالج چلی آئی۔وہ اُسے ایسے دیکھتے تو یقیناً پریشان ہو جاتے اسی خیال سے اُس نے پیپر دینے کا سوچا۔۔۔اور ظاہر ہے اُسکے پاس پیپر نا دینے کے لئے کوئی جواز بھی تو نہیں تھا۔

''ضوفی! پیپر کیسا ہوا۔۔؟'' وہ پلر سے ٹیک لگائے سوچوں میں گُم بیٹھی تھی جب صباء اُس کے پاس آکر بیٹھی۔

''اچھا ہوا۔۔اور تمھارا۔۔'' وہ زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اُسے دیکھنے لگی۔صباء اُسکی بات کا جواب دیئے بغیر بغور اُسکے مُرجھائے چہرے اور سُرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھنے لگی۔

'' کیا بات ہے ضوفی۔۔! تم پریشان ہو کسی بات سے۔۔'' اُسکی بات پر ضوفی کا جانے کیوں دل بھر آیا اور ایک منٹ کو دل کیا کہ سب بتادے مگر جانے پھر کیا سوچ کر اُس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''نہیں تو۔۔ایسے ہی بس کل سے طبیعت خراب ہے۔۔'' وہ زبردستی کی سمائل پاس کرنے لگی۔مگر صبا بھلا کیسے مطمئن ہوتی۔۔ہر وقت ہنسنے والی ضوفی کی مسکراہٹ بھی آج کھوکھلی تھی۔

''ضوفی! اتنا تو تم بھی جانتی ہو کہ تم کم ازکم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔۔اسلئے فضول کی کوشش بھی مت کرو۔۔۔اور جلدی سے بتاؤ کہ ہوا کیا ہے۔۔صبح سے نوٹ کر رہی ہوں تمھیں۔۔مگر سوچا پیپر کے بعد پوچھ لوں گی۔۔اب پلیز بہانے مت بتاؤ

اور جلدی سے بتاؤ کہ کیا ہوا ہے۔" وہ ہلکے سے فائل اُس کے سر پر مار کر بولی۔۔اُس کے انداز میں جانے کیا تھا کہ نا چاہتے ہوئے بھی ضوفی رونے لگی۔۔سدا کی نرم دل صباء پریشان ہی ہو گئی۔

"پلیز ضوفی۔۔! بتاؤ ناں ہوا کیا ہے۔۔۔تم ایسے رو کیوں رہی ہو۔۔" وہ اُس کا بال سمیٹ کر بولی اور جواب میں ضوفی نے آنسو صاف کر کے ساری بات کہہ ڈالی جیسے سُن کر وہ بھی قدرے پریشان ہوگئی۔ مگر بظاہر وہ نارمل ہی رہی۔

"بس۔۔اتنی سی بات کے لئے رو رہی ہو تم۔۔۔کم آن ضوفی۔۔مجھے یقین نہیں آرہا۔۔"

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے صباء۔۔اگر بابا کو پتہ چلا تو کیا سوچیں گے۔۔کتنا ہرٹ ہونگے وہ۔۔۔کتنا بھروسہ ہے اُنھیں مجھ پر اور میں۔۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر پھر سے رونے لگی۔

"اوہو۔۔پاگل۔۔تو تمھاری غلطی تو نہیں ہے جو تم یوں سوچ رہی ہو اور۔۔۔"

"صباء غلطی میری ہے یا نہیں۔۔یہ میٹر نہیں کرتا۔۔یو نو تم جب اُن اسکرین شارٹس کو دیکھو گی تو تمھیں بھی ایسا ہی لگے گا کہ۔۔۔"

"آئی نو یار۔۔بٹ رونے سے کون سا سلوشن مل جانا ہے۔۔تم رونا بند کرو۔۔ہم مل کر کوئی حل سوچتے ہیں۔۔" وہ اُس کا ہاتھ تھام کر تسلی آمیز انداز میں بولی۔۔مگر وہ خود بھی حیران تھی کہ یہ کون ہو سکتا ہے۔۔یہ تو کنفرم تھا کہ کلاس میں سے کوئی ہے جو اُس کا نمبر اور تصویریں آؤٹ کر چکی ہے۔۔۔مگر کون ہو سکتی تھی یہ۔۔۔باری باری سب کے بارے میں سوچنے کے باوجود کوئی ایسا جواز نہیں ملا کہ جس کو بنیاد بنا کر وہ کہہ سکے کہ مجھے فلاں پر شک ہے۔۔

"ضوفی۔۔تم ایسا کرو کہ تم خود یہ بات عمر بھائی سے شئیر کر لو۔۔اور۔۔"

"کوئی فائدہ نہیں ہے صباء۔۔اگر اُس نے میری بات نہیں سمجھی تو بتاؤ کیا کروں گی۔۔اپنی ہی نظروں میں چور بن جاؤں گی۔۔"

"اچھا چھوڑو یار۔۔۔پریشان مت ہو۔۔۔تمھیں پتہ ہے جس کی بھی یہ حرکت ہے ناں اُس کو تمھارا ویک پوائنٹ پتہ ہے سو جسٹ تمھیں ہراساں کرنا چاہتی ہے۔۔اگر ایسا ویسا کچھ کرنا ہوتا تو اب تک کروا چکی

ہوتی۔۔۔پلیز تم ٹینشن مت لو۔۔ اور یہ بتاؤ سر کے چیلنج کا کیا کرنا ہے۔۔کچھ سوچا ہے۔۔" وہ جان بوجھ کر ٹاپک چینج کرنے لگی۔

"ہاں ایک افسانہ لکھنا اسٹارٹ کیا تو ہے بٹ۔۔۔!" وہ لب کاٹنے لگی۔ آنسو ایک بار پھر سے بہہ نکلنے کو تیار تھے۔

"صبا۔۔! مجھے لگتا ہے کہ مجھ سے اب کچھ بھی نہیں ہو پائے گا۔"

"اوہو۔ پھر سے وہی رٹ۔۔ کہا ناں کچھ بھی نہیں ہوگا۔۔پلیز ڈونٹ وری ۔۔اور چلو کینٹین چلیں۔۔" وہ اُس کا ہاتھ تھام کر اُٹھانے لگی۔

"میرا موڈ نہیں ہے یار۔۔" وہ بے زاری سے کہتی ہاتھ چھڑانے لگی۔ مگر صباء بخشنے والوں میں نہیں تھی۔

"اب پلیز فضول کے ڈرامے کرنا چھوڑ دو۔۔۔ آج تمھاری باری ہے بل پے کرنے کی۔۔ سو بہانے نا بناؤ۔۔۔" وہ اُسے زبردستی اُٹھانے لگی۔ ضوفی موڈ نا ہونے کے باوجود بھی اُٹھ گئی۔

"اچھا اپنا موڈ ٹھیک کرلو۔۔۔ میں اپنا بل خود ہی دے دوں گی۔۔۔کیا یاد کرو گی۔۔" وہ حاتم طائی کی قبر پر لات مارتی بڑے شاہانہ انداز میں بولی یوں کہ ٹینشن ہونے کے باوجود بھی ضوفی مسکرا اُٹھی۔

"اللہ اللہ۔۔دیکھو تو۔۔بل معاف کیا تو دانت بھی نظر آ گئے۔۔ڈرامے باز لڑکی۔۔میرا بل تم ہی دو گی۔۔" صباء کے اس پل بھر کے بدلتے بیان پر ضوفی نے اُسے دھموکا رسید کیا۔

" آؤ چ ۔۔ظالم لڑکی۔۔تم تو پکی فارس غازی کی جانشین ہو ۔۔ہر بات پر ہاتھ ہی اُٹھاتی ہو۔۔"

"آہ فارس غازی۔۔۔کاش فارس غازی یا جہاں سکندر جیسے بندے ہماری لائف میں بھی ہوتے۔۔۔کیا بندے ہیں یار۔۔۔ مسئلہ سُن لیا۔۔ ذرا سا مسکرائے اور اگلے چند گھنٹوں میں پرابلم ختم۔۔!ضوفی سچ مچ میں اُداس ہوتی سر جھکا کر چلنے لگی۔۔

"اچھا اچھا۔۔اب چھوڑو بھی۔۔وہ کون سے رئیل میں exist کرتے ہیں۔۔اور رئیل لائف میں اگر ۔۔۔۔" کینٹین پہنچتے ہی بھیڑ میں اُن کی آواز کم ہوتے ہوتے گڈمڈ ہونے لگی۔

***

شاہ زر اور آذر کے رشتوں کے بعد دونوں خاندانوں

میں آنا جانا بالکل ختم ہو کر رہ گیا۔۔ حالانکہ سجاد، سلمیٰ بیگم کو لے کر پہلے عباس اور پھر امجد کے ہاں گئے تھے ۔۔ مگر دونوں گھرانوں میں سرد رویوں سے پیش آیا گیا۔۔۔ بار بار اُسے آذر کے حوالے سے کیے گئے فیصلے پر نظر ثانی کے لئے مجبور کیا جا رہا تھا۔۔۔ سجاد خون کے اس قدر سفید ہونے پر دنگ رہ گئے۔۔ بھلا یہ زندگی ہے یا معاہدہ۔۔۔ عباس بے شک امجد کا سگا بھائی تھا۔۔ مگر وہ جانتا تھا کہ امجد غلطی پر تھا مگر باوجود اُسے سمجھانے کہ وہ خود اُلٹا سرد انداز لیے ہوئے تھا۔۔۔ یہاں تک کہ اُنھیں چائے پانی کا بھی نہیں پوچھا گیا۔ سجاد مایوس سا واپس لوٹا۔۔ اُس کے دل میں بھی زرین کی طرح ہزار خدشے سر اُٹھا رہے تھے ۔۔ ایک طرف بیٹی کا گھر۔۔ دوسری طرف بیٹوں کا مستقبل۔۔ اُسے سمجھ نہیں آیا کہ کس کو کس پر قربان کر دے۔۔ اگر بیٹوں کو اُن کی خوشی دی تو یقیناً بیٹی کے آنکھوں کے خواب اُجاڑنے پڑیں گئیں۔۔ زرین جیسے اُس نے بہت لاڈوں میں پالا پوسا تھا۔۔ وہ کیسے اُس کے آنکھوں کی جوت بجھتے دیکھ سکتے تھے۔۔ وہ بے خبر تو نہیں تھے اُسکے دل کی بات سے۔۔۔ اُس کی آنکھوں میں واضح عفان کی شبیہہ تھی۔۔۔ پھر بھلا وہ کیسے اُس کے آنکھوں کے رنگ اُس کا نور چھین سکتے تھے۔۔ اور اگر ایسا کیا تو کیا زری زندہ رہ پائے گی۔۔۔ اور زرین کی آنکھوں کے ان خوابوں کے لئے وہ کیسے اپنے جوان بیٹے کی زندگی کے ساتھ کھیل جائے۔۔ کیسے کسی اور ماں باپ کی بیٹی کے آنکھوں سے اُسکے خواب چھین لے۔۔ آذر اور انوشہ کی محبت کی سے بھی وہ ناواقف نہیں تھے۔۔۔ اور پھر آذر وہ کیسے اور کیونکر اسماء کو اپنی زندگی میں جگہ دے گا۔۔ جس پر کبھی کبھی پاگل پن کے دورے پڑتے تھے۔۔ انوشہ جیسی لڑکی کو چھوڑ کر وہ بھلا کیونکر اسماء کو اپناتا۔۔ سوچ سوچ کر اُس کی شریانیں پھٹنے لگیں تھیں۔۔۔ وہ سوچوں میں گم چلتے جا رہے تھے۔۔ جب سامنے سے اپنی جیپ میں سوار عفان پر نظر پڑی۔۔ وہ اُنھیں دیکھ کر محبت سے مسکرایا۔۔ اور بائیاں ہاتھ "اللہ حافظ" والے انداز میں ہلا کر اپنی پجارو لے کر آگے بڑھ گیا۔۔۔ سجاد صاحب ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئے۔۔ کتنا سعادت مند اور مخلص انسان تھا وہ۔۔ اپنے باپ اور چچا کے بالکل اُلٹ۔۔ حق کا ساتھ دینے والا اور بے باک اور

نڈر۔۔کاش وہ اُسکی زرین کا مقدر ہی بنا رہے۔۔وہ دل ہی دل میں اللہ سے ہمکلام تھے۔۔عفان جس کو خود حالت کی سنگینی کا احساس تھا۔۔وہ خود سجاد چچا سے بات کرنے کا خواں تھا مگر اُس دن وہ چٹ دیکھ کر زرین کی ذہنیت نے اُسے کافی مایوس کیا تھا۔۔۔جانے کیوں وہ اب چاہنے کے باوجود بھی کسی سے بات نہیں کر سکا۔ حالانکہ وہ سب جانتا تھا کہ حالات سنگین نوعیت کے ہوتے جا رہے ہیں۔۔اُس کا اپنے باپ اور دونوں چچاؤں سے بات کرنا ضروری تھا۔۔زرین اُسکے بچپن کی منگ تھی۔۔اُس کی امانت۔۔۔۔یہ الگ بات کہ اُس کے حوالے سے اپنے دل کی محسوسات پر اُس نے کبھی غور نہیں کیا تھا۔۔شاید یہ سچ تھا کہ زرین کے ہونے نا ہونے سے اُسے خاص فرق نا پڑتا۔۔۔مگر وہ سجاد چچا کی اُلجھن سمجھتا تھا سو کھل کر بات کرنے کا خواہش مند تھا کہ وہ کسی بھی صورت زرین کو چھوڑنے کا خواں نہیں۔۔۔مگر زرین کی اُس دن والی سستی حرکت نے اُسے کوفت میں مبتلا کر دیا تھا۔۔۔اُسے فی الحال دو مہینوں کے لئے کوئٹہ جانا تھا۔ سو" اب جو ہو گا واپسی پر آ کر دیکھیں گئیں" کا سوچ کر وہ تیزی سے جیپ آگے بڑھائے جا رہا تھا۔۔۔یہ جانے بغیر کہ پیچھے بہت کچھ غلط ہونے والا ہے۔۔

***

"ضوفی! ایک بات کہوں۔۔!" ہادیہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھ ہی لیا۔ کب سے ایک بات اُس کے ذہن میں کھلبلا رہی تھی۔

"ہوں۔۔بولو۔۔" سوچوں میں گم اُداس سی ضوفی نے اُسے دیکھا۔

"یار میرے مائنڈ میں کب سے ایک خیال آ رہا ہے۔۔۔سوری میرا مقصد تمھیں ہرٹ کرنے کا ہر گز نہیں۔۔بٹ آئی تھنک بتا دینا چاہیے۔۔۔۔اگر تم مائنڈ نا کرو تو۔۔۔۔۔" وہ رُک کر اُس کا چہرہ دیکھنے لگی اور ایک نظر مڑ کر زرین کو۔۔گویا یہ خیال دونوں کا ہے۔۔۔ عجیب سراغ رساں سا انداز اپنائے وہ دونوں ضوفی کو چونکا گئے تھے۔

"نہیں بولو۔۔میں نہیں کروں گی مائنڈ۔۔"

"ضوفی۔۔مجھے لگتا ہے کہ یہ سب۔۔۔" وہ لب کچلنے لگی اور ایک بار پھر ساتھ بیٹھی زرین کو دیکھا گویا کہہ دینے کی اجازت طلب کر رہی ہو۔۔

"کیا۔۔؟" ۔ضوفی جو اُنھیں بغور سن رہی تھی۔ہادی کے رُکنے پر وہ کوفت کا شکار ہوئی۔
"کہ یہ سب نوشین کا کام ہے۔۔" اُس نے بلا آخر دھماکہ کر ہی دیا۔ضوفی نے پہلے ناسمجھی اور پھر حیرت بھرے انداز میں اُن دونوں کو دیکھا۔
"نوشین۔۔۔یعنی کہ اپنی نوشی۔۔؟" وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی ۔۔ہادیہ ایسا کیسے کہہ سکتی ہے ۔۔ آخر کس بنیاد پر۔۔!
"ہاں نوشی۔۔ تمھیں پتہ ہے اور کسی کے پاس کوئی وجہ نہیں ہے اس سب کی اور۔۔۔"
"تو نوشی کے پاس کیا وجہ ہے یہ سب کرنے کے لئے۔۔۔ہادی ایسی باتیں مت کرو تم لوگ پلیز۔۔" وہ ہادیہ کی پوری بات سنے بغیر درمیان میں ٹوک گئی۔
"ہے ناں وجہ۔۔۔تم تھوڑا سا سوچو۔۔یو نو تم لوگوں میں ہمیشہ کمپیٹیشن رہا ہے اور۔۔"
"فار گاڈ سیک زرین ۔۔اُلٹا سیدھا مت بولو۔۔۔کمپیٹیشن ہوتا ہے۔۔ دشمنی نہیں۔۔۔اور جب میرے دل میں اُس کے لئے ایسی کوئی پرخاش نہیں تو اُس پر کیوں کروں شک۔۔" وہ جانے کیوں غصہ ہوئی۔۔ بھلا نوشی اُس کے ساتھ ایسا کیوں کرے گی ۔
" تمھارے دل میں نہیں ہے پرخاش۔۔کیوں کہ تم ہمیشہ افسٹ آتی ہو۔۔۔اور وہ سیکنڈ۔۔ کمپیٹیشن ہمیشہ وہ ہارتی ہے تم نہیں۔۔۔اور ونر کو کیا پڑی ہے پرخاشیں پالنے کی۔۔۔یہ کام تو ہمیشہ لوزر ہی کرتے ہیں۔۔" زرین پر یقین سی تھی۔اور ہادیہ نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ یعنی "یہ چیز" ۔
"بٹ زرین وہ۔۔۔" اس سے پہلے ضوفی اپنی بات پوری کرتی۔۔ ہادیہ نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔
" آئی ایم سوری ضوفی۔۔۔ آئی سوئیر میرا مقصد تمھیں ہرٹ کرنے یا نوشی کے خلاف کرنے کا نہیں ہے۔۔۔بٹ تم یہ بھی تو دیکھوناں کہ یہ سب ایگزیمز اسٹارٹ ہوتے ہی شروع ہوا ہے۔۔اور جو بھی کوئی ہے جسٹ دھمکی ہی دے رہا ہے۔عمل نہیں کیا ابھی تک۔۔۔یعنی وہ تمھیں ذہنی طور پر ہراساں کر کے تمھاری پوزیشن ویک کرنا چاہتا ہے۔۔اور یہ سب کوئی اور کیوں کرے گا اور۔۔"

"اس کا مطلب ہادی۔۔۔وہ عمل کرے گا بھی نہیں۔۔۔ میری chat میرے کزن کو نہیں کرے گا سینڈ۔۔" ضوفی پُراُمید سی ہوگئی۔ جس نے بھی کیا۔۔۔جو بھی کیا۔۔۔اس سے کوئی غرض نہیں۔۔مگر یہ صرف دھمکی ہے۔۔۔ اس پر عمل نہیں ہوگا۔۔یہ احساس ہی بہت تسلی بخش تھا۔ "ہاں دیکھنا۔۔وہ کبھی بھی سینڈ نہیں کرے گا۔ اگر کرنا ہوتا تو اب تک کر چکا ہوتا۔۔۔۔اسلئے پلیز تم ٹینشن نالو۔۔۔اور اسٹڈی کرو اپنی۔۔" ہادیہ نے اُسکے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر سمجھانے والے انداز میں کہا اور ضوفی نے اسکا ہاتھ تھام کر مسکرا کر اُسے دیکھا۔ اُس کے دل سے کتنا بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔ مگر نہیں جانتی تھی کہ یہ خوش فہمی بھی فقط چند دنوں کی ہے۔۔

***

"عفان! پلیز دو منٹ میری بات سنیں۔۔!" مسیج سینڈ کر کے وہ انتظار کرنے لگی۔۔ ٹینشن سے بُرا حال تھا۔زمینوں کے فساد اور جھگڑے کے بعد اب رشتوں کی لالچ خاندانوں کی تباہی کا باعث بن رہے تھے۔۔۔جس کا فرق کسی کو پڑتا نا پڑتا مگر زرین کی جان سولی پر اٹکی ہوئی تھی۔۔ روز روز کے جھگڑے اُس کے اندیشوں کو ہوا دے رہے تھے۔۔۔عفان کو کھو دینے کا خیال ہی جان لیوا تھا۔۔اور وہ جانتی تھی کہ روز روز کے تماشے اِس رشتے کو زیادہ دیر برقرار رکھنے نہیں دیں گئیں۔۔اِسی خوف کے زیر اثر اُس نے آج ہمت کر کے عفان کو مسیج کیا۔۔۔ مگر دوسری طرف سے مکمل خاموشی تھی۔۔وہ کیا چاہتا ہے۔۔وہ صرف یہی پوچھنا چاہتی تھی۔۔ مگر وہ تو ہمیشہ کی طرح اُسے نظر انداز کر رہا تھا۔۔۔اُس نے ڈرتے ڈرتے کال ملائی مگر نمبر بند جا رہا تھا۔۔۔اُف اُس کا دل بند ہونے لگا۔۔۔وہ کیا کرے۔۔کس سے بات کرے۔۔اُسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔ پھر ایک خیال اُس کے ذہن میں آیا۔۔وہ تیزی سے اُٹھی اور چپل پاؤں میں اُڑستی باہر آئی۔۔اُسے عفان سے بات کرنی تھی ہر حال میں۔۔۔اُسے بتانا تھا کہ۔۔۔۔ایک دم وہ رُک گئی۔ کیا وہ خود نہیں جانتا حالات کی سنگینی کو۔۔۔کیا اُسے خود احساس نہیں ہے ان باتوں کا۔۔۔اور اِن باتوں کا اُن کے رشتے پر اثر پڑنے کا۔۔۔تو۔۔اُسے کیا کرنا چاہیے۔۔۔کیا پتہ عفان ہی

رشتہ قائم نا رکھنا چاہتا ہو۔۔ورنہ وہ ضرور بات کرتا اُس سے۔۔دل کے اندر کچھ ٹوٹا سا تھا۔۔۔جس کی کرچیوں نے پورے وجود کو خون خون کر دیا۔۔۔'کیا کرے اور کیا نا کرے' کے درمیان وہ پنڈولم کی مانند لٹک رہی تھی۔پھر وہی ہوا جس کا اُسے خوف تھا۔۔!

وہ درد ، وہ وفا ، وہ محبت تمام شد
لے! تیرے قرب کی حسرت تمام شد
تو اب تو دشمنی کے قابل بھی نا رہا
اُٹھی تھی دل میں جو ۔۔وہ عداوت تمام شد
یہ بعد میں کھلے گا کہ کس کس کا خون ہوا۔
ہر اک بیان ختم۔۔عدالت تمام شد
اب ربط اک نیا مجھے آوارگی سے ہے
پابندی خیال کی عادت تمام شد
جائز تھی یا نہیں تھی تیرے حق میں تھی
کرتا تھا جو کبھی وہ وکالت تمام شد
وہ روز روز مرنے کا قصہ تمام شد
وہ روز دل کو چیرتی وحشت تمام شد

اماں اُس سے نظریں چُراتیں۔۔سسکتے ہوئے اُسکی الماری سے منگنی کی انگوٹھی اور شگون کی دیگر چیزیں لینے آئیں تھیں۔اور زری۔۔۔وہ حیرت سے یک ٹک سب ہوتے دیکھ رہی تھی۔

***

مجھے اب ڈر نہیں لگتا۔۔۔!!
کسی کے دور جانے سے۔۔
تعلق ٹوٹ جانے سے۔۔
کسی کے مان جانے سے
کسی کے روٹھ جانے سے
مجھے اب ڈر نہیں لگتا۔۔۔!!
کسی کو آزمانے سے
کسی کے آزمانے سے
کسی کو یاد رکھنے سے
کسی کو بھول جانے سے
مجھے اب ڈر نہیں لگتا۔۔۔!!
کسی کو چھوڑ دینے سے
کسی کے چھوڑ جانے سے
شمع کو جلانے سے
شمع کے بجھ جانے سے

مجھے اب ڈر نہیں لگتا۔۔!!
اکیلے مسکرانے سے
کبھی آنسو بہانے سے
نا اس زمانے سے
حقیقت سے فسانے سے
مجھے اب ڈر نہیں لگتا۔۔!!
کسی کی نارسائی سے
کسی کی پارسائی سے
کسی کی بے وفائی سے
کسی دُکھ انتہائی سے
مجھے اب ڈر نہیں لگتا۔۔!!
نا تو اُس پار جانے سے
نا اُس پار جانے سے
نا اِس زندگانی سے
نا اک دن موت آنے سے
مجھے اب ڈر نہیں لگتا۔۔!!

''اُسکی منگنی کو ٹوٹے دو ہفتے ہو چکے تھے۔۔شدید نروس بریک ڈاؤن کے بعد اُسے آج صبح ہی ہوش آیا تھا۔۔عباس چچا نے فضول سی بات کا بتنگڑ بنا کر عفان اور زرین کا رشتہ توڑ دیا تھا۔۔یا تو آذر کی شادی اسماء سے کرو۔۔یا پھر عفان اور زرین کا رشتہ ختم سمجھو۔۔سجاد جانتے تھے کہ ڈھکے چھپے انداز میں کی جانے والی بات وہ ایک دن کھلم کھلا کہیں گئیں۔۔اور دن بالآخر آ ہی گیا تھا۔۔عباس چچا اپنی طرح سے انصاف کر رہے تھے مگر۔۔انصاف تو تب ہوناں جب وہ اسماء کا رشتہ اپنے بیٹے کے لئے لے۔۔۔مگر نہیں اب اتنے بھی اعلیٰ ظرف نہیں تھے وہ۔۔وہ تو صرف انصاف کرنے کے لئے کسی کا دل اور خوشیاں اُجاڑ سکتے تھے۔۔کسی کا گھر آباد کر کے نہیں۔۔کیونکی یہ تو قسمت کے کھیل تھے اور بچوں کی خوشی۔۔اب وہ عفان پر زبردستی دباؤ تو نہیں ڈال سکتے تھے ناں۔۔حالانکہ اسکی توقع وہ سجاد سے کر رہے تھے۔۔مگر اس سارے میں ہوا وہی جو ہونا تھا۔۔۔آذر کسی بھی صورت اس زبردستی کے رشتے کا قائل نہیں تھا۔۔سو صاف منع کر دیا۔۔نتیجہ وہی لا حاصل ہی رہا۔۔اسماء کے ساتھ ساتھ بلاوجہ زرین کا رشتہ بھی ٹوٹ گیا۔۔اب بھلا بتاؤ۔۔زرین کا دل توڑ کر اسماء کو بھلا کیا حاصل۔۔۔مگر یہ سوچنے والا کوئی نہیں تھا۔۔

عفان اور زرین کا رشتہ توڑ کر عباس نے جانے کون سا بدلہ برابر کیا تھا۔
"عفان اور زرین کی منگنی ٹوٹ گئی۔۔" ۔یہ اطلاع تھی یا کوئی ایٹم بم۔۔جو سیدھا اُس کے سر پر آ کر پھٹا تھا۔۔۔یعنی اُس کے خدشے بے بنیاد نہیں تھے۔۔آخر کار وہ دن آ ہی گیا تھا جس کا ڈر اُسے ہر گزرتے پل کے بڑھتا جا رہا تھا۔جس دن کو وہ اپنی موت کا دن قرار دیتی تھی۔۔۔وہ دن بالآخر آ کر گزر گیا تھا۔۔۔۔مگر وہ نہیں مری تھی۔۔۔وہ تو زندہ تھی۔۔ نا اُس کے دل نے دھڑکنا چھوڑا تھا۔۔نا ہی سانس تھمی تھی۔۔کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔۔۔ہاں بظاہر تو کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔۔بس ایک شدید نروس بریک ڈاؤن کے بعد وہ پھر سے جی رہی تھی۔۔وہ زندہ تھی۔۔۔آہ وہ کیسے زندہ تھی۔۔یہ دن آنے کے بعد ۔۔عفان کے غیر ہو جانے کے بعد وہ زندہ تھی۔۔۔۔آہ۔۔اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی وہ زندہ تھی۔۔۔کیسے۔۔اگر اُس نے زندہ ہی رہنا تھا تو پل پل دل موت کی پیشن گوئیاں کیوں کرتا تھا۔۔۔اب اگر وہ زندہ تھی تو اُسکی روح موت کا اعلان کیوں کر رہی تھی۔۔۔اور اگر وہ مر چکی تھی تو۔۔اُسے دفنایا کیوں نہیں جا رہا تھا۔۔اگر وہ مر چکی تھی تو۔۔سانس کیوں چل رہی تھی۔۔دل کیوں اپنے معمول پر دھڑک رہا تھا۔۔اگر وہ مر چکی تھی تو۔۔ جسم وجان کا یہ تضاد کیوں کر تھا۔
عفان عباس نے اُسے چھوڑنا ہی تھا۔۔یہ تو طے تھا۔۔وہ جانتی تھی کہ وہ اُسے پسند نہیں کرتا۔۔ایک دن اُسے چھوڑ دے گا۔۔۔مگر دل ناداں کو جانے کون سی خوش فہمیاں لاحق تھیں۔اور اُن خوش فہمیوں نے اُسے کہاں لا کھڑا کیا تھا۔۔وہ مڑ کر دیکھتی تو دور دور تک ایک سیراب ہی نظر آ رہا تھا جس کے پیچھے پیچھے بھاگتی وہ یہاں تک آ گئی تھی۔۔اور عفان۔۔آہ ۔۔۔اُسے تو وہ بے وفا بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔۔کہ وفا کے وعدے اُس نے بھلا کب کیے تھے۔۔۔وہ اُسے ہر جائی کے طعنے بھی نہیں مار سکتی تھی۔۔نا دھوکہ دینے اور اپنے دل کی بربادی کا ذمہ دار ٹھہر سکتی تھی۔۔۔۔وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اُسے۔۔۔وہ کچھ کہتی بھی کیوں۔۔۔وہ تو اپنے ہر انداز سے اُسے باور کرا چکا تھا کہ وہ ایک دن ایسا کرے گا۔۔اُس نے کوئی

خواب نہیں دکھائے تھے نا کوئی وعدہ کیا تھا۔۔۔ دھوکہ اور فریب تو اُسے اُسکی خوش فہمیوں نے دیا تھا۔۔اُس کے دل نے۔۔پھر بھلا اُس کا کیا قصور۔۔۔!! وہ وحشت زدہ سی سامنے دیکھنے لگی۔

سنو۔۔!

تم کو خبر ہے ناں

ادھوری

بات ہو

یا خواب ہو

خواہش ہو

کہ چاہت ہو

سدا تکمیل کی راہوں پہ

ننگے پاؤں چلتی ہے

سفر کے ہر پڑاؤ پر

بکھر جانے سے ڈرتی ہے

مکمل جی نہیں پاتی

ادھوری موت مرتی ہے۔۔۔

اور وہ کہاں جانتی تھی کہ ادھوری یک طرفہ محبت ۔۔اذیت کا بوجھ لے کر اکیلے بھلا کب چلتی ہے۔۔۔یہ تو بالآخر تھک ہار کر۔۔دم سادھے۔۔کسی بھٹکے مسافر کی مانند کسی پتھر پر سر رکھ کر سو جاتی ہے۔۔۔ یہ کہیں کھو جاتی ہے۔۔!!

***

کہتے ہیں ناں بدگمانی وہ زہر ہے جو رشتوں کو کھوکھلا کر کے آہستہ آہستہ مار دیتی ہے۔۔ایک دوسرے پر جان چھڑکتے الیون ایڈیٹس کے درمیان بھی بدگمانی نے اپنی جڑیں مضبوط کرنے کی کوشش کی۔۔وہ جو پرنسپل کے آگے بھی کسی ایک کی غلطی پر "ہم سب" کا پردہ ڈالنے والے تھے۔۔جانے وقت نے ایسا کیا کر دیا اُن کے ساتھ کہ ۔۔۔؟؟

بدگمانی کھا گئی۔۔۔ چھپکے چھپکے وہ ساری چاہتیں۔۔وہ ساری محبتیں

وقت دھیمی چال چلتا رہا۔۔دسمبر کی ٹھنڈی یخ بستہ ہوائیں اپنے ساتھ ڈھیروں اُداسیاں لے آیا۔۔۔زرین کا اپنا دُکھ تھا۔۔جو اندر ہی اندر اُسے کھائے جا رہا تھا۔۔دن بدن کمزور ہوتی اسکی آنکھوں کے حلقے بہت گہرے تھے۔۔ایک وحشت سی تھی جو ہمہ وقت اُسکے چہرے پر چھا

ی رہتی تھی ۔۔۔وہ حقیقی معنوں میں ایک زندہ لاش بن گئی تھی ۔۔ گونگی بہری زندہ لاش ۔۔ اپنا دُکھ کسی سے بھی شئیر کیے وہ اندر ہی اندر گھٹ گھٹ کر مر رہی تھی ۔۔۔زری کا دُکھ ایک طرف ۔۔ضوفی اور نوشی کی سرد جنگ الیون ایڈیٹس کی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ تھی ۔۔ ہر وقت لڑتے وہ کبھی بھی ایک دوسرے سے یوں بدگمان نہیں ہوئے تھے ۔۔وہ تو لڑ جھگڑ کر دل کا غبار نکالنے کے بعد فورا سوری کہنے اور فوری معاف کرنے والے تھے ۔۔ پھر اب کیا ہو گیا تھا کہ سب ایک دوسرے سے نالاں تھے ۔۔ ہر کوئی اپنی اپنی جگہ دُکھی تھا ۔۔۔اور پہلی بار الیون ایڈیٹس کو ایک دوسرے کے دُکھ کا احساس تک نہیں تھا ۔۔ ہنستے مسکراتے مستی سے بھرپور الیون ایڈیٹس اب ایک دوسرے سے نالاں اپنی اپنی جگہ خاموش سے تھے ۔۔۔ ایک طرف نوشی سب کو اپنی صفائیاں دیتے دیتے تھک گئی تھی جبکہ دوسری طرف ضوفی آنے والے وقت اور اندیشوں سے لڑتے لڑتے ۔۔ غلط فہمیوں کے بیج نے اِس محبت بھرے آشیانے میں اپنا جال بچھا لیا تھا ۔۔ ضوفی کو صرف اِس

بات کا دُکھ تھا کہ نوشی نے فقط پوزیشن لینے کے لئے اُس کے ساتھ اتنا بڑا کھیل کھیلا کہ اُسے اپنی زندگی ڈگمگاتی دِکھائی دے رہی تھی ۔۔ جب ہادی اور زری نے اُسکے سامنے نوشی کا نام لیا تو اُسے قطعی بُرا نہیں لگا تھا ۔۔۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ نوشی مذاق کر رہی ہو گی ۔۔ جیسے وہ خود کرتی تھی سب کے ساتھ ۔۔۔ بے شک نوشی کا مذاق والا طریقہ قدرے سستا تھا مگر وہ چھپ کر گئی ۔۔ بلکہ اُس کا نام سن کر تو کافی حد تک تسلی بھی ہو گئی تھی یعنی کچھ نہیں ہو گا ۔۔ جسٹ مذاق میں اُسے ٹیز کیا جا رہا ہے ۔۔۔ مگر جب دو دن بعد اُسے دوبارہ فیس بک پر میسج کیا گیا تو اُس کے چھکے چھوٹ گئے تھے ۔۔وہ جو سمجھ رہی تھی کہ کچھ نہیں ہو گا ۔۔۔ فقط اُسکی خام خیالی تھی ۔۔۔نوش حد سے گزر گئی تھی ۔۔وہ تمام سکرین شارٹس اُس نے اُس کے کزن کو بھیج دیے تھے ۔۔۔یعنی چند نمبروں کے لئے اتنا بڑا کھیل ۔۔۔ کہ نا دوستی کا لحاظ کیا اور نا ہی دوست کی زندگی کی پرواہ ۔۔۔ دوسری طرف نوشی کو اِس بات کا گلا تھا کہ ضوفی اُسے اتنے گری ہوئی سوچ اور پست ذہنیت کا سمجھتی ہے کہ فقط چند نمبروں کی خاطر وہ اتنی

بڑی سازش کر سکتی تھی۔۔۔بے شک دونوں میں کمپیٹیشن رہتا تھا۔۔مگر یہ پڑھائی کی حد تک تھا ۔۔زندگی موت کا مسئلہ نہیں۔۔اُسے اگر دُکھ تھا تو صرف اسی بات کا تھا کہ کیا صُوفی اُسے اتنا گرا ہوا سمجھتی ہے۔۔نانوشی صُوفی کی صورت حال سمجھنے کے لئے تیار تھی اور نا ہی صُوفی اُسے صفائی کا کوئی موقع دے رہی تھی۔دونوں میں بول چال بند تھی۔نوشی نے کئی بار کوشش کی بات کرنے کی مگر صُوفی خاموشی سے اُسکی بات سنے بغیر گزر جاتی۔۔فون بھی اُس نے بند رکھا ہوا تھا۔نوشین کو دُکھ کے ساتھ ساتھ غصہ بھی آرہا تھا ایک بار تو صُوفشاں اُسکی بات سُن لے۔۔اُسے ایک موقع تو دے۔۔مگر وہ تو یوں لاتعلق بنی ہوئی تھی گویا وہ اُسے جانتی بھی ناہو۔۔۔اور بادیہ۔۔نوشی نے طے کر لیا تھا کہ اب وہ زندگی بھر بادیہ سے کوئی بات نہیں کرے گی۔۔سارا مسئلہ اُس ہی کا پیدا کردہ تھا۔۔صُوفی کا سارا مائنڈ سیٹ اُسنے بنایا تھا۔۔یہی اختلافات کلاس میں گروپ بندی کا باعث بنے۔۔۔کسی کو صُوفی کے ساتھ ہونے والے واقعے کا دُکھ تھا تو کسی کو نوشی کی بے گناہی پر یقین تھا۔۔الیون ایڈیٹس کا "ہم سب" والا اتفاق اب ٹوٹ گیا تھا۔۔نا کوئی شرارت۔۔نا کوئی موج مستی۔۔سب ختم ہو گیا تھا۔سوائے دلوں میں رنجش اور شکووں کے۔۔!

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
اندھیرے شام سے پہلے
نگاہوں میں اُترتے ہیں
چمکتی دھوپ کا منظر۔۔
بہت تاریک لگتا ہے
گھنے پیڑوں کے سائے بھی
زمین سے روٹھ جاتے ہیں
کہ صبح نوبہار ال بھی
خزاں معلوم ہوتی ہے
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کہ حرف و صورت کے رشتے
زبان سے ٹوٹ جاتے ہیں
نا سوچیں ساتھ دیتی ہیں
نا بازو کام کرتے ہیں

رگوں میں لہو بھی
منجمد محسوس ہوتا ہے
چراغ جسم وجاں کی لو
دھواں معلوم ہوتی ہے
مگر جب ایسا ہوتا ہے
تو آنکھوں کے جزیرے ۔۔
سیل غم سے ڈوب جاتے ہیں
شجر ہوتا ہے رستے میں
نا سائے کا نشاں کوئی
زمین رہتی ہے
ناسر پر آسمان کوئی۔۔
شکستہ دل کے خانوں میں ۔۔
بس اک احساس ہوتا ہے
یہ رشتے کیوں بکھرتے ہیں
جو اپنے لوگ ہوتے ہیں
وہ ہم سے کیوں بچھڑتے ہیں

دسمبر کی شام اپنی ٹھنڈی سی چھایا کے ساتھ مورچال پر اُتر رہی تھی۔۔ ڈھلتے سورج کی آخری کرنیں ٹیرس کی دیوار پر پڑ کر ماحول کو افسردہ بنا رہی تھیں یا شاید یہ اُداسی اور افسردگی دل کے موسم سے مشروط تھی۔ دیوار کے ساتھ رکھی کین کی چے ئر پر سوچوں میں گم بیٹھی ضوفی یک ٹک سامنے دیکھتے ہوئے اسی زرد موسم کا حصہ ہی لگ رہی تھی۔۔۔ آہ۔۔ پتہ نہیں عمر اُس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہو گا۔۔ کیا ردِ عمل ہو گا اُس کا جب اُس نے وہ میسیجز پڑھے ہوں گے ۔۔ کیسے برداشت کیا ہو گا۔۔۔ اور پتہ نہیں برداشت کیا بھی ہو گا یا نہیں۔۔ وہ تو بالکل تایا کی طرح ہیں سخت ۔۔۔ جانے اب اُس کا کیا بنے گا۔۔ کیسے صفائی دے گی وہ سب کو۔۔ اور بابا۔۔ آہ۔۔ کتنا ہرٹ ہونگے وہ جب اُسے یہ سب پتہ چلے گا۔۔۔ ذہن منتشر اور دل اُداس۔۔ جانے اُس کا کیا ہونے والا تھا۔ سوچوں میں گم اُسے پتہ ہی نا چلا کب بھابھی آئیں اور اُسکے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

"کیا ہوا ضوفی! کیا سوچ رہی ہو۔۔" اُنھوں نے ضوفی کے گھٹنے پر ہولے سے ہاتھ رکھ دیا۔ ضوفی نے چونک کر اُسے دیکھا۔

"بھابھی آپ۔۔۔" وہ اُن کے ہاتھوں میں اپنے نوٹس دیکھ کر سوالیہ انداز میں دیکھنے لگی۔

''یہ سیڑھیوں تک پھیلے ہوئے تھے۔۔۔مجھے لگا شاید علی لوگوں نے تمھارے روم سے نکالے ہیں مگر پھر نظر تم پر پڑی تو۔۔'' وہ تیز ہوا سے بکھرتی لٹیں اور گرم شال کا اُڑتا آنچل سمیٹنے لگی۔

''اوہ ۔۔ہاں۔۔ میں پڑھ رہی تھی۔۔ہوا سے اُڑ کر بکھر گئے ہوں گے۔۔'' وہ فوراً سیدھی ہوتی اُن کے ہاتھ سے بکھرے نوٹس لینے لگی۔

''ضوفی کیا بات ہے۔۔بتاؤ مجھے۔۔'' بھابھی کو اُس کا انداز بہت ڈسٹرب سا لگ رہا تھا۔ سو پوچھے بنا نا رہ سکیں۔ ضوفی چند پل اُسے دیکھتی رہی پھر سب بتانے کا ارادہ کر لیا۔۔ ظاہر ہے اب بات چھپانے کی حد سے نکل چکی تھی۔۔اب تو فقط طوفان آنے کی دیر تھی۔۔اُس کا انجام آ پہنچا تھا۔۔ تو کم از کم کسی کو تو اُسکی بے گناہی کا یقین ہونا چاہیے تھا اور بھابھی۔۔ وہ جانتی تھی کہ کم از کم بھابھی سے شئیر کرنے کے بعد اُس کا بوجھ قدرے ہلکا ہو جائے گا ۔۔!

''بھابھی ۔۔اب آپ بتائیں میرا کیا قصور ہے۔۔؟'' آخر میں روتے ہوئے وہ اُن کی گود میں سر رکھنے لگی۔ بھابھی ساری بات سن کر حیران سی رہ گئی۔ بھلا نوشین ایسا کیسے کر سکتی تھی اُسکی ضوفی کے ساتھ۔۔۔ ضوفی تو سب کا اچھا چاہنے والی تھی پھر ۔۔۔ کمپیٹیشن اُسے اِس حد تک لے جائے گا کہ وہ اچھائی اور برائی میں تمیز بھی بھول جائے گی۔۔

''اچھا تم رو مت۔۔میں بات کرتی ہوں عمر سے۔۔وہ۔۔۔''

''نہیں بھابھی آپ پلیز کچھ نہیں کہیں گی ابھی۔۔۔ جب تک وہ مجھ سے خود کچھ نہیں پوچھ لیتے میں ابھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔۔اس طرح میری پوزیشن مزید کمزور سی ہو جائے گی۔۔''

''پاگل ہو گئی ہو ضوفشاں!۔۔ اس میں پوزیشن کی کیا بات ہے۔۔یہ بات خاموش رہنے والی نہیں ہے مجھے بات کرنے دو۔۔اس طرح تو رشتوں میں غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔۔'' بھابھی نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

''نہیں بھابھی پلیز۔۔۔ابھی کچھ نہیں۔۔جب وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔۔ابھی نہیں پلیز۔۔'' اُن کی گود سے سر اُٹھاتے وہ عجیب التجائیہ انداز میں بولی یوں جانے کیوں بھابھی کو اُس پر بہت ترس آیا۔۔۔ ہر

وقت ہنسنے والی ضوفی کیسے مُرجھا سی گئی تھی۔

''او۔کے۔۔نہیں کرتی ابھی بات۔۔لیکن تم اتنا خیال رکھو۔۔دیکھو کیسی حالت ہو گئی ہے۔۔پاگل کچھ نہیں ہو گا۔۔میں ہوں ناں۔'' وہ تسلی آمیز انداز میں بولیں۔

ضوفی کا دل بھر آیا۔

''بھابھی! بابا کیا سوچیں گے اگر۔۔''

''اوہو کچھ نہیں سوچیں گے۔۔اور یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔۔آج کل کے دور میں یہ عام سی بات ہے۔۔اور پھر ہم سب کو اپنی ضوفی پر اعتبار ہے خود سے زیادہ۔۔اور جہاں تک عمر کی بات ہے تو ڈیئر وہ میرا بھائی ہے۔۔وہ بھی تمھیں اُتنا ہی جانتا ہے جتنا میں۔۔۔سو ٹینشن مت لو۔۔اب چلو نیچے ٹھنڈ زیادہ ہو رہی ہے یہاں۔۔'' وہ آخر میں اُٹھتے ہوئے اُسے بھی اُٹھانے لگیں۔۔ضوفی کا دل قدرے مطمئن ہوا۔۔۔شکر کوئی تو ہے جو سب جاننے کے بعد بھی اُس پر اعتبار کر رہا ہے۔۔یہ احساس ہی کافی تھا آج کی رات سکون سے سونے کے لئے۔۔۔!

***

یہ تم سے کہہ دیا کس نے۔۔!
کہ تم بن رہ نہیں سکتے۔۔
یہ دُکھ ہم سہہ نہیں سکتے۔۔
چلو ہم مان لیتے ہیں۔۔
کہ تم بن ہم بہت روئے۔۔
کئی راتیں نہیں سوئے۔۔
مگر افسوس ہے جاناں۔۔!
کہ اب تم جو لوٹو گے
ہمیں تبدیل پاؤ گے۔۔
بہت مایوس ہو گے تم
اگر تم پوچھنا چاہو۔۔
کہ ایسا کیوں کیا ہم نے۔۔
تو سُن لو غور سے جاناں۔۔
پرانی اک روایت تنگ آ کر۔۔
توڑ دی ہم نے۔۔۔!!
محبت چھوڑ دی ہم نے۔۔۔!!

''زرین۔۔عفان بھائی تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔۔پلیز ایک منٹ اُن کی کال تو ریسیو کر

لو۔۔" ظلے کوئی چوتھی بار آئی اُس کے پاس آئی تھی ۔۔۔باوجود اِس کے کہ سلمیٰ بیگم کا رویہ بہت روکھا سا تھا۔۔مگر وہ آئی تھی زرین کے پاس۔۔بھائی کے لئے۔۔اُس کی محبت کے لئے۔۔مگر زرین اب پتھر کی ہو چکی تھی۔۔وہ اگر عفان سے محبت کرتی تھی تو باپ کی عزت بھی پیاری تھی۔۔۔باپ کی زبان کا بھی اُسے پاس تھا۔۔اور عفان۔۔۔اُس کا کیا تھا اُسے تو اُس نے ہمیشہ کے لئے اپنے دل میں دفن کر دیا تھا۔۔کتنا ساحر تھا وہ۔۔زندگی سے نکلتے نکلتے بھی دل میں اپنی جگہ پر قابض تھا۔۔

"ظلے ۔۔!زرین مر چکی ہے۔۔اور مرے ہوئے لوگوں کے لئے دُعا کیا کرتے ہیں۔۔اُس سے کہو میرے لئے دُعا کرے بس۔۔" عجیب سرد سا تھا اُس کا لہجہ۔۔اُس کا انداز۔۔کبھی سوچا بھی نا تھا کہ وہ کبھی کسی اور کے لئے بنے گی سنورے گی۔۔وہ تو خود کو عفان کی امانت سمجھا کرتی تھی مگر۔۔وقت۔۔آہ ۔۔کیسے کیسے رنگ بدلتا ہے۔۔ایک وہ دن تھا جب اُس نے عفان کو ہزاروں بار پُکارا تھا۔۔۔اُسے اِس دن کے آنے کے خدشے دیے تھے۔۔تب تو وہ غرور کے منہ زور گھوڑے پر سوار تھا۔۔تب وہ خود پسندی کے گھمنڈ میں تھا۔یا شاید اُس نے بھی اُس کی طرح سوچا ہی نہیں تھا کہ زرین کسی اور کی بھی ہو سکتی ہے۔۔شاید وہ بھی زرین کو صرف اپنی امانت۔۔اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔

"پلیز ایک بار تو اُن کی بات سُن لو۔۔۔صرف ایک بار۔" التجائیں کرتی وہ آخر میں رو پڑی۔اور زرین بس یک ٹک پتھر آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہی۔

"پلیز زری۔۔پلیز ایک بار مل لو۔۔" وہ اب باقاعدہ ہاتھ جوڑ رہی تھی۔مگر چھپ چھاپ اُس کا ہاتھ تھامتی زرین اب کیا کہتی کہ وہ ملنا ہی تو نہیں چاہتی۔۔اُس سے مل کر کمزور ہونا ہی تو نہیں چاہتی۔۔۔وہ جانتی تھی کہ ایک بار اگر وہ سامنے آیا تو اُس کا سختی کا یہ خول چٹخ جائے گا۔۔وہ باپ کی عزت۔۔بھائیوں کا مان بھول جائے گی اور۔۔۔اور روایت ہار جائے گی۔۔محبت جیت جائے گی۔۔وہ ایسا ہی تو نہیں چاہتی تھی۔۔آج شام کو اُس کا راشد کے ساتھ نکاح تھا۔۔۔جس کے تصور سے بھی کل تک اُسے کراہیت آتی تھی۔۔مگر آج اُس کے نام

کی مہندی لگائی بیٹھی تھی۔۔دل مار کے۔۔۔محبت کا گلا گھونٹ کر۔۔صرف روایت زندہ رکھنے کے لئے۔۔صرف باپ کی عزت کے لئے۔۔۔ صحیح کہا ہے کسی نے کہ بے شک محبت قیمتی ہوتی ہے مگر عزت انمول ہوتی ہے۔ رشتے انمول ہوتے ہیں۔۔۔اور وہ فقط ایک قیمتی چیز کے لئے انمول چیزوں کا سودا نہیں کر سکتی تھی۔۔دُنیا میں محبت سب کچھ نہیں ہوا کرتی ناں۔۔۔یہاں رہنے کے لئے محبت کی نہیں دنیا داری کی ضرورت پڑتی ہے۔۔اور دنیاداری اور محبت کی تو ازل سے جنگ رہی ہے۔۔اور ہار ہمیشہ محبت کی ہوتی ہے۔۔کیونکہ محبت ہار کر جیتنے پر یقین رکھتی ہے۔۔۔زرین کیا اِس دُنیا سے انوکھی تھی کہ اُس کی محبت جیت جاتی۔۔۔اُس نے بھی محبت ہار کر دُنیا جیتنی تھی مگر۔۔۔۔۔کیا وہ رہ پائے گی عفان کے سوا۔۔ یہ بات وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔۔یہی سوچ ہی تو سوہانِ روح تھی۔۔اُس کے ساتھ زندگی نے کیوں یہ کھیل کھیلا تھا۔۔۔اُس کا کیا قصور تھا۔۔اگر وہ دل میں تھا تو قسمت میں کیوں نہیں تھا۔۔مگر وہ پگلی یہ نہیں جانتی تھی کہ جہاں محبت ہو وہاں قسمت کب ساتھ دیتی ہے۔۔یہ تو چھوڑ دیتی ہے سسکنے کے لئے اور تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے۔۔۔کون کہتا ہے۔۔محبت مار دیتی ہے۔۔محبت تو جینا سکھاتی ہے۔۔مارتی تو قسمت ہے۔۔جیسے زرین کو مار رہی تھی بے موت۔۔تڑپا تڑپا کر۔۔۔!

اے قسمت !
تو مجھے کہاں رکھ کر بھول گئی۔
میلے کپڑوں کی گٹھڑی میں۔
برتنوں کی الماری میں۔۔
قد سے اونچے شیلف میں۔۔
مقفل دراز میں۔۔
یا پھر کسی دل کے دور دراز گوشے میں۔۔
اے قسمت !
کچھ یاد کر ۔۔!
تو نے مجھے کہاں ڈالا تھا۔۔؟
اچار کے مرتبان میں۔۔
مرچوں کے ڈبے میں۔۔
ماچس کی ڈبیا میں۔۔
یا کسی کے سیگریٹ کیس میں۔۔

"زرین پلیز۔۔ایک بار بات سُن لو۔۔۔وہ مر جائے گا۔۔زری وہ مر جائے گا۔۔" ظلے کی باقاعدہ ہچکیاں بندھ گئیں تھیں۔۔

"کچھ نہیں ہو گا اُسے۔۔مجھ سے زیادہ کم ہمت وہ بھی نہیں ہو گا ظلے۔۔۔دیکھو میں زندہ ہوں جانے کیسے۔۔ کب تک۔۔۔!" پتھرائی خشک آنکھیں سے یک ٹک سامنے دیکھتی وہ عجیب سے انداز میں بڑبڑا رہی تھی۔۔۔ہونٹ جانے ہلے بھی تھے یا نہیں۔۔ظلے نے اُسے بغور دیکھا۔۔وہ رو نہیں رہی تھی۔۔بس ایک بے بس سا آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر اُس کی گود میں آ گر تھا۔۔۔وہ رو تو نہیں رہی تھی۔۔۔وہ تو بس سامنے دیکھتی جا رہی تھی۔یک ٹک۔۔کسی پتھر کی مورت کی مانند۔۔!

اے قسمت!

یاد کر!

تو نے مجھے پھینک تو نہیں دیا تھا۔۔؟

چولہے کی راکھ میں۔۔

یا پھر۔۔!

کسی کے پیروں کی خاک میں۔۔!!

اے قسمت۔۔! ذرا یاد کر ۔۔۔!

***

اُسے کہنا سدا موسم بہاروں کے نہیں رہتے

سبھی پتے بکھر جاتے ہیں وقت جب رقص کرتا ہے۔۔

"بھا۔۔۔ئی۔۔۔سس۔۔۔س۔۔۔سجاد چچا نے۔۔۔زری کا رشتہ راشد سے طے کر دیا۔۔" ظلے ہمارو تے ہوئے ہچکیوں کے درمیان بتا رہی تھی۔۔اور وہ ۔۔۔وہ تو بالکل ساکت رہ گیا تھا۔۔ظلے کیا کہہ رہی تھی۔۔۔وہ سمجھتے ہوئے بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔وہ بھلا کیوں سمجھتا اس بات کو۔ زرین سجاد تو اُسکی تھی۔۔اُسکی امانت۔۔اُسکی منگیتر۔۔۔بیشک وہ اُسے بس عام سے لگتی تھی۔۔۔ مگر اُسکے دور ہونے کی اطلاع کیسے تکلیف دہ تھی۔۔۔یوں جیسے دھڑکن رُک گئی ہو۔۔۔بھلا وہ کیسے دور ہو سکتی تھی اُس سے۔۔وہ تو اُسکی بچپن کی منگیتر تھی۔۔سجاد چچا بھلا ایسا کیسے کر سکتے تھے۔۔۔اُسکے ہوتے ہوئے بھی۔۔۔بھلا ایسا ممکن بھی کیوں تھا۔۔۔زرین تو اُسکی تھی۔۔۔صرف اُسکی۔۔وہ تو مجھ سے محبت کرتی تھی۔۔۔بے پناہ محبت۔۔۔پھر کیسے۔۔اور وہ خود۔۔وہ محبت نہیں کرتا

تھا۔۔مگر پھر بھی وہ زرین کو کسی اور کا ہوتا ہوا کیسے دیکھ سکتا تھا۔۔۔یہ تو نا ممکن تھا کہ اُسکے جیتے جی زرین کی طرف کسی نے آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھتا۔۔وہ غصہ ہوا تھا۔۔یا اندرونی بے بسی کو وہ غصے کے لبادے میں چھپا رہا تھا۔۔۔اُسے کیا ہو رہا تھا۔۔وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔۔ وہ بے حد عام سی لڑکی ایک دم سے کیسے اتنی خاص ہو گئی تھی اُسکے لئے کہ اُس سے دوری کا احساس ہی اُسے کند چھرے سے ذبح کر رہا تھا۔۔۔اُس نے طے کر لیا تھا واپس جانے کا۔۔۔سب کام چھوڑ چھاڑ کر واپس جانے کا۔۔اپنی خوشیاں بچانے کے لئے۔۔زرین کے سارے خواب تعبیر کرنے کے لئے۔۔اُسے جانا تھا۔۔بھاڑ میں گیا ایسا کام۔۔جو اُسے اُسکی زندگی سے دور کر دے۔۔اُسے سجاد چچا پر غصہ آ رہا تھا۔۔۔آخر ایسی بھی کیا جلدی تھی۔۔۔کون سا اُسکی بیٹی نے گھر پر رہ جانا تھا۔۔۔کم از کم اُسکے آنے کا تو انتظار کرتے وہ مگر۔۔۔۔اُسے خود پر بھی غصہ تھا۔۔۔کم از کم آنے سے پہلے ہی بات کر لیتے مگر اُس وقت تو وہ جانے کس زعم میں تھا۔۔۔اب جب سب کچھ ہاتھ سے پھسلتا جا رہا تھا تو اُسے اہمیت کا احساس

ہوا۔۔۔اُس نے تفصیلات جاننے کی کوشش ہی نہیں تھی ظلے ہما سے۔۔ اُسے تو یہ خبر ہی دہلا گئی تھی۔۔۔یہاں جس جگہ اُس نے ٹھیکہ لے رکھا تھا ۔۔وہاں سگنلز نا ہونے کے برابر تھے۔۔اس لئے کسی سے کوئی رابطہ نا ہو سکا۔۔۔آج بھی وہ اگر ٹروب سائیڈ پر آ کر گھر بات نا کرتا تو جانے کیا سے کیا ہو جاتا اور اُسے پتہ بھی نا چلتا۔۔مگر ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا تھا۔۔ وہ سب سنبھال لے گا۔۔وہ جیسے خود کو تسلی دے رہا تھا۔۔۔تیز ڈرائیونگ کرتے جیسے زندگی ہاتھوں سے پھسل رہی تھی۔۔آنکھوں کے سامنے بار بار زرین کا چہرہ آ رہا تھا۔۔دل جیسے کوئی مٹھی میں لے کر مسل رہا تھا۔۔۔وہ شدید تکلیف سے دوچار جانے کیوں اپنے آپ پر غصہ تھا۔۔انتہائی رش ڈرائیونگ کرتے وہ کہیں بار ایکسیڈنٹ کرتے کرتے بچا۔تیزی سے جیپ دوڑاتے وہ اگلے آٹھ گھنٹوں میں ڈی۔آئی۔خان پہنچا۔۔گھر آ کر جو صورت الحال پتہ چلی۔۔وہ انتہائی افسوس ناک تھی۔۔وہ جو زرین اور سجاد چچا کو کوس رہا تھا۔۔حقیقت جاننے کے بعد وہ حقیقی معنوں میں بے موت مر رہا تھا۔

میں تمھیں چاہتا نہیں لیکن۔۔
پھر بھی جب تم پاس نہیں ہوتیں۔
خود کو اُداس پاتا ہوں۔۔
گُم اپنے حواس پاتا ہوں۔۔
جانے کیا دھن سمائی رہتی ہے۔۔
خاموشی روح پر چھائی رہتی ہے
دل سے بھی گفتگو نہیں ہوتی۔۔
میں تمھیں چاہتا نہیں لیکن۔۔
پھر بھی جب تم اُداس رہتی ہو
میرا دل ڈوب ڈوب جاتا ہے
میرے خوابوں میں اور خیالوں میں ۔۔

ہمارا پہلا انٹرنیشنل انتخاب جس میں پاکستان کے علاوہ ،امریکہ ،نیپال ،سعودی عرب دوبئی کے لوگ شامل ہوئے ہیں ابھی ہماری یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں

قیمت 300 بمعہ ڈاک خرچ

انشاءاللہ داستان دل ڈائجسٹ کی ٹیم اپنی پہلی کامیابی کے بعد اب دوسرا انتخاب شاعری اور افسانوں کا مارکیٹ میں لا رہا ہے بہت جلد اگر آپ شامل ہونا چاہتے ہیں تو جلد سے جلد رابطہ کریں انشاءاللہ پاکستان سے باہر کے ممالک کی مارکیٹ کی زینت بھی بنے گی اس میں شاعری اور افسانے فری شامل کیے جائیں گے شامل ہونے والے ممبر کو صرف کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ دینا ہوگا۔ ایسا موقع پہلی بار فراہم کیا جا رہا ہے جس میں ہر ممالک کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں اور ہر ممالک میں کتاب بھی حاصل کر سکتے ہیں شکریہ

اُس نے اپنی تمام کوششیں سرف کر لیں مگر سب بے کار تھا۔۔ سجاد چچا کی منت سماجت کی۔۔خطے کے ذریعے زرین کو پیغامات بھیجے ۔۔۔مگر سب بے کار۔۔۔ وہ ایک بار ملنا چاہتا تھا زرین سے۔۔۔وہ جانتا تھا کہ وہ اُسے منا لے گا۔۔سب پہلے کی طرح ہو جائے گا۔۔ مگر زرین تو بدل گئی تھی۔۔وہ تو پتھر کی ہو گئی تھی۔۔عفان کا دل ہر بار اُسکے انکار پر نئے سرے سے ٹوٹ جاتا تھا۔۔اب اس نئی اطلاع پر اُس کی برداشت جواب دے گئی۔۔ بھلا زرین اور راشد کا کیسے ہو سکتا ہے نکاح۔۔زرین اُس کے علاوہ بھلا کیسے کسی اور کی ہو سکتی تھی۔۔۔وہ چیخا تھا۔۔چلایا تھا۔۔احتجاج کیا تھا۔۔ مگر باپ کے سامنے ایک نا چلی تو مجبور گھر چھوڑ کر چلا گیا۔۔کم از کم وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اُسے کسی اور کا ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

***

اک حرف تسلی کا۔۔۔اک لفظ محبت کا۔۔
خود اپنے لئے اُس نے لکھا۔۔ تو بہت رویا۔
پہلے بھی شکستوں پر کھائی تھی شکست اُس نے
لیکن جو تیرے ہاتھوں ہارا ۔۔تو بہت رویا۔۔!!

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Whatapp:

0322-5494228

Office Adrass:

Chak No:79/5.L sahiwal

عکس تیرا ہی جھلملاتا ہے۔۔

میں تمھیں چاہتا نہیں لیکن۔۔
میری سوچوں میں۔۔سب خیالوں میں
ساری باتوں میں۔۔سارے حوالوں میں
ذکر تیرا ہی جاری رہتا ہے۔۔
اک نشہ روح پر طاری رہتا ہے
میں تمھیں چاہتا نہیں لیکن۔۔!!

اوائل دسمبر کی وہ سرد اور اُداس سی شام تھی۔۔جب سدا کے ہلا گلا پسند کرنے والے الیون ایڈیٹس پہلی بار بے دلی سے کسی فنکشن میں جا رہے تھے۔۔۔کسی مجبوری کے تحت۔۔شاید زرین کو مورل سپورٹ دینے کے لئے۔۔آج اُن کی ایڈیٹ سی دوست محبت ہار کر۔۔دل ہار کر کس اور کے نام ہونے جا رہی تھی۔۔۔شاکنگ پنک اور سکن کلر کے بھاری لہنگے میں ملبوس اپنی بربادی پر شکوہ کناں، زرین کا سوگوار حُسن اس اُداس شام کا ایک حصہ لگ رہا تھا۔ضوفی اور نوشی کے درمیان سرد جنگ ابھی بھی جاری وساری تھی ۔۔مگر صرف زرین کی مورل سپورٹ کے لئے وہ دونوں بھی اس فنکشن میں شامل تھے۔۔۔ایک دوسرے کی طرف دیکھے بغیر وہ الگ الگ افسردہ سے بیٹھے تھے۔۔

" زرین سجاد بنتِ سجاد کیا آپ کو راشد سلیم ولد محمد سلیم دو لاکھ سکہ رائج الوقت نکاح میں قبول ہے۔۔؟" نکاح خواں کی آواز اُسے صُور اسرافیل کی طرح لگ رہی تھی۔۔اندر تک چیرتی ہوئی۔۔زخمی کرتی ہوئی۔۔ وہ سسک اُٹھی۔ کسی نے اُس کے کندھوں پر دباؤ بڑھایا۔۔وہ جان کنی کے احساس سے گزرتی بمشکل خود کو سنبھالنے لگی۔ "قبول ہے۔۔قبول ہے۔۔قبول ہے۔۔" اس سے پہلے کہ نکاح خواں پھر سے وہ جملہ دوہراتا۔۔اُس نے آنسوؤں کا راستہ روک کر ایک ساتھ کہا۔۔وہ دوبارہ اس نام کو۔۔اِس جملے کو سننا بھی نہیں چاہتی تھی۔۔اِس اذیت سے بچنے کے لئے اُس نے عالم ضبط سے گزر کر ایک ہی بار میں کہا۔۔۔وہ کس پُل صراط سے گزر رہی تھی اِس سے بے خبر لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ لڑکی کی بے باکی پر چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں۔۔۔اور دور کھڑے وہ سب ضبط کرتے ۔۔آگے بڑھنے اور زرین کے پاس جانے کی ہمت نہیں کر پا رہے تھے۔ نم آنکھوں سے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے وہ نظریں چراتے ۔۔۔ایک دوسرے کے طرف دیکھنے سے گریزاں تھے۔ جانتے تھے کہ کسی ایک کے آنسو دیکھ کر بھی پھر سب نے پھٹ پڑنا تھا۔

"بیٹا۔۔یہاں کیوں کھڑے ہو۔۔آؤ اِدھر۔۔۔ ہنسو گاؤ۔مزے کرو۔۔۔وہ دیکھو سب کتنے مزے کر

رہے ہیں۔۔" سلمیٰ آنٹی سب کو اُداس کھڑے دیکھ کر پاس آئیں۔سب کے چہرے اُترے ہوئے تھے۔۔ سلمیٰ بیگم اِس انہونی دوستی پر حیران تھی۔وہ سادہ لوح سے خاتون اب کیا جانتی تھیں دوستی کے رنگ۔۔اور اِس کے تقاضے۔۔کوئی دوست رو رہا ہو۔۔ بھلا آپ کیسے انجوائے کر سکتے ہو۔۔کیسے ہنس سکتے ہو۔۔!

"آنٹی آج تو ہنسا ہی نہیں جا رہا۔۔" ہر وقت چھوٹی چھوٹی باتوں پر بے تحاشہ ہنسنے اور ہنسانے والے والی ضوفی کی بات نے بے ساختہ سب کو رولا دیا۔۔واقعی آج تو ہنسا بھی نہیں جا رہا تھا باوجود کوشش کے۔

"اچھا بس رو نہیں۔۔جاؤ زرین کے پاس بیٹھو۔۔" آنٹی گیلی آواز میں کہتیں آگے بڑھیں۔۔ان شوخ مزاج دوستوں کو وہ اچھی طرح سے جانتی تھی۔اور اُن کی اُداسی کی وجہ سے بھی بخوبی آگاہ تھی۔۔مگر قسمت کے کھیل ۔۔جو اُس کو منظور۔۔!وہ سب آنسو پونچھتے۔۔ایک دوسرے سے نظریں چُراتے آگے بڑھے۔۔جہاں زرین سر جھکائے بیٹھی بے خیالی میں اپنے درد کو دل میں دفن کیے کلائی میں پڑے گجروں کے پھول نوچ رہی تھی۔۔موتیے اور گلابوں کی خوشبو چار سُوں پھیلی ہوئی تھی۔ضوفی نے دھیرے سے آگے بڑھ کر اُس کا چہرہ اُوپر کیا اور اُس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اُسکا ہاتھ تھام لیا۔آنکھیں نم تھیں اور ہونٹ لرز رہے تھے ۔ بہت ہمت کر کے اُس نے اُسے پُکارا۔

" زری۔۔!" آواز جانے کیوں گھٹ رہی تھی۔

" زری۔!مبارک ہو۔۔۔جانے کس دل سے اُس نے مبارک باد دی تھی۔۔زرین نے بس ایک خاموش اور زخمی نظر اُس پر ڈالی۔

ان نظروں میں کیا تھا۔۔۔وہ مفہوم سمجھ کر برداشت نا کر سکی اسلئے اُٹھ کر ایک سائیڈ پر ہو گئی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

وہ سب رو رہے تھے۔۔ہنستے مسکراتے الیون ایڈیٹس آج رو رہے تھے۔۔اپنی دوست کے لئے ۔۔اُسکی بربادی پر۔۔۔اور زرین۔۔۔اُس کا دل چیخ رہا تھا۔۔رو رہا تھا مگر وہ خاموش تھی۔۔لب سیے بالکل بے حس۔ یوں جیسے وہ مردہ وجود ہو۔۔۔ہاں وہ تو مر چکی تھی اندر سے۔۔ اب تو فقط سانسوں نے رُکنا تھا۔۔۔فقط

دل کی دھڑکن نے ساکن ہونا تھا۔۔ باقی تو وہ مر چکی تھی۔۔!!

سنو کیسے پڑھتے ہیں جنازہ اُن لوگوں کا۔۔۔

وہ لوگ جو اندر سے مر جاتے ہیں۔۔!!

***

اگلی صبح وہ بے دلی سے کالج کے لئے تیار ہوئی۔۔ سر فخر کی کلاس نا ہوتی تو وہ کبھی بھی نا جاتی۔۔ مگر وہ کبھی سر فخر کی کلاس مس نہیں کرتی تھی۔۔ وہ خود بھی ریگولر تھے اور اُنھیں اسٹوڈنٹس بھی ریگولر چاہیے تھے۔۔ ضوفی جو ہر ٹیچر کی کلاس سے بھاگتی تھی۔۔۔ سر فخر اور میم مرینہ کی کلاس میں دو منٹ لیٹ بھی نہیں ہونا چاہتی تھی۔۔ دونوں کے پڑھانے کا انداز ایسے ہوتا کہ بے ساختہ پڑھتے رہنے کو دل کرتا تھا۔۔۔ اُسے یاد ہے جب لاسٹ سمسٹر میں مڈ ٹرم ایگزیمز ہو رہے تھے۔۔ لاسٹ پیپر دے کر وہ باہر آئی تو اُسے ہلکا ٹمپریچر فیل ہو رہا تھا۔۔۔ جو گھر آتے آتے کافی تیز ہو گیا تھا۔۔ اگلے دن چونکہ سر فخر کی کوئی کلاس نہیں تھی سو وہ آرام سے سوئی رہی۔۔ (مڈ ٹرم کے بعد چھٹیاں نہیں ہوتیں۔ اگلے ہی دن سے پھر کلاسز ہوتی ہیں)۔ مگر سر رضوان لیو پر تھے تو سر فخر نے اُن کی کلاس لے لی۔۔ جتنا افسوس ضوفی کو ہو رہا تھا۔۔ اُس سے دوگنا سر فخر کو ہو رہا تھا اُسکی غیر حاضری کا۔۔۔ اگلے دن وہ کہیں بار کہتے رہے کہ " ضوفشاں کل آپ نے بہت ایمپارٹنٹ کلاس مس کر دی۔"۔ اور آخر میں اُسے کسی فری پریڈ میں آکر سمجھنے کی آفر بھی کی۔۔ کتنے نائس اور اپنے پیشے سے مخلص تھے وہ۔۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ " میں ہر اسٹوڈنٹس پر سر نہیں کھپاتا۔ مگر جو میرے اچھے اسٹوڈنٹس ہوں۔۔ میں اُن کے دماغ میں اپنا علم اُنڈیل دینا چاہتا ہوں۔ ۔اور ضوفشاں حیدر آپ میرے اُن اچھے اسٹوڈنٹس میں سے ایک ہیں"۔۔۔ کتنے اچھے لگتے تھے سر کے یہ الفاظ۔۔ اُدھیڑ عمر کے وہ باوقار سے سر اُسے دل سے عزیز تھے۔۔۔ بالکل کسی مشفق باپ کی طرح۔۔! آج بھی اُسکی طبیعت ناساز تھی۔۔ کل رات زرین کے فنکشن سے آنے کے بعد سے وہ بہت افسردہ تھی ۔۔ ساری رات زرین کے بارے میں سوچ سوچ کر روتی رہی ۔۔ نتیجتاً صبح اُس کا سر درد سے پھٹا جا رہا

تھا۔۔ مگر اُس نے جانا تھا کالج۔۔۔وہ کسی بھی صورت سر فخر کی کلاس نہیں چھوڑ سکتی تھی۔۔۔بے دلی سے بال بناتے وہ آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔۔رات بھر رونے کی وجہ سے آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔۔

"ضوفی !پہلے آکر ناشتہ کر لو۔۔پھر ٹیبلٹ لے لینا۔۔" بھابھی نے اُسکے روم میں آکر کہا۔۔ مگر اُسکا کسی چیز کا دل نہیں کر رہا تھا۔۔بس سوئے رہنے کا دل تھا۔۔اور بس روتے رہنے کا۔۔۔جانے زرین کیسی ہوگی۔۔کس حال میں ہوگی۔۔اُس نے کچھ کھایا بھی ہوگا یا نہیں۔۔وہ بس یہی سوچتے رہنا چاہتی تھی۔۔ناشتا اور ٹیبلٹ جوں کی توں چھوڑ کر وہ بے دلی سے بیگ اُٹھا کر باہر آگئی۔

"کس کے ساتھ جارہی ہو کالج۔۔؟" وہ ابھی گیٹ کے قریب ہی آئی تھی جب پیچھے سے عمر کی آواز آئی۔۔اُس نے مڑ کر دیکھا تو اُسکے تاثرات دیکھ کر جانے کیوں 'دھک' سے رہ گئی۔

"ت۔۔ت۔ تیمور چلا گیا۔۔۔تو۔۔اکیلی۔۔" وہ چور نا ہو کر بھی جانے کیوں چور بن گئی۔اگلے کے تاثرات ہی ایسے تھے۔

"اکیلے جانے کی ضرورت نہیں۔۔چلو چھوڑ آتا ہوں۔۔" وہ ساتھ کھڑی بائیک اسٹارٹ کر کے بولا۔۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھ گئی۔،، آنسو جانے کیوں نکل آئے تھے۔ یعنی وہ اُس کی نظروں میں اب مشکوک تھی۔۔۔وہ اب پہلے کی طرح اُس پر ٹرسٹ نہیں کرے گا۔۔وہ شک کرنے لگا تھا اُس پر۔۔وہ پاکیزہ ہو کر بھی داغدار ہو گئی تھی۔۔صرف اور صرف نوشی کی وجہ سے۔۔۔ وہ مسلسل روتے ہوئے سوچتی رہی۔پھر جانے کیا سوجھی کہ ایک دم سے اُس کا شانہ زور زور سے ہلانے لگی۔

"سنو۔۔مجھے کالج نہیں جانا۔۔مجھے گھر لے چلو پلیز۔۔" وہ بمشکل آنسو پیتے ہوئے بولی۔۔وہ پہلے تو حیران ہوا پھر کچھ بھی رد عمل ظاہر کیے بغیر سامنے دیکھتے ہوئے بائیک چلانے لگا۔۔یعنی اپنی ہی کرنی تھی۔۔وہ زچ ہوئی۔یہ مرد بھی ناں۔۔۔بہت ظالم ہوتے ہیں۔۔ کبھی عورت کے احساسات جان ہی نہیں سکتے۔۔جانے کیوں وہ اتنی سی بات پر اُداس ہونے لگی تھی۔۔کیا زرین کی وجہ سے۔۔۔یا پھر۔۔۔؟کالج گیٹ پر اُسے اُتار کر وہ جانے والا ہی تھا

جب جانے اُسے کیا سوجھی ۔اور آگے بڑھ آئی۔
"واپسی پر تیمور کو بھیج دینا۔۔ورنہ میں خود آجاؤں گی" وہ یہ کہہ کر جانے کیاباور کراناچاہتی تھی مگر اگلے کی آنکھیں اُسے زیادہ دیر برداشت نا ہوئیں۔ جانے کیوں ساری دُنیا کو تگنی کا ناچ نچانے والی ضوفی کی سٹی اس سڑیل شخص کے سامنے گم ہو جاتی تھی۔
"مطلب آپ کو کام ہو گاناں۔۔" فوراسے پہلے اپنے بیان میں اضافہ کیا۔۔مگر اُسکی گھوری برقرار تھی۔
"سب جانتاہوں۔۔" دو تین لفظوں میں بات سمیٹ کر اُس نے بائیک اسٹارٹ کی اور ضوفی۔۔۔ وہ 'دھک' سے رہ گئی۔یعنی وہ واقعی اُس پر شک کرتاہے۔۔۔دل کسی خزاں رسید پتے کی مانند انہونی کے ڈر سے لرزتا رہا۔یہ جانے بغیر کہ جاتے ہوئے اُس شخص کی مسکراہٹ کتنی گہری تھی۔۔۔اُسکی آخری بات کا لطف لیتی ہوئی۔۔!!

***

اوکھے پینڈے لمیاں نے راواں عشق دی یاں
درد جگر۔۔۔۔سخت سزاواں عشق دی یاں

اوکھے پینڈے لمیاں نے راواں عشق دی یاں
درد جگر۔۔۔۔سخت سزاواں عشق دی یاں
اللہ۔۔۔ہُوووووووووووووووووووووووو
اللہ ہُو اللہ۔۔۔۔اللہ ہُو اللہ ۔۔اللہ ہُوووو

رات کا پہلا پہر ختم ہونے کو تھا۔۔ دور فضاؤں میں سائیں ظہور کی آواز رات کا سکوت توڑ رہی تھی۔۔۔ حویلی کے پچھلے صحن سے ملحقہ سیڑھیوں پر بیٹھی ۔۔دونوں بازروں کو گھٹنوں کے گرد لپیٹے وہ پلک جھپکے بغیر چاند کو دیکھتی وہ سائیں ظہور کی آواز کو اپنے اندر اُتارنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جانے کون منچلا تھا جو رات کے اس پہر اتنی اونچی آواز میں کلام سن رہا تھا۔۔۔شاید اُسکی طرح محبت کا مارا۔۔۔عشق کا سودائی۔۔شاید اُس کے غم میں اسکے ساتھ غائبانہ شریک۔۔

اللہ۔۔۔ہُوووووووووووووووووووووووو
اللہ ہُو اللہ۔۔۔۔اللہ ہُو اللہ ۔۔اللہ ہُوووو
حق ۔۔اللہ ہُو اللہ۔۔۔۔اللہ ہُو اللہ ۔۔اللہ ہُوووو
ہُووووووووووووووووووووووووووووووووووو

اوپر نیلے گگن پر تاروں کے جھرمٹ میں بارہ تاریخ کا

چاند اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔۔وہ اپنی بے چین نگاہیں چاند پر مرکوز کیے جانے کن سوچوں میں اُلجھی ہولے ہولے لرز رہی تھی۔۔۔ ٹھنڈی ہوا کی سرسراہٹ اور سائیں ظہور کی آواز جادو جگاتی ۔۔اُسکی روح کو عجیب سا سرور بخش رہی تھی۔ ۔۔کتنا درد تھا اُسکی آواز میں۔۔۔ عجیب اذیت اور بے چینی تھی۔۔ جس میں لذت بھی تھی اور درد بھی ۔۔ایک وجد سا اُس پر طاری ہو رہا تھا۔۔۔وہ خود فراموشی کی کیفیت سے گزر رہی تھی۔۔!!

سجناں بھاجوں ذات صفاتاں ۔۔ عشق دی یاں
وکھری کھلی۔۔دن تے راتاں عشق دی یاں
اے چودہ طبقاں اندر تھاواں۔ عشق دی یاں
اوکھے پینڈے لمیاں راواں عشق دی یاں

۔۔۔اور دل جیسے کوئی مٹھی میں لے کر مسل رہا تھا۔۔۔اوپر آسمان پر جگمگ کرتا چاند پوری کائنات کو اپنی ٹھنڈی روشنی میں نہلا رہا تھا۔۔اور وہ اُداس اور کومل سی لڑکی آنسو بہاتے جیسے چاند سے اپنا درد بیان کر رہی تھی۔۔۔چاند کو بغور دیکھتی جانے کیوں اُسے چاند بھی اُدھورا ادھورا سا لگ رہا تھا۔۔۔شاید اُس کے اندر کی اُداسی اور ادھورا پن کا احساس ہی تھا کہ اُسے کائنات میں سب کچھ ادھورا ادھورا سا لگ رہا تھا۔۔۔چاند کو یک ٹک دیکھتی اُسکی پلکوں پر شفاف موتی چمکے تھے۔۔۔وہ بھی تو چاند کی مانند ہو گیا تھا۔۔۔دسترس سے دور۔۔۔اتنا دور کہ اُس کے تعاقب میں۔۔اُسے پانے کی خواہش میں وہ شاید خلاؤں میں خود کو ہی کھو بیٹھتی۔۔ "عفان عباسی۔۔!" وہ جیسے پلکوں سے چاند پر اُس کا نام لکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ مگر بار بار اُمڈتے آنسو اُس نام کو مٹا دیتے۔۔۔وہ اب اُس کا نہیں رہا تھا۔۔۔یہ سوچ ہی اندر باہر بے چینی بھر دیتی۔۔۔کوئی آگ تھی جو اُسے اپنے وجود سے لپٹی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔آنسو اُمڈ اُمڈ آ رہے تھے۔۔

ھر ھر دل۔۔۔ہر چھاہ وش عشق سمایا وے
عرش فرش تے ۔۔ عشق نے قدم اٹکایااے
ھر ھر دل۔۔۔ہر چھاہ وش عشق سمایا وے
عرش فرش تے ۔۔ عشق نے قدم اٹکایااے

اے چودہ طبقاں اندر تھاواں۔ عشق دی یاں
اوکھے پینڈے لمیاں راواں عشق دی یاں
سائیں ظہور کی آواز کے درد سے اُسے اپنی روح چھلنی
چھلنی ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔۔اگر عشق واقعی
زوال کا نام ہے تو وہ اس زوال کے عروج پر
تھی۔۔۔واقعی یہ راستے بہت دشوار گزار
تھے۔۔ہزار درد۔۔ہزار اذیتیں جھیلنے کے بعد بھی
آبلہ پائی نصیب میں آجاتی ۔۔۔ واقعی عشق کسی
سیراب کی مانند ہے۔۔۔اپنی ذات میں مکمل۔۔ مگر
اس کے پیچھے بھاگنے والے اپنی ذات کے حدود سے
بہت آگے نکل آتے تھے۔۔یوں کہ پیچھے مڑ کر دیکھنے
پر نا زندگی کے نشان ملتے ہیں اور نا ہی موت گلے لگاتی
تھی۔۔وہ بھی ایسی ہی کیفیت سے گزر رہی
تھی۔۔اذیت ہی اذیت تھی۔۔۔درد ہی درد
تھا۔۔۔جو کہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتا جا رہا
تھا۔۔۔ جینے کی خواہش اب کس کو تھی مگر موت
بھی اُس سے روٹھ چکی تھی۔۔۔کیا محبت اتنی سخت سزا
دیتی ہے۔۔کیا یہ سکون سے مرنے کا حق بھی چھین
لیتی ہے۔۔؟؟ وہ سوچتی رہی۔۔آنسو بل بل گرتے
رہے۔۔۔پھر جانے اُسے کیا ہوا کہ وہ اُٹھی اور دبے
پاؤں اندر آگئی۔۔۔سائیں ظہور کی آواز اُسکے پاؤں
میں بیڑیاں ڈال رہی تھی۔۔ مگر وہ خود کو گھسیٹتی اندر
آئی۔۔کپکپاتے ہاتھوں سے استری اسٹینڈ سے استری
اُٹھا کر اپنے روم کی طرف بڑھ گئی۔۔۔لبوں پر عجیب
سی مسکراہٹ تھی۔۔۔زندگی سے ہار کر موت کو چیلنج
کرنے والی مسکراہٹ۔۔ ۔۔۔ایسی اذیت بھری
زندگی جینے سے مرنا آسان تھا۔۔۔اور وہ بھی اس
اذیت سے چھٹکارا پانے کا سوچ کر عجیب سے تاثرات کا
شکار تھی۔۔۔جانے وحشت تھی یا سکون۔۔۔وہ کچھ
بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔وہ دھیرے سے استری کی
تار کو سائیڈ سے کاٹ کر پلگ لگانے لگی۔۔۔اور
یونیفارم اُٹھا کر وہ کچھ دیر اُسے دیکھتی رہی۔۔ کتنے
چہرے اُسکی آنکھوں کے سامنے ناچ تھے۔۔ کتنی
آوازیں کانوں میں گونجی تھیں۔۔۔۔وہ ان چہروں
کو اب کبھی نہیں دیکھ سکے گی۔۔اور نا ہی یہ آوازیں کو
سن سکے گی۔۔۔۔ عجیب خود ترسی کا شکار ہر کر جانے
کیوں وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔۔۔اور اگلے ہی
لمحے اس اذیت سے چھٹکارے کا سوچ کر وہ ہنستی چلی

گئی۔۔۔یوں کہ آنکھوں سے بل بل گرتے آنسو ابھی رخساروں پر ہی رقم تھے مگر خود اذیتی کا احساس اُسے مسلسل ہنسا رہا تھا۔۔۔وہ ہنستی چلی گئی۔۔۔جانے کیوں۔۔اور دور فضا میں سائیں ظہور کی آواز ابھی بھی اپنا جادو جگا رہی تھی۔

***

زرین نکاح کے بعد سے کالج نہیں آرہی تھی۔۔۔دو دن سے تو اُس کا نمبر بھی آف آ رہا تھا۔۔۔وہ سب بہت پریشان تھے۔۔۔چاہنے کے باوجود بھی کسی کا اُس سے رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا۔۔۔ابھی بھی وہ اُسکے لئے ڈھیر ساری دعائیں مانگنے کے بعد کل اُسکے گھر جا کر ملنے کا ارادہ کرتی یونہی دھیان بٹانے کے لئے اپنا لکھا ہوا افسانہ ایک نظر دیکھ رہی تھی۔۔جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو درست کرتی اُس کا انداز سستی لیے ہوئے تھا۔۔۔دل جانے کیوں بہت افسردہ سا تھا۔۔۔کوئی وجہ سمجھ میں نا آنے کے باوجود بھی افسردگی تھی۔۔۔کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔۔بس دل روتے رہنے کو چاہ رہا تھا۔۔۔اور وہ دو دن سے یہی کر رہی تھی۔۔۔یہ حال صرف اُس کا نہیں ساری فیلوز تھا۔۔عجیب سی بے کلی تھی۔۔عجیب سا احساس۔۔ایک زرین کی افسردگی سب کو اداس کر گئی تھی۔۔ابھی بھی وہ "افسانہ" سائیڈ پر رکھ کر یونہی لیٹ گئی تھی جب چارجنگ پر رکھے سیل نے بجنا شروع کر دیا۔۔۔وہ نظر انداز کر کے لیٹی رہی۔۔سیل خاموش ہو کر پھر سے بجنا شروع ہوا۔۔وہ کوفت کا شکار ہوئی۔۔۔مگر اُٹھنے کا موڈ نہیں تھا۔۔سیل مسلسل بج رہا تھا۔۔مگر اُس نے دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی۔۔کسی کام سے اُس کے روم میں جھانکتی فارینہ نے پہلے بجتے سیل کو اور پھر چت لیٹی ضوفی کو دیکھا۔۔

"ضوفی! تمھارا سیل۔۔"

"دفع کرو۔۔" اُسکی آواز میں نمی سی تھی۔۔فارینہ جو اُس سے ایک ٹاپک سمجھنے آئی تھی۔۔اُس کا موڈ دیکھ کر واپس مڑنے لگی۔اس دوران سیل پھر سے بجنا شروع ہوا۔فارینہ نے ایک نظر اُس پر ڈال کر سیل اُٹھا کر دیکھا۔ "سونی کالنگ" لکھا آرہا تھا۔

"ضوفی! کوئی کام ہوگا۔۔تم سن تو لو۔۔" وہ قریب چلی آئی۔۔ضوفی نے ایک نظر اُسے دیکھا اور ایک نظر اُس کے ہاتھ میں بجتے سیل فون کو۔۔۔پھر بے دلی

سے فون اُس کے ہاتھ سے لیکر وہ آن کر کے سننے لگی۔

"ہیلو۔۔"

"ضوفی۔۔زرین ہوسپٹلائز ہے۔۔۔بہت سیریس۔اور۔۔" ضوفی کے ہیلو کہتے ہی وہ روتے ہوئے بولی۔۔اور ضوفی۔۔وہ یہ اطلاع سنتے ہی ڈھے سی گئی۔۔۔اور پھر جانے کیا ہوا کہ اُس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کیا۔۔۔اتنا کہ فارینہ کو اُسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔۔وہ زندگی میں کبھی اس طرح نہیں روئی تھی جتنا ابھی ایک دوست کا درد اُسے رولا رہا تھا۔

***

اے فرشتوں ہٹاؤ۔۔پردے آسمانوں کے۔۔!

ہم عشق والوں کو۔۔۔ خدا سے کلام کرنا ہے۔۔!!

وہ مری نہیں تھی۔۔وہ زندہ تھی۔۔زندگی سے ہارنے کے بعد اب وہ موت کے ہاتھوں بھی شکست کھا بیٹھی تھی۔۔۔جانے کون گناہ سرزد ہوا تھا کہ نا زندگی رہی تھی اور ناہی موت اُسے اپنا رہی تھی۔۔اُس نے اپنی زندہ لاش کندھوں پر لے کر جانے اور کتنی بے مقصد اور لاحاصل سی مسافت کرنی تھی۔۔۔ڈاکٹر اُس کا چیک کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔۔اماں اُس کے سرہانے بیٹھی روئے جا رہی تھیں۔۔۔وہ آنکھیں بند کیے بس لیٹی رہی۔۔اس بار کی شکست پر تو آنسو بھی ساتھ نہیں دے رہے تھے۔۔دل جیسے مردہ ہو گیا تھا۔۔کچھ بھی محسوس نہیں کر رہا تھا سوائے خود سے نفرت کرنے کے۔۔۔جانے کیسے ایک شخص کے لئے اُس نے اپنے والدین کو۔۔اپنے ماں جائیوں کو تکلیف دی۔۔۔رات کا وہ منظر اُسے بھول نہیں رہا تھا جب اُسکی چیخ سنتے سب اُسے کمرے میں آئے۔۔اماں ابا۔۔۔شاہ زر۔اور۔۔۔ فقط بنیان میں ملبوس آذر۔۔کیسی چیخیں تھیں اُن کی۔۔۔وہ جان بوجھ کر استری کی تار پر کٹ لگانے کے بعد پلگ لگائے بظاہر یونیفارم استری کر رہی تھی۔۔مگر آدھی شرٹ استری ہونے کے بعد اُس نے اُسی کٹی ہوئی تار پر جما کر ہاتھ رکھ دیا۔۔۔وہ مرنا چاہتی تھی۔۔۔بے شک حرام موت۔۔مگر دنیا کی نظروں میں اُسے اپنی۔۔اپنے باپ اور بھائیوں کی عزت رکھنے کی خاطر اُسے یہ ڈرامہ کرنا پڑا۔۔کیونکہ جس معاشرے کی وہ باسی تھی وہاں لڑکی کی جوان موت پر کیسی کیسی باتیں ہوتیں ہیں یہ

وہ جانتی تھی ۔۔عفان کی ہر منت مراد کو دل پر پتھر رکھ کر نظر انداز کر کے باپ بھائیوں کو مان رکھنے والی مرتے وقت بھی اُن کی عزت خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔ مگر شدید کرنٹ لگنے کے باوجود بھی وہ مری نہیں تھی۔۔۔وہ خود سے عہد کیے بیٹھی تھی ہر ممکن صورت اپنی چیخوں کو دبانے کی۔۔ مگر وہ برداشت نا کر سکی۔۔یہ اُسکی خوش قسمتی تھی یا بد قسمتی کہ اُس کی چیخ سن کر سب کی آنکھ کھل گئی۔۔وہ سب اُسکے کمرے میں موجود تھے۔۔۔ابا اُس کا گال تھپتھپاتے رو رہے تھے۔۔اماں کا حال بھی اُس سے الگ نہیں تھا۔۔۔اور آذر بھائی ۔۔جس کو وہ اپنے خوشیوں کے قتل میں برابر کا حصہ دار سمجھ رہی تھی۔۔۔وہ بدحواس سے کیسے اُسے گود میں اُٹھائے ننگے پاؤں باہر بھاگے تھے۔۔اماں۔۔ابا۔۔آذر اور شاہ زر کی چیخوں کے علاوہ ایک آواز اور بھی تھی جو وہ بے ہوش ہونے سے پہلے سن رہی تھی۔۔۔دور فضا میں سائیں مظہور کی درد میں ڈوبی آواز۔۔!!

وہ مرنا چاہتی تھی مگر موت بھی اُسے منہ لگانے کے قابل نہیں سمجھتی تھی۔۔۔ وہ تھی ہی قابل نفرت ۔۔۔دھتکارے جانے کے لائق۔۔۔شاید اس لئے موت بھی اُسے دھتکار رہی تھی۔۔۔وہ جو موت کو گلے لگانے کا بڑا چیلنج لے کر زندگی سے نبٹنے چلی تھی ۔۔زندگی نے ایک بار پھر موت سے دور کر کے اُسے شکست دے دی۔۔۔اور اس شکست پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا چاہتی تھی۔۔۔ مگر اب آنسو بھی روٹھ چکے تھے۔۔جانے اب اور کیا کیا ہونا باقی تھا۔۔سوچتے سوچتے وہ غنودگی میں جانے لگی۔۔اور بے سُدھ ہونے سے پہلے اُس نے بہت قریب سے کوئی بہت جانی پہچانی آوازیں سنی تھیں۔۔۔کوئی اُس کا ہاتھ تھام کر شاید رو رہا تھا۔۔۔پھوٹ پھوٹ کر۔۔جانے کون تھا۔۔وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔۔

"ضوفی بیٹا بس کرو۔۔۔" ذہن تاریکی میں ڈوبنے سے پہلے اُس نے کسی کی آواز سنی۔یقیناً وہ اُسکی اماں کی آواز تھی جو کسی کو تسلی دے رہی تھیں۔۔اور رونے والے کون تھے ۔۔وہ جان چکی تھی ۔۔۔۔یعنی وہ ایڈیٹس یہاں بھی آ چکے تھے ۔

***

زندگی واقعی شطرنج کی بساط کی مانند ہے۔۔۔پل میں

کیا سے کیا ہو جاتا تھا۔۔۔کل تک زرین کے خواب بکھرنے والی لڑکی کے اپنے خواب اُسے ڈگمگاتے نظر آ رہے تھے۔۔وہ کافی دنوں سے بڑوں کے درمیان ہونے والی پُر اسرار قسم کی میٹنگ دیکھ رہی تھی۔۔مگر اُس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ بات اُسی کی زندگی کی ہو رہی ہے۔۔اُسکی شادی کی۔۔۔اس اچانک اطلاع سے جہاں سارے گھر والے خوش تھے ۔۔۔وہ بالکل گم صم سی رہ گئی۔۔ہر طرف جیسے افراتفری سی ہو گئی۔۔یہ خبر سب کے لئے خوشی کا باعث تھی ۔۔سو ہر طرف ہنسی تھی۔قہقے تھے۔۔اور وہ پچھلے صحن کے تنہا گوشے میں آگئی۔۔مورچال میں جن کی ہنسی کی گونج ہوا کرتی تھی ۔۔وہ لڑکی جانے کہاں کھو گئی تھی۔۔وہ کیوں یہ خبر سن کر اُداس ہو گئی تھی۔۔۔اُسے سمجھ نہیں آئی۔۔یہ سب تو کل بھی ہونا طے تھا۔۔اور اُسے کوئی اعتراض بھی نہیں تھا تو پھر بھلا یہ اُداسی کیوں۔۔؟؟شاید وہ ابھی آگے پڑھنا چاہتی تھی۔۔اُس کے کتنے خواب تھے۔۔زندگی میں کچھ کرنے۔۔اور آگے بہت آگے بڑھنے کے خواب۔۔۔اور اُن خوابوں پر وہ کسی

صورت سمجھوتا نہیں کر سکتی تھی۔۔لیکن اب۔۔اس خبر نے جیسے اُس کے پر کاٹ کر اُسے اونچی اُڑان بھرنے سے محروم کر دیا تھا۔۔دل کے اندر باہر اُداسی چھا گئی تھی ۔۔۔مگر اُس سے انجان "مورچال" میں خوشی منائی جارہی تھی۔۔!! اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کرے تو کیا کرے۔۔کس سے بات کرے۔۔۔وہ صرف رو سکتی تھی۔۔سو سر گھٹنوں پر رکھ کر وہ رونے لگی ۔۔یہ جانے بغیر کہ کسی نے اُسکے لرزتے سسکتے وجود کو دیکھ لیا تھا۔

***

لوگ صدموں سے مر نہیں جاتے
سامنے کی مثال ہے میری۔۔۔!!

اُسکی حالت قدرے بہتر تھی۔۔وہ ہاسپٹل سے گھر آگئی تھی۔۔مگر آنکھوں کی ویرانی اور وحشت پہلے سے بڑھ کر تھی۔۔اُسکے بے حد چاہنے والوں نے اپنی چاہتوں کی بارش کر دی۔۔۔وہ آنکھیں بند کر کے سب کچھ بھلا کر اس بارش میں بھگتے رہنا چاہتی تھی۔۔اماں ابا۔۔شاہ زر بھائی۔۔آذر بھائی۔۔اُس کا بے حد خیال

رکھ رہے تھے۔۔۔اور اُیڈیٹس نے تو کالج کے بعد اُسکے پاس آنا اپنا فرض سمجھ لیا تھا۔۔۔روز وہ کوئی نا کوئی ڈرامہ کر کے اُسے ہنسانے کی ناکام کوشش کرتے تھے۔۔کبھی کسی ٹیچر کی نقل اُتار کر۔۔۔کبھی کسی جونیئر کو فول بنانے کا قصہ چھیڑ کر۔۔۔وہ طرح طرح کی کوششیں کر کے اُس واپس زندگی کی طرف لا رہے تھے۔

"زری تمھیں پتہ ہے آج پرنسی نے ہادی کو کیا کہا۔۔" رعیا کی بات پر وہ سب ہنسنا شروع ہوئے۔۔۔اس سے پہلے کہ رعیا اُسے بات بتاتی۔۔ہادی نے اُٹھ کر اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔۔مگر رعیا کے بعد جب ماہ رُخ نے ہنستے ہوئے بات کرنی شروع تو وہ رعیا کو چھوڑ کر اُسکی طرف لپکی۔۔۔باقی اُسکی حالت انجوائے کرتے ہوئے ہنس رہے تھے۔مگر وہ قطعی لاتعلق سی بنی اُنھیں دیکھتی رہتی۔۔۔یک ٹک۔۔حسرت سے۔۔ہنستے ہوئے۔۔۔مسکراتے ہوئے۔۔۔زندگی جیتے ہوئے۔۔۔بھلا وہ یہ سب اب کیسے کر سکتی تھی۔۔وہ تو اب زندگی پر کوئی حق ہی نہیں رکھتی تھی۔۔۔ پھر جانے وہ کیوں تھی زندہ۔۔۔!!

"زری۔۔!تم ٹھیک تو ہوناں۔۔؟" کب سے خاموش بیٹھی ضوفشاں نے دھیرے سے اُس کا ہاتھ دبایا۔۔وہ چونک کر اُسے دیکھنے لگی اور پھر جانے دل میں کیا آیا کہ اُس کا ہاتھ مزید مضبوطی سے تھام کر وہ اُسکے کندھے پر سر رکھنے لگی۔۔ضوفی نے اُس کے بال سنوار کر اپنے لب اُس کی ہاتھ کی پشت پر رکھ دے ئے۔وہ اُس کی پریشانی سمجھ سکتی تھی۔۔۔وہ خود بھی تو اندرونی توڑ پھوڑ کا شکار تھی۔۔وہ خواب جانتی تھی کہ جب خواب ٹوٹتے ہیں۔۔تو اُن کی کرچیاں کیسے آنکھوں سمیت پورے وجود کو لہولہان کر دیتے ہیں۔۔اُس کے تو صرف خواب بکھرنے تھے۔۔جبکہ زرین کے تو خوابوں سمیت پوری زندگی بکھر کر رہ گئی تھی۔۔۔وہ کیسے نا سمجھتی اُس کا درد۔۔!!

"سب ٹھیک ہو جائے گا" کی کھوکھلی تسلی دیتے ہوئے وہ جیسے خود کو بھی دلاسے دے رہی تھی۔۔۔اور زرین وہ کوئی بھی تاثر دے ئے بغیر بس اُس کے کندھے پر سر رکھے آنکھیں موندھ گئی۔۔کیا ہوا جو وہ محبت ہار گئی۔۔اُس کے پاس الیون ایڈیٹس تو تھے

ناں۔۔لڑتے جھگڑتے۔۔ہنساتے رولاتے۔۔۔پاگل پاگل سے۔۔ایلون ایڈیٹس۔۔اُس کی اُداسی پر اُداس ہونے والے۔۔اُسکے ساتھ ہنستے رونے والے۔۔جو اُس کے سامنے مصنوعی خول چڑھائے ہوئے تھے۔۔۔۔مگر وہ سب کے مرجھائے ہوئے چہرے دیکھ رہی تھی۔۔آنکھیں برسنے کو بے تاب۔۔۔ابھی بھی اُسکی اُداسی محسوس کر کے سر جھکائے چپ چھاپ بیٹھ گئے۔۔۔زرین نے آنکھیں کھول کر ایک نظر اُن سب کو دیکھا۔۔تو بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا اتنے پیارے دوستوں کی عطاء پر۔۔۔کہتے ہیں ناں کہ دوست خدا تعالی کا دیا ہوا انمول تحفہ ہے۔۔اُس کے انمول دوستوں نے بھی اُسے زندگی کی طرف ایک بار پھر مائل کر لیا تھا۔۔کیا ہوا جو محبت نہیں رہی' اب اُس نے زندگی کو ایڈونچر کی طرح جینا تھا۔۔محبت کھو کر جینا بھی تو ایڈونچر ہی ہے ناں۔۔!!

***

''بابا جان! میں ابھی یہ شادی نہیں کر سکتا۔۔۔مجھے کم از کم دو تین سال کا وقت چاہیے۔۔'' دستر خوان پر رات کا کھانا کھاتے عمر نے براہ راست تایا ابو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔۔اُسکی بات نے جہاں تایا ابو سمیت سب کو حیران کیا تھا۔۔وہاں ضوفشاں حیدر کو بے پناہ خوشی سے ہم کنار کیا تھا۔۔۔اُس فیصلے کے پیچھے پس منظر کیا تھا۔۔اُسے جاننے کی ضرورت بھی کیا تھی بھلا۔۔وہ تو یہ خبر سنتے ہی جیسے قید سے آزاد ہو گئی تھی۔۔۔اُس کا دل بے ساختہ اُڑتے رہنے کو چاہا۔۔۔وہ نوالہ واپس پلیٹ میں رکھتے ہوئے دستر خواں سے اُٹھ گئی۔۔سب نے مڑ کر اُسے دیکھا مگر وہ اتنی تیزی سے اندر بڑھی کہ کوئی بھی اُس کے چہرے کے تاثرات نا دیکھ سکا۔۔۔۔۔سب کو یہی لگا کہ وہ اس بات سے ہرٹ ہوئی ہو۔۔۔یا اُس کے سامنے اُسکی شادی کی بات اُسے بُری لگی ہے۔۔مگر ان دونوں مفروضوں کے برعکس جو تاثرات اُس کے چہرے پر رقم تھے۔۔۔سب اُس سے قطعی بے خبر تھے۔

''اس گستاخی کی وجہ جان سکتا ہوں۔۔؟؟'' تایا ابو کو جب جلال آتا تھا تو ''حیدر خان'' کی بھی ہمت نہیں ہوتی تھی اُن کے سامنے بولنے کی۔۔۔مگر وہ عمر حیات تھا۔۔حیات خان کا ہی بیٹا۔۔۔اُسکی طرح بہادر اور با رعب پرسنالٹی کا مالک۔۔

"گستاخی کے لئے معافی چاہتا ہوں بابا جان۔۔۔ مگر میں ابھی یہ شادی نہیں کرنا چاہتا۔۔کم از کم دو تین سال تک۔۔" لہجے کو انتہائی مہذب بنا کر کہتے اُس نے گویا اٹل انداز میں کہا۔۔حیات خان کی طرح۔۔حیدر خان اور مہین خان کو اُس کی بات اچھی نہیں لگی تھی ۔۔مگر اس سے پہلے وہ کوئی وضاحت دیتا۔۔وہ سب پر ایک نظر ڈال کر بولا۔

"کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو۔۔میں شادی سے انکار تو نہیں کر رہا۔۔صرف یہ کہا ہے کہ کم از کم دو تین سال۔۔۔اور اس میں حرج بھی کیا ہے۔۔۔"

" اچھا تو مطلب تم شادی سے انکار کرنے کی بھی جرت رکھتے ہو۔۔؟؟" حیات خان ماتھے پر تیور سجائے اُس گھورا۔ تیمور اور وصی لوگوں کی تو سانس بند ہونے لگی مگر عمر کو تو جیسے پرواہ ہی نہیں تھی ۔

"بابا جان۔۔۔میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کہا۔۔میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ۔۔"

"وجہ دو۔۔آخر کیا وجہ ہے۔۔' تمھارے صرف اتنا کہنے کی' ۔۔؟" وہ برہم ہوئے۔۔۔باقی سب بھی اُسے گھور رہے تھے ۔۔۔اُس نے دل ہی دل میں ضوفی کو ہزار صلوتیں سنائیں۔۔اُسکی خوشی کی خاطر اُسے سب کو فیس کرنا پڑا تھا۔۔اور وہ بھی ایسے کہ سب کی ہمدردی اُس محترمہ کے ساتھ ہی ہوتیں۔

"بابا جان۔۔۔میں معذرت خواں ہوں اس گستاخی کے لئے۔۔۔میں جانتا ہوں آپ بڑوں کے درمیان بات ہو چکی ہے۔۔ مگر میں ابھی یہ شادی نہیں کر سکتا۔۔۔اور میں آپکو لوگوں کو وجہ بھی بتا دوں گا۔۔۔" وہ کہہ دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔۔

"لالا ۔۔آپ کھانا کھائیں۔۔۔بعد میں بات کرتے ہیں۔۔اور اگر وہ ایسا کہہ رہے ہیں تو یقیناً کوئی وجہ ہو گی۔۔آپ غصہ نا کریں ناہی پریشان ناہوں۔۔" اس سے پہلے کہ تایاابو اُسے کچھ سخت قسم کا کہتے "حیدر خان" نے بات کو سنبھال لیا۔۔تایا ابو چھپ چھاپ اُسے دیکھتے رہے۔۔پھر اچانک اُٹھ کر چلے گئے۔۔اُن کے جاتے ہی ماحول کشیدہ ہو گیا۔۔۔حیدر خان اور مہین خان بھی اُن کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔۔تینوں مرد حضرات کے جاتے ہی سب اُس کے سر ہو گئے۔۔یہاں تک کہ عائشہ اور فارینہ کو اپنی شاپنگ کی پڑ گئی۔۔۔وہ سب سے جان

چھڑواتا بائیک لے کر باہر آگیا۔۔ مگر کب تک۔۔۔اگلے دن ناشتے کے بعد اُس کی طلب کیا گیا۔۔۔وہ اس سب کے لیئے ذہنی طور پر تیار تھا۔۔اس لیئے سکون سے اُٹھ کر اندر گیا۔۔اور پھر جانے کیا باتیں ہوئیں۔۔ جانے کیسے اُس نے اُن کو قائل کیا۔۔۔کہ واقعی شادی تین سال کے لیئے ملتوی کی گئی۔۔۔یہ خبر سن کر جہاں سب کی خوشی اور ایکسائٹمنٹ پر پانی پھیر گیا تھا۔۔وہاں ضوفشاں حیدر کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔۔۔وجہ جو بھی ہووہ حقیقی معنوں میں اُسکی مشکور تھی۔۔۔یہ جانے بغیر کہ زندگی کا ایک مذاق ابھی ہونا رہتا ہے۔۔!!

***

انا کی موج مستی میں ۔۔ دل کے بادشاہ ہیں ہم!

جو ہم کو توڑ دیتے ہیں ۔۔ ہم اُن کو چھوڑ دیتے ہیں!

زرین کافی عرصے بعد کالج آئی تھی۔۔ سب نے اُس کا ایسے استقبال کیا جیسے وہ کوئی جنگ لڑ کر غازی بن کر آئی ہوئی۔۔۔وہ اُن پاگلوں کے لیئے ساری اُداسی کا گلا گھونٹ کر زبردستی مسکراتی رہی۔۔۔مگر کب تک۔۔۔۔دل عجیب غم زدہ سا تھا۔۔لاکھ چاہنے کے باوجود بھی سنبھل نہیں پا رہا تھا۔۔۔سب پر ایک خاموش نگاہ ڈالنے کے بعد وہ اُٹھ کر باہر آ گئی اور لائبریری کے ساتھ والی سیڑھیوں میں بیٹھ گئی۔۔۔وہ جانتی تھی کہ سارے فیلوز اُسکی وجہ سے اپ سیٹ تھے۔۔ مگر چاہتے ہوئے بھی وہ خوش ہونے کی اداکاری نہیں کر سکی تھی۔۔کچھ بھی ہو نقصان اُس کا بہت بڑا ہوا تھا۔۔۔وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔۔۔مگر آنسو خود بخود اُبل آتے تھے۔۔۔۔۔۔آج کالج آتے ہوئے اُس نے عفان کو دیکھا تھا۔۔وہ نفاست پسند اور مغرور سا انسان۔۔ آج بڑھی ہوئی شیو۔۔بکھرے حلیے۔۔ اور شکست خوردہ چال لیے خفا خفا سا بیگ اُٹھائے کہیں جا رہا تھا۔۔۔شاید جاب کے سلسلے میں آؤٹ آف سٹی۔۔کالج آتے زرین اُسے دیکھ کر جم سی گئی۔۔گویا پتھر کی ہوگئی ہو۔۔۔اُس کی حالت دیکھ کر اُسکی اندرونی توڑ پھوڑ کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا تھا۔۔۔کیا وہ اتنی اہم تھی اُس کے لیئے کہ۔۔۔اُس کا دل چاہا۔۔بھاگ کر اُس کے پاس جائے۔۔۔اُس کے ہاتھ سے بیگ لے اور جانے سے روک دے۔۔ مگر۔۔ایک دم سے اُسے احساس ہو گیا کہ وہ

اب شجر ممنوع کی طرح ہے۔۔اُس کو چھونا بھی گناہ تھا۔۔کیونکہ وہ امانت تھی کسی اور کی۔۔۔اور۔۔۔دل میں ایک نوکیلا خنجر آر پار ہوا۔۔۔وہ خون خون ہوتے دل کو سنبھال کر آگے بڑھنے کی کوشش کر ہی رہی تھی کہ شکستہ چال چلتے عفان کی نظر بھی اُس پر ٹھہر سی گئی۔۔۔زرین کو دیکھ کر اُن آنکھوں میں جو رنگ آئے تھے۔۔وہ دیکھ کر دُکھ کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گئی۔۔۔یہ آنکھیں پہلے کیوں غرور کا لبادہ اُوڑھے بیٹھیں تھیں۔۔اور اب جب وہ ان آنکھوں پر کوئی حق نہیں رکھتی تو اب کیوں۔۔ وہ نظریں چراتی گزرنے لگی۔۔

"زرین۔۔!" پیچھے سے اُس نے پکارا۔۔موٹی کے قدم بے ساختہ تھم سے گئے۔۔ وہ مڑنا چاہتی تھی۔۔سننا چاہتی تھی۔۔۔ مگر حقیقت ایک دم سے جانے کہاں سے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی۔وہ لب بھینچ کر سختی سے ہاتھ بیگ پر جمائے تیز تیز چلنا شروع ہوئی۔۔ہر بڑھتے قدم کے ساتھ اُسکی پکار قریب آتی مگر اُس نے اندھا دھند بھاگنا شروع کیا۔۔جانے قدموں میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی تھی۔۔کہ وہ بھاگی چلی جارہی تھی بغیر رکے۔۔بغیر مڑے۔۔۔آنسو پہلی بار رخسار پر بہہ نکلے تھے۔۔شاید وہ ابھی صدمے سے باہر آئی تھی۔۔وہ پکارتا رہا۔۔اور وہ بھاگتی رہی۔۔وہ ایک لمحے کے لئے بھی رُکنا نہیں چاہتی تھی۔۔وہ کمزور ہونا نہیں چاہتی تھی۔۔ وہ بس بھاگنا چاہتی تھی۔۔اور وہ بھاگ رہی تھی یہ سوچے بغیر کہ ارد گرد زمینوں میں کام کرتے لوگ کیا سوچ رہے ہونگیں۔۔۔وہ بس اس لمحے کی قید سے نکل کر آگے جانا چاہتی تھی۔۔یوں جیسے اگر وہ رک گئی۔۔یا مڑ کر دیکھا تو وہ طلسماتی وجود اُسے پتھر کا کر دے گا۔۔

ہوا تھی تھی ضرور لیکن وہ شام جیسی سسک رہی تھی۔۔

کہ زرد پتوں کو آندھیوں نے عجیب قصہ سنا دیا تھا

کہ جس کو سن کہ تمام پتے سسک رہے تھے۔

بلک رہے تھے۔۔

جانے کس سانحے کے غم میں۔۔ شجر جڑوں سے اُکھڑ رہے تھے

بہت تلاشا ہم نے تم کو۔۔

ہر اک گھاٹی۔۔ہر اک رستہ
ہر اک پربت ۔۔پر اک وادی
کہیں سے تیری خبر نہیں آئی۔۔۔
تو یہ کہ ہم نے دل کو ٹالا۔۔
ہوا تھمے گی تو دیکھ لیں گے۔
ہم اُسکے رستوں کو ڈھونڈ لیں گے۔۔
مگر ہماری یہ خوش خیالی ۔۔جو ہم کو برباد کر گئی تھی
ہوا تھمی تھی ضرور لیکن مدت گزر چکی تھی۔
فلک پر تارے نہیں رہے تھے۔۔
گلاب پیارے نہیں رہے تھے۔۔
وہ جن نے دم سے تھی دل کی بستی
وہ لوگ ہمارے نہیں رہے تھے
یہ المیہ سب سے بالاتر تھا۔۔
کہ تمھارے نہیں رہے تھے۔۔
کہ تم ہمارے نہیں رہے تھے۔۔
ہوا تھمی تھی ضرور۔۔لیکن مدت گزر چکی تھی۔۔
''تو زرین سجاد۔۔ تمھاری زندگی میں یہ دن بھی آنا تھا کہ وہ تمھیں پکارتا رہا اور تم دور بھاگتی رہی۔۔۔ایک بار بھی اُسکی بات نہیں سُنی۔۔'' اب سیڑھیوں میں بیٹھ کر وہ یاد کر کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔۔دل کا سارا درد اور غبار آنکھوں کے رستے نکالنا چاہتی تھی ۔وہ جو صبح سے نارمل ہونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔۔ تنہائی پاتے ہی ایک بار پھر بکھر گئی ۔

''زری۔۔!'' کسی نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اُس نے بائیں ہاتھ کی پُشت سے آنسو صاف کیے ۔

''یہاں کیوں بیٹھی ہو۔۔؟'' ضوفی آہستہ سے ایک سیڑھی چھوڑ کر بیٹھ گئی۔زرین کی آنکھیں ایک بار پھر ڈبڈبائیں۔۔اور بات کرنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ لبوں کی لرزش نے اُسے بولنے نہیں دیا۔ضوفی بغور اُسے دیکھ کر اُس کا ہاتھ تھام کر دبانے لگی۔

''پلیز زری۔۔'' وہ اتنا ہی کہہ سکی۔۔آگے کیا کہے اُسے خود بھی سمجھ نہیں آرہی تھی۔زرین نے بس سر ہلا کر آنسو صاف کیے۔۔وہ سمجھ سکتی تھی جو ضوفی کہہ نہیں پارہی تھی۔وہ ضوفی کا ہاتھ کر کچھ بولنے کو لب کھولتی۔۔ مگر اُس سے پہلے آنسو اُبل پڑتے۔

''پلیز زری خود کو سنبھالو۔۔۔اپنی حالت تو دیکھو۔۔''

''ضوفی۔۔پلیز۔۔۔پلیز۔۔م۔۔مم۔۔۔میرے لئے دعا کرو۔۔۔ک۔۔کہ۔۔۔'' ہچکیوں کے درمیان

اُس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔۔۔۔ضوفی کو گہرے تاسف نے آگھیرا۔وہ ایسا کیا کرے کہ وہ اس دُکھ سے نکل آئے۔۔کاش واقعی تعویزوں سے یہ سب ہو سکتا۔

''میں کیوں نہیں کروں گی یار۔۔۔پلیز تم ٹینشن مت لو۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔'' وہ جانتی تھی کہ یہ تسلی کھوکھلی تھی مگر دینی تو تھی ناں۔

'' نہیں ضوفی۔۔اب۔۔ ک۔۔کچھ ۔۔ٹھیک ۔۔ن۔نن ۔۔نہیں ہو گا۔۔۔وہ مجھے پکارتا رہا۔۔اور ۔۔اور۔۔مم ۔۔میں نے نہیں سنی اُس کی بات۔۔۔اور۔۔اور۔۔۔'' وہ روتی رہی اور ضوفی اُسے تسلی دیتی خود بھی بہت افسردہ ہو رہی تھی۔

''ضوفی۔۔پلیز دعا کرو۔۔مم۔میں مر جاؤں۔۔۔میں مرتی کیوں نہیں۔۔۔دعا کرو ناں کہ ۔۔۔۔''

''اللہ نا کرے پاگل۔۔۔کیسی باتیں کر رہی ہو۔۔۔'' ضوفی نے بے ساختہ اُسے گلے لگایا۔۔ وہ کافی دیر تک روتی رہی۔۔اور۔۔۔ٹوٹے پھوٹے انداز میں خود کو بد دعائیں دیتی رہی ۔۔اور ضوفی۔۔۔وہ بس اُسکی پشت تھپک کر ،اپنے آنسوؤں پر بندھ باندھ کر اُسے حوصلہ دیتی رہی۔۔۔روتے روتے اُس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔۔۔ضوفی کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لیا۔۔۔کاش سب پہلے کی طرح ٹھیک ہو سکتا۔۔۔کاش وہ زرین کو وہ ساری خوشیاں دے سکتی جس کی وہ حقدار تھی۔۔ مگر قسمت نے جانے کس بات کا بدلہ لیا تھا اُس معصوم سے۔۔جو روتے روتے اب تھک کر ریلنگ سے ٹیک لگا کر عجیب بے گانی سی ہو گئی۔۔۔ضوفی جان بوجھ کر کچھ دیر کے لئے اُسے تنہا چھوڑ دیا۔۔۔ہوتا ہے ناں بعض اوقات ایسا کہ آپکو تنہائی ہی سب سے بہترین دوست لگتی ہے۔۔زرین کی بھی وہی حالت تھی۔۔لب کاٹتی وہ کس اذیت سے گزر رہی تھی۔۔۔یہ خدا کے بعد وہ جانتی تھی۔

مجھے کس طرف جانا ہے۔۔مجھے خبر نہیں۔۔
میرے رستے بھی کھو گئے میری محبت کی طرح۔۔
آہ محبت بھی کیسے کیسے کھیل کھیلتی ہے۔۔پہلے ہنساتی ہے ور پھر رولاتی ہے۔۔پہلے جینے کی وجہ بنتی ہے اور پھر تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے چھوڑ دیتی ہے۔۔آہ۔۔محبت۔۔۔ اے کاش تیرا نام محبت نا

ہوتا۔!

***

"مس ضوفشاں حیدر۔۔جلد آپ کو اس بندھن سے بھی رہائی مل جائے گی۔۔پھر جہاں آپ چاہیں آپکو اجازت ہے۔۔" انجانے نمبر سے یہ میسج موصول ہوتے ہی اُسکے چھکے چھوٹ گئے۔۔وہ جو شادی ملتوی ہونے پر خوش تھی۔۔ایکدم سے فکر مندی اُسے بُری طرح سے ستانے لگی۔یعنی وہ اتنا بدگمان ہو چکا ہے کہ فی الحال شادی کو ملتوی کر کے یہ منگنی توڑنے کا ارادہ کیے بیٹھا تھا۔۔۔اُس کا دل بیٹھنے لگا۔۔وہ تو ایسا ہر گز بھی نہیں چاہتی تھی۔۔وہ تو صرف آگے پڑھنا چاہتی تھی ابھی۔۔مگر دوسری طرف سے تو اُسے زندگی سے ہی خارج کیا جا رہا تھا۔۔کیا وہ بھی زرین کی طرح "محبت لا حاصل" کا شکار ہو جائے گی۔۔۔یہ خیال ہی جان لیوا تھا۔۔۔اگر رشتہ ٹوٹ گیا تو اُس کا کیا ہو گا۔۔۔۔ایک طرف اپنی محبت کھو دینے کا دکھ ۔۔۔۔اور دوسری طرف اس رشتے کے ٹوٹنے سے بابا کے مان اور بھروسے کے ٹوٹنے کی فکر۔۔وہ کانپ کر رہ گئی۔۔اُس میں اتنی ہمت تھی کہ اپنی محبت کے کھو دینے کو برداشت کر لیتی۔۔۔مگر بابا۔۔اُن کا مان توڑنا اُسے کسی صورت گوارہ نا تھا۔۔اگر اُن کا مان ٹوٹ جاتا تو وہ خود بھی سنبھل نا پاتے۔۔۔وہ خود بھی ٹوٹ کر بکھر جاتے۔۔۔اور بابا کا مان توڑ کر اُن کا بکھر جانا اُسے کسی صورت گوارہ نا تھا۔۔۔اُس نے کھل کر بات کرنی تھی۔۔اپنی بے گناہی ثابت کرنی تھی۔۔وہ کچھ سوچ کر آنسو پونچھتے ہوئے اُسی نمبر کو ڈائل کرنے لگی ۔۔بیل جا رہی تھی ۔۔ایک ۔۔دو۔۔۔ ۔تین۔۔اور۔۔نمبر بزی۔۔۔اُس نے دوبارہ ملایا۔۔ٹون ٹون کی بیل مسلسل جا رہی تھی۔۔مگر نمبر پھر سے بزی کر دیا گیا۔۔۔وہ کانپتے ہاتھوں سے میسج ٹائپ کرنے لگی۔۔۔پہلا میسج۔۔۔دوسرا ۔۔تیسرا۔۔۔وہ روتے ہوئے دھڑا دھڑا میسج کرتی رہی۔۔یہ جانے بغیر کہ دوسری طرف کسی کا ہنس ہنس کر بُرا حال ہے۔۔۔جب خوب دل کی بھڑاس نکلی تو سیل آف کر کے وہ سائیڈ پر پٹخنے لگی۔۔اُس نے ساری حقیقت واضح کر دی تھی۔اب اگلی کی جو مرضی۔۔کرتا پھیرے۔۔اُس نے بابا سے بھی کھل کر بات کرنی تھی۔۔اُسے سب کچھ بتا دینا تھا۔۔

۔۔۔کل کو کسی دوسرے کے منہ سے ساری بات سن کر ہرٹ ہونے سے بہتر تھا وہ خود بتا دے ساری حقیقت۔۔جب وہ بے گناہ تھی تو ڈرنا کس بات کا۔۔۔!! وہ ایک عزم کے ساتھ اُٹھی اور بابا کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔۔اُس رشتہ بچانے سے زیادہ ۔۔۔ اُسے بابا کا مان ٹوٹنے سے بچانا تھا۔۔۔بابا سے بات کرکے اُس نے ایک بوجھ کندھے سے اُتارنا تھا۔۔۔خواں مخواں کی ذلت کا بوجھ ۔۔۔اس طرح اگر رشتہ ٹوٹ بھی جاتا۔۔ توکم ازکم مان تو قائم رہ جاتا ۔۔۔اور ضوفشاں حیدر کو بابا کی عزت اور مان سے بڑھ دنیا میں کچھ بھی عزیز نہیں تھا حتیٰ کہ بچپن کی منگنی اور خود اپنے آپ سے بھی چھپاتی محبت بھی۔۔!!

***

کہتے ہیں ناں لگن سچی ہو تو منزل مل ہی جایا کرتی ہے۔۔اُسے بھی اپنی منزل مل گئی تھی ۔۔۔"آزادی" نام کا ایک افسانہ آج ایک مشہور ماہانہ میگزین میں پبلیشڈ فارم میں تھا۔ جس میں پاکستان میں موجود اُن تمام برائیوں کو جسٹی فائی کیا گیا تھا جس کا چیلنج سر رضوان نے دیا تھا۔۔۔وہ جو دو تین دنوں سے بہت افسردہ تھی ۔۔۔بابا سے بات کرکے اُن کے مان کو تو تحفظ فراہم کیا گیا تھا۔۔ مگر دل۔۔ دل ابھی بھی افسردہ تھا۔۔ جانے کیوں ۔۔؟؟ افسردہ ہونے کے باوجود بھی وہ "اپنا افسانہ ڈائجسٹ" میں دیکھ کر خوش ہوئی تھی۔۔۔اور کچھ نہیں توکم ازکم آج وہ ایک پاکستانی ہونے کا حق تو ادا کر سکی تھی۔۔۔سارے فیلوز بھی بہت خوش تھے۔۔۔شاید ضوفی سے بھی زیادہ ۔۔۔ آج سب کو بڑی شدت سے سر رضوان کے آنے کا ویٹ تھا۔۔ جس کے کلاس میں انٹر ہوتے ہی سب نے جوش سے "گڈ مارننگ سر!" کہا۔ سر ایک پل کو حیران ہوئے اُن کے انداز پر اور اگلے ہی لمحے تو گویا وہ ہلنے کے بھی قابل نہیں تھے۔ جب ہادی نے رسالہ اُن کے سامنے لہرایا۔

"سر فائنلی ضوفی ڈِڈ اِٹ(آخر کار ضوفی نے کر دکھایا)۔۔" انداز میں عجیب سی خوشی تھی جیسے یہ کارنامہ ضوفی نے نہیں بلکہ اُس نے سرانجام دیا ہو۔

"واؤ۔۔زبردست۔۔ دِکھائیں آپ۔۔" وہ ہادی کے ہاتھ سے رسالہ تھامنے لگے۔چہرے پر جہاں چیلنج ہارنے کی وجہ سے ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔۔وہیں دل

میں ضوفی کی کامیابی پر ایک انوکھی سی خوشی روشن تھی۔۔۔وہ ملی جلی کیفیت کا شکار رسالہ کھولنے لگے۔۔

""پاپا! میں نے بس فیصلہ کر لیا ہے کہ میں باہر جا رہا ہوں۔۔پاکستان میں کرپشن کم ہو تو ہم جیسے بھی ترقی کریں۔۔یہاں تو نا اہل رشتے داروں کو سیٹ مل جاتی ہیں۔۔پھر کہتے ہیں کہ پاکستان ذات پات کا فرق مٹانے کے لئے بنا ہے۔۔" غصے سے جلتا بھنتا "زکی زمان" ٹائی کی ناٹ کھولتا سالک زمان (پاپا) کا جواب سنے بغیر اپنے روم میں چلا گیا۔ اور سالک کے ساتھ شطرنج کھیلتے شارق (چاچو۔۔جو حال میں نیویارک سے پاکستان آیا ہے۔۔) نے تاسف سے اُسے دیکھا۔۔کاش وہ (شارق) اُسے بتا سکتا کہ ذات پات میں فرق کے نشانات اُسے امریکہ میں ملیں گے۔۔جہاں سیاہ فام کو تھرڈ کیٹگری کے اچھوت کی مانند برتا جاتا ہے خواں وہ کتنا ہی اہل کیوں نا ہو۔۔کرپشن کا تعلق کسی خاص ملک سے نہیں ہے۔۔اور نا ہی کوئی ملک اِس وبا سے بچ پایا ہے۔۔

کاش وہ اُسے سمجھا سکتے کہ یہ وہ دیمک ہے جو امریکہ اور برطانیہ جیسے ممالک کو بھی کھا رہی ہے۔۔پانامہ پیپر اس وبا کی زندہ مثال ہے۔۔۔کرپشن۔۔دہشت گردی۔۔ ٹارگٹ کیلنگ۔۔اور بے روزگاری ۔۔یہ صرف پاکستان کا مسئلہ نہیں ہے۔۔۔یہ مسائل حتیٰ کہ یورپ کی ترقی یافتہ ممالک کے بھی ہیں۔۔مگر کوئی اُن کا نام بھی نہیں لیتا کیونکہ ۔۔۔! دہشت گردی تو امریکہ اور لندن جیسے ممالک میں بھی ہوتی ہے مگر۔آہ۔۔اُس نے ٹھنڈی آہ بھری۔۔ہر کوئی پاکستان کا نام کیوں لیتا ہے حالانکہ ایک معروف برطانوی تجزیہ نگار اور رائٹر "ٹونی بزین" کے مطابق برطانیہ جیسی ٹارگٹ کلنگ دنیا میں کہیں ہوتی ہی نہیں۔۔۔بقول اُن کے پاکستانی میڈیا جو روز کراچی میں ٹارگٹ کلنگ اور دہشت گردی کا رونا روتی ہے۔۔کبھی لندن آکر دیکھیں جہاں ٹارگٹ کلنگ کی سالانہ شرح کراچی سے زیادہ ہے۔۔سالانہ لگ بھگ پچاس ہزار کے قریب۔۔۔!واقعی صحیح تو کہا تھا اُنھوں نے کہ۔۔۔کراچی میں روز بائیس ملین لوگ سوتے ہیں اور اگلی صبح بائیس ملین ہی جاگتے ہیں۔۔ مگر پھر

بھی لوگوں میں خوف وہراس زیادہ ہے۔۔ کیا وجہ ہے کہ لندن میں اتنی زیادہ دہشتگردی کے باوجود لوگ بڑے آرام سے رات رات بھر گھوم رہے ہوتے ہیں۔۔اور آزادی سے رہ رہے ہوتے ہیں کیوں۔۔۔ کیونکہ وہاں کا میڈیا پاکستان کی طرح صرف اپنے چینل کی ریٹنگ کے لئے ملک کی بدنامی نہیں کرتا۔۔ پاکستان میں کسی گٹر کا ڈھکن نا ہو۔۔ تو خبر۔۔۔کوئی آبی نالہ بن ہو جائے تو میڈیا کا رونا۔۔ کوئی بم دھماکا ہو جائے تو امداد دینے والوں کی نسبت مائیک اور کیمرے ہاتھوں میں لیے صحافیوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔۔یہی میڈیا لوگوں میں خوف وہراس مزید بڑھا دیتا ہے۔۔۔اور عالمی سطح پر اگر ہم دہشت گرد کہلائے جاتے ہیں۔۔۔۔ تو کچھ حد تک قصور ہماری میڈیا کا بھی ہے۔۔یہی میڈیا ہمارے ملک میں نوجوانوں کی دل شکنی کر رہا ہے۔۔۔ مثبت اور منفی پہلو تو ہر چیز کے ہوتے ہیں۔۔ مگر پاکستانی میڈیا صرف منفی پہلوؤں کو اُجاگر کر کے نا صرف ملک و قوم کا وقار خاک میں ملا رہی ہے بلکہ لوگوں میں انتشار اور عدم برداشت بھی پھیلا رہا ہے۔۔۔ برائی کس معاشرے

میں نہیں ہوتی۔۔ مگر مہذب اور ترقی یافتہ ممالک اُس کو اُچھالنے کی بجائے اُن کی پردہ پوشی کرتی ہے۔۔۔ دبئی اور سنگاپور میں ایسی خبروں پر پابندی ہے جو ہمارا میڈیا دن رات ہمیں دے کر ذہنی دباؤ کا شکار کر رہا ہے۔۔۔اور ہم بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارا میڈیا آزاد ہے۔۔ کتنا اُلٹا سسٹم ہے یہاں۔۔کاش ہم تھوڑا سا اِس ملک کی قدر کر لیں جس کے حصول کے لئے ہمارے بزرگوں نے لاکھوں کی قربانیاں دی ہیں۔۔ مگر ہم۔۔ یہاں کھاتے پیتے۔۔۔انہی فضاؤں میں سانس لینے کے باوجود اِس ہی کی برائی کرتے ہیں۔۔۔ ہر بندے کے منہ میں یہ بات ہے کہ پاکستان نے ہمیں کیا دیا ہے۔۔۔ کوئی بھی اپنا احتساب کرنے کو تیار نہیں کہ ہم کیا دے رہے ہیں پاکستان کو۔۔۔! یورپ کی چکا چاند نے ہماری آنکھیں چندھیا دی ہیں۔۔ ہماری سوچ پر۔۔۔ ہماری ذہنیت پر تالے ڈال دیئے ہیں۔۔یوں کہ ہمیں کچھ بھی اچھا دِکھائی نہیں دیتا۔۔۔ بس یورپ کی چکا چوند دکھائی دے رہی ہے۔ اُس کی برائیاں۔۔اُسکی خامیاں دِکھائی ہی نہیں دے رہیں۔۔۔ کیونکہ اُن پر بڑی مہارت سے پردہ ڈالے

ہماری طرح میڈیا پر اُچھالنے کی بجائے اُسے جسٹی فائی کر رہا ہے۔۔۔اور پاکستان۔۔ آہ۔۔۔! سوچوں میں گُم اُسے ٹائم گزرنے کا پتہ نہیں چلا۔۔جانے کب سالک اُس کے پاس سے اُٹھ کر گیا۔۔اور کب زکیٰ فریش ہو کر واپس آیا۔۔۔اُسے پتہ ہی نہیں چلا۔۔وہ تو زکی نے باتوں سے اپنے اندر اتنی تکلیف محسوس کر رہا تھا کہ آس پاس کی کوئی آہٹ اُسے سنائی ہی نا دی۔۔چونکا اُس وقت جب چینل چینج کرتے زکی کا سیل فون گنگنایا۔۔وہ بے زاری سے ٹی وی کا وا لیوم کم کر کے فون سننے لگا۔" (یہ پیراگراف فاطمہ خان کے افسانے " آزاد اور آزادی" سے لیا گیا ہے۔۔)

اتنا پڑھ کر ہی وہ داد دینے والے انداز میں ضوفی کو دیکھنے لگے۔۔

"زبردست۔۔! آئی کانٹ بلیو ۔۔۔کہ یہ ہماری اسٹوڈنٹ نے کیا ہے۔۔۔یو میڈ اس پراؤڈ مس ضوفشاں حیدر۔۔(آپ نے ہمارا سر فخر سے بلند کیا۔)" وہ آخر میں خوشی سے تمتماتے چہرے کے ساتھ بولے۔

"تھینک یو سر۔۔ ویسے یہ میرے ٹیچرز کا ہی کمال ہے کہ میں اس لائق ہوئی کہ کچھ کر سکوں۔۔!" ساری افسردگی کچھ دیر کے لئے بھلا کر ضوفی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویل! آج مس ضوفشاں حیدر کی کامیابی کی خوشی میں میری طرف سے سب کو ٹریٹ۔۔۔سب کینٹین۔۔"

"سر! ٹریٹ کے ساتھ ساتھ آج کا پریڈ بھی فری۔۔" سر کی بات کاٹ کر ہادیہ ہمیشہ کی طرح بغیر سوچے سمجھے بولی۔۔۔سر نے ایک دم سنجیدہ ہو کر اُسے دیکھا۔۔یوں کہ چند پل کے لئے سب کو لگا کہ آج تو ہادی کو اُسکی صاف گوئی لے ڈوبی ہے۔۔ مگر اگلے ہی پل کلاس میں سر کا شاندار سا قہقہ گونجا۔

"او۔کے۔۔چلو جی آپ لوگ انجوائے کرو۔۔۔آج نو کلاس۔۔۔بس اٹینڈنس دے دیں جلدی سے۔۔۔" وہ واقعی آج بہت خوش تھے۔اور اُن کا ہر انداز اُن کی اندرونی خوشی کا بتا رہا تھا۔

"تھینک یو سر۔۔!" سب نے کورس میں کہا۔۔لیکن ہادیہ کی آواز سب سے اونچی تھی۔۔سر ایکدم سے

ہنس پڑے۔
"ناٹی گرلز۔۔او۔کے سی یو ان نیکسٹ کلاس۔۔۔" وہ فائل سمیٹتے ہوئے بولے۔اور اُن کے جاتے ہی سب ایک بار پھر ضوفی کے سر جمع ہوئے۔
" مبارک ہو ضوفی! ٹریٹ کب دے رہی ہو۔۔۔" آج نوشی بھی سب کچھ بھلا کر بات کرنے میں پہل کرنے لگی اور ضوفی نے بھی منہ بنائے بغیر مسکرا کر اُسکی مبارک باد وصول کی۔ساری تلخیاں دُھل گئی تھیں۔
"ٹریٹ میں کیوں دوں گی۔۔۔تم لوگ دو گے۔۔۔اتنی محنت کی اور کامیابی ملی۔۔۔سو تم لوگ ٹریٹ دو گے۔۔" وہ جان بوجھ کر تنگ کرنے کے ارادے سے اُٹھ کر کلاس سے بھاگنے لگی۔۔۔مگر بھاگ کر جانا کہاں تھا۔۔۔سب نے اُسے جا لیا۔۔۔اور پھر ہنسی مذاق کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔۔الیون ایڈیٹس ایک بار پھر سے کھلکھلا رہے تھے۔۔زری بھی آج کافی عرصے بعد دل کھول کر ہنس رہی تھی۔۔اور اُسے ہنستے دیکھ کر باقی سب بھی کھل کر ہنس رہے تھے انجوائے کر رہے تھے۔۔اور زری وہ بے تحاشا ہنستی اب کسی کو کیا بتاتی کہ بعض اوقات انسان اپنی ہنسی کی گونج میں۔۔دل کے ٹوٹنے اور ٹوٹ کر رونے کی آواز کو دبا لیتا ہے۔۔۔جیسے وہ دبا رہی تھی ہنس کر۔۔کھلکھلا کر۔۔ہر دکھ کو۔۔ہر درد کو۔۔۔تھپکی دے کر ذرا دیر کے لئے سلا کر۔۔۔ورنہ بھول جانا اور بھولا دینا۔۔یہ محبت کی طبیعت نہیں ہوتی۔۔دل میں کہیں درد ساجاگا تھا جیسے دبائے وہ ہنسی مذاق میں اُن کا ساتھ دے رہی تھی اور آنکھوں میں آئی نمی کو طریقے سے صاف کر کے مسکرا رہی تھی۔کیونکہ آج کافی عرصے بعد سب پہلے کی طرح خوش تھے۔۔اُس نے ایک نظر سب کو دیکھا۔۔رعیا ،صبا اور ملیحہ اور مسکان اُسکے شرٹ کی پاکٹ سے پیسے نکالنے کے لئے اُسے مسلسل گدگدا رہے تھے۔۔۔اور ضوفی۔۔۔وہ ہر ٹینشن بھلائے ایک بار پھر سے بے تحاشہ ہنس رہی تھی۔۔۔یوں کہ اُسے دیکھتے بے ساختہ اُس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ رینگ گئی۔۔بے تحاشا ہنستی ضوفی مسلسل نفی میں سر ہلاتے ہوئے ٹریٹ دینے سے انکاری تھی مگر۔۔۔وقت گواہ ہے کہ الیون ایڈیٹس نے ایک کی بجائے دو دفع ٹریٹ

لی۔۔۔دل کا حال دبائے وہ بھی ان لمحوں کو انجوائے کرنا چاہتی تھی کھل کر۔۔ہنس کر۔۔۔کیونکہ یہ دن پھر لوٹ کر نہیں آنے تھے۔۔۔کتنے حسین تھے دن۔ضوفی کی زندگی کے سب سے اسپیشل دن۔۔۔پھر بھلا وہ کیوں اُنھیں اُداسی کے نذر کرتی ۔۔!!سارے ٹیچرز اُسکی کامیابی پر خوش تھے۔۔مگر سر فخر کا تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔۔وہ بہت زیادہ خوش تھے۔۔یوں کہ مسکراہٹ اُس کے چہرے کا ساتھ نہیں چھوڑ رہی تھی۔۔ضوفی کو اپنا آپ دنیا کا سب سے لکی انسان لگنے لگا۔۔ سر اُسکی کامیابی پر خوش تھے اور ضوفی سر کی 'اپنی کامیابی پر اتنا خوش ہونے پر خوش ہو رہی تھی۔۔کچھ اساتذہ واقعی انسانیت کی معراج ہوتے ہیں جیسے کہ سر فخر شاہ گیلانی۔۔۔جو ضوفی کی کامیابی پر اتنے خوش تھے کہ اگلے دن شائنگ ریپر میں لپٹا ایک گفٹ اُس کی جانب بڑھانے لگے۔

''مس ضوفشاں حیدر ! آپکی کامیابی پر ایک چھوٹا سا تحفہ۔۔''

''سر!۔۔'' وہ تشکر بھرے انداز میں اتنا ہی کہہ سکی۔ سر دھیرے سے مسکرا دیے۔ سر فخر شاہ گیلانی کو بہت کم کسی نے مسکراتے دیکھا تھا مگر آج ضوفشاں حیدر کی کامیابی پر وہ مسلسل مسکرائے جا رہے تھے۔ضوفی کو جتنی خوشی اپنی کامیابی پر تھی۔۔اُس سے دوگنی وہ سر فخر کی باتوں سے محسوس کر رہی تھی۔ اسٹریک اور ریزرو سے سر فخر اُس کے ہمیشہ سے آئیڈیل ٹیچر رہے تھے۔۔محنتی۔۔اپنے پیشے سے مخلص اور ہر وقت گائیڈ کرنے کو تیار۔۔

''ٹیک اِٹ۔۔'' سر نے ہاتھ پکڑی چیز اُس کی جانب بڑھائی۔۔ضوفی نہیں جانتی تھی کہ اُس کے اندر کیا تھا مگر پھر بھی وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتی تھی ''وہ'' اُس کے لئے دنیا کی سب سے قیمتی چیز ہی تھی۔۔گفٹ کے اوپر سرخ ربن سے اُسکی فیورٹ چاکلیٹس بندھی ہوئی تھیں۔۔۔ وہ کھول کر دیکھنے لگی۔ اندر خوبصورت pens کا پورا ڈبا تھا۔۔۔ ضوفی نے ایک پین نکال کر دیکھا۔۔اور مسکراتے ہوئے سر کو دیکھا۔

''سر!''

''اب آپ ایک رائٹر ہیں۔۔۔ آج کے بعد آل ٹائم آپ کے ہاتھ میں آپ کا اپنا پین ہونا چاہیے۔۔کسی

سے مانگنا اب آپکو سوٹ نہیں کرتا۔۔" وہ دھیمے
سے شرارت بھرے انداز میں مسکرا دیے۔
"تھینکس سر! بٹ آپکی پاکٹ میں دوسرا پین آج بھی
میرا ہے۔۔۔کل بھی میرا ہی ہوگا۔۔" وہ ذرا بھی
شرمندہ ہوئے بغیر مان کے ساتھ بولی۔ سر اُسکے انداز
پر مسکرا دیے۔ اور سر جھٹک کر اٹینڈنس لینے لگے۔ اور
اٹینڈنس کے بعد وہ فائل کھول کر لیکچر کی طرف متوجہ
ہوئے۔۔۔ضوفی نے مسکراتے ہوئے پنا سائن
کیا۔ اور ایک نظر رجسٹر پر ڈالی۔۔ کتنی خوبصورت
لکھائی تھی اُس پین کی۔۔۔! ساری ٹینشن کچھ دیر کے
لئے بھلائے آج وہ حقیقی معنوں میں بہت خوش
تھی۔ یہ جانے بغیر کہ ابھی تو "پارٹی شروع ہوئی
ہے"۔

***

دسمبر تیزی سے گزر رہا تھا۔۔۔ آج چودہ دسمبر کی
ٹھنڈی یخ بستہ سی شام تھی۔۔۔ اُسکی سالگرہ میں فقط
چند گھنٹے باقی تھے۔۔ مگر وہ زرین کے ساتھ ساتھ اپنی
پریشانی میں "برتھ ڈے" بالکل بھول چکی تھی
۔۔۔ آج بھی کالج سے آنے کے بعد دھیان بٹانے
کے لئے فارینہ کے ساتھ پھوپھو کی طرف چلی گئی
تھی۔۔ واپس آئی تو رات کے نو بج رہے تھے۔۔ وہ
لاؤنج میں ٹی وی کے آگے بیٹھے تمام افراد کو مشترکہ
سلام کر کے اپنے روم میں چلی آئی۔۔ آہ۔۔ اپنا روم
بھی کسی جنت سے کم نہیں ہوتا۔۔۔ وہ لاپرواہی سے
انگڑاتے ہوئے سیدھی ہی ہوئی تھی کہ ایک دم ٹھٹک
گئی۔۔ سائیڈ ٹیبل پر ایک عدد خوبصورت سا ٹیڈی
بیئر رکھا ہوا تھا۔ اور ٹیڈی کے ساتھ ایک گفٹ بھی
رکھا گیا تھا۔ وہ گفٹ اور ٹیڈی دیکھ کر حیران رہ گئی۔
اس نے اُلٹ پلٹ کر دیکھا تو گفٹ پر لکھا تھا "پزل
بک" فرام جہان سکندر۔۔ اس کا سر گول گول
گھومنے لگا۔ اور آنکھوں کو رگڑا۔۔۔۔ "فرام جہاں
سکندر"۔۔۔ خود کو چٹکی کاٹی اور پھر گفٹ کی چٹ کو
دیکھا۔۔ "فرام جہاں سکندر"۔ برقرار تھا۔۔۔ یعنی وہ
نا کوئی خواب تھا۔ نا کوئی الوژن۔۔ وہ حقیقت تھی۔۔
اُس نے ریپر اتارا۔۔ اندر "نمرہ احمد کا ناول 'جنت کے
پتے" تھا۔ حیرت سے بک کھول کر دیکھی۔۔ تو اپنی
ہینڈ رائٹنگ وہ پہچان گئی تھی۔ وہ حیران سی بھاگ کر
اپنے بک شیلف تک گئی۔۔ "جنت کے پتے" غائب

تھا۔کسی نے اسے اس کی بک دے کر فول بنایا تھا۔اور یہ کام صبا کے علاوہ بھلا کس کا ہو سکتا تھا۔وہ دانت پیس کر رہ گئی۔اس سے پہلے کہ وہ فون اُٹھا کر صبا کی خبر لیتی۔۔بک میں سے ایک چٹ نیچے گر گئی۔وہ حیران سی چٹ اُٹھانے لگی۔اور اگلے ہی پل حیرت سے اُس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

"جانتا ہوں کہ یہ بک تم پڑھ چکی ہو۔۔مگر میں دوبارہ پڑھنے کا کہوں گا۔۔کیونکہ اس میں میری طرف سے تمھارے لیے کچھ ہے۔۔بہت سمپل سا۔آئی ایم شیور حیا جہاں (جنت کے پتے کی ہیروئین) کی طرح اس پزل کو سلو کرنے میں تم زیادہ وقت نہیں لگاؤ گی۔۔جہاں سکندر!

وہ عمر کی ہینڈ رائیٹنگ پہچان گئی۔۔اور یہ ناول۔۔پزل۔۔جنت کے پتے۔۔معاملہ کچھ کچھ سمجھ میں آنے کے باوجود ہوشا کڈ سی تھی۔۔("جنت کے پتے" نمرہ احمد کا ایک بے حد خوبصورت سا ناول۔۔۔جن سے یقیناً آپ لوگ بھی واقف ہی ہوں گے۔۔۔مگر پھر بھی یاددہانی کے لئے بتاتے چلیں کہ" جنت کے پتے" وہ ناول ہے جس میں اسلام میں عورتوں کے پردے کے احکام پر بڑے خوبصورت سے انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔۔اس ناول میں ہیرو "جہاں سکندر" انٹیلی جنس سے وابسطہ ہوتا ہے۔۔اور اپنی منکوحہ "حیا جہاں" کے سامنے چار مختلف روپ میں آتا ہے۔۔۔اُسے پردے کی تلقین کرتا ہے اور اللہ کا پردے دار عورتوں سے کیا گیا وعدہ یاد دلاتا ہے۔۔۔اُسے ایک پزل باکس حل کرنے کو دیتا ہے۔۔جس کو حل کرتے کرتے حیا "زندگی" کے کچھ تلخ حقائق سے آشنا ہو جاتی ہے۔۔۔حیا کی زندگی میں بھی اُس کے ساتھ چند ناخوشگوار واقعات ہوتے ہیں جن سے وہ خوف زدہ ہوتی ہے اور چاہ کر بھی "جہاں سکندر" سے شے ئر نہیں کر سکتی۔۔۔جہاں سکندر اپنے طریقے سے ساری صورت الحال جان کر عین وقت پر ولید (ولن ٹائپ رول) کے خلاف حیا کی مدد کو آ جاتا ہے۔۔زندگی کے ہر پہلو کی بہت خوبصورت انداز میں عکاسی کرتا یہ ناول ضوفشاں حیدر کا پسندیدہ ناولز میں سے ایک ہے) ابھی بھی ناول کو بغور دیکھتی وہ بے یقین سی تھی۔۔عمر نے نا صرف اُسے وہ ناول دیا۔۔بلکہ ساتھ میں جہاں سکندر کا نوٹ بھی اپنی

طرف سے لگا دیا۔۔اس کا مطلب۔۔وہ بھی حیا جہان کی طرح اب زندگی کے ہر میدان میں محفوظ تھی ۔۔عمر اچھی طرح جانتا تھا اُسکی جہاں سکندر سے جذباتی وابستگی ۔۔۔بے شک وہ خیالی دنیا کا باسی تھا مگر۔۔۔تو کیا "فرام جہاں سکندر" لکھ کر وہ اُسے یقین دلانا چاہتا ہے کہ۔۔۔اُوہ مائی گاڈ۔۔۔۔ ایکدم ساری ایکسائٹمنٹ بڑھ گئی۔۔بے پناہ خوشی کے احساس سے اُسے سمجھ نہیں آیا کہ کرے تو کیا کرے۔۔یعنی آج کے دن دیا جانے والا "یہ اعتماد اور بھروسہ" اُس کا برتھ ڈے گفٹ تھا۔۔جس کے سامنے دنیا کی ہر چیز معمولی تھی۔

"یا اللہ۔۔" وہ بے یقینی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ناول کو دیکھ رہی تھی۔۔وہ بھاگ کر بھابھی کو بتانا چاہتی تھی مگر "وہ" بھی لاؤنج میں بیٹھا تھا سو مایوس سی واپس بیٹھ گئی۔اور تسلی سے ناول کھول کر دیکھنے لگی۔جگہ جگہ نوٹس لگے تھے۔۔"تم جنت کے پتے تھامے رکھو۔۔اللہ تمھیں کبھی رسوا نہیں کرے گا۔۔" (میجر احمد ۔۔۔جہاں سکندر کا ایک روپ۔۔اوپر بتایا گیا ہے ناں کہ جہاں چار روپ میں لوگوں کے سامنے آتا ہے)

"میں چاہتا تھا تم مجھ پر ٹرسٹ کرو۔۔مجھ سے اپنی پرابلم شئیر کرو۔۔" (جہان سکندر)وغیرہ وغیرہ۔اس نے ناول ختم کیا تو رات کے دو بج رہے تھے۔اس نے دکھتے سر کو دائیں بائیں حرکت دی۔دل بہت خوش تھا۔واقعی اس نے حیا کی طرح ٹائم نہیں لگایا تھا۔۔کیونکہ یہ بہت سمپل تھا۔۔۔عمر نے اسے یہی ناول ہی کیوں دیا تھا۔وہ سب سمجھ گئی تھی۔۔۔مگر دل کو ابھی بھی یقین نہیں ہو رہا تھا۔۔۔کیا اُسکا جہاں سکندر اُسے اتنا جلدی مل گیا تھا۔۔۔وہ خوش تھی ۔۔۔بے انتہا خوش۔اپنی بے پناہ خوشی کا اظہار وہ کیسے کرے وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔۔کافی دیر بے یقینی کے انداز میں بیٹھی وہ اپنی قسمت پر رشک کر رہی تھی ۔۔۔ناول گود میں رکھ کر وہ سیل فون اُٹھا کر دیکھنے لگی۔۔جہاں فرینڈز اور کزنز کے بے شمار کالز اور مسیجز آچکے تھے۔۔ہر مسیج میں اُسے لمبی اور خوشیوں بھری زندگی کی دعا دی گئی تھی۔۔۔عمر کا بھی 'ہیپی برتھ ڈے' کا مختصر سا مسیج موصول ہوا تھا۔۔جسے دیکھ جانے کیوں دل کی دھڑکن بے قابو ہوئی تھی۔۔۔۔پھر کچھ سوچ کر اُس کا نمبر نکال کر وہ

کچھ سوچتے ہوئے دھڑکتے دل کیساتھ ٹیکسٹ ٹائپ کرنے لگی۔

"تم ناولز بھی پڑھتے ہو؟" وہ ابھی اپنی بے پناہ خوشی اُس پر ظاہر نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔۔ سو اتنا ہی لکھ پائی۔

" زیادہ نہیں۔۔ بس تمھارے شیلف کی ساری پڑھ چکا ہوں۔۔۔" فوراََ جواب آیا۔ اس نے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا۔۔ وہ کب سے اُس کی بکس اُٹھا کر پڑھتا ہے۔۔ اُسے پتہ ہی نہیں چلا۔۔ (یعنی چیٹر نا ہو تو)۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ اب کیا لکھے۔

"تھینکس ٹو جہان سکندر۔۔!" وہ دل کے سکون کو محسوس کرتے ہوئے لکھنے لگی۔

"اِٹس اوکے۔۔۔ہیپی برتھ ڈے ولس اگین۔۔۔ اب سو جاؤ۔۔ عائشے گل (جنت کے پتے کا ایک کردار) کہتی ہے کہ اچھی لڑکیاں رات کو یوں غیر محرم کو مسیجز نہیں کرتیں۔"

"اُف ایک تو عائشے گل کی نصیحتیں۔۔" وہ منہ بنا کر مسیج ڈیلیٹ کرنے لگی۔۔۔ دل ایک دل پر سکون ہو گیا تھا۔۔۔ اور پھر جانے کیا سوجھی کہ صبا کا نمبر ڈائل کیا۔ اور ایک مسکراتے ہوئے وال کلاک کو دیکھا۔۔۔ جو دو بجا رہی تھی۔۔ وہ بھلا اتنی بڑی خبر دینے کے لئے وہ صبح کا انتظار کیسے کرتی۔۔؟؟ بیل برابر جا رہی تھی۔

"ہیلو۔۔" چوتھی بیل پر صبا کی نیند میں ڈوبی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی۔

"ہیلو صبا! تمھیں پتہ ہے جہاں سکندر نے حیا کو بچایا تھا ولید سے اور۔۔"

"ضوفی! ٹائم دیکھو۔۔ تم نے مجھے اس وقت صرف اس بات کے لئے کال کیا ہے۔۔" وہ حیران تھی۔

"نہیں نہیں۔۔ میں نے تمھیں بتانا تھا کہ جہاں سکندر نے مجھ سے بھی وعدہ کیا ہے کہ جب اگر میں جنت کے پتے تھامے رکھوں گی تو اللہ مجھے رسوا نہیں کرے گا۔۔ اور یہ کہ میں اس پر ٹرسٹ کروں اسے اپنی پرابلم شئیر کروں اور۔۔ اور۔۔"

"ضوفی! پی رکھی ہے کیا۔۔" وہ دبی دبی آواز میں بولی۔

"اللہ کے فضل سے اپنے حواس میں ہوں۔۔ اور تمھارے ہوش اُڑانے والی ہوں۔۔ تمیں پتہ ہے صبا!

آج جہان سکندر نے میرے روم میں میرے لئے۔۔"

"جہان سکندر۔۔ تمھارا روم۔۔؟ضوفی! مجھے تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ۔پلیز تم ابھی۔۔"

"ایڈیٹ۔۔سچ کہہ رہی ہوں۔۔ تمھاری قسم۔۔"

"پلیز ضوفی میں نے مرنا نہیں ہے اتنی جوانی میں۔۔"

"قسم سے صبا جھوٹ نہیں بول رہی۔۔جہاں سکندر نے۔۔"

"ضوفی پلیز پہیلیاں نا بجھواؤ۔۔اصل بات بتاؤ۔۔" وہ ایک ہی رٹ سے جھنجھلا گئی تھی ۔

" او۔کے۔۔میرا بھی بیلنس نہیں ہے۔۔۔سو اصل بات ہی بتا رہی ہوں۔یو نو عمر نے مجھے "جنت کے پتے" گفٹ کی۔۔اور ساتھ میں لکھا کہ اس میں میرے لئے کچھ ہے۔۔اور بہت سی باتوں کو انڈر لائن کیا تھا۔۔ اس کا مطلب میں اپنی اس ٹینشن کو بھول جاؤں۔۔ہی از ود می۔۔" وہ پر جوش ہوئی۔

"اوہ تو یوں کہو ناں کہ عمر بھائی نے۔۔ چلو اچھا ہوا بہت۔۔"

"اور تمھیں پتہ ہے اس نے لکھا تھا فرام جہاں سکندر۔۔۔واؤ۔۔"

"رئیلی۔۔" وہ ایکسائٹمنٹ سے چیخی۔اور پھر زبان دانتوں میں دبالی ۔

"قسم سے۔۔" ضوفی کی خوشی انتہا نہیں تھی۔۔اُسکی بات سنتی صبا دھیرے سے اُٹھ کر سٹور میں آگئی۔

"بد تمیز اگر بابا بھائی نے دیکھ لیا اس وقت۔۔تو تمھاری ساری پرابلم مجھ پر اُلٹ جائے گی۔ تمھیں تو" جہان سکندر" بچالے گا میرا کیا بنے گا۔" وہ ضوفی کے لئے خوش ہونے کے باوجود جان بوجھ کر منہ بناتے ہوئے بولی۔

"نو پرابلم۔۔تم فارس ماموں کی پاس چلی جانا۔۔" ضوفی کافی عرصے بعد بے فکری سے ہنسی تھی ۔

"اوہ۔۔فارس ماموں۔۔۔یہ فارس غازی تمھارے لئے ماموں کب سے ہوگئے۔۔کل تک تو تم اس کے خواب دیکھا کرتی تھی۔" صبا کو اُسکے منہ سے فارس کے لئے "ماموں" کا لفظ سن کر ہضم نہیں ہوا تھا۔۔ابھی کل تک تو وہ بھی "آپی" کی طرح اُس کے خواب دیکھا کرتی تھی ۔۔۔یہ ضوفی بھی ناں۔۔۔پورا ڈرامہ ہے بس۔۔!!

"مجھے جہاں مل گیا ناں۔۔اب اسلام میں ایک کی ہی گنجائش ہے۔۔اور پھر مجھے تمھارا خیال بھی تھا ناں ماہی۔۔" وہ ہنس پڑی۔

"ماہی تم خود۔۔اینڈ پلیز اپنے "ان رومنٹک سے فیانسی کو جہان سکندر سے مت ملاؤ۔۔" وہ جان بوجھ کر اُسے چھڑانے لگی۔مگر ضوفی پر اُلٹا ہی اثر ہوا تھا۔

"جلنے والے کا منہ کالا۔۔اینڈ بائے دی وے جہان سکندر نے کون سی برساتیں کی تھیں رومینس کی۔۔؟

اُسکی بات سن کر صبا لاجواب ہوئی۔۔اب کیا کہتی اُسے۔۔۔کیا یار نمرہ احمد کو تھوڑا سا تو خیال رکھنا چاہیے تھا اُس کا۔۔

"اینڈ فار یو کائنڈ انفارمیشن۔۔عمر انٹیلی جنس میں ہے۔۔" دوسری طرف ضوفی ایک اور دھماکہ کرنے لگی۔۔

"واٹ۔۔؟" اس بار صبا کے چھکے چھوٹ گئے اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی کال ڈراپ ہو چکی تھی۔ضوفی کا بیلنس اُڑ چکا تھا۔۔بے ساختہ ہنسی اُسے یقین تھا کہ اب صبا کو کل تک نیند نہیں آئے گی۔

"چل ضوفی بیٹا۔۔کبھی کبھی ڈی جے (جنت کے پتے کا فکشنل کریکٹر) کی طرح لمبے لمبے چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔۔" وہ خود کلامی والے انداز میں بولی۔سیل کو رکھتے اس نے ایک نظر ناول پر ڈالی۔اور اس پر ہاتھ پھیرتی وہ تکیہ سیدھا کرتی سونے کی کوشش کرنے لگی۔

"جہان سکندر۔۔!" وہ طمانیت سے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کرنے لگی۔کون کہتا ہے جہاں سکندر۔۔سالار سکندر اور فارس غازی رئیل لائف میں نہیں ہوتے۔۔ہر لڑکی کی لائف میں ایک جہان سکندر ہوتا ہے بس دیکھنے کے لئے آنکھیں اور محسوس کرنے کے لئے دل چاہئے۔اس کا جہاں سکندر اُسے بچا لے گا ہر مصیبت سے۔۔وہ مجھے سمجھتا ہے۔یہ احساس ہی بہت تقویت بخش تھا۔آج کافی عرصے بعد وہ پہلے کی طرح بے فکری کی گہری نیند سونے لگی تھی۔۔۔کل اُس کا برتھ ڈے تھا۔۔جس کی خوشیاں دوبالا ہو گئیں تھیں۔۔

***

صبح سے سورج بادلوں کے ساتھ مل کر آنکھ مچولی کا کھیل کھیل رہا تھا۔۔۔دھوپ کبھی تیز ہوتی اور کبھی

دھندلا جاتی تھی۔۔۔وہ سارے لان میں بیٹھے دھوپ چھاؤں کے کھیل سے لطف اندوز ہوتے بڑے ریلیکس انداز میں صوفی کی بر تھ ڈے پر لی جانے والی پکس دیکھ دیکھ کر ایک دوسرے پر کمنٹس پاس کر رہے تھے۔۔۔ دوسری طرف میم عفت اُن کی خالی کلاس دیکھ کر لائبریری کی طرف بڑھ گئیں۔۔۔سامنے سے آتی جونئے رُکی حرا کو آتا دیکھ کر وہ رُک گئیں۔

"بچے ! یہ سکس سمسٹر والے کہاں ہیں۔۔؟"

"میم !وہ تو نیچے لان میں بیٹھے تھے۔۔بلا لاؤں۔۔؟"

"ہاں بھاگ کر جائیں۔۔اُن سے کہیں کہ میم کہہ رہی ہیں کہ دو منٹ میں آئیں۔۔۔ورنہ میں پرنسپل کے پاس جارہی ہوں۔۔" وہ کہتے لائبریری کی جانب بڑھ گئیں۔۔جہاں میم غضنفر پہلے سے بیٹھی ہوئی تھیں۔۔

"کیا ہوا مس ۔۔خیریت ۔۔؟؟" وہ مسکرا کر میم عفت کو دیکھ کر بولیں۔۔جو کافی غصے میں لگ رہی تھیں۔

" اِن ایڈیٹس کے ہوتے ہوئے خیریت کیسے ہو سکتی ہے ۔۔پتہ نہیں عجیب بدتمیز قسم کے اسٹوڈنٹس ہیں۔۔اب کیا ٹیچرز اُن کو کلاس میں بلائیں گے۔۔۔ کیا اُنھیں خود پتہ نہیں کہ اُن کی کلاس ہوتی ہے اس وقت۔۔" میم کے غصے کا گراف مزید بڑھ گیا۔ میم غضنفر ہلکا سا قہقہ لگانے لگیں۔

"ہاں بس یہ ذرا سے شرارتی بچے ہیں۔۔تنگ کرنے والے۔۔میں نے لاسٹ سمسٹر میں اُن کو دو سبجیکٹس پڑھائے پھر تو کانوں کو ہی ہاتھ لگا لئے تھے۔۔اُف۔۔بہت تنگ کرتے ہیں۔۔" وہ مسکرا کر بولیں۔۔اگر الیون ایڈیٹس میں سے کوئی اُن کی یہ بات سن لیتا تو یقیناً حیرت سے بے ہوش ہی ہو جاتا۔۔میم غضنفر اور اُن کے لئے ہنسنا۔۔۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ ساری ٹیچرز میں واحد وہی تھیں جو اُن کی شرارتوں کو انجوائے کرتیں تھیں۔۔یہ تو الیون ایڈیٹس بھی جانتے تھے مگر پھر بھی۔۔۔!! میم غضنفر غیاث کا شمار اُس عظیم اساتذہ میں کیا جاتا ہے جو بظاہر سختی کا مصنوعی خول چڑھائے حقیقتاً بہت ہی نرم دل۔۔حساس اور اصول پسند ہوتے ہیں۔۔اس نرم اور خوبصورت دل کی مالک میم غضنفر کے کچھ اُصول تھے ۔۔پہلا اُصول وہی پرانا۔۔۔کلاس میں لیٹ

انٹری۔۔یہاں تک کہ ابھی وہ صرف کلاس کے دروازے تک ہی پہنچی ہوتیں مگر صرف دو قدم پیچھے آنے والی اسٹوڈنٹس کا آنا بھی اُنھیں سخت ناگوار تھا۔۔بقول اُن کے ۔۔ٹیچر کو دیکھ کر کلاس کی طرف بھاگتے اسٹوڈنٹس مجھے بالکل پسند نہیں۔۔سٹوڈنٹس کو ٹیچر کے آنے سے پہلے ہی کلاس میں ہونا چاہیے۔۔دوسرا اُنھیں کلاس میں اسٹوڈنٹس کا ٹانگ پر ٹانگ رکھنا بھی غیر مہذب لگتا تھا۔۔اور تو اور اُنکو کلاس میں پین کی ٹک ٹک بھی ناگوار گزرتی تھی۔۔سدا کے کام چور اور شرارتی الیون ایڈیٹس اُن کے سامنے بالکل سیدھے تھے۔(نہیں نہیں ڈر سے نہیں۔۔میم کو ہرٹ نا کرنے کی وجہ سے۔۔کچھ بھی ہو۔۔بظاہر سخت سی اور نازک مزاج طبیعت والی میم اُن کو بہت عزیز تھیں)۔۔ سونا صرف کلاس میں وقت سے پہلے پہنچے ہوتے۔۔بلکہ ٹانگیں بھی سیدھی ہوتیں۔۔اور تو اور مسکان کی ٹک ٹک کی عادت بھی دو تین بار کی اچھی خاصی دُھلائی کے بعد ختم ہو چکی تھی ۔۔مگر پھر بھی ریکارڈ رہا ہے کہ میم نے کبھی اُن کی کوئی کلاس پوری نہیں لی تھی۔۔آخری دس پندرہ منٹوں میں وہ ایڈیٹس کچھ نا کچھ غلط کر کے اُن کو ناراض کر ہی دیتے تھے۔۔۔میم کی نازک مزاجی اپنی جگہ۔۔۔مگر اُن کی سب سے خوبصورت بات یہی تھی کہ وہ ناراضگی اور خفگی کو خود تک محدود رکھتیں۔۔کبھی پرنسپل یا ٹیچر کو شکایت نہیں کرتی تھیں۔۔ایک بار تو الیون ایڈیٹس نے حد ہی کر دی تھی۔۔اگر آپ لوگوں نے ملاحظہ کرنا ہو۔۔تو آیئے کچھ عرصہ پیچھے کی طرف چلتے ہیں۔ سب سر جھکائے ٹسٹ کرنے میں بری طرح بزی تھے۔۔میم غضنفر خاموشی سے بیٹھی مسلسل سونی اور رعیا کے اشارے دیکھ رہی تھیں۔۔جو ایک دوسرے کو دیکھتے ۔۔ پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں شریر سی مسکراہٹ کا تبادلہ ہوتا۔۔پھر سامنے والی دیوار کو دیکھا جاتا اور پھر سر جھکا کر ٹسٹ کی طرف متوجہ ہوتے۔۔۔وہ چھپ چھاپ کافی دیر سے یہ تماشہ دیکھ رہی تھیں۔۔آخر میں رعیا کو وہاں سے اُٹھنے کا کہہ کر اپنے ساتھ بٹھالیا۔۔۔وہ خلاف معمول احتجاج کیے بغیر ۔۔پرجوش سی اُٹھ کر آگے بیٹھ گئی۔۔میم قدرے حیران ہوئیں مگر "پاگل ہیں بیچارے" کی تسلی خود کو

دے کر وہ باقیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔۔ضوفی اور نوشی دھڑا دھڑ جیجز بھرتے جا رہے تھے ۔۔اور باقی کبھی ٹسٹ کرتے کبھی دائیں بائیں دیکھتے۔۔مگر سونی اور اُن کے ساتھ بیٹھی رعیا مسلسل سامنے والی دیوار (میم کے پیچھے والی دیوار) کو دیکھ رہے تھے۔۔وہ جھنجھلا گئیں ۔۔ آخر ایسا کیا تھا دیوار پر۔۔ وہ نا سمجھی والی انداز میں مڑ کر دیکھنے لگی ۔۔اور اگلے ہی پل اُن کے چودہ طبق روشن ہوگئے تھے ۔

"واٹ نان سینس۔۔ آپ لوگوں کو اس وقت ڈاکٹر شاید کے کلینک میں ہونا چاہیے تھا۔۔" وہ کہہ کر کسی سے بھی ٹسٹ لیے بغیر اُٹھ گئیں۔ میم کی اس بات سے سب حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔۔ مگر جانے کیوں خاموشی سے ٹسٹ کرتی ضوفی کی ہنسی نکل گئی۔۔سب حیرت سے یک ٹک پہلے غصہ میم کرتی میم کو اور پھر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔۔سب کلاس میں بھی موجود تھے۔۔۔نا کوئی بولا تھا۔۔نا کسی نے چین سے ٹک ٹک کی تھی ۔۔ اور تو اور سب کی ٹانگیں بھی سیدھی تھیں۔۔ پھر بھلا کیا وجہ تھی میم کی اچانک ناراضگی کی۔۔اور ضوفی وہ کیوں ہنسی سے نیلی پیلی ہو رہی تھی۔۔سب نے حیرت اور غصے سے اُسے دیکھا۔۔واقعی صحیح کہتیں ہیں میم مرینہ کہ کسی دن سب مل کر ضوفشاں کے ساتھ ناشتہ کرتے ہیں۔۔ جانے ایسا کیا کھا کر آتی تھی کہ پھر سارا دن پاگلوں کی طرح ہی ہی ہی ہی کرتی رہتی تھی۔۔ مگر بقول ضوفی کہ وہ تو سرے سے ناشتہ ہی نہیں کرتی۔۔۔پھر بھلا کیا وجہ تھی اور میم غضنفر۔۔۔پتہ نہیں بیٹھے بیٹھے اُنھیں کیا ہو گیا کہ ۔۔۔!!

"ڈاکٹر شاید کون ہے۔۔؟" میم کے ناراضگی سے باہر نکلتے ہی مسکان بولی تھی ۔سب کندھے اُچکا کر رہ گئے۔۔مگر ضوفی ابھی بھی ہنس رہی تھی ۔(ڈاکٹر شاید ڈی۔آئی۔خان کے سب سے مشہور ڈاکٹر تھے۔۔مگر نارمل لوگوں کے نہیں۔۔پاگلوں کو کے۔۔اور بات شاید کسی اور کو معلوم نہیں تھی۔۔ مگر میم کے انتہائی غصے میں ہونے کے باوجود اُن کے مشورہ دینے کے انداز پر اُسکی ہنسی تو بے ساختہ نکل ہی تھی)۔

"کیا ہوا ضوفی۔۔بتاؤ تو۔۔؟" نوشی روہانسی ہوگئی۔۔ اُس کا ٹسٹ تقریبا ختم ہونے والا تھا کہ میم اُٹھ گئیں۔۔اب کیا کل پھر سے لکھنا پڑھے گا۔ضوفی اُن

سب کے چہرے دیکھتی ہنسی کے درمیان اُنھیں ڈاکٹر شاید کا بتانے لگی۔۔یوں کہ اُن سب کی ہنسی بھی بے ساختہ تھی۔

''اوہ گاڈ۔۔تو یہ مطلب تھا میم کا۔۔۔ہاہاہاہا۔۔۔ویسے ضوفی تمھیں کیسے پتہ ڈاکٹر شاید کا۔۔'' ملیحہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔

''اوہ پاگل۔۔اس کا وہاں سے علاج ہو رہا ہے ناں۔۔'' ہادی کے کہنے پر سب ہنس پڑے جبکہ ہادی روہانسی ہوگئی تھی(مکا کھا کر)۔ہنسی مذاق کے دوران کسی نے بھی نوٹ نہیں کیا کہ رعیا اور سونی چیئر پر چڑھے دیوار سے وہ شیٹ اُتار رہے تھے جس پر اُنھوں سارے پوائنٹس نوٹ کر کے سامنے دیوار پر وائٹ بورڈ کے ساتھ لگے دوسرے چارٹ پر لگایا ہوا تھا۔۔مگر نا میم غضنفر نے اُس کی شکایت میم شاہدہ سے کی اور نا ہی پرنسپل سے۔۔یہاں تک کہ یہ بات الیون ایڈیٹس کو بھی معلوم نا ہو سکی۔۔وہ بیچارے تو آج تک میم کی اُس بے وجہ ناراضگی کے بارے میں سوچ سوچ کر حیران ہوتے ہیں۔۔خیر اگر ہم واپس حال میں آئیں تو سامنے ایک اور منظر منتظر ہے۔۔میم عفت بیگ اُٹھا کر لائبریری سے نکل چکی ہیں اور اُن کا رُخ یقیناً پرنسپل آفس کا ہی ہے۔۔میم غضنفر الیون ایڈیٹس کی پرنسپل آفس میں متوقع کلاس کا سوچ کر مسکرا دیں۔۔۔مگر اُن کا اندازہ غلط تھا۔۔کیونکہ اس بار کلاس پرنسپل آفس میں نہیں ہونی تھی۔۔۔بلکہ گراؤنڈ میں اُن سے آرمی ٹریننگ کروائی گئی۔۔۔نا صرف میم غضنفر نے۔۔بلکہ پورے کالج نے دیکھا کہ الیون ایڈیٹس پرنسپل آفس کے سامنے دونوں ہاتھ اوپر کیے ایک ایک ٹانگ پر کھڑے تھے۔۔سارے اسٹوڈنٹس کلاسز سے جھانک جھانک کر اُنھیں دیکھ رہے تھے۔۔جبکہ پہلی بار الیون ایڈیٹس پرنسپل کی کلاس اور ڈانٹ سے بور ہونے کی بجائے تکلیف محسوس کر رہے تھے۔۔سب اُنکو دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔۔پورے کالج میں اگر کوئی افسردہ تھا تو الیون ایڈیٹس کے بعد وہ چاچا یاسین ہی تھے۔۔!!

''ضوفی۔۔میرے بازو تھک گئے ہیں۔۔'' ہادی کی روہانسی آواز آئی۔۔وہ رو دینے کے قریب تھی۔۔

''اور میری ٹانگ میں درد ہو رہا ہے۔۔'' ماہ رُخ کا بھی یہی حال تھا۔۔اس سے پہلے کہ کوئی کچھ اور کہتا

۔۔دھڑام کی آواز پر سب نے پیچھے دیکھا۔۔اوہ مائی گاڈ۔۔وہ چکرا کر رہ گئے۔۔ارد گرد سب کی ہنسی کو بھی بریک لگ گئی۔۔اور تو اور پرنسپل بھی حواس باختہ سی آفس سے باہر آئی۔

"ضوفی۔۔۔!" وہ سب نیچے بیٹھے اُس کے گال تھپتھپا رہے تھے۔

"پلیز جلدی سے پانی لاؤ۔۔ہری اپ۔۔" رعیا چلائی تھی۔سارے ٹیچرز بھی فوراً بھاگے چلے آئے جہاں لان کے وسط میں ضوفشاں حیدر بے سُدھ پڑی تھی۔۔اوپر سے میم غضنفر نے بھی جب یہ منظر دیکھا تو نیچے چلی آئیں۔

"ہٹیں بچے۔۔سائیڈ پر ہوں۔۔" میم کلثوم نے الیون ایڈیٹس کو پیچھے کیا۔۔جو حیران پریشان سے ضوفی کو دیکھ رہے تھے۔پرنسپل بھی حواس باختہ سی اُسکے گھر والوں کو فون پر اطلاع دینے لگی اور صبا تو باقاعدہ رونے لگی۔۔اور باقی سب کے چہرے پر بھی ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ایک پل میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔۔ابھی تو وہ بلکل ٹھیک تھی۔۔پھر۔۔!!

"کچھ نہیں ہے بچے۔۔۔بی پی لو ہوا ہو گا۔۔" میم شاہدہ اُن سے زیادہ خود کو تسلی دے رہی تھیں۔۔اُس کے چہرے پر پانی چھڑکا گیا۔۔مگر وہ بے سُدھ تھی۔۔سب اُس کے گرد جمع تھے۔۔کچھ دیر پہلے دبی دبی ہنسی ہنسنے والے ٹیچرز۔۔ڈانٹنے والی پرنسپل۔۔سب کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔۔اگلے دس منٹوں میں فہیم بھائی اور اُسکے بابا کالج میں موجود تھے۔۔فہیم بھائی اُسے کندھے پر اُٹھائے گاڑی میں ڈال رہے تھے اور اگلے پل گاڑی گیٹ سے یہ جا وہ جا۔۔۔الیون ایڈیٹس منہ پر ہاتھ رکھے وہیں کھڑے رہ گئے۔۔جب کہ اُن سے نظر بچاتی پرنسپل اپنے آفس میں جاتی بار بار میم شاہدہ سے یہی کہہ رہی تھیں کہ "نہیں۔۔بچی کا اپنا کوئی مسلہ ہو گا۔۔۔دھوپ کی وجہ سے نہیں۔اور ویسے بھی کوئی گرمی کی تیز دھوپ تو نہیں تھی جو برداشت نا کر سکے۔۔۔لان میں بھی تو دھوپ میں بیٹھی تھی پریڈبنک کر کے۔) اور الیون ایڈیٹس 'پریڈبنک' کا سن کر آرام سے کِھسک گئے۔۔کیا پتہ میم پھر سے کھڑا کر دے۔

***

"ضوفی۔۔! کیسی ہو اب۔۔؟" عصر کو وہ سب

جوسز۔۔چاکلیٹس۔۔اور جانے کیا کیا لیے حاضر تھے۔۔ مگر ضوفی کے چہرے پر صبح والے واقعے کا کوئی تاثر بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔۔۔بالکل اُسکی گہری مسکراہٹ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

''مجھے کیا ہونا ہے۔۔۔مر تو تم لوگ رہے تھے۔۔۔ضوفی میرے بازو تھک گئے۔۔۔ضوفی میری ٹانگ درد کر رہی ہے۔۔ ضوفی یہ۔۔ضوفی وہ۔۔۔۔میں تو ٹھیک تھی اور۔۔۔'' وہ سب کی نقل اُتار رہی تھی۔۔اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کرتی صبا نے بیٹھے بیٹھے اُسکے بال دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیے۔

''اس کا مطلب۔۔وہ۔۔۔وہ سب ڈرامہ تھا۔۔''

''ہاں جی ڈرامہ۔۔اگر یہ سب نا کرتی ناں تو تم میں واقعی کس نے گر جانا تھا۔۔اسلئے میں نے سوچا کہ میں۔۔۔'' وہ ہنسی تھی اور باقی سب ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔

''اوہ گاڈ ضوفی۔۔ کتنی ڈرامے باز ہو تم۔۔۔'' سونی نے بہت زور سے اُسے چٹکی بھری۔۔وہ چیختی رہ گئی۔۔یعنی بندہ کسی پر احسان نا کرے۔۔اُسے کیا پڑی تھی ہونے دیتی کسی ایک کو سچ مچ میں بے ہوش۔۔''

''چلو سب۔۔خواں مخواں میں اس فضول کے لئے ٹینشن لی ہوئی تھی۔۔۔۔'' صبا سچ مچ میں غصہ ہوتی اُسکے بال نوچنے کے بعد اُسے مکے مارنے لگی۔۔باقی سب کا بھی یہی حال تھا۔

''ضوفی۔۔آئندہ تم مر بھی جاؤناں تو قسم سے ہم نہیں آئیں گے۔۔ کتنی کمینی ہو۔۔'' رعیا کا دل چاہا اُسکا گلا ہی گھونٹ دے۔۔اتنا بھی کوئی بدتمیز ہوتا ہے۔۔۔سب کچھ نا کچھ سنا رہے تھے جبکہ ہادی بالکل خاموشی سے اپنی لائی ہوئی چیز ڈھونڈ کر واپس جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ضوفی نے اُس کا ارادہ بھانپ لیا سو اٹھ کر اُسے چھیننے کی کوشش کی۔۔مگر وہ ایک تھی اور اگلے دس۔۔۔سو بڑے مزے سے اُس کے سامنے اپنی لائی ہوئی چیزیں کھا کر اُس کا دل جلا رہے تھے۔

''بدتمیزوں۔۔قسم سے جو میں نے بھی پانی تک کا بھی پوچھا تو۔۔'' وہ دھمکی دینے لگی مگر اگلوں پر نو اثر۔۔۔وہ جھنجھلا گئی۔

''کتنے کمینے ہو۔۔اُس وقت رو رہے تھے میرا نام لے کر اور اب۔۔۔جھوٹے ۔۔ڈرامے باز نا ہو

تو۔۔خامخواں تم لوگوں کی وجہ سے بھائی سے اتنی ڈانٹ کھائی۔۔اوراب۔۔" وہ ایموشنل بلیک میلنگ کرنے لگی۔۔مگر کسی نے کچھ بھی نہیں دیا۔۔یہاں تک کہ رعیانے توبچی ہوئی چاکلیٹ بھی ڈسٹ بین میں

ڈال دی۔۔وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کراُسے دیکھتی رہی۔ "گھورنا بند کرو۔۔تم ہو ہی اس لائق۔۔اب ذرا جلدی سے کھانا منگواؤ ناں۔۔تم تمھارے چکر میں گھر میں حلق سے کچھ اُترا بھی نہیں۔۔" وہ ٹشو سے منہ

ہمارا پہلا انٹرنیشنل انتخاب جس میں پاکستان کے علاوہ ،امریکہ ،نیپال، سعودی عرب دوبئی کے لوگ شامل ہوئے ہیں ابھی ہماری یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں

قیمت300 بمعہ ڈاک خرچ

انشاءاللہ داستان دل ڈائجسٹ کی ٹیم اپنی پہلی کامیابی کے بعد اب دوسرا انتخاب شاعری اور افسانوں کا مارکیٹ میں لا رہا ہے بہت جلد اگر آپ شامل ہونا چاہتے ہیں تو جلد سے جلد رابطہ کریں انشاءاللہ پاکستان سے باہر کے ممالک کی مارکیٹ کی زینت بھی بنے گی اس میں شاعری اور افسانے فری شامل کیے جائیں گے شامل ہونے والے ممبر کو صرف کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ دینا ہو گا۔ایسا موقع پہلی بار فراہم کیا جارہا ہے جس میں ہر ممالک کے لوگ شامل ہوسکتے ہیں اور ہر ممالک میں کتاب بھی حاصل کرسکتے ہیں شکریہ

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Office Adrass: Chak No:79/5.L sahiwal

Whatapp: 0322-5494228

صاف کرکے بولی۔اور ضوفی سب پر ایک ناراض سی نظر ڈال کر باہر آگئی۔۔کچھ بھی ہو وہ اُسکے گھر آئے تھے۔۔ورنہ دل پانی دینے کا بھی نہیں تھا۔۔مطلب احسان کا تو زمانہ ہی نہیں رہا۔۔ایک تو صبح سزا سے نجات دی۔۔اگر وہ ڈرامہ نا کرتی تو جانے اور کتنی دیر کھڑے رہنا پڑتا سب کو۔۔۔اُن کی وجہ سے بھائی سے ڈانٹ کھائی۔۔اور اب۔۔۔؟؟ ہونہہ بدتمیز ۔۔ندیدے کہیں کے۔۔!!

***

کالج میں آخری سمسٹر شروع ہوئے آج دوسرا دن تھا۔۔میم روبینہ اور سر ظفر نے اُن پر سختی شروع کر دی۔۔ریسرچ پروفوزل اور تھسزز پر کام شروع ہوتے ہی ایک دم سب مصروف سے ہوگئے۔۔ساری شرارتیں اور شیطانیاں بھلائے وہ پہلی بار سنجیدگی سے پڑھائی کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔۔۔اب تو فری پریڈ میں بھی وہ لیپ ٹاپس کھولے اپنے اپنے ٹاپکس پر مٹیریل ڈھونڈ رہے ہوتے تھے۔زندگی ایک دم مصروف سی ہو گئی تھی۔۔بقول میم شاہدہ کہ "اگر انھوں نے ریسرچ سے ہی سدھرنا تھا تو کاش وہ پہلے سمسٹر سے ہی اُنھیں ریسرچ پر لگا دیتے۔۔اور تو اور یاسین چاچا نے بھی ایک دن لائبریری کے سامنے جھاڑو دیتے ہوئے سونی سے کہا کہ "سب خیر تو ہے۔۔تم لوگوں کی یہ خاموشی اچھی نہیں لگ رہی۔۔ نا کوئی شرارت۔۔نا پرنسپل کی ڈانٹ۔۔نا ہی ضوفی کے بے ساختہ ہنسی کی گونج۔۔آخر ہوا کیا ہے۔۔" اس سے پہلے کہ سونی کوئی جواب دیتی۔۔۔ کافی دنوں بعد ہادی کی کسی بات پر بے ساختہ ہنستی ضوفی کی آواز سنائی دی۔۔۔جو یقیناً سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آرہی تھی۔یاسین چاچا بے ساختہ مسکرائے۔یعنی شیطان کو یاد کرو اور وہ جھٹ سے حاضر۔۔آج کافی دنوں بعد اُسکی ہنسی کانوں میں پڑی تھی۔۔۔ورنہ تو

روز سب سے نظر بچا کر اُسے معمول کی خوراک (چھالیہ پان) لا کر دیتی اور مسکراتے ہوئے گزر جاتی۔۔اساتذہ کی نسبت وہ ایڈیٹس کلاس فور کے تمام اسٹاف کے فیورٹ تھے۔ (سوائے خالہ اللہ وسائیں کے۔۔جو ہمیشہ اُنھیں ٹیچرز کا ٹھنڈا پیتے پکڑتیں اور پھر پرنسپل سے شکایت لگا دیتیں۔۔ بقول الیون ایڈیٹس کہ۔۔جانے خالہ ٹیچرز کے کولر میں ایسا کیا ملاتیں تھیں کہ پانی کو پیتے رہنے کو دل کرتا تھا)۔۔۔ بظاہر بدتمیز اور شرارتی یہ الیون ایڈیٹس دل کے بہت ہی نرم اور مشکل میں ساتھ دینے والے تھے۔۔ضوفی اور رعیا تو اکثر چاچا یاسین کی مالی مدد بھی کر دیتے تھے۔۔۔اور ضوفی نے تو پرامس کیا تھا کہ اگر وہ چرس پینا کم کر دیں گئیں تو روز اُن کے چھالیہ اور پان لایا کرے گی۔۔۔اور وہ پابندی سے اپنا وعدہ نبھاتی چاچا یاسین کی دعائیں سمیٹتی رہی۔۔یونہی مصروف رہتے زندگی کے یہ چھ ماہ بھی بیت گئے۔۔سمسٹر بس ختم ہونے کو تھا ۔۔اُن کی شرارتیں۔۔لڑائی جھگڑے۔۔ہنسی مذاق۔۔اور کالج میں بیتے تمام پل اور لمحوں نے اب فقط خوبصورت یادیں بن کر ڈائیریوں اور البمز میں مقید ہونا تھا۔اور اِن الیون ایڈیٹس نے اب ایک دوسرے سے بچھڑ کر زندگی میں اپنے اپنے ڈگر پر بکھر جانا تھا۔۔۔اور پیچھے رہ جانے والی اُن کی یادیں ۔۔اُن کی ہنسی کی وہ گونج۔۔ہمیشہ کے لئے زندہ رہنی تھی۔۔۔سب کے دلوں میں ایک گلہ تھا اُنھیں اچھی طرح سے رخصت نہیں کیا گیا تھا آخر وہ کالج کی رونق تھے۔۔چلو رونق نا بھی سہی۔۔۔لیکن ٹیچرز۔۔کالج انتظامیہ۔۔حتیٰ کہ پورا کالج اُن سے تنگ تو تھا۔۔۔تو کم از کم اُن سے جان چھوٹنے کی خوشی میں ہی ایک شاندار سی پارٹی ہونی چاہیے تھی۔۔مگر نہیں۔۔۔ٹیچرز کا سدا کا وہی سوتیلا رویہ۔۔۔سینڈریلا کی سوتیلی ماما سے بھی زیادہ۔۔۔ یعنی کوئی پارٹی نہیں ہوگی۔۔۔ہر بیچ کو نت نئے انداز میں ویلکم اور الوداع کہنے والے الیون ایڈیٹس کے لئے کوئی پارٹی نہیں۔۔۔اب اگر یہ سوتیلا پن نہیں تو اور کیا ہے۔۔خیر رونے کی بات نہیں۔۔الیون ایڈیٹس کا حق کوئی نہیں مار سکتا۔۔وہ بھی اپنے نام کے ایک ہی تھے۔۔" زندگی ایک ہی بار ملتی ہے۔۔اسلئے ہر دن کو آخری دن سمجھ کر جیو" کے مقولے پر عمل کرنے

والے الیون ایڈیٹس کوئی لمحہ مس بھی نہیں کرتے تھے ۔جی ہاں ذہنوں کو آپس میں لڑا کر ایک عدد شاندار سا آئیڈیا تشکیل پایا گیا اور۔۔۔۔اور پھر کالج نے دیکھا کے الیون ایڈیٹس ۳۰ مئی کو ایک سے ڈریس میں ملبوس جلوہ افروز تھے۔۔۔وائٹ شرٹ اور بلیک جینز۔۔۔آٹو گراف ڈے۔۔۔کلاسز کا باقاعدہ بین۔۔۔جی ہاں ہر لمحے سے خوشی کشیدنے والے الیون ایڈیٹس کے ساتھ آسمان بھی خوب ساتھ دے رہا تھا۔۔۔کیا دھوپ چھاؤں سا موسم تھا کہ آٹو گراف ڈے کی خوشیاں دوبالا ہو گئیں۔ اس دن کے لئے اسپیشلی بنی والی وائٹ شرٹس آخری لمحات میں ملٹی کلر شرٹس میں تبدیل ہو چکے تھے۔۔۔۔یہ یادگار شرٹس اُن کی زندگی کی خوبصورت یادوں میں سے ایک یاد تھی۔۔زندگی کے یہ لمحات واقعے بس یادیں بن کر رہ جانی تھیں۔۔۔آخری سمسٹر اپنے اختتامی مراحل میں تھا۔۔بس صرف سمر ویکیشن کے بعد ایگزیمز ہونا باقی تھے۔۔۔۔اور چار سالوں پر مشتمل خوبصورت سی زندگی نے اپنے اختتام کو جا پہنچنا تھا۔۔۔پھر وقت کو جیسے پہیے لگ گئے۔ تیزی سے گزرتا بالآخر وہ دن بھی آ گیا جب سمر ویکیشن ختم ہوئے ۔۔۔پیپر آ گئے اور آکر گزر گئے۔۔۔آخری پیپر والے دن '' واٹر ڈے '' کا اہتمام تھا۔۔۔۱۳ ستمبر کا دن سمسٹر کا۔۔اور بی۔ایس کے چار سالوں کا آخری دن۔۔۔۔ہر ڈے کو کوئی نام دے کر '' اسپیشل ڈے '' بنا کر یادرکھنے والے الیون ایڈیٹس آخری چند لمحوں کو بھی کھل کر جینا چاہتے تھے ۔۔ پیپر اٹیمپ کر کے ۔۔۔آخر میں ایک دوسرے کو خوب پانی سے گیلا کر کے بے تحاشہ ہنستے الیون ایڈیٹس خوب انجوائے کر رہے تھے ۔۔۔لیکن سینڈریلا کی سوتیلی ماما کو وہی سوتیلا رویہ۔۔۔۔آخری دن پر بھی اُن کو ڈانٹ پڑی وہ بھی ایسی ویسی نہیں۔۔۔ سیدھے سیدھے کتے والی۔۔ اب تو آپ لوگوں کو بھی یقیناً شک ہو رہا ہو گا کہ واقعی وہ سوتیلے اسٹوڈنٹس رہے ہیں۔۔۔اُن کے ساتھ برتاؤ بھی سوتیلا۔۔۔کیا ہوا اگر وہ ذرا سے شرارتی تھے تو۔۔ شرارتی تو بچے بھی ہوتے ہیں(یہ الگ بات کہ وہ بچے نہیں تھے)۔۔۔تو کیا ماں باپ اُن بچوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں جیسا الیون ایڈیٹس کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔۔اس آخری سمسٹر میں۔۔جہاں

جہاں سے گزرا جاتا۔۔ہر ٹیچر پوچھتیں۔۔۔کب جا رہے ہو۔۔یعنی دوسرے لفظوں میں اگر کہا جائے تو وہ جیسے پوچھنا چاہتے تھے کہ "کب جان چھوڑ رہے ہو" مگر ذرا مہذب سا لہجہ بنا کر مذاق کا مذاق ہو جاتا اور تسلی کی تسلی۔۔۔صرف میم غضنفر نے ایک بار کہا ۔۔کہ چلے تو جاؤ گے لیکن ساری رونق ساتھ میں لے جاؤ گے۔۔۔آہ ۔۔کتنا تسلی بخش تھا یہ جملہ سننے میں۔۔اور پھر الیون پڈیٹس نے واقعی دو دن تک انسان کے بچے ہونے کا ثبوت دیا۔۔مگر عادت سے مجبور بیچارے دو دن ہی شرافت کا ڈھونگ رچا سکے تھے۔۔اس سے آگے اُن کے بس کی بات نہیں تھی ۔۔۔اور پھر وہ آخری لمحے بھی آ ہی گئے۔۔۔کیا یادگار دن تھا وہ بھی۔۔جب وہ سب ہمیشہ کی طرح 'ریسرچ لیب کا اے سی' چوری چھپکے لگا کر باہر کوریڈور کی نسبت قدرے ٹھنڈے ماحول میں نم آنکھوں کے ساتھ ایک دوسرے سے گزرے چار سالوں میں تمام تلخ باتوں اور برے رویے کے لئے معافی مانگ رہے تھے۔۔ایک دوسرے کو ہمیشہ یاد رکھنے کے وعدے

ہو رہے تھے۔ عجیب سا حال ہو رہا تھا سب کا۔۔اور زرین جانے اُسے کیا ہوا تھا کہ مسلسل روتے اُسکی ہچکیاں بندھ گئیں تھیں۔۔کسی کو بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اُسے ہوا کیا تھا۔۔بس برستی آنکھوں کے ساتھ اُسے چپ کروایا جا رہا تھا۔

"زرین! پلیز۔۔ایسے کیوں رو رہی ہو۔۔یونو ایسے تو ہم سب ہرٹ ہو رہے ہیں۔۔" رعیا اپنے آنسو صاف کیے بغیر اُسکے آنسو پوروں پر چن رہی تھی۔ مگر زار و قطار روتی زرین کے رونے میں مزید شدت آئی۔

"میں بہت بُری ہوں رعیا۔۔بہت زیادہ۔۔یونو میں تم لوگوں جیسے دوست ڈیزرو ہی نہیں کرتی۔۔"

"کیا ہوا ہے۔۔پلیز بتاؤ تو۔۔ایسے کیوں کہہ رہی ہو۔۔" ہادی اُس کا سر سہلا کر بولی۔ مگر وہ دونوں کو پیچھے کرتی وہ ضوفی کے پاس چلی آئی۔

"ضوفی ۔۔" کہتے ہی کتنے آنسو بہہ نکلے۔ ضوفی پریشان سی اُسکی صورت دیکھتی رہی۔

"کیا ہوا ہے زری!۔۔۔کیوں پریشان ہو اتنی۔۔پلیز کہہ دو جو بھی پرابلم ہے۔۔ہم سب مل کر سولو کرنے کی کوشش کریں گے۔پلیز۔۔۔" وہ اُسکے دونوں ہاتھ تھام کر تسلی آمیز انداز میں دبانے لگی۔مگر وہ مسلسل "میں بہت بری ہوں" کی رٹ لگائے بس روئے جا رہی تھی۔

"اف زری پلیز۔۔کچھ بتاؤ گی۔۔یا ایسے ہی پریشان رکھو گی صرف۔۔" وہ حقیقتا پریشان ہو گئے تھے۔

"میں بتاؤں گی۔۔ضرور بتاؤں گی۔۔۔میں کب سے کہنا چاہ رہی تھی مگر ہمت نہیں ہو رہی تھی۔۔۔بٹ آج کرنی ہے ہمت۔اگر آج نا کہہ سکی تو ساری زندگی اپنی زندہ لاش کی طرح یہ ضمیر کا بوجھ بھی کندھے پر اُٹھا کر جینا پڑے گا مجھے۔۔مجھے یہ بوجھ اُتارنا ہے۔۔میں۔۔میں۔۔" وہ اتنا کہہ کر پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہوئی تھی۔۔سب پریشان سے اُسے روتا دیکھتے رہے۔۔۔صبا نے پانی کی باٹل دی مگر بائیں ہاتھ سے اُسے پرے کرتی وہ مسلسل رو رہی تھی۔

"ضوفی! پلیز مجھے معاف کرنا تم۔۔۔اور نوشی ۔۔۔نوشی پلیز تم بھی۔۔میں۔۔میں بہت بری ہوں اور۔۔۔۔" ہچکیوں کے درمیان اُس سے بات نہیں ہو پا رہی تھی۔ضوفی نے لب بھینچ کر اُس کے ہاتھ ہولے سے دبائے۔۔گویا وہ اُسکی بات سمجھ چکی تھی۔

"ڈونٹ وری پیاری۔۔۔دوستی میں سوری نہیں کہتے ۔۔۔اینڈ آئی سوئیر۔۔میرے دل میں تمھارے خلاف نا کچھ تھا اور نا ہے۔۔اور آئی ایم شیور کہ نوشی کے بھی۔۔۔سو پلیز پرانی اور فضول باتوں کو لیکر اتنے پیارے لمحوں کو سپائل مت کرو۔۔ اور چل کرو پلیز۔۔" وہ اُسکی تھوڑی کو پیار سے اوپر کرتی اُسکی آنکھوں میں جھانک کر بولی۔زرین یک ٹک دونوں کا منہ دیکھتی رہی۔۔وہ جو اپنی طرف سے دھماکہ کرنے والی تھی۔۔۔اُلٹا خود دھماکے کی زد میں آ گئی۔۔یعنی وہ دونوں جانتے تھے سب۔۔مگر کیسے۔۔۔اور اُسے اتنے عرصے کچھ کہا کیوں نہیں۔۔وہ حیران ہوئی اور

باقی سب بھی معاملے کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"ضوفی۔۔یہ سب۔۔ تمھیں کیسے پتہ۔۔ تم تو۔۔نوشی۔۔" وہ بے ربط انداز میں بولی۔

"ہاں مجھے بھی کچھ عرصہ تک یہی لگا تھا کہ یہ سب نوشی کروا رہی ہے۔۔۔ مگر جس دن مجھے میرے کزن نے حقیقت بتائی کہ یہ سب تمھارا کیا دھرا ہے۔۔ تو اُس سے اگلے دن ہی میں نے نوشی سے اپنے رویے کی معافی مانگ لی۔۔اور اس سے وعدہ لیا کہ ہم تم سے کچھ نہیں کہیں گئیں۔۔بس لڑائی جھگڑے بہت ہو گئے تھے۔۔اب ہم نے پھر سے ایک ہو کر جینا تھا۔۔۔ایسے سیریس مسئلوں کو جگہ نہیں دینی تھی۔۔سو۔۔"

"لیکن۔۔ تمھارے کزن کو۔۔۔اور پھر تم نے مجھے کچھ کہا کیوں نہیں۔۔" وہ شرمندہ شرمندہ سی کھڑی رہی۔۔ضوفی نے اُسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔باقی سب بھی حیران ہو کر سن رہے تھے۔

"میرے کزن کو جیسے ہی وہ اسکرین شارٹس ملی تھیں۔۔اس نے اُس آئی ڈی کا "آئی پی ایڈریس" اور ای میل ایڈریس نکلوایا اور راشد تک پہنچ گیا۔۔۔اُس نے ڈر کر ساری صورت حال بتا دی کہ اُس کے پاس صرف میرا نمبر ہے اور مجھے تمھارے کہنے پر تنگ کرتا ہے۔۔اور یہ بھی یقین دلایا کہ وہ آئی ڈی اب وہ نہیں۔۔تم یوز کرتی ہو۔۔۔۔اور پکچرز بھی صرف تمھارے پاس ہیں۔۔اُس کو دِکھائی تک بھی نہیں۔۔وغیرہ وغیرہ۔۔سو مجھے اُسی ٹائم یقین ہو چلا تھا کہ تم نے ضرور اپنی کسی فولنگ کا بدلہ لینے کی کوشش کی ہے۔۔تمھارا مقصد مجھے نقصان دینے کا نہیں تھا۔۔۔" وہ رسانیت سے سمجھا رہی تھی اور زرین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔۔

"میں بہت بری ہوں۔۔میں۔۔۔نے تمھیں اتنے عرصے ہراساں رکھا۔۔۔"

"نہیں زری! تم بری نہیں ہو۔۔قسم لے لو۔۔میرے دل میں تمھارا مقام مزید بڑھ گیا ہے یہ سب جاننے

کے بعد۔۔یونو تم بری کیسے ہو سکتی ہو۔۔تم نے میری پکچرز راشد بھائی کو بھی نہیں دیں اور خود سینڈ کیں میرے کزن کو۔۔یعنی تمھیں خود میری عزت کا خیال تھا۔ اور یہی بات مجھے قسم سے بہت اچھی لگی۔۔۔ٹھیک ہے کافی عرصے تک میں ہراساں رہی ۔۔مگر۔۔پتہ ہے تمھارے اس عمل سے مجھے میرا جہاں سکندر مل گیا ہے۔۔مجھ پر اعتبار کرنے والا۔۔۔ہر مشکل میں میرا ساتھ دینے والا۔۔۔بظاہر سڑیل اور پراوڈی ۔۔مگر۔۔مگر میری پرواہ کرنے والا۔۔یار میں مجھے تو تمھارا تھینک فُل ہونا چاہیے ناں۔۔" بات کرتے کرتے آخر میں وہ شرارت سے بولی۔۔زرین نم آنکھوں سے مسکرا دی اور پھر جانے کیا سوجھی کہ بے ساختہ اُس سے لپٹ گئی۔

"تھینک یو ضوفی۔۔تھینک یو سو مچ۔۔میرا ارادہ واقعی برا نہیں تھا مگر وہ تعویز والے واقعے کے بعد مجھے تم پر بہت غصہ تھا سو۔۔۔اور نوشی۔۔" وہ ضوفی سے الگ ہو کر نوشی کی طرف رُخ موڑنے لگی۔

"پلیز تم بھی مجھے معاف کر دینا۔۔یونو میں نے ہادی کے سامنے بار بار تمھارا نام اس لئے لیا کہ واقعی ہادی کو بھی لگے کہ یہ تم ہو۔۔۔کیونکہ تمھارے پوزیشن کو ہیں بنا کر وجہ بن سکتی تھی اس سب کی اور۔۔۔"

"اچھا بس چھوڑو۔۔ضوفی نے کہا ناں کہ ہمارے دل میں کچھ نہیں ہے۔۔مجھے سچ میں پہلے بہت غصہ آیا تم پر۔۔۔بٹ جب ضوفی اور رعیا نے مجھے تفصیل سے سمجھایا تو میں سمجھ گئی تھی۔۔اینڈ یہ سچ ہے کہ تمھارے اس عمل سے جہاں ہم اتنا ہرٹ ہوئے ہیں وہاں ہمارا اعتبار بھی ایک دوسرے پر زیادہ ہو گیا ہے۔۔یعنی کچھ بھی ہو جائے ہم کبھی کسی کو سیریس نقصان نہیں دے سکتے۔۔" کہہ کر اُس نے زرین کو گلے لگایا۔۔اور زرین پتہ نہیں کیوں ایک بار پھر سے رونا شروع ہو گئی۔زرین کو چپ کروانے کے چکر میں سب خود روئے جا رہے تھے۔زرین کا اعترافِ جرم نے سب کی زبانیں کھول دیں۔

"یار پلیز مجھ سے جانے انجانے میں جو بھی غلطی ہوئی

ہو۔۔سب مجھے معاف کر دو پلیز۔۔" ٹشو سے آنسو صاف کرتی ملیحہ نے گلوگیر لہجے میں کہا۔
"ملیحہ ! تمھارا پارٹی ٹیکس نا دینے والا جرم ناقابل معافی ہے مگر چھوڑو یار۔۔۔معاف کیا۔۔" صوفی اُس کے آنسو سے متاثر نظر آرہی تھی۔ملیحہ ایک دم سے کھسیانی سی بن گئی۔باری باری سب اپنا تمام " کالے کرتوں (بدتمیزی اور لڑائی) " کا کھاتہ بڑی ایمانداررری سے کھولے ایک دوسرے سے نا صرف گزرے دنوں کے لئے معافی مانگ رہے تھے۔۔بلکہ آنے والی زندگی کے لئے ایک دوسرے کو نیک تمنائیں بھی دے رہے تھے۔۔۔ساتھ ہی ساتھ آنسو بھی گر رہے ہیں۔۔۔مگر مسکان کی بولنے کی باری آنے پر سب رونا دھونا بھول کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔۔۔اور پھر فلک شگاف قہقہوں کے بعد وہ ایک دم سے اُٹھ کر تمام تمیز بلائے طاق رکھتے ہوئے مسکان کا مار مار کر بُرا حشر کرنے لگے۔۔۔نہیں نہیں وہ سینڈریلا کی سوتیلی بہنیں نہیں ہیں فارگاڈ سیک۔۔بس یہ بندی ہے ہی کچھ ایسی ہے۔۔ابھی بھی معافی مانگنے کی بجائے۔"تم لوگوں نے مجھے بہت ہرٹ کیا یار۔۔" کہہ کر اُس نے اُن سب کی تمیز اور بردباری کو ہی تو للکارا تھا۔۔اُف۔۔یعنی آج کے دن بھی اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے کی بجائے وہ شرمندہ شرمندہ سے ایلون ایڈیٹس کو مزید شرمندہ کرنا چاہتی تھی۔۔مگر حساب اُلٹا۔۔اگر شرمندہ ہونا ہوتا تو چار سالوں میں پرنسی کی انتھک کوششوں سے ہو چکے ہوتے ۔۔مگر یہ شرم پروف ایلون ایڈیٹس ۔۔۔اور۔۔۔چھی۔چھی۔۔بے چاری اور مظلوم سی مسکان۔!بقول رعیا کہ یہ آج کے دن بھی مار کھانے کے ہی لائق ہے۔۔ہاہاہاہا۔۔۔اور پھر سب ایک دوسرے سے ہمیشہ رابطے میں رہنے اور یاد رکھنے کے عہدوپیماں کرتے رہے۔۔۔ہمیشہ لڑتے جھگڑتے وہ ایکدم سے کتنے عزیز ہو گئے تھے ایک دوسرے کو کہ دور جانے کا خیال ہی آنسو لا رہا تھا آنکھوں میں۔۔کتنا تکلیف دہ احساس تھا دور جانے کا اور ہمیشہ کے لئے بچھڑ

جانے کا۔۔۔بے شک نوشین اور ہادی نے اپنے اپنے گاؤں چلے جانا تھا۔۔۔اور ضوفی نے M.S کرنے اسلام آباد۔۔ باقی سب نے اِسی شہر میں رہنا تھا ۔۔ایک دوسرے سے مل سکتے تھے مگر وہ کالج کا وہ مزہ کہاں۔۔!!

''مسکان پلیز بھولنا مت۔۔۔ساری زندگی یاد رکھنا بھلے بُرا بھلا ہی کہنا مگر بھولنا مت۔۔۔'' جی ہاں یہ کہنے والی سدا کی ایموشنل ہادی کے علاوہ کون ہو سکتا تھا۔۔۔یعنی دُکھ کا وہ عالم تھا کہ وہ مسکان کی بھی منت کر رہی تھی۔۔ بچھڑنے کا خیال ہی ایسا تھا کہ ایک دم سب بہت عزیز ہو گئے تھے۔۔۔اور اُن سے بچھڑنے کا خیال لیے سب رو رہے تھے۔۔

''او۔۔بس کرو یار وں۔۔ایموشنل نا کرو۔۔آل ریڈی ضوفی کی ہنسی کو آج نظر لگی ہوئی ہے۔۔ دیکھو تو شکل اس کی۔۔'' ماہ رخ کی بات پر سب ضوفی کو دیکھنے لگے۔۔ مسکرانے کی کوشش میں جس کی آنکھیں بھیگ بھیگ جاتی تھیں۔

''جی نہیں ۔۔اللہ میری ہنسی کو نظر بد سے بچائے۔۔میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔چلو تم لوگ بھی رونا دھونا بند کرو۔۔میں سب کو ایک سونگ ڈیڈیکیٹ کرتی ہوں۔۔'' وہ خود کو نارمل کرتے ہوئے بولی۔

''ہم نے مفت میں ٹارچر نہیں ہونا تمھارا بے سُرا سونگ سن کر۔۔۔ہاہاہا۔۔۔تم جسٹ ناولز لکھتی رہو۔۔'' نوشی کی بات پر سب متفق تھے کیونکہ ضوفی واقعی حد سے زیادہ بے سُرا گاتی تھی۔

''تم لوگ میری ترقی برداشت ہی نہیں کر سکتے ۔۔۔۔جیلس لوگ۔۔۔'' ضوفی مصنوعی روتا منہ بنا کر یوں بولی کہ وہ سب روتے روتے مسکرا دیے۔

''ضوفی! مجھے وہ دن کبھی نہیں بھولے گا۔۔جب ایک لیکچر کو سمجھانے کی ریکوسٹ کی تھی تم سے۔۔۔اور تم بدلے میں ہنس ہنس کر'' پہلے میرا سونگ سنو'' کی مالا جپتی رہی۔۔اُف کتنا ٹارچر کیا تھا تم نے کمینی۔۔۔اُف۔۔۔کتنے پیارے تھے وہ دن۔۔اور اب۔۔۔پلیز بھول مت جانا۔۔۔پلیز سب کانٹیکٹ

میں رہنا۔۔" نوشی بات کرتے کرتے ایکدم سے ایموشنل ہو گئی۔۔۔اور ساتھ میں ملیحہ۔۔۔رعیا۔۔صبا۔۔۔مسکان۔۔۔ماہ رخ۔۔کرن سب کو رو لا دیا۔

"کیا یارم رو کیوں رہے ہو۔۔۔تم لوگ تو نمونے ہو جگرز۔۔۔مائی سویٹ فرش۔۔نمونوں کو کون بھلا سکتا ہے۔۔" ضوفی کی بات پر روتے الیون ایڈیٹس ایک بار پھر بے ساختہ ہنس پڑے تھے۔۔۔ثابت ہو گیا تھا کہ واقعی سب نمونے ہی تو تھے۔۔اسی دوران جونے ٹر کی شہنیلا نے لیب میں جھانک کر دیکھا۔

"ماشاء اللہ۔۔باہر اے سی کا پانی گر رہا ہے۔۔۔اگر پرنسپل نے دیکھ لیا ناں تو۔۔۔ خیر ضوفشاں آپکو میم نگہت فاطمہ بلا رہی ہیں۔۔" وہ کہہ کر اے سی کی خنکی سے لطف اندوز ہونے اندر آ گئی۔

"آئی ووو (i voooo)۔۔کیا کسر رہ گئی تھی جو پوری کرنی ہے اب۔۔" ضوفی کو پورے کالج میں اگر کسی سے ڈر لگتا تھا تو میم نگہت فاطمہ ہی تھیں۔ظاہر ہے "واٹرڈے" مناتے مناتے اتنا پانی تو گرا دیا تھا کہ پورا کالج بہنے کو تیار تھا۔ اور اب سب ٹیچرز نے الگ الگ ڈانٹ دے کر "اپنے محب کالج" ہونے کا ثبوت تو دینا ہی تھا۔مگر میم نگہت فاطمہ۔۔۔کچھ زیادہ ہی محب کالج تھیں۔۔۔بندہ اُن کے سامنے کانوں میں کاٹن کا پورا کھیت اُگا کر جائے۔۔۔ورنہ تو برداشت کی سولی چڑھ جائے۔

"چلو بڈی! ہم بھی آتے ہیں۔۔۔ کینٹین کے جنک فوڈ کی طرح۔۔ میم کے آفس میں بھی جو مل گا۔۔ مل کر کھالیں گئیں۔۔یہ آخری خوراک تم اکیلے کیوں کھاؤ۔" رعیا اُسکی شکل دیکھتے ہی شرارت بھری تسلی دیتے ہوئے بولی۔ مگر وہ منع کرنے لگی۔

"نہیں یارم۔۔۔یو نو۔۔وہ الرجک ہیں رش سے۔۔۔ہاہاہا۔۔۔ خامخواں رش دیکھ کر مزید طیش آ جانا ہے۔۔مجھے ڈانٹ کھانی ہے۔۔۔مار نہیں۔۔" وہ ہاتھ لہرا لاپرواہی سے بولی۔ اور لیب سے باہر آئی۔۔ مگر منع کرنے کے باوجود بھی صبا ساتھ

آگئی۔

"صبا۔۔میں۔۔"

"نہیں جب قصور سب کا ہے ۔۔تو ڈانٹ صرف تمھیں کیوں۔۔" وہ اُسکی بات کاٹ کر بولی۔

"کیونکہ ڈیئر میں "جی۔آر" ہوں کلاس کی۔۔" وہ مسکرا کر بولی۔۔کچھ بھی ہو اُسے صبا کا ساتھ آنا اچھا لگا تھا۔

"آئی تھینک تاریخ کی پہلی 'جی۔آر' ہو جو ہر شرارت کی ابتداء خود کرواتی ہو۔۔ہاہاہا۔۔" اُسکی بات پر ضوفی بے ساختہ مکا بنا کر اُسے دکھانے لگی۔ مگر صبا سائیڈ پر ہو گئی۔ پھر جانے کیا ہوا کہ وہ ایک دم سے قریب آئی۔۔

"ضوفی!" آواز میں اُداسی تھی۔

"ہوں۔۔" ضوفی نے صرف ہنکارا بھر کر اُسے دیکھا۔

"میں یہ سب بہت مس کروں گی۔۔۔ یہ کلاسز۔۔یہ شرارتیں۔۔مستی۔۔۔اور۔۔اور تمھارا فارس والا یہ انداز۔۔۔" اُس کے بات بات پر مکا دکھانے کے اسٹائل کی طرف اشارہ کر کے۔۔۔ٹپ ٹپ وہ آنسو بہانے لگی۔ امرحہ عالیان کی طرح اُسکے بھی ہر بات پر آنسو گرنے کو تیار رہتے تھے۔

"ہاہاہا۔۔۔پاگل۔۔۔کوئی بھی نہیں بھولے گا۔۔یو نو میری لائف کا سب سے خوبصورت پریڈ۔۔بچپن کے بعد یہ چار سال ہیں۔۔۔۔سو یہ وقت یاد آئے گا۔۔" اُس کی بات پر صبا نے آنسو صاف کر کے اُسے دیکھا۔

"ضوفی وعدہ کرو کہ جب ہم بوڑھے ہو جائیں گے تو ہم دونوں امرحہ (یارم بائے سمیرا حمید کا فکشنل کریکٹر) کی طرح اپنے پوتے پوتیوں کو ایک دوسرے کی باتیں بتائیں گیں۔" روتے روتے اُسکی اس انوکھی بات پر ضوفی بھی روتے میں ہنس پڑی۔ "ہاں اگر تمھارے پوتے پوتیوں ملے کبھی تو میں اُنھیں بتاؤں گی کہ تم کیسے نالائق ہوا کرتی تھی اور ہر وقت رونے کے لئے تیار رہا کرتی تھی۔۔" ضوفی

نے ہنستے ہوئے ہلکے سے اُس کے بازو پر چٹکی بھری۔
"جی جی۔۔اور میں تمھارے پوتے پوتیوں کو بتاؤں گی کہ تم کتنی ڈرامے باز او۔۔ مکار اور جھوٹی ہوا کرتی تھی۔۔اور۔۔اور۔۔۔یہ کہتے کہتے دونوں ہنستے ہنستے ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے۔۔۔آخر اس ہنسی کے پیچھے آنسو میں جھلمل کرتے تارے بھی توچھپانے تھے ناں۔۔ورنہ ضوفی کا کیا بھروسہ۔۔ اُسکے روتے چہرے کی تصویر لیکر اُسکے پوتے پوتیوں کے لئے ہر وقت اُسکے رونے کا ثبوت بھی جمع کر لے۔۔اور صبا کا کیا بروسہ ۔۔۔جو اُسکے آنسو دیکھ کر اُسکے پوتے پوتیوں کو بتادے کہ تمھاری ڈرامے باز دادی آخر میں کیسے میرے لئے رو رہی تھی۔۔کچھ بھی ہو۔۔وہ ڈرامے بازی کا یہ ٹائٹل کسی صورت کھونا نہیں چاہتی تھی۔۔وہ دونوں آرام آرام سے میم کے آفس کی طرف چل رہے تھے جب پیچھے تیز قدموں سے آتی ہادیہ کی آواز پر رُک گئے۔
"تم لوگ ڈانٹ کھا کر آرہے ہو۔۔یا ابھی جانا ہے۔۔" وہ اُن کے قدموں کا رُخ دیکھنے لگی جو آفس کی طرف تھے ۔۔یعنی ابھی کہانی باقی ہے۔۔۔مگر شکل سے تولگ رہاتھا کہ ڈانٹ کی بجائے مار کھا کر آئے ہوں۔۔
"ہم آرام سے چل کر ان لمحوں کو بھی اسپیشل بنانا چاہتے ہیں۔۔تم بھی آؤ۔۔" صبا نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔اردگرد کی تمام کلاسز میں ٹیچرز ڈگری اور انٹرمیڈیٹ کی کلاسز لے رہے تھے۔۔
"اوہ اچھا۔۔لیکن تم دونوں رو کیوں رہے ہو۔۔۔کیا تم لوگوں نے ڈگری لے کر ڈائریکٹ شادی کرنے کا پلان بنایا ہے۔۔۔" ہادیہ کی بات پر دونوں نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ہادی کو۔۔۔اور پھر ایک دم سے خاموشی میں ڈوبا کوریڈور اُن کی ہنسی سے گونج اُٹھا۔آنکھوں میں جھلمل تارے ۔۔اور لبوں پر شیطانی قہقے۔۔۔کچھ توگڑبڑ تھی۔۔ہادی ایک بار پھر "نا تین میں۔۔نا تیرہ میں" والی شکل بنا کر اُنھیں دیکھ رہی تھی۔جب کہ وہ دونوں۔۔۔ مسلسل

ہنستے رہے۔۔۔ اب کیا بتاتے کی بات صرف شادی تک ہی نہیں۔۔پوتے پوتیوں تک جا پہنچی ہے۔۔۔ معصوم سی ہادی ہونق سامنہ لے بے تحاشہ ہنستے اُن دونوں کو دیکھ کر پہلے تو حیران وپریشان ہوئی۔۔۔ پھر باوجود کوشش کے سمجھ میں نا آنے پر خود بھی ہاہاہاہاہا ہنسنے لگی۔۔۔اس بار حیران وپریشان ہونے کی باری اُن دونوں کی تھی۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتے۔۔۔ کوآڈینیٹر آفس سے میم شاہدہ اور میم شہلا کے بلاوے پر باقی سب بھی دندناتے ہوئے نیچے آئے۔۔

"کیا ہوا۔۔۔تم لوگ نیچے کیوں آرہے ہو۔۔۔؟" ضوفی حقیقی معنوں میں پریشان ہوئی۔

"ہر وقت جوا ے۔سی چلا کر بیٹھتے تھے ناں۔۔۔آج ذرا بل بھی ملاحظہ کر لیں۔۔" جونیئر کی سدرہ اور حرا شاہ نے واقعی اُن کے ہاتھوں کے طوطے اُڑا دیے۔۔

"اوہ گاڈ۔۔اب کیا ہوگا۔" ہادی پریشان سی ہو گئی۔

"میں تو کہہ رہی ہوں کہ گھر چلتے ہیں۔۔۔ویسے بھی اب اس کالج سے ہمارا کیاواسطہ۔۔" ہمیشہ اس کالج کو یادرکھنے کا دعوی کرنے والی ماہ رُخ پل بھر میں اپنے بیان سے مکر گئی۔

"کیوں بھئی ۔۔بھاگیں کیوں۔۔۔ہم مل کر فیس کریں گئے۔۔۔جب غلطی کی ہے تو چلو آخری بار کی ڈانٹ بھی سن لو۔۔پھر تو یہ دن بھی نصیب نہیں ہوگا۔۔" لاپرواہ سی سونی کی بات پر سب ڈرتے ڈرتے کوآرڈینیٹر آفس گئے۔۔جہاں میم شاہدہ اور میم شہلا بہت غصے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ دل ہی دل میں جل تُو جلال تُو کا ورد کرنے والے الیون ایڈیٹس نہیں جانتے تھے کہ ہر بار ضوفی کے ہاتھوں فول بنتے بنتے وہ بالکل آخری دن" اپنے جونیئرز کے ہاتھوں بھی بن ہی گئے۔۔۔اور مزے کی بات اِس بار فول بننے میں ۔۔ہمیشہ سے فول بنانے والی "ضوفشاں حیدر بھی شامل ہے۔

"وی آر سوری۔۔۔وی آر سوری۔۔" کا کورس نعرہ سنتے ہی اُنھوں نے حیرت سے مڑ کر پیچھے کھڑے

جونے بُرز کو دیکھا۔ جو ہاتھوں میں۔۔ہیپی فیس والے بلو بیلونز۔۔ ڈھیر سارے گفٹس ۔۔اور اشیائے خوردونوش کی چیزیں لیے ہوئے تھے۔۔الیون ایڈیٹس نے پہلے حیرت سے ایک دوسرے کو اور پھر بیک وقت " کوآڈینٹر میم شاہدہ۔۔اور کنٹرولر میم شہلا کو دیکھا۔۔جو اب مسکراتے ہوئے اُن سب کے فیشیل ایکسپریشن دیکھ دیکھ کر انجوائے کر رہے تھے۔۔

""سرپرائز۔۔" وہ دونوں ایک ساتھ مسکرائیں۔اور پھر الیون ایڈیٹس جیسے ہوش میں آئے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے اپنی بے وقوفی پر ہنسنے لگے۔

""میم یہ لوگ تو گھر جانے والے تھے۔۔۔بقول ان کے "اب ان کا اس کالج سے کیا واسطہ۔۔" حرا سب سے پہلے سامنے آئی اور ہیپی فیس والا ایک بڑا سا بیلون آگے بڑھانے لگی۔

""سوری ہم آپ لوگوں کو اُس انداز میں الوداع نہیں کہہ سکے جس طرح آپ لوگ ڈیزرو کرتے ہیں۔۔۔ان فیکٹ آپ لوگوں کے بغیر یہ کالج سونا سونا ہی لگے گا ہمیں۔۔سو پلیز ہماری اس چھوٹی سی پلاننگ کو قبول کریں۔۔" حرا نے سب کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔اور آڈر پر بنوائی تمام چیزوں کو میم کی ٹیبل پر رکھنے کا اشارہ کیا۔۔یعنی میم لوگ بھی اس پلاننگ میں شامل تھے۔۔اور شہنیلا نے جان بوجھ کر صوفی کو میم نگہت فاطمہ کا کہہ کر منظر سے ہٹایا۔۔مبادہ وہ معاملے کہ تہہ تک نا پہنچ جائے۔۔۔باقی تو ویسے بھی بنے بنائے فول تھے۔۔یہ سب پلاننگ اُن کو پارٹی نا دینے کا ایک قسم کا "ازالہ" کرنا تھا۔۔ایک دم دلوں پر پڑی گرد صاف ہو گئی۔۔۔غالبا آج کا دن بہت اچھا گزرا تھا۔۔کوآڈینیٹر آفس میں اپنے ٹیچرز اور جونئیرز کے ساتھ لنچ کرتے وہ بہت خوش تھے۔۔گروپ فوٹو گرافی ہوئی۔۔اور آخر میں سب نے اُن کو تحائف اور کارڈز دیے جن پر ڈھیروں کی تعداد میں بیسٹ وشز تھیں۔۔وہ نم آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہے تھے۔کتنا اچھا لگ رہا تھا یہ سب۔۔وہ جو میم شاہدہ کی ڈانٹ کھانے کا سوچ کر آئے تھے ۔۔ یہاں آکر کتنا

اچھا لگا تھا۔۔ آج کا دن چار سالوں کا ریکارڈ توڑ دن تھا۔۔۔ غلطی ہونے کے باوجود بھی اُنھیں ڈانٹ سے نہیں۔۔۔ بلکہ بہت پیار سے (پہلی بار اور آخری بار)نوازہ جارہا تھا۔۔ بھیگی پلکوں اور مسکراتے ہونٹوں کے ساتھ وہ اپنے اساتذہ سے اپنے تمام کوتاہیوں کی معذرت کر رہے تھے۔۔ اور وہ بھی دل سے اُنھیں دعائیں دیتے آنے والی زندگیوں کے لئے نیک تمناؤں سے نواز رہے تھے۔۔باہر آکر ایک دوسرے کے گلے لگ کر ہنستے روتے ایک دوسرے کو الوداع کہتے سب بہت اُداس تھے کہ لڑتے جھگڑتے۔۔۔ ہنساتے رولاتے چار سالوں پر محیط اُن کی کالج میں یہ زندگی بالآخر اپنے اختتام کو جا پہنچی تھی۔۔۔!!

ہنستے مسکراتے زندگی کا یہ باب تمام شد۔۔

گلے شکوے۔۔ناراضگیاں سب تمام شد

یہ پل یاد بن کر ہنسائیں۔۔۔ یا رولائیں

اس لمحوں میں جینا مرنا۔۔۔اب تمام شد

***

یہ یادیں ہیں اُن لمحوں کی۔۔

جن لمحوں میں ہم ساتھ رہے

خوشیوں سے بھرے جذبات رہے

اک عمر گزاری ہے ہم نے ۔۔

جہاں روتے ہوئے بھی ہنستے تھے

کچھ کہتے تھے ۔۔کچھ سنتے تھے

روز صبح جب ملتے تھے

تو سب کے چہرے کھلتے تھے

سب مل کر باتیں کرتے تھے

ہم بات کر کے کتنا ہنستے تھے۔۔

وہ گونج ہماری ہنسی کی ۔۔

اب اک پرانی یاد بنی ۔۔

یہ بات ہے اُن لمحوں کی۔۔

کن لمحوں میں ہم ساتھ رہے۔۔!!

دسمبر ختم ہوتے ہی جنوری کی خنک دھند بھرے شامیں آنے کو تھیں۔۔ اکتیس دسمبر کی شام اپنے ساتھ اس سال کا آخری سورج بھی غروب کر رہی تھی

۔۔۔۔آج کی یہ شام۔۔اس سال کا آخری دن۔۔اور آخری شام۔۔اور اُس کا اسلام آباد کی سرزمین پر پہلا دن ۔۔ پہلی شام۔ بلیو جینز پر وائٹ لمبی ڈیزائنر شرٹ۔۔اور بلیک شارٹ جیکیٹ پہنے ، شولڈر بیگ اور اٹیچی سنبھالتی وہ ابھی ابھی اسلام آباد پہنچی تھی ۔۔۔ اٹیچی گھسیٹتی وہ جونہی '' انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد" کے مین گیٹ سے انٹر ہوئی۔ اُس کا دل بے ساختہ اُداس ہوا۔۔جانے کیوں۔۔اُس نے پہلے ہاسٹل جانا تھا ۔۔اور دو دن بعد سے یونیورسٹی۔۔۔یونیورسٹی میں سپرنگ سمسٹر سٹارٹ ہونے ہی والا تھا۔فال سمسٹر (fall smester) ختم ہوتے ہی سردیوں کی چھٹیاں شروع ہو گئیں۔۔ سارے اسٹوڈنٹس چھٹیاں منانے شاید اپنے اپنے گھروں اور شہروں کی طرف گئے تھے۔۔اس وقت اِدکا دکا لوگ ہی نظر آرہے تھے ۔۔اٹیچی گھسیٹتے۔۔بیگ سنبھالتے۔۔وہ بھی ہاسٹل کی طرف جا رہے تھے ۔۔شاید سردیوں کی چھٹیاں منا کر واپس آرہے تھے۔۔یا شاید اُسی کی طرح نیو کمر تھے۔۔۔۔ موسم خنک سا ہو رہا تھا۔۔ڈوبتے زرد نارنجی سورج کی تپش ختم ہو گئی تھی۔۔شام ہوتے ہی اسٹریٹس لائٹس روشن ہونا شروع ہوئے۔۔وہ وہیں کھڑی دیکھتی رہی ۔۔۔دائیں طرف کے احاطے پر ہاسٹل کی طویل و عریض بلڈنگ تھی۔۔اور سامنے ہی ملگجے اندھیرے میں یونیورسٹی کی عمارت پورے وقار سے کھڑی تھی۔۔وہ اُداس سی کھڑی رہی۔۔پاس سے گزرتیں رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس مسکراتے چہروں والی لڑکیوں (ہاسٹل گرلز) کو دیکھ کر جانے کیوں آنکھیں نم ہوئیں۔۔کالج کے دن شدت سے یاد آرہے تھے۔۔۔اُس نے آگے بڑھنا چاہا مگر قدم ساتھ دینے سے انکار کر رہے تھے۔۔۔آہ۔۔اُس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔۔آج وہ ایڈیٹس بہت یاد آرہے تھے۔۔واقعی لائف اُن کے بغیر ادھوری تھی۔۔۔آنکھوں میں ڈھیر سارے آنسو لیے وہ سامنے یونیورسٹی کے بلاکس کو دیکھنے لگی۔۔۔جانے وہ

کیسے رہے گی یہاں اُن سب کے بغیر۔۔۔ جانے یہاں اُسے کسی فرینڈز ملیں۔۔۔ سوچ میں گم وہ سامنے کے دھندلاتے منظر کو دیکھ رہی تھی۔۔ اِس دوران اُس کا سیل گنگنایا۔۔۔ وہ دائیں ہاتھ کی پُشت سے آنسو پونچھ کر بیگ سے سیل نکالنے لگی۔۔۔ سامنے ہی اسکرین پر "صباکالنگ" لکھا آرہا تھا۔۔ اُس نے بے تابی سے ریسیو کیا۔۔

"ہیلو اسلام وعلیکم۔۔" اُس نے لہجے کو ہموار کر کے سلام کیا۔

"وعلیکم سلام ۔۔کیسی ہو بدتمیز۔۔ پہنچ گئی۔۔" ضوفشاں کی حالت سے بے خبر آگے سے وہ اپنے مخصوص انداز میں شروع ہوئی۔

"ہاں۔۔" باقی باتوں کو اگنور کر کے وہ بمشکل آخری سوال کا جواب دے سکی تھی۔

"ضوفی! تم رو رہی ہو۔۔"

"نہیں تو۔۔" آواز ابھی بھی گیلی تھی۔

"پاگل کیا ہوا ہے۔۔" وہ بھی اُداس ہو گئی۔

"کچھ نہیں بس۔۔ مجھے سب بہت یاد آرہے ہیں۔۔ یہاں مجھے مزہ نہیں آرہا۔۔"

"پاگل ہو تم۔۔۔ابھی تو پہلا دن ہے۔۔ دیکھنا بعد میں بہت مزہ آئے گا۔۔اتنا کہ ہمیں یاد بھی نہیں رکھو گی۔۔" وہ یوں خفگی سے بولی۔۔ جیسے وہ واقعی بھول چکی ہو۔

"میں کبھی بھولوں گی ہی نہیں پاگل! تو یاد کیا کرنا۔۔" جانے کیوں آواز بھرا گئی۔

"سچ میں نہیں بھولو گی ناں۔۔۔ ہو تو اتنی بے وفا کہ ویک اینڈ پر بھی مسیج کرنا بھول جاتی ہو۔۔" کتنا پیار بھرا تھا اُس کا انداز۔۔ ضوفی بے ساختہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"مائی ڈیے ئر۔۔!' جب تک ہم دونوں کے درمیان" نمرہ احمد "ہیں۔۔۔ ہم دونوں چاہ کر بھی ایک دوسرے کو نہیں بُھلا سکتے۔ بشرط یہ کہ ہم اُن کو پڑھنا چھوڑ دیں۔۔۔یا وہ لکھنا۔۔۔! ہمارے بیچ رابطے کی ایک اسپیشل اور خوبصورت وجہ ہیں نمرہ احمد۔۔!اور

تمھیں تو کسی صورت نہیں بُھلا سکتی (یعنی باقیوں کی کوئی گارنٹی نہیں۔۔ہاہاہاہا)یو نو میں جب جب کوئی تحریر لکھوں گی تم یاد آؤ گی۔۔میں جب جب نمرہ کو پڑھوں گی تم یاد آؤ گی صبا۔۔کیا تم یاد کرو گی۔۔۔؟" اور ضوفی کی اس بات پر صبا پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"نہیں میں یاد نہیں کروں گی۔۔۔کیونکہ تم ہم سب کو چھوڑ کر چلی گئی ہو۔۔"

"اچھا اچھا جیلس تو مت ہو۔۔تم لوگوں سے کس نے کہا کہ گھر بیٹھ جاؤ۔۔" وہ اب ہنس کر اُس چھیڑ رہی تھی۔۔بالکل جیسے بھول بھی گئی ہو کہ وہ اُن سب سے دور ہے۔

"میں کیوں ہوں گی جیلس۔۔ تم کون سا ہارورڈ ۔۔آکسفورڈ یونیورسٹی گئی ہو۔۔ہو تو اسلام آباد کی۔۔"

"مت بھولو کہ اس یونیورسٹی میں " حیا جہاں " (جنت کے پتے کا فکشنل کریکٹر) بھی پڑھتی تھی۔۔" ضوفی نے ہنستے ہوئے اُسکی بات کاٹی۔صبا کی لاجوابی کو انجوائے کرتی اور اٹیچی گھسیٹتی وہ اب ہاسٹل کی عمارت کے قریب تھی۔

"اچھا یار ہادی اور نوش کی کالز آرہی ہیں۔۔۔بعد میں بات کرتی ہوں۔۔" وہ کہہ کر کال ڈراپ کرنے لگی اور ہادی کی کال پیک کی۔۔اب اُس کا موڈ کافی حد تک خوش گوار تھا۔۔کہتے ہیں ناں کہ "یادیں" انسان کا تنہا نہیں کرتیں۔۔۔اُس کے ساتھ بھی وہی معاملہ تھا۔۔۔بیشک یہاں ابھی دوست نہیں تھے۔مگر ایلون ایڈیٹس کی یادیں تو تھیں اُسکے پاس۔جو اُسے کسی بھی پل اکیلا نہیں چھوڑنے والے تھے۔۔!!

***

ختم شد

ظلِ ہما

تحریر: مریم مرتضیٰ

سورج ڈوب رہا تھا گاؤں کی حسین وادیاں شام کے سائے کی لپیٹ میں آ رہی تھیں اور کھیتوں میں گھاس ہوا چلنے کے باعث ہل رہا تھا۔۔ آم میں درختوں میں چھپا ایک کچا سا مکان، دو کمروں کے باہر برآمدہ اور آگے کھلا صحن، صحن میں بڑے بڑے آم کے دو درخت تھے اور ان درختوں کی چھاؤں میں چارپائی بچھی تھی۔ برآمدے میں کمرے کے باہر سلیم بیچینی سے ٹہل رہا تھا جیسے اسے کسی بات کا انتظار ہے جبکہ

بھگ تھی، چہرے سے بارعب شخصیت دکھتی اور بڑی بڑی مونچھیں اس بات کی باقاعدہ نشاندہی کر رہی تھی۔ بیچینی سے ہاتھوں کو ملتے ہوئے برآمدے کی ایک طرف سے دوسری طرف جاتا تھا، اندر سے اسے رونے کی آواز سنائی دی، یہ اس بچے کے رونے کی آواز تھی جو ابھی ابھی دنیا میں تشریف لایا تھا۔ وہ رک سا گیا اور بیٹے کا باپ بننے پر اکڑنے لگا۔ کمرے کا دروازہ کھلا، ایک چالیس سال کی عمر کی عورت (دائی) باہر آئی، سلیم اسکے پاس تیزی آیا وہ عورت بھی سلیم کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"کیسا ہے میرا بیٹا دائی آپا۔۔۔" سلیم نے خوشی نہ سنبھالتے ہوئے تیزی سے کہا تھا

بھرے لہجے میں کہا تھا

جو سلیم کچھ لمحے پہلے بیٹی کی آواز کو بیٹے کی آواز سمجھ کر اکڑ رہا تھا، وہی اب کی بات سنتے ہی خود کو مٹی میں ملا محسوس کر رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ عرش سے فرش پر گرا اور کسی نے اسے پاؤں تلے روند دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بیٹی خدا کی رحمت ہے اور شیطان کو گوارہ نہیں کہ خدا کسی بندے کے گھر اپنی رحمت بھیجے۔ یوں شیطان سلیم کے نس نس میں سما چکا تھا۔ اسکی عقل پر پتھر پڑ چکے تھے۔

"بیٹی۔۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔" سلیم نے غصے سے دانتوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے کہا تھا

"بیٹا تمھیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ تمہارے گھر خدا کی رحمت آئی ہے۔" دائی نے سمجھانا چاہا تھا

"زحمت کو رحمت کا نام نہ دے بی بی۔" سلیم غصے سے چلا اٹھا تھا

دائی بے چاری کیا کرتی چپ ٹھہری تھی

"تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" سلیم بیٹی سے نفرت کی آگ میں تمیز کا دائرہ بھول چکا تھا۔ شیطان اسکے ذہن میں صرف ایک سوال ڈالے جا رہا تھا کہ میرے گھر بیٹی کیوں ہوئی۔

"ابھی۔؟۔۔۔ ابھی تو راشدہ کو میری ضرورت ہے۔" دائی ابھی نہیں جانا چاہتی تھی

"اسے کیا ضرورت ہے یہ میں بہتر جانتا ہوں تمھیں مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔" سلیم کا لہجہ کدورت سے لبریز تھا

"مگر۔۔۔" دائی کچھ کہنا چاہ رہی تھی

"یہ اگر مگر کہیں اور جا کر کرو یہاں سے جاؤ۔۔" سلیم نے سیدھے ہاتھ سے باہر کے راستے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا

دائی چل دی تھی

"بیٹی کی ماں کو دائی کی نہیں دھلائی کی ضرورت ہوتی ہے۔" سلیم دائی کو جاتا دیکھ کر بڑبڑایا تھا

سوال ایسا ہوا ہے
کہ
کیوں ہوئی ہے بیٹی
کہیں بجلی کڑکی
کہیں بادل گرجا

ہمارا پہلا انٹرنیشنل انتخاب جس میں پاکستان کے علاوہ

، امریکہ، نیپال، سعودی عرب دوبئی کے لوگ شامل

ہوئے ہیں ابھی ہماری یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے

رابطہ کریں

قیمت 300 بمعہ ڈاک خرچ

انشاءاللہ داستان دل ڈائجسٹ کی ٹیم اپنی پہلی کامیابی

کے بعد اب دوسرا انتخاب شاعری اور افسانوں کا

مارکیٹ میں لا رہا ہے بہت جلد اگر آپ شامل ہونا

چاہتے ہیں تو جلد سے جلد رابطہ کریں انشاءاللہ پاکستان

سے باہر کے ممالک کی مارکیٹ کی زینت بھی بنے گی

اس میں شاعری اور افسانے فری شامل کیے جائیں گے

شامل ہونے والے ممبر کو صرف کتابوں کی قیمت اور

ڈاک خرچ دینا ہوگا۔ یہ موقع پہلی بار فراہم کیا جا رہا

ہے جس میں ہر ممالک کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں اور

ہر ممالک میں کتاب بھی حاصل کر سکتے ہیں شکریہ

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Whatapp:

0322-5494228

Office Adrass:

Chak No:79/5.L sahiwal

کہیں طوفان اٹھا ہے
کہ
کیوں ہوئی ہے بیٹی
خدا کی رحمت
زحمت ہوئی
جینے سے پہلے
قیامت ہوئی
حشر سا برپا ہے
کہ
کیوں ہوئی ہے بیٹی
آزمائش کو
سزا کہا
رحمت کو
خطا کہا
سوگ مناؤ
بین ڈالو
ماتم اک ہوا ہے
کہ
کیوں ہوئی ہے بیٹی

****

راشدہ کمرے میں چارپائی پر لیٹی تھی، چہرے سے وہ کافی تکلیف میں دکھ رہی تھی۔اسکے پاس معصوم بچی لیٹی تھی جو ابھی ابھی دنیا میں آئی تھی۔چارپائی کے پاس چھوٹے میز پر دوائیوں کی مختلف شیشیاں پڑی ہوئی تھیں، کمرے کا دروازہ کھلا راشدہ متوجہ ہوئی، دروازے میں کھڑا سلیم جو کہ غصے سے بھری لال آنکھوں کی طرف سے اس کو دیکھ رہا تھا وہ اسے دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔

"میں نے کہا تھا ناں بیٹی نہیں ہونی چاہیے۔۔" سلیم چلاتا ہوا اسکی جانب بڑھا تھا

"میں کیا کر سکتی ہوں یہ تو خدا کی دین ہے ناں۔۔" راشدہ نے گھبراتے ہوئے کہا تھا

"اب یہ ہے خدا کی ہے دین۔" اس نے راشدہ کو زوردار دھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا تھا

راشدہ منہ پر ہاتھ رکھ لیا سلیم نے اسے جھٹکے سے بالوں سے پکڑ لیا تھا۔

اسکے اندر کا بھیڑیا جاگ اٹھا تھا،وہ جو نو مہینے محبت

دیتا رہا آج اسے یہ بھی اندازہ نہیں کہ اسکی بیوی کتنی تکلیف میں ہے۔ حقیقت میں اسے پیار بیٹے کی ماں سے تھا جو کہ اب وہ بیٹی کی ماں ہو چکی تھی اس لیے وہ پیار نفرت کے روپ میں امنڈ آیا تھا۔ محبت جب نفرت کا روپ دھارتی ہے تو جہنم کی تپش شاید کم ٹھہرے۔ نفرت کی آگ میں سلیم راشدہ کو جلانا چاہ رہا تھا۔ وہ تشدد کیے جا رہا تھا اور تکلیف سے نڈھال وہ جسم جس سے ایک اور جسم باہر آیا تھا، اسکی حالت موت کی جانب رخ کر رہی تھی مگر سانس یہی کہہ رہے تھے ابھی سزا اور بھی ہے۔

"بولو جواب دو کیوں ہوئی ہے یہ زحمت" سلیم نے چلاتے ہوئے اسکے پیٹ پر لات ماری کہ وہ درد سے تڑپ اٹھی تھی۔

"میں کیا کر سکتی ہوں۔" رشیدہ نے روتے ہوئے پیٹ کو ملتے ہوئے کہا تھا

سلیم نے غصے سے راشدہ کو بالوں سے پکڑ کر زمین کی طرف گرایا، اور وہ سامنے دیوار کے ساتھ ٹکرائی، سر اٹھا کر سلیم کی طرف دیکھا اسکے سر سے خون بہہ رہا تھا مگر اسے کیا پرواہ تھی۔ معصوم بچی کے رونے کی صدا آنے پر سلیم نے اسکی طرف غصے سے دیکھا تھا، وہ بلبلا کر رو رہی ہے، سلیم نے اسے ایک ہاتھ سے اٹھایا، راشدہ کی نظروں میں خوف ابھر آیا تھا، وہ اسے دیکھتے دیکھتے کھڑی ہوئی، اس نے بچی کو اسکی طرف پھینکا تو بہت مشکل سے سنبھال پائی تھی۔

"تیرے پاس دو راستے ہیں، صرف اور دو راستے۔۔" سلیم نے راشدہ کو حکم سناتے ہوئے کہا تھا

"کون سے۔؟" ڈرتے ڈرتے راشدہ نے پوچھا تھا

"ایک یہ کہ میں تمہیں ابھی طلاق دوں اور تم اس نحوست کو لے کر یہاں سے ابھی چلی جاؤ۔۔" سلیم نے آگ بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"نہیں۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ یہ ظلم مت کرنا آپکو خدا کا واسطہ۔" راشدہ ہاتھ جوڑتے ہوئے اس درندے کی منت کی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ بیٹی سے باپ دور نہ ہو

"اور دوسرا راستہ تمہارے پاس یہ ہے کہ تم اس گھر میں نوکرانی بن کر زندگی گزارو گی۔" سلیم نے رخ موڑ کر دوسرا راستہ بتایا تھا

راشدہ کی جھکی ہوئی نظر حیرت سے اٹھی تھی۔

"اور ہاں اس رستے میں تمہیں میری غلامی کے ساتھ

ساتھ میری آنے والی گھر والی کی بھی غلامی کرنی ہو
گی۔" سلیم نے حکم دے دیا تھا
راشدہ پر جیسے قیامت آگئی تھی، وہ سمجھ رہی تھی کہ
سلیم کا غصہ کچھ دنوں بعد ٹھنڈا ہو جائے گا مگر یہاں تو
معاملہ اور تھا
"تو کیا ہے تمہارا رستہ۔۔" سلیم نے اسکی جانب مڑتے
ہوئے آخری سوال پوچھ ہی ڈالا تھا
راشدہ نظریں جھکائے کھڑی تھی
"طلاق دے دوں ابھی۔" سلیم نے کہا تھا
"نہیں ایسا مت کیجیے گا خدا کے لیے۔۔" چونک کر
راشدہ نے کہا تھا
"اسکا مطلب ہے تمہیں نوکرانی بننے پر اعتراض نہیں
ہے۔۔" سلیم نے طنزیہ مسکرا کر کہا تھا
" اگر یہی قسمت میں ہے تو ٹھیک ہے۔ منظور
ہے۔" اس نے بچی کو بوسہ دیتے ہوئے زائل لہجے
میں کہا تھا
" نوکرانی مطلب نوکرانی۔۔۔ سمجھ رہی ہو
ناں۔۔ابھی جاؤ جا کر گھر کی ساری چادریں، رضائیوں
کے کور ندی سے دھو کر لاؤ۔"سلیم کی درندگی کی انتہا
تھی
راشدہ بے چاری اب کرتی بھی تو کیا کرتی گھر بچانے
کے لیے، دنیا کے طعنوں سے بچنے کے لیے نظریں
جھکا کر نوکرانی بن کر زندگی گزارنے لگی تھی۔

کہو تو
میں بھی
اک انسان ہوں
تیری نظر میں
بدتر حیوان ہوں
عورت جو ٹھہری
میں آخر
زبان ہوتے ہوئے
بے زباں ہوں
جہاں تماشا سمجھ کر
ہنستا رہا
کہ
میں
اک بیٹی کی ماں ہوں
میرے گھر

خدا کی
رحمت برسی
لاکھ ستم سہی،
دلِ شاداں ہوں
*****
شام کے وقت صحن میں سلیم چارپائی پر لیٹا ہوا تھا
تو راشدہ ہاتھ میں پیالی چائے کی اٹھائے آئی تھی
"یہ لیں چائے۔۔۔" راشدہ نے کہا تھا
"ابھی بنائی ہے کہ صبح کی اٹھا کر لائی ہو۔" سلیم نے
پیالی لیتے ہوئے بے رخی سے کہا تھا
"جی ابھی بنائی ہے۔۔" راشدہ نے شائستگی سے جواب
دیا تھا
سلیم دراصل کوئی نہ کوئی وجہ تلاش کرتا رہتا تھا جس
سے وہ راشدہ پر تشدد کر سکے کیونکہ وہ بیٹی کا باپ نہیں
بلکہ وہ درندہ تھا جسے چیڑنے پھاڑ کھانے کی عادت تھی۔
"کمینی عورت۔۔ جھوٹ بولتی ہے۔" اس نے پیالی
راشدہ کے منہ پر دے ماری تھی
راشدہ گرم چائے کی وجہ سے جل گئی۔۔ اس کے منہ
بے اختیار چیخ نکلی اور پیالی زمیں پر گر کر ٹوٹ گئی تھی

"کیا ہوا۔؟" راشدہ نے کراہتے ہوئے کہا تھا
"سوال کرتی ہے صبح کی ٹھنڈی چائے اٹھا لائی
۔" چارپائی کے پاس سے اپنا جوتا اٹھا کر راشدہ کو
مارتے ہوئے بولا تھا
"گھٹنے ٹیک کر معافی مانگو کہ آئندہ ایسا نہیں ہو
گا۔۔" اس سے پہلے راشدہ کچھ اور کہتی سلیم نے حکم
دے دیا تھا
"میں نے ابھی بنائی۔۔" راشدہ نے بتانا چاہا تھا
"گھٹنے ٹیکتی ہے یا۔۔۔" اسکے لہجے میں شدت تھی
"میں معافی مانگتی ہوں۔" اس نے گھٹنے ٹیک کر روتے
ہوئے کہا
"ہونہوں۔۔۔خیال کیا کرو کر ہو نخرہ نہ دکھایا
کرو۔" سلیم نے کہا تھا
"اور ہاں تم نے اپنی اس جسے تم بیٹی کہتی ہو کیا نام رکھو
گی اس نحوست کا۔" سلیم کو جھٹ سے کہا تھا
"ظل ہما۔۔" راشدہ کھڑی ہونے لگی تھی۔
"میں نے اٹھنے کو کہا۔۔ جیسے ہو ویسی رہو۔۔۔" سلیم
نے غصے سے راشدہ کو دیکھا تھا
"نام تو ایسے بتا رہی ہو جیسے یہ تجھے کوئی طعنہ دے گی یاد

رکھنا بوجھ سے انسان تھکتا ہی ہے اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔" توقف کے بعد اس نے طنزیہ انداز میں کہا تھا "جب انسان کو کوئی امید ہو تو بوجھ بوجھ نہیں رہتا بلکہ زندگی کا سازوسامان بن جاتا ہے۔" راشدہ نے پلکیں جھکا کر کہا تھا

"بس زیادہ تقریر کی ضرورت نہیں نحوست نحوست ہی رہتی ہے اور تم (کھڑا ہو کر) اپنی اوقات میں رہا کرو اور ہاں میں نے شازیہ سے شادی کا فیصلہ کر لیا ہے اور میں جلد اس سے شادی کر رہا ہوں۔ میری دلہن کو سجانے کی تیاری شروع کر دو۔ سمجھ آئی۔۔ اور دفع ہو جا کر کھانا پکا۔ جلدی سے اگر دیر ہوئی ناں تو ساری رات الٹا چھت سے لٹکائے رکھوں گا اور تمہیں پتا تو چل گیا ہو گا کہ میں جو کہتا ہوں وہی کرتا ہوں۔۔" اس نے ساری باتیں ایک ساتھ کہہ دی تھی۔

سلیم اٹھ کر چلا گیا اور راشدہ زمین پر ہاتھ مار کر چلا چلا کر رونے لگی تھی۔

******

راشدہ معصوم بچی کو اٹھائے کندھے سے لگائے ہوئے صحن میں جھاڑو لگا رہی تھی۔ وہ تھک چکی تھی مگر وہ بچی کو چارپائی پر نہیں رکھتی تھی کیونکہ وہ نہیں چاہتی کہ بچی روئے۔

******

شام کے وقت سورج ڈوب رہا ہے اور راشدہ ندی کنارے برتن دھو رہی تھی۔ اس کے ارد گرد پلیٹیں اور دیگچے موجود تھے اور وہ پلیٹ دھو رہی تھی، معصوم بچی اسکی گود میں اس کے دوپٹے سے کھیل رہی تھی۔

*****

شام کے وقت راشدہ چولھے کے پاس صحن میں بیٹھی تھی، گود میں اسکے بچی لیٹی تھی، چولھے لکڑیاں جل رہی ہیں، سلیم اسکے پاس آیا

"کھانا ابھی تک نہیں بنا" سلیم نے سوال کیا تھا

: "ظل سو جائے تو۔۔" راشدہ نے کہنا چاہا تھا

"کتنی بار کہا ہے کہ مجھے اس بچی کا نخرہ نہ دکھایا کر۔۔" سلیم کے لہجے میں نفرت بھر آئی تھی

"میں نے کیا کہا آپ سے۔؟" راشدہ نے پوچھا تھا

"زبان چلاتی ہے۔۔" سلیم نے شور مچایا تھا

سلیم غصے سے ظل کو اٹھا کر آگ میں پھینکنے لگا راشدہ

اٹھ کر تیزی سے روتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑا تو اس نے اسے لات مار کر صحن میں گرا دیا اور اسکے ساتھ ہی وہ طفل کو آگ میں ڈال دیا، بچی رو رہی تھی، راشدہ روتے چلاتے فریاد کرتے ہوئے تیزی سے چولھے کے پاس آئی تو سلیم راشدہ کو دھکہ دے کر صحن میں گرا کر چلا گیا تھا، راشدہ تیزی سے اٹھ کر جلتی آگ میں ہاتھ ڈال کر بچی کو باہر نکا نکالا اور اسے دوپٹے میں لپیٹا، اسکے ہاتھ جل چکے تھے مگر اسے خبر نہ تھی وہ بے ہوش بچی کو سینے سے لگا کر آنسو بہاتے ہوئے اندر کی جانب بھاگی تھی۔

******

راشدہ برآمدے میں مصلے پر ہاتھ خدا کی بارگاہ میں اٹھا کر بیٹھی تھی، اسکے آگے جلی ہوئی بے ہوش بچی لیٹی ہوئی تھی۔

"یا اللہ! میری بچی کو شفا دے دو، اے خدا مجھے بتا ناں کہ تو بیٹیوں سے کتنی محبت کرتا ہے اور ماؤں کی دعائیں کیسے سنتا ہے (ہاتھ جوڑتے ہوئے) میرا کوئی بھی نہیں تیرے سوا، یا اللہ تو ہی تو ہے میرا، میری بچی کو بچا لو ناں۔۔" راشدہ نے فریاد کی تھی۔

آسمان پر روشنی سی پھیلی، تیز ہوا سے کھیتوں میں گھاس لرزنے لگتی تھی، درخت جھومنے لگے تھے، اور آکر راشدہ کی گود میں بچی کو چھونے کو لگی تھی، راشدہ آنکھیں بند کر کے ہاتھ جوڑے آنسو بہارتی رہی، بچی رونے لگی تو راشدہ کی آنکھیں فوراً کھولی وہ بچی کو دیکھتی ہے اسے روتا ہوا دیکھ کر اسے سینے سے لگا لیا تھا اور آسمان کی طرف پیار کی نظر سے دیکھنے لگی تھی۔

****

سورج ڈوب رہا تھا۔ صحن میں سلیم شازیہ کے ساتھ گھر میں داخل ہوا۔

"راشدہ۔۔۔راشدہ۔۔" سلیم نے آوازیں دی تھیں

"جی۔۔۔جی" راشدہ بھاگ کر آئی تھی

"کہاں مر گئی ہے۔" سلیم نے کہا تھا

"جی میں اندر تھی۔" راشدہ نے تیزی سے کہا تھا

"اِس سے ملو یہ آج سے اس گھر کی مالکن ہے۔" سلیم نے شازیہ کی جانب اشارہ کرتے کہا تھا

راشدہ نے قدرے حیرانگی سے شازیہ کی طرف دیکھا تھا شازیہ مسکرا رہی تھی۔

"سلام کر اسے۔۔" سلیم نے حکم دیا تھا

"سلام جی۔۔۔" راشدہ نے سہم کر کہا تھا

"آج سے یہ تیری مالکن ہے اسے کوئی شکایت نہیں ہونی چاہیے۔" سلیم نے گرم لہجے میں دھمکا کر کہا تھا

"جی بہتر۔۔" راشدہ نے جھکی نظروں سے کہا تھا

"چل اسکے پاؤں چوم۔۔۔" اس حکم نے راشدہ پر جیسے چھریاں چلادی تھی

"جلدی سے اسکے پاؤن چوم تا کہ پتا چلے کہ تم نوکرانی اور یہ مالکن۔۔۔ جلدی کر"۔ سلیم نے چلا کر کہا تھا

راشدہ بیٹھی جھک کر شازیہ کے پاؤں چومے تو شازیہ مسکرائی تھی۔

******

سات سال بعد

برآمدے میں کھڑی راشدہ ہاتھ میں اسکے کنگھی تھی، حالات کی سختیوں نے اسے عمر سے زیادہ بوڑھا کر دیا تھا

"جلدی آؤ ظلے دیر ہو جائے گی بیٹا" راشدہ نے آواز لگا کر کہا تھا

"آگئی امی۔۔" ظل ہما نے پاس آکر کہا تھا

"دیر نہ ہو جائے ناں کہیں تجھے" ظل کے بندھے بال کھولتے ہوئے کہا تھا

"ابھی ٹائم ہے امی" ظل نے کہا تھا

صحن میں شازیہ داخل ہوئی تھی، اس نے اپنے چھ سالہ بیٹے عمیر کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔

"ہائے ہائے ابھی تک تم نے اسے تیار نہیں کیا" شازیہ نے شور مچانا شروع کر دیا تھا

"بس تیار ہے" راشدہ نے کہا تھا

"میں نے اسے سکول جانے کی اجازت سلیم سے اس لیے لے کر دی تھی کہ عمیر کا خیال رکھے گی اسکا مطلب یہ نہیں تھا کہ سارا دن تم اسے کو سنوارنے میں گزار دو، تم نے تو میرا ناک میں دم کیا ہے، کرتی ہوں میں بات سلیم سے" شازیہ نے تکبر بھرے انداز میں کہا تھا۔

"نہیں ایسا مت کیجیے گا میں آئندہ خیال کروں گی" چونک کر راشدہ نے کہا تھا

ظل کی آنکھوں میں آنسو آگئے جبکہ عمیر مسکرا رہا تھا، شازیہ طنزیہ مسکرا کا آنکھیں پھیر کر دیکھ رہی تھی

******

سلیم کھیت میں درخت کے سائے میں شام کے وقت

لیٹا ہوا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا تو شازیہ آئی، سلیم اس کی طرف دیکھ کر مسکرا کر اٹھ کر بیٹھا، شازیہ منہ بنا کر بیٹھ گئی تھی۔

"کیا بات ہے، میں نے کہا آج موڈ کیوں آف ہے جناب کا" سلیم نے کہا تھا

"تمہاری بیگم کسی کو خوش دیکھ سکتی ہے" شازیہ نے منہ بنا کر کہا تھا

"کیا کہا ہے اس نے تمہیں۔" غصے سے اس نے کہا تھا

"یہ کہو کیا نہیں کہا اس نے۔۔۔ اس نے تو میرے ماں باپ کو بھی نہیں بخشا۔۔ میں تو اتنا ہی کہا تھا ناں کہ تم نے ظل کو دیر کروا دی لو بتاؤ اس میں غلط ہی کیا ہے" شازیہ نے رونے کا ڈرامہ رچایا تھا

"دوبارہ نہیں کہے گی آج اس کی ہڈیوں کا سرمہ نہ بنایا تو میرا نام سلیم نہیں۔" چارپائی سے اٹھتے ہوئے سلیم نے کہا تھا

"اب آئے گاناں مزہ راشدہ جی۔۔۔ جب تمہارے بدن پر ڈنڈوں کے نشان پڑیں گے تب مجھے سکون ملے گا۔۔" سلیم کے جانے کے بعد زوردار قہقہ لگا کر شازیہ نے کہا تھا

******

کڑی دھوپ میں راشدہ ندی کنارے بیٹھ کر کپڑے کو صابن لگا رہی تھی اسکے ارد گرد کپڑوں کا انبار لگا ہوا تھا، سلیم اسکے پاس آیا اسکے ہاتھ میں ڈنڈا تھا اور وہ بہت غصے میں تھا راشدہ مڑ کر دیکھا اور سلیم کو پا کر ڈر جاتی ہے اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"کیوں برا بھلا کہا ہے تم نے شازیہ کو" سلیم غصے میں آگ بگولا ہو رہا تھا

"میں نے۔۔۔" راشدہ حیران ہوئی تھی

"ہاں تم نے اور کیا میں یہاں پتھروں سے باتیں کر رہا ہوں یا پھر بہتے پانی سے۔۔" اس نے آگ بگولا ہو کر کہا تھا

"میں نے انہیں کچھ نہیں کہا۔۔" راشدہ نے کہا تھا

"جھوٹ بولتی ہو۔" دائیں ہاتھ سے ڈنڈا راشدہ کے بازو پر مارتے ہوئے کہا تھا

"خدا قسم میں نے کچھ نہیں کیا۔۔" بازو ملتے ہوئے راشدہ نے روتے ہوئے کہا تھا

سلیم اسکے دوسرے بازو پر مارتا ہے اور راشدہ ندی میں

گر جاتی ہے، راشدہ تیر کر کنارے کی طرف آنے لگی

تو سلیم نے ندی میں چھلانگ لگادی ور راشدہ کو گردن

سے پکڑ لیا تھا اور اسے پانی میں چند لمحے ڈبوئے رکھتا تھا

پھر اوپر کرتا تھا تو رشیدہ ابھی مشکل سے سانس لیتی

تھی تو وہ دوبارہ اسے ڈبو دیتا تھا اوپر پہاڑی پر کھڑی

شازیہ یہ منظر دیکھ کر ہنس رہی تھی۔

*****

ظل شام کے وقت صحن میں کونے میں زمیں پر بیٹھی

کتاب پڑھ رہی تھی، وہ محو ہو کر سبق یاد کر رہی

تھی، شازیہ اس کے پاس آکر رکی تھی

''میں نے تمہیں کہا تھا گھاس کاٹ کر لاؤ۔۔'' شازیہ

چلائی تھی

''جی تھوڑا سا یاد کر لوں تو پھر جاؤ گی'' ظل نے کہا تھا

'' ہائے ہائے سبق یاد کر لوں۔۔۔ نہیں تم پی ایچ ڈی

کرنے والی یہاں ہی تم نے برتن دھونے

ہیں۔'' شازیہ نے نقل لگا کر کہا تھا

''اور ویسے میں تمہارے باپ سے تمہاری ماں کے

متعلق بات کرتی ہوں ذرہ بھی تمہاری تربیت نہیں

ہے۔'' شازیہ نے ظل کو ڈرایا تھا

''نہیں ایسا مت کیجیے گا چھوٹی امی میں ابھی کاٹ کر لاتی

ہوں آپ ابا سے امی کی کوئی بات نہ کیجیے گا

پلیز۔۔۔'' وہ جلدی سے کھڑی ہو کر بولی تھی۔

''اچھا جا آج تمہاری ماں کو معاف کیا۔۔'' شازیہ نے

کہا تھا

ظل نگاہیں جھکا کر چلی گئی، عمیر بر آمدے سے ہاتھ

میں بیٹ لیے آرہا تھا

''کہا جا رہا ہے میرا شہزادہ۔'' شازیہ نے لاڈ پیار سے کہا

''ظاہر ہے امی ہاتھ میں بیٹ ہے تو پھر کرکٹ کھیلنے جا

رہا ہوں۔'' عمیر نے کہا تھا

''سکول کا کام کیا ہے۔'' شازیہ نے پوچھا تھا

''کر لوں گا۔'' عمیر نے جاتے جاتے کہا تھا

وہ لا پرواہی سے گزر گیا تھا

****

پہاڑی کے پاس درانتی سے ظل گھاس کاٹ رہی

تھی، پاس گھاس میں کتاب کھلی ہوئی پڑی ہوئی تھی، وہ

دو لفظ وہاں سے پڑھتی اور پھر گھاس کاٹتی اور ساتھ

میں زبان ہلا کر اسے پکا کر رہی تھی گھاس کاٹ کر

دوسری طرف رکھ کر پھر دو لفظ دیکھ کر پھر پکا کرتے

ہوئے گھاس کاٹنے لگتی تھی۔ اسے پڑھائی سے بہت محبت تھی وہ دن ہو یا رات، کام میں ہو یا فارغ پڑھائی کا پیچھا نہیں چھوڑتی تھی۔

*****

کلاس روم میں سارے طالبعلم اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے تھے، ظلِ ہما اور عمیر بھی کلاس بھی موجود تھے۔

"آپ لوگوں کے ٹیسٹ میں نے چیک کر لیے ہیں، سب سے اچھا ٹیسٹ ظلِ کا ہے۔" استانی نے کہا تھا

ظلِ مسکرا کر نظریں جھکالی تھیں

"اور سب سے برا ٹیسٹ عمیر کا ہے۔" عمیر غصے سے استانی کی جانب دیکھتا رہا تھا

****

راشدہ شام کے وقت صحن میں زمیں پر بیٹھی تھی، اسکے آگے ترامی ہے اور ترامی میں دانے ہیں، وہ دانوں میں سے ذرہ اٹھایا تا ظلِ بھاگتی ہوئی اسکے پاس آئی، وہ اسکی طرف متوجہ ہوئی

"کیا بات ہے آج میری شہزادی بہت خوش ہے۔" ماں نے بیٹی کا چہرہ دیکھ کر جان لیا تھا

"امی آج میرا سب سے اچھا ٹیسٹ ہوا ہے۔" ظلِ نے ہنس کر بتایا تھا

"قسم سے۔۔" راشدہ نے مسکرا کر پوچھا تھا

"قسم سے امی۔۔۔" ظلِ نے ماں کے کندھے پر سر رکھتے کہا تھا

"خدا تمہیں ہر امتحان میں کامیاب کرے۔" اسکے منہ پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے راشدہ نے کہا تھا

"جب تک آپ میرے ساتھ ہیں ناں مجھے دنیا کی کوئی طاقت ناکام نہیں کر سکتی۔۔" اس نے آنکھیں بند کر کے کہا تھس

"میری بیٹی بڑی بڑی باتیں کرنے لگی ہے۔۔" راشدہ نے کہا تھا

"لو بھلا۔۔۔ ابھی میں چھوٹی ہوں" ظلِ ہما نے کہا

"نہیں۔۔۔ میری بچی تو بڑی ہو گئی ہے۔۔" ماں نے بیٹی کو گلے لگا کر آنسو چھپاتے چھپاتے کہا تھا

******

صحن میں شازیہ چارپائی پر بیٹھی تھی تو ظلِ اور عمیر اسکے پاس آئے تھے

"ہاتھ پاؤں دھولائی میرے شہزادے کو۔۔"

"جی چھوٹی امی۔۔" ظل ہمانے کہا

"یہ تم نے دھوئے ہیں اسے یا ایسے ہی ڈرامہ کر رہی ہو۔"عمیر کو پاس لا کر دیکھتے ہوئے غصے سے کہا

"قسم سے امی میں نہلایا ہے اسے، اس سے پوچھ لیں ناں۔۔" ظل نے کہا

"ادھر میرے پاس آ۔۔۔" شازیہ نے اشارہ کرتے کہا

ظل اس کے پاس آئی، وہ اپنے پاؤں سے جوتا اتار کر ہاتھ میں رکھ لیتی ہے

"یہ دیکھی ہے اسکے ہاتھوں پر میل۔۔۔" ظل کو سر سے پکڑ کر جھکاتے ہوئے کہا تھا

"امی کہیں رہ گئی ہو گی۔۔۔" ڈرتے ڈرتے وہ بولی تھی

"کیوں رہ گئی۔؟" جوتا ظل کے پیٹھ پر مارتے ہوئے کہا

"معاف کر دیں مجھے امی اگلی بار نہیں ہو گی۔۔" اس نے کراہتے ہوئے کہا تھا

"تم کیا سمجھتی ہو کہ تم مجھ سے ہر وقت معافی مانگ لو گی اور میں تمہیں معاف کر دوں گی(عمیر ہنس رہا ہے)

بولو اب ہو گا(بول" شازیہ نے لگاتار مارنے کے بعد پوچھا تھا

"نہیں ہو گا۔۔" روتے ہوئے کانپتے لہجے میں کہا تھا

"اگر ہوا ناں تو بہت برا ہو گا۔۔" جوتا ظل ہما کے منہ پر مارا جس سے وہ گر گئی تھی

"اب یہ ٹسوے بہانے چھوڑ اور جا کر بھینس کو چارہ ڈال، تمہاری ماں پانی لینے گئی تھی ابھی تک آئی نہیں ،وہ بھی بہت نخرہ دکھانے لگی ہے اس بھی دیکھتی ہوں میں، جاؤ دفع ہو" شازیہ نے اپنا حکم چلایا تھا

ظل ہما روتے ہوئے چلی گئی تھی

******

شازیہ اور سلیم کھیت میں درخت کے سایے میں بیٹھے تھے

"سچی بات یہ ہے سلیم کہ راشدہ چاہتی ہی نہیں کہ ہم ہنستے مسکراتے رہیں۔" شازیہ نے سلیم کو روز کی طرح آج بھی بہکانا چاہا تھا

"تمہیں کچھ بھی کہے ناں تو مجھے بتادیا کرو پھر دیکھو میں اس کے ساتھ کرتا کیا ہوں۔"سلیم نے کہا تھا

"غرور کرتی ہے بیٹی کی ماں ہو کر۔۔" شازیہ نے کہا تھا

"حالانکہ اسے تو زمین میں اتر جانا چاہیے۔" سلیم نے کہا تھا

"ویسے تم اپنا ذرہ رعب دکھا کر رہا کرو اسے بھی ہر لمحے پتا چلنا چاہیے کہ وہ بیٹی کی ماں ہے۔" شازیہ نے سلیم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا

"جو حکم میری جان۔۔" مسکرا کر اسے کو سلامی دیتے کہا تھا

"تو بھی ناں۔۔۔" شازیہ نے شرماتے کہا تھا

سلیم قہقہ لگانے لگا تھا

****

راشدہ چولھے کے پاس بیٹھی تھی، ہاتھ میں اس کے لکڑی تھی توڑ کر چولھے میں ڈال رہی تھی تو، سلیم اسکے پاس آیا

"ابھی تک کھانا نہیں پکا۔۔۔" سلیم نے ہمیشہ کی طرح اکڑ کر پوچھا تھا

"پکا رہی ہوں" راشدہ نے بتایا تھا

"میں پوچھ رہا ہوں ابھی تک کیوں نہیں پکا۔۔" سلیم بھیڑیے کی طرح اپنی چال پر آ گیا تھا

"وہ میں۔۔۔۔میں۔۔" راشدہ نے بتانا چاہا تھا

"کیا بکری کی طرح میں میں لگا رکھی ہے۔" اسے لات مارتے ہوئے کہا تھا

"بول کیوں نہیں پکا کھانا۔۔" سلیم نے بالوں سے پکڑ کر اسے جنجھوڑتے ہوئے پوچھا تھا

"وہ۔۔میں گھاس لینے چلی گئی تھی۔۔۔" اس نے بتایا تھا

"کمینی عورت (راشدہ صحن میں منہ کے بل گرتی ہے) کتنی بار کہا ہے وقت پر سب کیا کر" جھٹکا دے کر گراتے ہوئے کہا تھا

راشدہ کے سر سے خون بہنے لگا تھا۔

****

"عمیر! تم نے یہ بسکٹ کہاں سے لیے۔" ظل نے پوچھا تھا

"لینے کہاں سے تھے، میرے ساتھ جو میرا دوست بیٹھتا ہے ناں۔۔" عمیر نے کہا تھا

"کون اویس۔؟" ظل نے سوال کیا تھا

"ہاں وہ کلاس سے باہر گیا تو میں نے اسکے بیگ سے نکال لیے۔۔" اس نے کہا تھا

"یہ تو تم نے چوری کی ہے۔۔" وہ چونک گئی تھی

"یہ چوری نہیں ہے۔" عمیر نے کہا تھا

"یہ چوری ہے عمیر۔۔۔" ظل نے کہا تھا

"میں امی کو بتاؤں گا ناں کہ ظلے مجھے چور کہہ رہی

ہے۔۔"

عمیر بھاگ گیا تھا

****

شازیہ کمرے میں شیشے کے آگے بیٹھی کان مین جھومکا

ڈال رہی تھی، شیشے کے آگے بہت سی کریموں کی

ڈبیاں وغیرہ پڑی ہوئی تھیں

"کیا بات ہے میرے شہزادے۔" شازیہ نے کہا تھا

"امی ظل نے مجھے چور کہا ہے۔" عمیر نے منہ بنا کر کہا

تھا

"کیا اسکی یہ جرأت۔۔" وہ غصے سے لال ہو گئی تھی

"می میں نے اپنے دوست کے بسکٹ لیے ہیں تو کہتی

ہے کہ تم نے چوری کی ہے۔۔" عمیر رونے کا ڈرامہ

کر رہا تھا

"وہ میرے بیٹے کو چور کہے یہ اسکی ہمت۔۔" کھڑی

ہو کر کہنے لگی تھی

****

سلیم چارپائی پر بیٹھا چائے پی رہا تھا تو شازیہ بھاگی بھاگی

اسکے پاس آئی

"تم یہاں بیٹھ کر چائے سڑ دکتے رہو اور تمہاری وہ

نحوست میرے شہزادے کو چور کہتی ہے۔" شازیہ

نے غصے سے چلا کر کہا تھا

"کون۔؟" سلیم نے پوچھا تھا

"تمہاری جل ہما۔۔" منہ بناتے نام الٹا سا پکار کر اس

نے کہا تھا

"ظل ہما۔۔۔" پیالی کو صحن میں زور سے گرا کر کھڑا ہ

کر وہ چلایا تھا

اسکی آواز ارد گرد کے پہاڑوں سے ٹکراتی تھی۔ ظل

ہما کمرے میں چارپائی پر بیٹھی ہوئی کتاب پڑھتے ہوئے

گھبرا گئی تھی، ماں اسکی چولہے میں لکڑیاں ڈالتے

ہوئے کانپ سی گئی حتی۔ ظلے ہما بر آمدے سے گزر کر

باپ کے پاس آئی اور راشدہ بھی پاس آئی تھی

"جی ابا۔۔" ظل نے پاس آکر کہا تھا

"

تم نے عمیر کو چور کہا۔" آگ بھری نظر سے دیکھتے

ہوئے پوچھا تھا

:"وہ ابا اس نے بسکٹ۔۔۔" ظل کی بات منہ میں

رہی تھی

"ہاں یا نہ۔۔" ظلے ہما کی بات ٹوکتے ہوئے کہا تھا

"ہاں۔۔۔" ظل نے اقرار کہا تھا

سلیم نے دھپڑ ظل کے منہ پر مارا تو ظل نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور راشدہ کا دل دہل گیا اس نے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی اسے چور کہنے کی۔۔۔" ظل کو بالوں سے پکڑتے ہوئے کہا تھا

"سلیم بچی ہے غلطی ہو گئی ہے دوبارہ نہیں کرے گی۔" آگے دو قدم جا کر رکتے ہوئے راشدہ نے کہا تھا

"دوبارہ کی چھوڑو مجھے ابھی کا اس سے جواب چاہیے کہ اس نے غلطی کی کیوں۔؟" ظل کے بالوں کو کھینچتے ہوئے کہا تھا

"مجھے کیا پتا تھا کہ میں اسے سیدھا رستہ بتاؤں گی اور آپ مجھے ماریں گے۔۔" کراہتے ہوئے وہ بولی تھی

"تو منحوس کیا میرے بچے کو بتائے گی کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔۔" وہ چلا رہا تھا، اس نے ظل کو منہ کے بل صحن میں گرایا، راشدہ بھاگ کر بیٹی کے پاس گئی تھی

"سمجھا دے اپنی بیٹی کو دوبارہ میرے شہزادے کا نام نہ لے۔۔" وہ راشدہ سے مخاطب ہوا تھا

"اب اگر تو نے میرے بیٹے پر منسٹری قائم کرنے کی کوشش کی تو تم دونوں ماں بیٹیوں کو زندہ زمین میں اتار دوں گا۔ سمجھ آئی کہ کوئی نہیں اور سمجھاؤں۔۔" ظل کو دونوں ہاتھوں سے گالوں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا تھا

"آ گئی ہے۔۔" ہ نظریں جھکا کر دھیمے سے روتے ہوئے بولی تھی

"آنی بھی چاہیے۔۔۔" سلیم نے کہا تھا

"جو تجھے اپنی شہزادی کی زندگی کی فکر ہے تو سمجھا دے اسے۔۔۔ ورنہ میرا نام بھی شازیہ ہے اور شازیہ وہی کرتی ہے جو اسے اچھا لگتا ہے چاہے وہ تمہاری بیٹی کو زمین میں ہی کیوں نہ اتارنا ہو۔۔" سلیم کے جانے کے بعد شازیہ راشدہ کو گالوں سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی تھی اور ہنس کر چل دی تھی

"کیا ضرورت تھی تمہیں اسے سمجھانے

کی۔۔۔" راشدہ نے بیٹی کو گلے لگا لیا تھا

ظلِ ہما ماں کے گلے لگ کر خوب روئی تھی

******

راشدہ شام کو کنویں کے کنارے پر ہاتھ میں گاگر لیے بیٹھی تھی مگر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی اور آنسو اسکے چھلکتے جا رہے ہیں۔ اسے کبھی سلیم کا ظلِ کو مارنا یاد آ رہا تھا تو کبھی نفرت بھری وہ گالیاں جو وہ اکثر بیٹی کو دیا کرتا تھا۔

****

ظلِ ہما شام کے وقت کھیت میں کھڑی تھی۔ ہاتھ میں اسکے کتاب تھی اور وہ سامنے وادی کی طرف دیکھ رہی تھی، اسکی آنکھوں سے بھی آنسو چھلک رہے تھے۔

****

رات کو چودھویں کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا، درخت کے ساتھ کھڑی راشدہ کچھ سوچ رہی تھی، ظلِ اسکے پاس آئی تھی

"امی۔۔۔" ظلِ نے بلایا تھا

"ہاں کیا بات ہے۔۔۔" متوجہ ہو کر بولی تھی

"ابھی تک آپ سوئی نہیں۔۔" ظلِ نے پوچھا تھا

"نیند نہیں آ رہی۔۔۔" راشدہ نے جواب دیا تھا

"کیوں نیند نہیں آ رہی۔۔۔ خیر ہے ناں۔۔" ظلِ ہما گھبرائی تھی

"ظلِ تو مجھ سے وعدہ کر کے تو اب اس عمیر کو کچھ نہیں کہے گی۔۔۔۔ مجھے تمہاری زندگی عزیز ہے۔" راشدہ نے ظلِ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر کہا تھا

"اچھا امی میں نہیں اسے کچھ کہوں گی۔۔" ظلِ ہما نے کہا تھا

"ہاں تم اسے کچھ مت کہنا۔۔" اس نے کہا تھا

"ٹھیک ہے اب چلیں اندر۔۔" آہستگی سے ظلِ نے ماں سے کہا تھا

******

شام کا وقت تھا کھیت میں بہت ساری بکریاں جا رہی

تھیں، ظل ان کے پیچھے کتاب ہاتھ میں اٹھائے جا رہی تھی،وہ کتاب کھول کر تھوڑا سا سبق دیکھتی رپھر کتاب بند کر کے پڑھتی پڑھتی بکریوں کے پیچھے پیچھے چلتی

یک پہاڑی کے پاس جا کر بکریاں چرنا شروع ہو گئی اور ظل نے اس پہاڑی کے اوپر بیٹھ کر کتاب کھول کر پڑھنا شروع کر دیا

****

ظل شام کے وقت کھیت میں کھڑی تھی اور وہ کتاب سے دیکھ کر سبق یاد کر رہی تھی،شازیہ ہاتھ میں چھڑی لے کر اسکے پاس آئی تھی

شازیہ:"تو یہاں مری ہے۔۔" ظل کی پیٹھ پر زور سے چھڑی مارتے ہوئے کہا تھا

"کیا ہوا۔؟" پیٹھ ملتے ظل چونک کر بولی تھی

"بکریاں لوگوں کی کھیتوں میں اور بے عزتی ہماری مگر تمہیں کیا۔۔" ظل کے منہ پر مار کر بولی تھی

"وہ مجھے پتا نہیں چلا وہ میں سبق یاد کر رہی تھی،" وہ رو رہی تھی

"آئندہ تجھے یاد رہے گی۔۔۔" ظل کو پکڑ کر آگے کی طرف کھیت میں پھینکتے ہوئے کہا تھا

شازیہ نے اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا ظل سسکیاں لے لے کر رو رہی تھی

"آج تیرا جو میں حشر کروں گی ناں وہ تم تمام عمر نہ بھلا سکو گی۔" ظل کے بالوں کو کھینچتے ہوئے کہا تھا

****

راشدہ کمرے میں چارپائی پر بیٹھی ترامی میں پڑے دانے صاف کر رہی تھی، سلیم اسکے پاس آیا تو وہ گھبرا گئی تھی

"کیا ہوا۔؟" راشدہ سلیم کے غصے کو دیکھتے بولی تھی

"جانتی ہے تیری بیٹی نے ہماری کتنی بے عزتی کروائی ہے۔۔" سلیم نے کہا تھا

"وہ غلطی ہو گئی ہے ناں بچی سے۔۔" راشدہ ترامی رکھ کر اٹھتے بولی تھی

"اس سے غلطی نہیں ہوئی یہ تمہاری سازش تھی

" سلیم نے اسے دھپڑ رسید کیا تھا

"میں کیوں سازش کرو گی۔؟" وہ گال پر ہاتھ رکھ کر آہستگی سے بولی تھی

"ہاں تم شازش کرتی ہو کہ میری ہر جگہ سے میری بے عزتی ہو۔۔" سلیم چلاتے ہوئے بولا تھا

:"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔۔" راشدہ نے کہا تھا

:"کچھ بھی ہو میں تمہیں اس بات کی سزا ضرور دوں گا۔۔" سلیم نے کہا تھا

راشدہ نگاہیں نیچی کر لی تھیں

"آج کی ساری رات تم باہر صحن میں ناک رگڑتی رہو گی۔۔" اس نے آج شیطانیت کی انتہا کر دی تھی

:"سلیم مجھ پر رحم کرو۔۔" راشدہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا

"اور بولی تو تیرے ساتھ تیری بیٹی کو بھی۔۔۔" سلیم نے راشدہ کا منہ بند کر دیا تھا

"نہیں۔۔" راشدہ تلملا اٹھی تھی

"تو پھر اٹھو سزا کے لیے تیار ہو جاؤ۔۔"سلیم کا حکم ماننا تو تھا

راشدہ کے آنسو گر پڑے تھے

******

رات کے وقت سلیم اور شازیہ چارپائی پر بیٹھے رومانوی باتیں کر رہے تھے اور قہقے لگا رہے تھے۔۔اور پاس چارپائی کے زمیں پر ناک رگڑتی ہوئی بد قسمت عورت جو بیٹی کی ماں بننے پر آج اس حال میں تھی۔ کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھتی آنسو بہاتی ظل ہما کا کلیجہ منہ کو آ رہا ہے۔

"میں نہ ہوتی

گر

تو اس حال میں نہ ہوتی

ماں

میں گر

بیٹا ہوتا

تو بابا کی باہوں میں ہوتا

وہ تم سے محبت کرتے

تیرے لیے چاہت رکھتے

کاش میں نہ ہوتی

ماں

کاش میں نہ ہوتی

کاش تیرا بیٹا ہوتا

کم از کم تیرا مقام تو ہوتا

تیرا نام تو ہوتا۔۔"

******

آٹھ سال بعد

شازیہ اور سلیم شام کے وقت صحن میں چارپائی پر بیٹھے تھے

:"کل ان بچوں کا نتیجہ بھی آنا ہے ناں۔۔" سلیم نے پوچھا تھا

"بچوں نہیں بچہ کہو کیونکہ ہمارا بچہ ہی پاس ہو گا اور وہ تیری بیٹی نہ تو پاس ہو گی اور نہ کوئی اچھا کام کرے گی۔۔" شازیہ نے اکڑتے ہوئے کہا تھا

"تو نہ ہو۔۔۔ہم نے کون سا اسے پڑھانا ہے اب تک تو وہ عمیر کی دیکھ بھال کے سلسلے میں ہی جاتی ہے۔" سلیم نے کہا تھا

شازیہ مسکرائی تھی

"کل نتیجہ آنے دو پھر ہم عمیر کو ہوسٹل چھوڑ آئیں گے اور یہ پھر اپنی ماں کے ساتھ ہمارے جوتے ہی صاف کرے گی۔۔" سلیم نے شازیہ کو خوش کیا تھا

"ٹھیک کہتے ہو تم ویسے بھی بیٹی کو زیادہ پڑھانا نہیں چاہیے ہاتھوں سے نکل جاتی ہیں۔۔" شازیہ نے کہا تھا

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم" سلیم نے اتفاق کیا تھا

****

راشدہ کمرے میں مصلے پر بیٹھی ہاتھ خدا کی بارگاہ میں اٹھے ہوئے تھے

"یا اللہ! میری بچی کو کامیاب کرنا، اسکے نتیجے پر اپنی خصوصی رحمت فرمانا۔۔۔۔یا اللہ! آج اسکے اتنے نمبر آئیں کہ سارا ملک اسکی تعریف کرے۔"

******

شام کا سماں تھا سورج ڈوب رہا تھا۔ کھیت میں ظلِ ہما

اور شائستہ کھڑی تھی، دونوں کی عمر لگ بھگ سولہ

سترہ سال تھی

"یار کل کیا ہو گا ہمارے رزلٹ کا۔۔" ظلِ نے دل

پر ہاتھ رکھ کر گھبراتے پوچھا

"تجھے کیوں فکر ہے تیرے تو پیپر اتنے اچھے ہوئے

تھے پریشان تو مجھے ہونا چاہیے۔۔" شائستہ نے مسکرا

کر کہا تھا

"اللہ کرے ہم دونوں کا رزلٹ اچھا آئے۔" ظلِ ہما

نے کہا تھا

"آگے داخلہ کہاں لو گی۔" شائستہ نے دو قدم آگے

چل کر کہا تھا

"قسمت یہاں تک لائی ہے تو آگے بھی کہیں کہیں نہ

کہیں لے جائے گی۔" ظلِ ہما نے مسکرا کر کہا تھا

"پھر قسمت کے کھیل کو دیکھیں ہم۔۔" شائستہ

مسکرائی تھا

ظلے مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلائی تھی

******

صبح کا سورج طلوع ہو رہا تھا سلیم صحن میں کھڑا تھا

"اچھا میں پھر جا رہا ہوں۔" سلیم نے بتایا تھا

"جلدی نتیجہ پتا کر کے آنا۔۔" شازیہ بے چینی میں

بولی تھی

"ظلِ کا بھی پتا کر آیئے گا۔۔" راشدہ قریب آتے

بولی تھی

"کر آؤں گا نہیں تمہاری بیٹی نے تیر مارے۔" سلیم

نے بے رخی سے کہا تھا

:"ہمارے چاند نے تو مارے ہوں گے ناں۔" شازیہ

مسکرا کر جلدی سے بولی تھی

:"ہاں کیوں نہیں۔۔" سلیم نے مسکرا کر کہا تھا

"پھر جلدی جایئے ناں۔۔" شازیہ بولی تھی اور سلیم

چلا گیا تھا

"یہ تمہارا خیال ہے کہ تمہاری بیٹی کامیاب ہو

گی، کامیاب تو میرا چاند ہو گا۔۔" شازیہ نے راشدہ

سے کہا تھا

"خدا اسے کامیاب کرے۔۔" راشدہ نے دعا دی تھی

"ہو جائے گا تمہاری دعا کی نہیں اسے

ضرورت۔۔" شازیہ اکڑتے ہوئے چلی گئی تھی

****

"یار آج تیرا ریزلٹ آنا ہے اور تو اتنا خوش

ہے۔" اسد نے پستول کی صفائی کرتے ہوئے پوچھا

"کونسا میں نے پاس ہونا ہے اس لیے ٹینشن کس

لیے۔۔" عمیر کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا

"او یار تو نے تو پریشانیوں سے چھٹکارا حاصل کیا ہوا

ہے۔" اسد ہنسا تھا

"میرے ماں باپ خواب دیکھتے ہیں کہ میں بڑا آفسر

بنوں گا۔۔" عمیر نے کہا تھا

"اور تو تو ایک ڈاکو بن چکا ہے۔۔" اسد نے کہا تھا

عمیر نے زوردار قہقہ لگایا تھا

******

سلیم کھیت میں سے کڑی دھوپ میں آرہا تھا وہ بہت

پریشان تھا وہ ایسے لگ رہا ہے جیسے اسکی ہر خواہش مٹی

میں مل چکی تھی راشدہ بھاگی بھاگی اسکے آگے آئی تھی

"کیا بنا میری بچی کا۔۔" راشدہ گھبرا کر بولی تھی

"ٹاپ کیا ہے تمہاری بچی نے پورے ملک

میں۔۔" سلیم نے مونچھوں پر ہاتھ مار کر کہا تھا، وہ نہ

بتانا چاہتے ہوئے بھی بتا رہا تھا

"واقعی اور عمیر نے۔۔" خوشی سنبھالتے ہوئے وہ بولی

تھی

"نہ اسکا بڑا تجھے انتظار ہے کہ کب میں کہوں کہ وہ فیل

ہو گیا ہے۔" سلیم سے اسے رستے سے ہٹا کر تیزی سے

گزرتے ہوئے کہا

]راشدہ کو دھکیا اور غصے سے گزر گیا تھا، راشدہ کھیت

میں گر گئی تھی، ہاتھ اپنا دیکھا تو خون نکل رہا تھا

"آج مجھے پہلی بار درد سہنے میں مزہ آیا ہے کیونکہ یہ

درد مجھے عُل کی کامیابی نے دیا ہے۔" ہاتھ سے بہتے

خون کو دیکھتے ہوئے کہا تھا

وہ اس مسکرا کر اس زخم کو پیار دینے لگی تھی

****

''یہ نہیں ہو سکتا سلیم۔۔'' شازیہ چلائی تھی

''یہ ہو چکا ہے شازیہ۔۔'' سلیم نے کہا تھا

''ظل ٹاپ کر گئی اور عمیر فیل ہو گیا یہ نہیں ہے ممکن۔۔'' وہ آگ بگولہ ہو رہی تھی

''اس کا تو پورے ملک میں چرچا ہے، بڑے بڑے وزیر اسے انعام دیں گے۔'' سلیم نے بتایا تھا

''میری اوقات گر گئی ہے سلیم، اب تم نے فیصلہ کرنا ہو گا۔'' شازیہ نے جھٹ پٹ کہا تھا

''کیا۔۔'' سلیم نے پوچھا تھا

''ظل آگے نہیں پڑھے گی۔۔'' شازیہ نے کہا تھا

''یہ بھی ہو جائے گا مگر اپنے بیٹے سے کہو کہ وہ ہمیں کتنا اور گرائے گا۔۔'' سلیم نے لمبا سانس لے کر کہا تھا

''آپ اس پر غصہ نہ کیجیے گا بچہ ہے سمجھ جائے گا۔۔'' شازیہ نے سلیم کو بہلانا چاہا تھا کہ وہ عمیر کو کچھ نہ کہے۔

****

ظل ہما اور شائستہ پہاڑ پر بیٹھی تھیں

''تجھے مبارک ہو۔'' شائستہ نے کہا تھا

''تجھے بھی۔۔۔۔'' ظل نے کہا تھا

''میں تو صرف پاس ہوئی ہوں، چرچا تو تمہارا ہے ہر جگہ۔۔۔''شائستہ بولی تھی

''یہ میرے مالک کی مہربانی ہے اور میری ماں کی دعا اور انکی قربانیاں۔'' آسمان کی طرف دیکھ کر لمبا سانس لے کر کہا تھا اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے

:''ہاں تم جتنا اس کا شکر ادا کرا اتنا کم ہے۔'' شائستہ نے کہا تھا اس نے اسے دلاسہ دیا تھا

:''ٹھیک کہتی ہو تم۔'' ظل نے کہا تھا اور آنکھوں کی نمی صاف کی تھی

****

''میرے مالک میں کیسے تیرا شکر بجالاؤں تو نے جو مجھ پر احسان کیا جو میری ظل کو کامیاب کیا تیرا کروڑوں بار شکر ہے، تیرا احسان ہے میرے مالک۔۔۔۔ تیرا احسان ہے میرے مالک۔۔۔'' راشدہ مصلے پر بیٹھی

شکرانہ ادا کر رہی تھی

*****

"جی ابا آپ نے مجھے بلایا۔۔" عمیر نے کہا تھا

"اب اگر ہو گیا ہے فیل تو اگلی بار کی تیاری شروع کر بیٹا۔۔" سلیم نے کہا تھا

:"ابا اب میں نے نہیں پڑھنا۔۔" عمیر نے فیصلہ سنا دیا تھا

"ہائے ہائے کیا کہہ رہا ہے تو۔۔" شازیہ نے سینے پر ہاتھ مار کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا

:"ٹھیک کہہ رہا ہوں امی۔" عمیر بولا تھا

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔۔" سلیم کھڑا ہو کر غصے سے بولا

"ابا جی آپ کو پیسہ چاہیے ناں آ جائے گا۔۔" عمیر نے کہا تھا

"کہاں سے۔؟" باپ نے بیٹے سے سوال کیا تھا

"یہ میری مرضی۔۔" عمیر نے کہا تھا

"لیکن بیٹا ہماری خواہشیں۔۔۔" ماں بولی تھی

"بھاڑ میں جائیں آپکی خواہشیں۔۔۔" عمیر نے سب آرزوئیں مٹی میں ملا دی تھی

عمیر چلا گیا تو سلیم سر تھام کر بیٹھ گیا تھا

"ضرور اس راشدہ نے میرے بچے پر تعویز کر دیا ہے، نہیں چھوڑوں گی میں اسے۔" شازیہ چلا اٹھی تھی

"میری امیدیں میری خواہشیں مٹی میں مل گئی آج۔۔" سلیم نے کہا تھا

"ہائے ہائے کیا کیا نہ سوچا تھا میں نے۔۔" شازیہ سینے پر ہاتھ مار مار فریادیں کرنے لگی تھی

******

راشدہ اور ظل ہما کڑکتی دھوپ میں کھیت میں مکئی سے چھلیاں اتار رہی تھی، ان کے آگے پیچھے مکئی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور وہ دونوں درمیان میں بیٹھی ہوئی تھیں

"امی ابا کیا اجازت دیں گے مجھے آگے پڑھنے کی۔۔" ظل نے ماں سے پوچھا تھا

"میں کوشش تو پوری کروں گی لیکن مشکل ہے تیرا ابا مانے۔۔۔" راشدہ نے مایوسی سے کہا تھا

ظل کسی سوچ میں کھو گئی تھی

"تو فکر نہ کریں میں تجھے پڑھا کر ہی رہوں گی چاہے مجھے اپنا سوہاگ کیوں نہ چھوڑنا پڑے۔۔۔" راشدہ نے بیٹی کو پریشان دیکھتے ہی کہا

"یہ آپ کہہ رہی ہو۔ راشدہ کہہ رہی ہے یہ بات وہ راشدہ جو نوکروں کی طرح کام کرتی رہی مگر گھر نہ چھوڑا تھا۔۔۔" ظل حیران تھی

:"نہیں یہ راشدہ نہیں کہہ رہی یہ ظل ہما کی ماں کہہ رہی ہے، اس ظل ہما کی ماں جسکا آج سارے ملک میں چرچا ہے۔۔۔" راشدہ کی بات میں وزن تھا، اس کے لہجے میں کچھ کر دینے کی امنگ تھی

****

عمیر اور اسد دوپہر کے وقت درخت کی چھاؤں میں بیٹھے تھے

"آگے پڑھے گا کیا۔؟" اسد نے پوچھا

:"نہیں یار اب تو صرف بدمعاشی کرنی ہے اور شان سے جینا ہے۔۔" عمیر نے بتایا تھا

"یار سب سے اچھا مشن یہ مجھے لگتا ہے کہ عورتوں سے انکے زیورات چھین لینا اور انہیں عزت کی دھمکی دے کر انکے منہ بند کرا دینا۔۔" اسد نے بتایا

"عورت بھی کیا چیز رب نے بنائی ناں، سب کچھ لٹا دیتی ہیں مگر عزت بچا ہی لیتی ہیں۔۔۔" زوردار قہقہ لگانے کے بعد اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا

"ٹھیک کہہ رہا ہے تو۔۔۔" اسد ہنسا تھا

****

سلیم کمرے میں لیٹا تھا تو راشدہ پاس کھڑی تھی

"کیا میرے سر فرشتے کی طرح کھڑی ہوئی ہو، روح قبض کرنی ہے کیا۔؟" سلیم نے کہا تھا

"وہ میں نے آپ سے ایک بات کرنی تھی۔" وہ عاجزی سے بولی تھی

"جلدی بک میرے پاس ٹائم نہیں۔۔" اس نے کڑواہٹ سے کہا تھا

"وہ ظلِ آگے پڑھنا۔۔۔"

"بس۔۔۔اس سے آگے نہ بولنانہ تو کیا سمجھتی ہے کہ میں اسے پڑھانا چاہتا ہوں۔۔۔" راشدہ کی بات ٹوکتے ہوئے سلیم فوراً بولا تھا

راشدہ نظریں نیچی کرلی تھیں

"یہ تیری بھول ہے یہ خیال اپنادل سے نکال دو کہ تیری بیٹی کو میں پڑھنے دوں گا" سلیم نے کہا تھا

سلیم غصے سے اٹھ کر چلا گیاراشدہ زمیں پر بیٹھ کر رونے لگی تھی

****

"نہیں شازیہ بی بی تیری اوقات راشدہ کے سامنے نہیں گرنی چاہیے۔۔۔کچھ ایسا کرو کہ جو اسکی اوقات ہے وہ اس سے بھی جائے۔۔۔(لمباسانس لے کر)ہوں۔۔۔۔کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا ناں۔۔" شازیہ خود میں مگن تھی اور کھیت میں ٹہل رہی تھی

******

"یہ کیا کہہ رہی ہیں امی۔۔" ظلِ ہماتڑپ کر بولی

"میں نے کہا تھاناں کہ تمہاراباپ کبھی نہیں مانے گا۔" راشدہ نے کہا تھا

"اب کیا ہو گا۔؟کیامیں اب پڑھ نہیں سکوں گی۔" ظلِ روتے ہوئے بولی تھی

"تمہاری ماں ابھی زندہ ہے مری نہیں ہے۔۔۔جس دن مر گئی ناں اس دن ماں کے مرنے کے ساتھ ساتھ اپنے خوابوں کا بھی ماتم کرلینا۔۔"اس نے بیٹی کے آنسو پونچھتے ہوئے بولی تھی

"خدانہ کرے امی۔۔۔" ظلِ نے ماں کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا

:"پھر کیوں ماں کی سانسوں کے ہوتے ہوئے ناامیدی کی باتیں کررہی ہو جب تک میری سانسیں ہیں تمہیں کچھ نہیں ہو سکتا۔" راشدہ نے کہا تھا

ظلِ ہمامسکراکرماں کے گلے لگ گئی تھی

****

شام کا وقت تھا، صحن میں چولھے پر دیکچہ موجود ہے اور

اسکے نیچے ہلکی ہلکی آگ جل رہی تھی راشدہ نے دیکچے
کا ڈھکن کھول کر دیکھا اور پھر ڈھک کر چلی گئی، اسکے
جانے پر شازیہ پیچھے کھڑی مسکرائی کیونکہ اسکے ہاتھ
میں نمک کا ڈبہ تھا وہ چولھے کے پاس آئی، اپنے دوپٹے
سے دیکچے کا ڈھکن اتارا نمک کا ڈبہ کھول کر سارا ڈبہ
دیکچے میں الٹا دیا اور دائیں بائیں دیکھا کہ کوئی دیکھ نہ رہا
ہو اور پھر جلدی سیدپکچہ ڈھک دیا تھا
"اب تجھے پٹتا دیکھ کر میں بہت مزہ لوں گی راشدہ
بیگم۔۔۔اب تجھے سزا ملے گی تو ٹھنڈ میرے کلیجے
میں پڑے گی۔۔۔ بہت ناز کرتی ہے ناں بیٹی کے ٹاپ
کرنے پر۔۔۔ آج دیکھوں گی۔۔۔" وہ ہر بات کو قہقے
میں پرو کر کہتی تھی

****

سلیم کمرے میں چارپائی پر بیٹھا تھا آگے میز پڑا
تھا، راشدہ آکر سالن کی پلیٹ اور چھکور میں موجود
روٹی رکھی ور پھر واپس چلی گئی، سلیم نے روٹی توڑ کر
نوالہ منہ میں ڈالا، کڑوا لگنے کے باعث وہ منہ پر ہاتھ
رکھ لیا اور پھر جھٹکے سے منہ سے نکال کر پھینک دیا تھا
"راشدہ۔۔۔" سلیم غصے سے چلا کر بولا تھا
راشدہ صحن میں کھڑی تھی، ہاتھ سے لکڑی زمیں پر
گری۔ برآمدے سے سلیم ہاتھ میں پلیٹ پکڑے
ہوئے آیا تھا
"کیا ہو۔؟" اس نے کہا تھا
"یہ کیا ہے۔؟ اس نے پلیٹ راشدہ کے منہ پر دے
ماری تھی
راشدہ کا منہ سالن سے بھر گیا، وہ دوپٹے سے صاف
کرنے لگی تھی
""میں پوچھ رہا ہوں یہ کیا ہے۔۔" سلیم نے کہا تھا
:"سالن ہے۔۔" راشدہ نے کہا تھا
"کبھی سالن میں اتنا نمک ہوا ہے۔۔" وہ غصے سے چیخ
رہا تھا
"نمک۔۔۔؟" وہ حیران تھی
"نہ تو تیرا مطلب ہے کہ میں جھوٹ بول رہا
ہوں۔۔" سلیم نے جھٹ پٹ کہا تھا

."مگر۔۔" اس کی بات منہ میں رہی تھی

"نیچے بیٹھ۔۔" سلیم نے زمین کی طرف اشارہ کرتے کہا تھا

راشدہ ڈرتے ڈرتے بیٹھتی، اس کے آگے سالن گرا پڑا تھا

"اسے چکھو اٹھا کر۔" سلیم نے سالن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا

راشدہ کانپ رہی تھی

"جلدی کر۔۔۔" اس نے لات مارتے ہوئے کہا تھا

راشدہ گرنے لگی تھی مگر سنبھل گئی تھی پھر وہ کانپتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر آگے کیا اور سالن انگلی سے لگا کر چکھا۔ کڑوا لگنے پر وہ تلملا گئی۔

"اب بول۔۔۔۔ اب تیری زبان کیا کہتی ہے۔" سلیم نے لات مارتے ہوئے کہا تھا

"کیا ہوا سلیم۔؟" شازیہ انجان بن کر پاس آئی تھی

"سالن اس کمینی نے بنایا ہے اتنا نمک۔۔۔ اف توبہ۔۔" سلیم نے بتایا تھا

"میں نیا بنا دیتی ہوں۔۔۔" اس نے دل جیتنا چاہا تھا

"بنائے گی یہی مگر پہلے اسے میں مزہ چکھا لوں۔۔" سلیم نے کہا تھا

"شازیہ۔۔" سلیم بولا تھا

"جی" شازیہ نے جواب دیا تھا

:"جاؤ جا کر وہ سالن کا دیکچہ تو اٹھا لاؤ۔" سلیم نے کہا تھا

:"جی بہتر۔۔" شازیہ بولی اور پھر مسکرائی تھی

"تو مجھے مارنا چاہتی تھی ناں اتنا نمک کھلا کر۔۔۔" سلیم نے راشدہ کے گھٹنوں پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا تھا

"نہیں" راشدہ نے کہا تھا

شازیہ دیکچہ دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر آئی تھی

"یہ لیں۔۔۔" وہ سلیم کے پاؤں میں رکھتے ہوئے بولی تھی

"پاؤں پر ہو کر بیٹھ۔۔" سلیم راشدہ کے گھٹنوں سے پاؤں ہٹاتے ہوئے کہا تھا

راشدہ پاؤں پر ہو کر بیٹھی تھی

"جلدی اسے کھانا شروع کر دو۔۔۔" دیکچہ کھول کر

اس کے آگے کرتے ہوئے بولا تھا

"میں کیسے اسے کھاؤں۔۔۔" راشدہ نے حیرانگی سے کہا تھا

"(پاؤں سے جوتا اتارتے ہوئے) کھاتی ہو یا (جوتا راشدہ کے سر پر مارتے ہوئے) کھلواؤں۔۔" سلیم راشدہ کو جوتے مار رہا تھا جبکہ شازیہ مسکرائے جا رہی تھی۔

راشدہ نیسسکیاں لیتے ہوئے ہاتھ سے سالن اٹھایا اور منہ میں ڈالا اور منہ پر ہاتھ رکھ لیا، شازیہ مسکرا رہی تھی اور تماشا دیکھ رہی تھی

"جلدی ختم کر اسے۔۔" سلیم مارے جا رہا تھا۔۔وہ جب رکتی تھی تو سلیم اس کے سر میں زوردار تین سے چار جوتے مارتا

ظل صحن میں قدم رکھتے ہی سامنے یہ منظر دیکھ کر حیران ہو گئی، اس پر قیامت گزر گئی۔ وہ بھاگ کر ماں کے پاس گئی تھی

"امی۔۔۔" وہ چلا اٹھی تھی

"خبردار جو اس وقت اس سے کوئی بات کرنے کی کوشش کی اسے اپنی سزا بھگتنے دو۔۔" سلیم نے اسے پیچھے رہنے کو کہا تھا

"کیا کیا ہے میری ماں نے۔۔" ظل ہما کے لہجے میں سختی تھی

"یہ پوچھ کیا نہیں کیا تمہاری ماں نے مجھے مارنے کی کوشش کی ہے تمہاری ماں نے۔۔" سلیم بولا تھا

"نہیں۔۔۔یہ ممکن ہی نہیں چلیں امی اندر۔۔۔" راشدہ کی طرف بڑھتے ہوئے وہ بولی تھی

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔" ظل ہما کو الٹے ہاتھ کی چپیڑ مارتے ہوئے کہا تھا

ظل صحن میں جا گری اور ساتھ ہی اس کے منہ سے چیخ نکل گئی تھی

"میری بچی۔۔" راشدہ نے اٹھتے ہوئے کہا تھا

"بچی کی تجھے بہت زیادہ فکر ہے۔۔" سلیم نے بالوں سے پکڑ کر اسے جھنجھوڑا تھا

"میری ماں کو چھوڑ دو۔۔" ظل ہما نے اٹھتے ہوئے کہا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

تھا

''تیری زبان بہت چلنے لگی ہے۔۔۔کاٹ دوں گا اسے۔۔''سلیم نے راشدہ کو چھوڑ کر ظل کی طرف آتے ہوئے کہا تھا

''اب میں اپنی ماں کو ظلم نہیں سہنے دوں گی۔۔'' آج وہ تڑپ اٹھی تھی

سلیم ظل کو بالوں سے پکڑ کھڑا کیا تھا

''توبہ توبہ میری بیٹی ہوناں ایسی توزندہ درگور کر دوں۔۔'' شازیہ باتیں بنانے لگی تھی

''کاش تمہاری بیٹی ہوتی۔۔'' راشدہ کے لہجے میں سختی آچکی تھی

''دیکھا کیسے طعنے دیتی ہے سلیم۔۔'' شازیہ نے منہ بنایا تھا

سلیم: آج تم دونوں اپنی زندگی خدا سے مانگ لو کیونکہ آج کے دن تم دونوں کی موت لکھی ہوئی ہے'' وہ جھٹکے سے ظل کو صحن میں منہ کے بل گراتے ہوئے بولا

''مت مارو میری بچی کو۔۔''راشدہ سلیم کے پاؤں میں گر کر ہاتھ جوڑ کر بولی تھی

''یہ تیری بچی نہیں نحوست ہے جس نے میرے گھر سے امن چھین لیا ہے۔۔''راشدہ کو لات مار کر اس نے کہا تھا

''چلیں امی اب نہ میں اس گھر میں رکوں گی اور نہ ہی آپ کو رکنے دوں گی۔۔۔'' ظل ہما نے فیصلہ کر لیا تھا

''ٹھیک کہتی ہو تم۔۔۔اب ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے۔۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولی تھی

''زیادہ ہمیں دھمکیاں دینے کی ضرورت نہیں ہے۔۔'' شازیہ بولی تھی

''راستہ سامنے ہے جاؤ۔۔۔نکل جاؤ یہاں سے۔۔در در کی کھانی پڑے گی ناں پھر یہاں ہی آ کر ناک رگڑو گی'' سلیم نے بھی کہہ دیا تھا

''ہمیں نظر آ رہا ہے اور ہم جا رہی ہیں۔۔اور سڑکوں پر بھیک بھی مانگنی پڑی تو مانگیں گے مگر تیرے گھر نہیں آئیں گے ابا'' ظل کا لہجہ نفرت آمیز تھا

"میری آخری بات یادرکھنا۔۔۔نہ بھی یادرکھوجب

چوٹ لگے گی تو یاد تو آجائے گی۔ تم گھر نحوست کو نہیں

بلکہ رحمت کو نکال رہے۔۔۔بہت سے غم ایسے ہیں جو

اس رحمت نے ڈھک لیے ہی تھے مگر اب تمہیں اس

کا احساس ہو گا بہت جلد۔۔۔" راشدہ نے للکارا

:"نکلتی ہو یا پھر۔۔۔" شیطانی شکنجے میں جکڑا سلیم

بولا تھا

"چلیں امی انہیں کیا اثر یہ تو بیٹے کے باپ ہیں

ناں۔۔" وہ ماں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر

بولی۔ تھی۔۔ دونوں چل پڑی تھی

* * *

ظلِ ہما اور راشدہ کڑی دھوپ میں کھیت میں سے جا

رہی تھیں، دوسرے کھیت سے شائستہ آرہی تھی اسکی

نظر پڑی تو وہ بھاگ کر ان کے سامنے آئی تھی

:"ظلِ کہاں جارہی ہو تم دونوں۔۔۔" شائستہ نے

پوچھا تھا

"ہم نے گھر چھوڑ دیا ہے شائستہ۔۔۔" ظلِ ہما نے آنسو

پونچھتے ہوئے کہا تھا

:"کہاں جاؤ گے اب آپ دونوں۔۔" شائستہ نے

پوچھا تھا

"اللہ کی زمیں بہت بڑی ہے بیٹا کہیں نہ کہیں وہ ہماری

جگہ بنادے گا۔۔" راشدہ بولی تھی

"آپ میرے گھر میں رہیں ناں۔۔۔" شائستہ نے

کہا تھا

:"تمہارے گھر میں بیٹی۔۔" راشدہ حیران ہوئی تھی

"ہم تم پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔۔" ظلِ نے کہا تھا

:"بوجھ کیسا۔؟ تم لوگ اپنا مقدر لے کر آؤ گے میرا کیا

کھاؤ گے اور اسکے علاوہ میرے گھر میں تو صرف ابو

ہوتے ہیں اور کوئی ہوتا نہیں۔۔۔" شائستہ نے کہا تھا

"لوگ باتیں کریں گے۔۔" راشدہ نے کہا تھا

"لوگوں کا تو بھلے کو برا کہنے کی عادت ہے۔ آپ ان کی

فکر نہ کریں، چلیں گھر۔۔" شائستہ نے دوسری طرف

اشارہ کرتے بولی تھی

"مگر۔۔" ظلِ نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"دوستوں میں اگر مگر نہیں ہوتی، چلیں۔۔۔" ظل کو بازو سے پکڑ کر اس نے کہا تھا

****

"کس وقت کہاں سے آرہے ہو۔؟" آدھی رات کے وقت عمیر کو آتا دیکھ کر شازیہ نے پوچھا تھا

"کتنی بار کہا ہے آپ سے ماں مجھ سے سوال نہ کیا کر،" عمیر نے اکتاہٹ سے کہا تھا

"ماں ہوں میں تمہاری۔۔۔" شازیہ نے کہا تھا

:"ہونگی،،،" عمیر بولا تھا

"ہونگی کیا مطلب۔؟ آج تو کیسی باتیں کر رہا ہے۔۔" شازیہ قدرے حیرانگی سے بولی تھی

"پتا نہیں میں سونے جا رہا ہوں۔۔" عمیر نے کہا تھا

"کھانا کھا لو ناں۔۔" شازیہ نے کہا تھا

"آپ لوگوں کے اس کھانے سے اچھا اور وہ یہ کھانا کھایا ہے میں نے" عمیر نے ہنس کر کہا تھا

"کہاں۔؟" شازیہ نے پوچھا تھا

"مجھے سوال پسند نہیں امی، نہ کیا کرو وہ سوال جن کا میں تجھے جواب نہ دوں۔۔" عمیر کمرے کی جانب چل دیا تھا

شازیہ سوچ میں کھو گئی کہ اس کا بیٹا ایسا کیوں ہو گیا تھا

****

صحن میں چارپائی پر شائستہ کا باپ بیٹھا تھا سامنے موجود دوسری چارپائی پر ظل اور راشدہ بیٹھی تھیں

"بہن آپ بالکل فکر نہ کریں اس گھر کو اپنا گھر سمجھیں اور ہنسی خوشی زندگی بسر کریں۔۔" شائستہ کے باپ نے کہا تھا

"ہم آپ پر بوجھ نہیں بننا چاہتے بھائی صاحب۔۔" راشدہ نے کہا تھا

"بہنیں بھائیوں پر کبھی بوجھ ہوئی ہیں اور ظل تو میری بیٹی ہے" شائستہ کے باپ نے کہا تھا

"آپ کا احسان ہے ہم پر۔۔۔" ظل بولی تھی

"کیسی باتیں کر رہی ہو دوبارہ ایسا سوچنا بھی مت۔۔۔" شائستہ کے باپ نے کہا تھا

*****

شازیہ شام کے وقت صحن میں چارپائی پر بیٹھی تھی

''آج کیا پکاؤ گی۔؟'' سلیم نے پیار سے کہا تھا

''ایک تو میں پکا پکا کر تنگ آ گئی ہوں۔۔'' شازیہ کام کر کر تھک چکی تھی

''اب یہ تو کرنا ہو گا کیوں کہ اب تو ظلِ ہما کی ماں نہیں رہی کہ وہ پکائے گی۔'' سلیم نے کہا تھا

''ٹھیک کہتے ہیں کہ خدا نے کوئی چیز فالتو نہیں بنائی۔'' شازیہ نے کہا تھا

''اب تو اس نے آنا نہیں ہے اب خود ہی کرنا ہو گا۔'' سلیم نے کہا تھا

''اف توبہ ایک تو تم اتنا کھاتے ہو ایک ٹائم نہ کھاؤ تو کیا ہو گا۔۔'' شازیہ نے جاتے ہوئے کہا تھا

سلیم کو یہ بات بری لگی تھی مگر وہ سنبھل گیا تھا۔

******

''یار اس بد معاشی مین بھی اپنا مزہ ہے ناں'' عمیر نے ندی میں کنکریاں مارتے ہوے کہا تھا

''میری ماں تو گھر بھی چھوڑ آ یہاں میرے پاس آ جا۔ ایسے ایسے درشن کرواؤں گا خدا قسم تو تو سب کو بھول ہی جائے گا۔'' اسد نے کہا تھا

''ٹھیک کہہ رہا ہے تو یہ بھی جلد ہو جائے گا تو فکر نہ کر میرے دوست۔۔'' عمیر رضامند ہو گیا تھا

''ٹھیک ہے یار۔۔'' اسد ہنستے ہوئے بولا تھا

****

رات کے وقت چھت کے کنارے پر ظلِ ہما بیٹھی تھی۔ آنکھوں سے اسکے آنسو برس رہے تھے، تیز ہوا چلنے کے باعث اسکے بال اسکے چہرے پر پڑ رہے تھے، اور اشک بہے جا رہے تھے۔ راشدہ نے اسے پیچھے سے آواز دی تھی

''ظل۔''

''جی امی۔۔'' ظلِ ہما آنسو پونچھتے ہوئے کھڑی ہوئی تھی

''کیا بات ہے میری بچی۔۔۔'' راشدہ اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بولی تھی

''کچھ نہیں امی۔۔ مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے

بولی تھی

"یہ دنیا سے ڈرامہ کرنا اپنی ماں سے نہیں بولو کیا بات ہے۔۔" راشدہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے

"اپنے مقدر پر اشک بہا رہی ہوں۔ کاش میرا بھی وہ باپ ہوتا جو مجھے بیٹی کہہ کر ناز کرتا، سب کو شان سے بتاتا کہ میں ظل ہما کا باپ ہوں مگر میرا مقدر تو سسکیوں سے بھرا ہوا ہے۔" وہ رو پڑی تھی

"مقدر پر اشک بہانے سے کیا حاصل ہوتا ہے اگر حاصل ہوتا تو میں آج سرفہرست ہوتی۔۔" راشدہ نے ظل نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا

"تو کیا کروں میں۔۔" ظل نے سوال کیا تھا

"اچھے کی امید رکھو اور برے کو بھول جاؤ۔۔" ماں نے مشورہ دیا تھا

"میں نے اپنا بچپن نہیں دیکھا، جوانی آئی تو یہ حال ہے آگے کی کیا امید رکھوں۔۔۔" ظل بلک بلک کر رونے لگی تھی

"وہی ہو گا جو اوپر والا چاہے گا اور وہ بہتر کرے گا۔۔" ظل کے آنسو اس نے پونچھتے ہوئے کہا اور گلے لگا لیا تھا

*****

صبح کا سورج طلوع ہو رہا تھا خوبصورت بنگلے کے لان میں کرسیوں پر رافیہ اور صدیق موجود تھے۔

"صدیق آپ آصف سے بات کریں ناں کہ وہ شادی کر لے۔۔" رافیہ نے چائے کا گھونٹ بھر کر کہا تھا

"کی تو تھی۔۔۔" صدیق نے اخبار سے بغیر توجہ ہٹائے کہا تھا

"کیا کہتا ہے۔۔" رافیہ نے کہا تھا

"کہتا ہے لڑکی تلاش کرو اور کر دو۔۔" صدیق نے ہلکی سی مسکان سے کہا تھا

"لڑکی تو میں نے دیکھ لی ہے۔۔" رافیہ نے بتایا تھا

"اسے گانے گانے سے فرصت ہو گی تو کوئی اب بات ہو گی ناں۔۔" اخبار بند کرتے ہوئے اس نے کہا تھا

"ٹھیک کہتے ہیں آپ وہ گھر میں ٹکتا ہی نہیں ہے۔۔۔" رافیہ نے چائے کا گھونٹ لیا تھا

****

ظل شام کے وقت کھیت میں ٹہل رہی تھی،وہ پریشانگی میں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی،وہ کھیت کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف جا رہی تھی۔ایک درخت کے پاس جا کر اس سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوئی اور ماضی سوچتے سوچتے اسکی آنکھوں میں سے آنسو گرنے لگے تھے۔

****

شازیہ صحن میں چارپائی پر شام کے وقت بیٹھی تھی سلیم آ کر اسکے پاس بیٹھا تھا

"ناں تجھے شرم نہیں آتی تیری بیوی اور تیری بیٹی کسی اور کی دہلیز پر پڑی ہوئی ہیں۔۔" شازیہ نے طعنہ دیا تھا

"تو کیا کروں۔؟" سلیم نے کہا تھا

"میری ماں تو انہیں واپس لے آ، ظل کی شادی کر کے راشدہ کے سارے پر کاٹ دے۔۔" اس نے جھٹ پٹ کہا تھا

"کیا وہ آنے کے لیے مان جائے گی۔۔۔" سلیم نے مایوسی سے کہا تھا

"ناں تو اب اس کی مرضی پوچھے گا۔۔"شازیہ بولی تھا

"کیا مطلب۔؟۔۔" سلیم نے پوچھا تھا

"سیدھی طرح گھسیٹ کر لے آ۔۔" شازیہ نے کہا تھا کرنا پڑے گا کچھ"۔۔۔اس نے لمبا سانس لے کر کہا تھا

****

"یار شائستہ میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔۔" ظل نے بتایا تھا

"کیا۔؟" شائستہ نے پوچھا تھا

"میں گاؤں کے بچوں کو ٹیوشن پڑھاؤں گی۔۔" ظل بولی تھی

"سیدھی طرح کالج پڑھو۔۔" شائستہ نے کہا تھا

وہ دونوں کالج لائبریری میں بیٹھی تھی۔

"تو پڑھوں گی ناں صبح کالج اور شام کو ٹیوشن۔۔۔" ظل نے مسکرا کر کہا تھا

"ابا نے کہا تو ہے۔۔۔" شائستہ نے کہا تھا

"ٹھیک ہے ان کا احسان ہے مگر میں مصروف رہنا چاہتی ہوں" ظل نے آہ بھرنے کے بعد کہا تھا

"بہانے بنانے کوئی تم سے سیکھے۔۔" اس نے ظل کی غور سے دیکھ کر کہا تھا

"یار بہانہ نہیں ہے، میں بھلا دینا چاہتی ہوں سب، میں مقدر سے شکوہ کرنے کے بجائے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔۔" ظل نے کہا تھا

"اوکے یار جیسے تمہاری مرضی۔۔" شائستہ مسکرائی تھی

****

"کیا بات ہے آصف کوئی پریشانی ہے۔۔" رافیہ نے سامنے صوفے پر بیٹھے آصف کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا تھا

"نہیں تو کیوں۔؟" آصف مسکرانے لگا تھا

"کچھ چپ چپ ہوناں اسلیئے۔۔۔ خیر چھوڑو میں نے تمہارے لیے لڑکی پسند کرلی ہے۔۔" رافیہ نے بتایا تھا

"کون۔؟" اس نے قدرے حیرانگی سے پوچھا تھا

"اپنی شبنم۔۔۔" وہ بولی تھی

"اچھا۔۔" آصف نے دھیرے سے کہا تھا

"اچھی ہے ناں۔۔۔" رافیہ نے پوچھا تھا

"اسطرح کیا پتا چلے مجھے۔۔۔ آپ کو پتا ہو گا ناں آپ کی تو اسکے ساتھ گپ شپ رہتی ہے۔" آصف نے شائستگی سے جواب دیا تھا

"اچھی ہے اسی لیے تو تمہاری دلہن بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔۔" رافیہ مسکرائی تھی

"آپ کو پسند تو پھر مجھے کیا اعتراض۔۔" آصف نے کہا

****

ظل رات کے وقت کھڑکی میں کھڑی تھی وہ آسمان پر موجود چودھویں کے چمکتے چاند کو دیکھ رہی تھی اسے چاند میں آصف کا چہرہ نظر آ رہا تھا

"کروڑوں ہیں تیرے فین کوئی مجھ سا چاہنے والا ہو تو سامنے آئے (مسکرا کر نظر جھکاتے ہوئے) دل کیوں

کہتا ہے کہ تم میرے ہو حالانکہ کوئی چانس ہی

نہیں (آنکھیں بند کر کے) شاید یہی محبت

ہے۔۔" ظلِ ہما تصورات کے محل بنا چکی تھی

****

سلیم رات کے وقت چارپائی پر صحن میں لیٹا تھا وہ گہری

سوچ میں ڈوبا تھا اسے غصہ آرہا تھا اور اس کے آنکھیں

غصے سے لال ہو رہی تھی۔وہ سوچ رہا تھا کہ راشدہ اور

ظلِ ہما کے ساتھ کیا حربہ کیا جائے

****

شام کے وقت ظلِ ہما کھیت میں سے پانی کی گاگر سرپر

اٹھائے آرہی تھی،وہ تیزی تیزی سے چل رہی

تھی،ایک کھیت سے گزر کر وہ دوسرے کھیت میں

داخل ہوئی تو وہ کسی شخص سے ٹکرائی، گاگر کھیت میں

گری اسکے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی سر اٹھا کر

دیکھا تو سامنے اسد کھڑا مسکرا رہا تھا

"دیکھ کر تم چل نہیں سکتے۔۔" ظلِ نے غصے سے کہا

تھا

"ہم نے نہیں دیکھا تو آپ ہی دیکھ لیتی۔۔" اسد ٹس

سے مس نہ ہوا تھا

"ایک تو دیکھ کر نہیں چلتے پھر اوپر سے اکڑ کر باتیں

کرتے ہیں۔۔" ظلِ نے گاگر اٹھاتے کہا تھا

"آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ اسد کے سامنے

نظر اٹھا کر بات کر سکیں۔۔" اسد نے کہا تھا

"کیوں تم کوئی خدا ہو۔۔" اس نے اسد سے آنکھ ملا کر

کہا تھا

"دیکھ لڑکی اگر تیری عزت کی ہے تو بہتر ہے تو چپ کر

کے یہاں سے چلی جا۔۔" اسد نے چٹکی بجا کر جانے کا

اشارہ کیا تھا

"اگر نہ جاؤں تو۔۔۔۔" ظلِ سر کو جھٹکا کر بولی تھی

"لگتا ہے تجھے اسد کے بارے میں کسی نے بتایا

نہیں۔۔۔کوئی بات نہیں بتادوں گا جلد۔۔" اسد کہہ

کر چلا گیا تھا

"پتا نہیں کہاں سے منہ اٹھا کر آجاتے ہیں۔۔" ظلِ

بڑبڑائی تھی

اسد نے کھیت کے کنارے سے غصے سے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا

****

"تمہیں اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہو گا۔۔" سلیم نے کہ راشدہ کا بازو پکڑتے ہوئے کہا تھا

"میں اب کسی صورت بھی اس گھر میں نوکروں کی طرح نہیں رہوں گی اگر لے جانا ہے تو مجھے بیوی کی حیثیت دو اور ظلِ کو بیٹی کی۔۔" راشدہ نے کہا تھا

"بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں اگر تم میرے ساتھ عزت سے نہ چلی تو میں تمہیں گھسیٹتا ہوا لے جاؤں گا اور سارا گاؤں دیکھے گا۔۔" سلیم چلا اٹھا تھا

"یہ اب ظلِ ہما کے ہوتے ہوئے نہیں ہو سکتا۔۔" ظلِ صحن میں داخل ہوتے بولی تھی

سلیم نے اس کی طرف غصے سے دیکھا، ظلِ ہما ان دونوں کے پاس چل کر آئی تھی

:"تم تو چلو ناں میں تمہارے ہاتھ پیلے کروں تا کہ تیری اوقات تجھے مل جائے۔۔" سلیم نے تلخ لہجے میں ظلِ سے کہا تھا

"میں یہ نہیں ہونے دوں گی۔" راشدہ کی آنکھوں میں برسوں کا ہوا ستم اتر آیا تھا

"میں یہ کر کے دکھاؤں گا۔۔" سلیم دعویٰ کرتے بولا تھا

شائستہ کا باپ انکے پاس چل کر آیا تھا

"جسے آپ بیوی نہیں کہتے جسے بیٹی نہیں مانتے ان پر حق کون سا جتانے آئے ہیں۔۔" ظلِ ہما کے لہجے میں گرمی تھی

سلیم نے ظلِ کو دھپڑ مارنے کو اٹھایا کو شائستہ کے باپ نے ہاتھ پکڑ لیا تھا

"دیکھو سلیم میاں، یہ میرا گھر ہے اور اگر تم نے یہاں کوئی زبردستی کرنے کی کوشش کی تو پورا گاؤں بلا لوں گا میں۔۔" شائستہ کے باپ نے کہا تھا

"اب یہ سوچیے گا بھی مت کہ میری ماں اب آپ کے آگے نوکروں کی طرح کام کرے گی۔۔" ظلِ

نے جھٹ پٹ کہا تھا

''تیری بہت زبان چلنے لگ گئی ہے۔۔۔'' سلیم نے آگ بھری نظروں سے طُل کو دیکھا تھا

''کیوں نہ چلے اس کی زبان یہ تمہارے گھر میں نہیں جو دب کر جیے یہاں یہ اپنی مرضی سے جیتی ہے۔۔'' شائستہ کا باپ بولا تھا

کب تک ان دونوں کا بوجھ اٹھاؤ گے'' '' سلیم نے طعنہ دیا تھا

''پہلی بات یہ کہ یہ اپنا کماتی ہے اور کھاتی ہے اور دوسری بات یہ کہ میرے لیے اس سے بڑی کیا بات ہو گی کہ میں ایک رحمت کو اپنے پاس رکھوں۔۔'' شائستہ کے باپ نے شائستگی سے کہا تھا

سلیم کو غصے سے جانا ہی پڑا تھا

****

شازیہ شیشے کے سامنے کھڑی بالوں میں کنگھی کر رہی تھی اور سلیم چارپائی پر بے رخی سے بیٹھا تھا

''دیکھا ناں نکل گئی ناں تیرے ہاتھ سے۔۔'' شازیہ نے طعنے تیار رکھے تھے

''طعنے مت دو شازیہ، مجھے کونسا اس کی ضرورت ہے۔۔'' سلیم نے اکتا کر کہا تھا

''کونسے منہ سے گاؤں میں پھرو گے، کیا عزت ہے تمہاری۔ یہ بیٹیاں دیتی تو کچھ نہیں، لیتی بہت کچھ ہیں، تمہارے پاس تو اس نے کوڑی کی عزت بھی نہیں چھوڑی۔۔'' شازیہ نے کہا تھا

''اچھا تم تو بس کرو۔۔'' سلیم نے کہا تھا

''اچھا۔۔۔ میں بس کروں۔؟ کیوں کروں۔؟ وجہ۔؟ دیکھ سلیم میں راشدہ نہیں شازیہ ہوں شازیہ۔۔۔ مجھے حکم دینے سے پہلے سو بار سوچنا۔۔'' شازیہ اسکی جانب مڑ کر شروع ہو گئی تھی

''شازیہ۔۔۔ خاموش رہو میں نے تم سے ایسا کچھ نہیں کہا کہ شور مچانا شروع کر دو۔'' سلیم نے کھڑا ہو کر دھمکاتے ہوئے کہا تھا

''خبردار کر رہی ہوں تجھے کہ میں بیٹے کی ماں ہوں اور

وہ یقیناً میرا ہی ساتھ دے گا۔۔ اگر تجھے بیٹا اور بیوی
چاہیے تو چپ چاپ آگے لگا رہ نہیں تو۔۔۔" شازیہ
نے اشارہ دیتے ہوئے کہا تھا اور مسکرا دی تھی
"اچھا اچھا۔۔ ابھی میرا دماغ نہ خراب کرو جانا ذرہ
میرے لیے چائے بنا لانا۔۔" سلیم نے بات بدلنے
کی کوشش کی تھی
"اللہ پاک نے دو ہاتھ اس لیے نہیں دیے کہ انہیں
ایک دوسرے پر دھر کر بیٹھ جاؤ۔۔ خود بھی کچھ کر لیا
کرو۔۔" شازیہ نے بالوں کو لپیٹتے ہوئے کہا تھا
"تمہارا مطلب میں چولھے کا کام۔۔؟" سلیم نے
قدرے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا
"ہاں تو کیا ہے۔۔ کھانے پینے کے ہاتھ پاؤں تو مارنا
پڑے گا ناں اب راشدہ تو ہے نہیں۔۔۔ اور ہاں ایک
پیالی میرے لیے بھی بنا دینا" شازیہ کہہ کر چلی گئی
تھی سلیم حیرانگی سے کھڑا کا کھڑا رہ گیا تھا

****

"کاش مجھے بھی باپ کی شفقت ملتی، میری ماں کو شوہر
نصیب ہوتا، میں کبھی ترس ترس کر نہ
جیتی، کاش۔۔۔۔ کاش۔۔۔ کاش۔۔
عورت ہوں میری عزت بھلا کیا
باپ کو بیٹی سے محبت بھلا کیا"
وہ رات کے وقت سیڑھیوں پر بیٹھی ڈائری لکھ رہی
تھی

****

شازیہ صحن میں چارپائی پر بیٹھی تھی، سلیم اسکے پاس
تھکا ہارا آ کر بیٹھا
"آج پتا چلا مجھے کہ مال مویشی کرنا کتنا مشکل
ہے۔۔" سلیم نے کہا تھا
"سیدھی طرح کیوں نہیں کہتے کہ تجھے راشدہ یاد آ رہی
ہے۔" شازیہ نے تیر برسائے تھے
"ہر بات کا بتنگڑ بنانا تم سے کوئی سیکھے۔۔" سلیم
اکتاہٹ سے بولا تھا
"یہ غصہ کسی اور پر دکھانا، مجھے ایسے آنکھیں نہ دکھایا
کرو میں ڈرتی ورتی نہیں ہوں۔۔" شازیہ نے للکارا تھا

"کس نے تمہیں آنکھیں دکھائی ہیں۔۔"" سلیم نے

پوچھا تھا

"تم نے اور ہاں مجھ سے گھر کا کام اتنا نہیں ہوتا تم بھی

کیا کرو میں اب تمہیں صاحبوں کی طرح نہیں کھلا

سکتی۔۔" وہ تیزی سے بولی تھی

"میں اب کھانا پکایا کروں گا کیا۔۔ہوش کے ناخن

لو۔" سلیم نے کہا تھا

"ہاں ہاں تم ہی کرو گے۔۔۔میں ذرہ برتن دھولاؤ تم

صحن میں جھاڑو لگا دینا اور ہاں ذرہ دبا کر لگانا۔۔" اٹھتے

ہوئے اس نے کہہ دیا تھا

سلیم حیران و پریشان بیٹھا رہا تھا

*****

اسد رات کے وقت چھت پر ٹہل رہا تھا۔آسمان پر

چاند چمک رہا تھا۔وہ غصے میں ظل کو سوچے جا رہا تھا

نہیں ظل ہما میں تم سے اس غرور کا بدلہ ضرور لوں

گا،تمہاری عزت کو میں نے خاک میں نہ ملایا تو میرا نام

اسد نہیں کتا ہو گا، سمجھتی ہے کیا اپنے آپ کو۔تیری یہ

جرات۔۔۔دیکھ لوں میں۔۔۔" اس نے دانت

بھینچتے ہوئے کہا تھا

****

سلیم صحن میں جھکا جھاڑو لگا رہا تھا

"ابھی تک پھیرا نہیں تو نے اس وقت کیا کرتا رہا

ہے۔"" شازیہ نے قریب آکر غصے سے کہا

"آنا ذرہ میں تھک گیا ہوں۔" سلیم نے کہا تھا

"نہ میں نہیں تھکی ناں،لوہے کی ہوں ناں

میں۔۔۔میں آرام کرنے لگی ہوں جلدی سے لگاؤ اور

دھول نہ اتنی پھیلاؤ۔۔۔ذرہ دبا کر اور آہستہ

لگاؤ۔۔۔جلدی کرو ناں پھر میری ٹانگیں بھی دبانی ہیں

تم نے۔۔" شازیہ نے کہا

سلیم جھک کر جھاڑو لگانا شروع کر دیا تھا

"ہوں بڑے غرور سے بیٹھتے ہیں جیسے خدا ہوں مگر

میں شازیہ ہوں سلیم میاں راشدہ نہیں۔۔۔"وہ دل

ہی دل میں سلیم کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی

****

راشدہ صحن میں چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی، نیچے زمین پر ظلِ بیٹھی تھی اسکے آگے سلائی مشین تھی اور وہ ایک کپڑے کو سلائی لگا رہی تھی، اسکے پاس بہت سارے کپڑے پڑے ہوئے تھے راشدہ اٹھ کر بیٹھی تھی

"کیا ہوا امی کوئی چیز چاہیے۔۔" ظلِ ہما نے راشدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا

"پانی پی کر آتی ہوں۔" کھڑی ہوتے بولی تھی

ظلِ ہما: ارے امی۔۔ میرے ہوتے ہوئے آپ خود جائیں یہ ممکن نہیں میں لاتی ہوں آپ بیٹھیں۔" مسکرا کر اٹھ کر ماں کو کندھوں سے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے کہا تھا

ظلِ ہما چلی گئی اور پھر کچھ لمحوں کے بعد گلاس اٹھائے آئی تھی

"کیوں اتنا تکلف کرتی رہتی ہو۔۔" راشدہ نے کہا تھا

"یہ الفاظ غیروں کے لیے ہوتے ہیں بیٹیوں کے لیے نہیں۔۔" ظلِ ہما نے ماں کے پاس بیٹھ کر گلاس دیتے ہوئے کہا تھا

"اب تھوڑی دیر آرام کر لو بیٹا۔۔" وہ پانی کا گھونٹ لے کر بولی تھی

"امی تھوڑے سے کپڑے ہیں سی لوں تو پھر کر لوں گی آرام بھی۔۔" ظلِ مسکرائی تھی

"ہفتہ بھر تو پڑھنے اور پڑھانے میں گزارتی ہے اور پھر اتوار کو لوگوں کے کپڑے سینا شروع کر دیتی ہے، اپنی صحت کا خیال رکھا کر۔" راشدہ نے کہا تھا

"صحت وہاں خراب ہوتی ہے کام کرنے سے جہاں پیار نہ ہو اور جہاں پیار ہو وہاں کیسی صحت کی خرابی۔۔" ظلِ نے کہا تھا

راشدہ مسکرائی تھی

"آپ لیٹیں میں آپ کی ٹانگیں دبا دوں۔۔۔" اس ماں کے ہاتھ سے گلاس پکڑتے ہوئے کہا تھا

"میری ٹانگوں کو لیٹے لیٹے کیا ہو گا جو دباؤ گی، تم جاؤ شاباش آرام کرو۔" ماں نے بیٹی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے کہا تھا

"اچھا کوئی چیز ضرورت ہو تو بتا دیجیے گا۔" ظلِ نے کہا

تھا

"تم کبھی ضرورت پڑنے دیتی ہو۔۔پہلے ہی سب پورا کردیتی ہو۔۔" ماں کی آنکھوں میں آنسو تھے

****

رات کے اندھیرے میں آتش بازی ہو رہی تھی، بیڈ پر سجی سیج میں خوبصورت دلہن شبنم بیٹھی تھی، وہ نگاہیں نیچی کیے بیٹھی تھی، کمرے کا دروازہ کھلا تو دولہے کے روپ میں آصف سامنے اندر داخل ہوا، وہ مسکرا رہا تھا شبنم نگاہ اٹھا کر دیکھ کر شرماتے ہوئے مسکرا کر نیچی کرلی، آصف مسکرا کر بیڈ کے پاس گیا، سیج اٹھائی بیڈ پر بیٹھا شبنم کے چہرے پر نظر جمائے پر بیٹھا ہوا تھا، شبنم مسکرا رہی تھی

"یہ تو مجھے اندازہ تھا کہ کوئی حسین آئے گا ہماری زندگی میں مگر چاند ہمارے آنگن میں اترے گا یہ معجزہ ہو گیا۔۔۔" آصف نے مسکرا کر کہا تھا

شبنم ہنسی کو ہونٹوں سے دبائی تھی

"اب یہ چاند آہی گیا ہے تو اپنی روشنی سے ہمیں روشن کردے ناں۔۔" اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تھا

شبنم نے مسکرا کر آصف کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا

****

رات کا سماں تھا، کتے بانک رہے تھے، صحن میں دو چارپائیاں بچھی تھے ایک پر شازیہ چادر لپیٹے سوئی تھی، اود دوسری پر سلیم سویا تھا

"امی۔۔۔امی۔۔۔۔" عمیر نے آوازیں لگائی تھی

"جی بیٹا۔۔" شازیہ نے منہ سے چادر ہٹا کر کہا تھا

"واہ واہ آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی بیٹا آیا نہیں اور کتنے سکون سے سوئے ہوئے ہو کھانا دیں مجھے۔۔" وہ چارپائی پر بیٹھتے ہئے بولا تھا

"سلیم۔۔۔سلیم۔۔" شازیہ نے آوازیں لگائی تھی

"کیا ہے۔۔" وہ نیند میں گھبرا گیا تھا

"اٹھو عمیر کو کھانا دو۔۔" شازیہ نے حکم چلایا تھا

"خود جا کر کھالے ناں۔۔۔" سلیم نے نیند میں کہا تھا

"ہائے ہائے سلیم بیٹے سے کہہ رہے ہو، تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔۔" شازیہ نے شور مچایا تھا

"تو تو چلی جاناں۔۔" سلیم نے کہا تھا

"میری ٹانگ میں درد ہے۔۔ جلدی جانا۔۔۔ سلیم اٹھوناں جلدی کرو میرا بچہ بھوکا ہے۔" وہ بولی تھی

"اٹھتا ہوں شور نہ کرو۔۔۔" سلیم نے کہا تھا

سلیم اٹھ کر چلا گیا تھا

"واہ امی اتنا رعب ابا پر۔۔۔" عمیر ہنسا تھا

"بیٹے کے باپ کا یہی حشر ہوتا ہے۔۔" شازیہ ہنسی تھی

عمیر نے قہقہہ لگایا تھا

****

صبح کا سورج طلوع ہو رہا تھا، پرندے درختوں پر چہچہا رہے تھے۔ ظل ہما اور شائستہ کھیت میں سے کالج کے لباس میں جا رہی تھیں، دونوں کے ہاتھ میں کتابیں تھیں

"یار ظل رات کو تو سو گئی تھی ناں مجھے ٹی وی دیکھتے ہوئے بڑا مزہ آیا۔" شائستہ نے مسکراتے کہا تھا

"کیوں۔؟" ظل نے آہستگی سے پوچھا تھا

"یار وہ سنگر نہیں ہے آصف۔۔" شائستہ نے کہا تھا

"ہاں ہاں۔۔۔ کیا اس کا کوئی کانسرٹ تھا۔۔" ظل نے جھٹ پٹ کہا تھا

"نہیں یار کل اسکی شادی تھی۔۔" شائستہ نے کہا تھا

"شادی۔۔۔" ظل چونک گئی تھی

"ہاں یار لیکن تجھے کیا ہوا۔؟۔۔" شائستہ نے حیرانگی سیا سے دیکھا تھا

"کچھ نہیں مجھے کیا ہونا خیر جلدی چلو دیر ہو رہی ہے" ظل ہما نے بات گما دی تھی

*****

سلیم جنگل میں کلہاڑی کندھے پر لیے پریشانی سے چل رہاہ تھا

"ظل یہاں سے اکیلی لکڑیاں لے جایا کرتی تھی، میں اسے یہاں کیوں بھیجتا تھا، مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میں نے اپنا قیمتی ہیرا کھو دیا ہے (لمبا سانس) شاید ایسا ہی ہوا ہے۔" سلیم کو آج احساس ہو رہا تھا۔

****

آصف اور شبنم شام کے وقت پارک میں بینچ پر بیٹھے

تھے

"آصف میں چاہتی ہوں کہ میں اپنی جاب کنٹینیور رکھنا چاہتی ہوں۔" وہ بولی تھی

:"تو رکھ لوناں تمہیں کس نے روکا ہے مگر،" آصف نے کہا تھا

"اگر مگر نہ کرو آصف محبت میں اگر مگر نہیں ہوتی۔" شبنم نے کہا تھا

"اوکے یار چلو کچھ کھا پی لیں۔" آصف مسکرایا تھا

"چلو۔۔" شبنم نے اٹھتے کہا تھا

****

ظل ہمارات کے وقت کمرے کی کھڑکی میں کھڑی تھی آنکھوں میں اشکوں میں لپیٹا ہوا آصف کا چہرہ تھا

"اگر میری قسمت میں آصف نہیں تھا تو اے خدا مجھے اتنے خواب کیوں دکھائے تھے کیوں دکھائے تھے یاخدا۔؟(آنکھیں بند کر کے آنسو بہاتے ہوئے) کیوں۔؟کیوں۔؟"

*****

شائستہ کھیت میں سے جا رہی تھی، عمیر اور اسد پستول اٹھا کر آئے تھے

"اے لڑکی! اپنی انگلی سے انگوٹھی سے اتار کر ہمیں دے دے۔" عمیر نے پستول اسکی کانپٹی پر رکھتے ہوئے بولا تھا

"نہیں۔۔۔" شائستہ گھبرائی تھی

"دیکھ لڑکی ہمیں تو جانتی نہیں۔۔۔عزت چاہیے تو کچھ کہے بغیر ہی ہمیں جلدی دے دو" اسد نے کہا تھا

"یا پھر عزت۔۔۔"عمیر نے مسکرا کر پستول پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا تھا

"یہ لو۔۔۔" اس نے انگوٹھی جلدی سے اتار کر اسد کو دیتے ہوئے کہا تھا

"بہت اچھے۔۔" اسد انگوٹھی کو دیکھتے ہوئے بولا تھا

"چلیں دوست" عمیر بولا تھا

:"چلو۔۔" اسد نے کہا تھا

ان کو جاتا دیکھتے ہوئے شائستہ گھبراہٹ سے پسینہ صاف کرنے لگی تھی

******

شازیہ کمرے میں چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی سلیم اس کے پاس آ کر بیٹھا تھا

"(برا سا منہ بناتے ہوئے) گوبر صاف کر کے لگتا ہے (ناک دباتے ہوئے) تم نے ہاتھ نہیں صاف کیے" شازیہ کے تیور آسمان سے بات کر رہے تھے

"کیے تو ہیں۔۔" سلیم نے کہا تھا

"اچھا اٹھو یہاں سے نیچے بیٹھ جاؤ ناں میرے پاس سے اٹھو میرا دل خراب ہو رہا ہے۔" شازیہ بولی تھی

"کھانا تو لا دو۔" فرش پر بیٹھتے ہوئے بولا تھا

"کہتے کس طرح ہو کھانا لا دو پہلے میری ٹانگیں دباؤ جو میں صبح سے کام کر رہی ہوں۔۔" شازیہ نے ٹانگیں آگے کر کے کہا تھا

سلیم شازیہ کی ٹانگیں دبانے لگا تھا

"صیح کر کے دباؤ ناں۔۔" شازیہ نے بات بنائی تھی

"یہ لو میری جان۔۔" سلیم نے زور سے دباتے ہوئے کہا تھا

"یہ جگتیں نہ کیا کریں اچھا ناں مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہیں اچھا۔۔" شازیہ نے کہا تھا

"پہلے تو تمہیں اچھا لگتا تھا۔۔" سلیم نے کہا تھا

"پہلے بھی مجھے پسند نہیں تھی بس برداشت کر لیا کرتی تھی۔۔۔ چھوڑو مجھے۔۔۔ جاؤ سالن رات کا پڑا ہوا ہے اور روٹی ڈال کر کھا لو۔۔" ٹانگ چھڑوا کر اس نے جھٹک کر کہا تھا

"کیا۔؟" سلیم نے سوال کیا تھا

"کیا۔۔۔ کتنی دفعہ کہا ہے ایک بار سنا کر۔۔" وہ نقل اتارتے ہوئے بولی تھی

"میرا مطلب ہے تم کیا کھاؤ گی۔۔" سلیم نے عاجزی سے کہا تھا

"میں بھائی کی طرف گئی تھی کھا آئی ہوں۔۔۔ ایک بات میری اور کان کھول کر سن لو مجھے یہ تم تم کہہ کر نہ بلایا کرو میری حیثیت گری گری لگتی ہے آپ سے مخاطب ہوا کرو۔" شازیہ نے کہا تھا

"کیا" سلیم حیران تھا

''پھر اف توبہ۔۔'' ماتھے پر ہاتھ مارتے کہا تھا

''میرا مطلب ہے تم۔۔۔'' سلیم بات کر رہا تھا

''پھر تم۔۔۔'' شازیہ نے اسے ٹوکا تھا

''جی اچھا آپ۔۔۔'' سلیم نے کہا تھا

****

آصف لان میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا ہاتھ میں اسکے موبائل تھا وہ جا کر لان میں موجود کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ شبنم ہاتھ میں پرس اٹھائے اسکے پاس آئی تھی

''اتنی دیر۔۔۔'' آصف نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا

''دیکھو آصف اگر میرے ساتھ گزارا کرنا ہے تو مجھ سے زیادہ سوال نہ کیا کرو۔''شبنم نے سامنے کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تھا

''کیا ہو گیا صرف پوچھا ہی تو ہے۔۔'' آصف نے حیرانگی سے کہا تھا

''مجھے یہ تمہارا یہ انداز نہیں اچھا لگتا۔۔'' وہ بولی تھی

''سوری یار۔۔میں پریشان تھا کہیں تم ٹھیک تو ہو ناں'' آصف نے کہا

''پلیز دوبارہ نہ ایسے سوال کرنا۔۔'' اس کے لہجے میں اکتاہٹ تھی

****

''یہ کیا کہہ رہی ہو شائستہ۔۔'' ظل نے حیرانگی سے چونک کر کہا تھا

:''ظل میں سچ کہہ رہی ہوں تمہارا بھائی عمیر اور اسد نے مجھ سے انگوٹھی چھین لی اس دھمکی پر۔۔۔۔''شائستہ رک گئی تھی

''رک کیوں گئی بولو ناں کیا دھمکی دی تھی انہوں نے۔۔'' ظل نے پوچھا تھا

''کہ وہ میری عزت لوٹ لیں گے۔۔'''' شائستہ نے بتایا تھا

''استغفار۔۔۔ کتنے کمینے لوگ ہیں ناں۔۔''ظل نے کہا تھا

''پہلے میں روز روز ایسے واقعات سنتی تھی مگر میں یقین

نہ کرتی تھی۔۔" شائستہ بولی تھی

"میرا تو دماغ گوم رہا ہے اور عمیر کو کیا امی ابا نے روکا نہیں۔۔" ظل نے کہا تھا

"انہوں نے تمہیں ٹھکرایا تھا ناں یہ تو ہونا ہی ہے ناں۔۔" شائستہ نے کہا تھا

"کیا کچھ نہیں ہوا میرے سات مگر خون خون ہوتا ہے کشش کر ہی جاتا ہے، میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ میرا بھائی چور ڈاکو بنے یہ مجھے برداشت نہیں۔۔" ظل نے کہا تھا

****

"کیا بیٹے سے پیار کا یہی صلہ ہے جو مجھے مل رہا ہے، بیٹے کی ماں اور بیٹی کی ماں بھی کتنا فرق ہے ناں،،، اب میں ان دونوں کو واپس کس منہ سے لاؤں (لمبا سانس) کیا کروں میں۔؟ اگر ظل نے مجھے معاف نہ کیا تو۔۔۔ یا اللہ۔۔۔" اس نے آسماں کی طرف دیکھ کر کہا تھا

****

ظل کھیت میں سے ہاتھ میں پکڑی سینے سے لگائی جا رہی تھی، سامنے اسکے اسد آ گیا وہ اسے دیکھ کر رک گئی تھی

"کیا حال ہے محترمہ۔" اسد نے کہا تھا

ظل دوسری طرف ہو کر گزرنے لگی تو اسد اسکا ہاتھ پکڑ لیا تھا

"چھوڑو میرا ہاتھ۔۔۔" ظل ہما نے ہاتھ چھڑانا چاہا تھا

"کس میں ہے یہ ہمت کہ یہ ہاتھ چھڑوائے۔۔" اسد نے ہاتھ دباتے ہوئے کہا تھا

"چھوڑو کمینے انسان" اس نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا تھا

"یہ کمینہ ہی تمہارا مقدر بنے گا نہ بنا تو میرا نام اسد نہیں۔۔" اسد نے کہا تھا

"بکواس بند کرو۔۔" ظل نے کہا تھا

"آواز نیچی رکھ۔۔" اسد چلا کر بولا تھا

"کیوں کیا تو خدا ہے۔۔" ظل کے لہجے میں نفرت تھی

"ابھی نہ سہی ہونے والا ضرور ہوں انتظار سوہنیے۔۔" وہ کہہ کر چل دیا، ظل اسے غصے سے جاتا دیکھتی رہی تھی

****

شام کا وقت سورج ڈوبنے کے قریب شازیہ اور عمیر صحن میں کھڑے تھے

"یہ کیا کہہ رہے ہو عمیر۔۔" شازیہ دل کو تھام کر بولی تھی

"ٹھیک کہہ رہا ہوں میں۔۔۔ میں یہ گھر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔۔" عمیر فیصلہ کر چکا تھا

"ہوش میں تم ہو ناں۔۔" شازیہ غصے میں تھی

"ہوش ہی میں ہوں۔۔" عمیر نے کہا تھا

سلیم صحن میں داخل ہوا تھا

"سلیم آپ اس سے پوچھیں یہ کیا کہہ رہا ہے۔۔" وہ سلیم سے مخاطب ہوئی تھی

"کیا کہہ رہے ہو تم۔۔" سلیم عمیر کے سامنے آیا تھا

"میں یہ گھر چھوڑ کر جا رہا ہوں سنا آپ نے۔۔" عمیر نے کہا تھا

"مگر کیوں۔؟" سلیم نے پوچھا تھا

"کیونکہ آپ لوگوں سے مجھے نفرت ہے۔" عمیر نے کہا تھا

"میری آنکھوں میں دیکھو کیا تمہیں محبت نظر نہیں آ رہی۔" شازیہ نے کہا تھا

"مجھے کسی سے محبت نہیں۔۔۔"

"عمیر۔۔۔ عمیر مت چھوڑ کر جاؤ اپنی ماں کو۔۔" شازیہ جاتے عمیر کے پیچھے بھاگی

بہت ناز تھا

تجھے

اپنے بیٹے پہ

اے ماں

دیکھ وہ تجھے چھوڑ چلا ہے

وہ کسی اور کی اور چلا ہے

وہ تجھے چھوڑ چلا ہے

تیرا چاند

تیرا شہزادہ

تیرا لاڈلا

سب مٹی مین ملا چلا ہے

وہ تجھے چھوڑ چلا ہے

****

ظل ہمارات کے وقت برآمدے میں ستون کے پاس

کھڑی تھی

"نہیں عمیر میں تمھیں یہ نہیں کرنے دوں گی، ظل ہما

کا بھائی بد معاش۔۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا میں ایسا

نہیں ہونے دوں گی" دل ہی دل میں اس نے سوچا تھا

****

آصف رات کے وقت لان میں ٹہل رہا تھا

"یہ شبنم اتنی بدل گئی ہے یا میں اسکے رویے کو اب

سمجھا ہوں، کیسے سمجھاؤں میں اسے (لمبا سانس) ایسے

تو ہم دونوں کی مشکل ہے، مجھے بھابھی سے بات کرنی

پڑے گی۔" آصف خود میں مگن ہے

****

شبنم اور ایک نوجوان لڑکا زبیر رات کے وقت پارک

میں بینچ پر بیٹھے تھے

"میرے جانے کے بعد تم نے یہ سمجھ لیا کہ میں اب

کبھی نہیں آؤں گا اس لیے تم نے آصف سے شادی کر

لی۔" زبیر نے کہا تھا

"حقیقت کچھ ایسی ہی ہے۔" شبنم نے لمبا سانس لے

کر کہا تھا

"کیا تم اس سے پیار کرتی ہو۔۔" اس نے سوال کیا تھا

"ارے نہیں، میں اور میرا پیار ہمیشہ تمہارے لیے ہی

تھے مگر قسمت ہمیں دور لے گئی۔" "شبنم نے کہا تھا

"تو اب قریب آجاؤ ناں۔۔۔" زبیر نے کہا تھا

"کوشش کروں گی۔۔" شبنم نے کچھ توقف کے بعد

کہا تھا

:"کوشش نہیں وعدہ کرو کہ تم آصف سے طلاق لے

کر مجھ سے شادی کرو گی۔۔" زبیر نے چالاکی سے

کہا تھا

شبنم سوچ میں ڈوب گئی تھی

******

شازیہ رات کے وقت صحن میں کنارے پر بیٹھی رو رہی تھی، سلیم اسکے پاس آ کر بیٹھا تھا

"چپ کر جا رونے سے کیا حاصل۔۔" سلیم نے کہا تھا

"تم کیا جانو ماں کے دل کو۔۔" شازیہ روتے ہوئے بولی تھی

"چلو ہمیں تو کبھی نہیں پتا چلے گا مگر شکر ہے تجھے پتا چل گیا، کاش تمہیں اس وقت پتا ہوتا جب تمہیں ظل کو اذیت دے کر راشدہ کا کلیجہ منہ کو آتے دیکھ کر مزہ لیتی تھی" سلیم نے کہا تھا

"ہائے ہائے۔۔تجھے وہی کمبخت ہر وقت یاد آتی رہتی ہے، اگر اتنی ہی عزیز تھی تجھے اپنی بیوی اور بچی تو رکھتے انہیں شہزادیاں بنا کر، کس نے کہا تھا انہیں نوکرانیاں بناؤ۔۔" شازیہ چلائی تھی

"یہی تو غلطی ہو گئی ہے مجھ سے کہ میں تیرے پیار کے جھوٹے جال میں پھنس گیا۔۔" سلیم پچھتاتے ہوئے بولا تھا

"ہائے ہائے۔۔۔میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے اور اسے ان کمینیوں کی پڑی ہوئی ہے۔" شازیہ بولی تھی

"کمینیاں وہ نہیں کمینی تم ہو۔۔" سلیم آج پہلی بار سختی سے بولا تھا

"سلیم۔۔۔یہ تم شازیہ سے بات کر رہے ہو راشدہ سے نہیں۔" غصے سے کھڑی ہو کر بولی تھی

"جانتا ہوں میں اس شازیہ سے بات کر رہا ہوں جو محض اکیلے ساتھ نبھانے اس لیے دعوے کرتی تھی کہ میں بیٹے کو زیادہ پیار دوں اور بیٹی اور بیٹی کی ماں کو گھر کا کچرا سمجھتا رہوں۔" سلیم نے غصے سے کھڑے ہو کر کہا تھا

"سلیم۔۔" شازیہ چلائی تھی

"آواز نیچی رکھ کر بول میں تیرا شوہر ہوں۔۔" سلیم نے کہا تھا

"سلیم۔۔" اس کی آواز اور اونچی ہوئی تھی

"کہا ناں آہستہ بول۔۔۔" اس نے شازیہ کے منہ پر دھپڑ مارا تھا

"کتے کمینے مجھ پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے۔۔" منہ سے
ہاتھ ہٹاتے وہ جھٹ پٹ بولنا شروع ہوگئی تھی
سلیم نے ایک ہی بار میں تین سے چار چپیڑیں شازیہ
کے منہ پر ماری، شازیہ زور زور سے چلاتے ہوئے صحن
میں گر گئی تھی
"کوئی ہے مجھے بچاؤ یہ کمینہ مجھے مار رہا ہے۔۔" وہ چلا
رہی تھی
"کہاں ہے تیرا بیٹا جس پر تو اتنا ناز کیا کرتی
تھی۔۔" سلیم نے کہا تھا
"مجھے جانے دو میں یہاں نہیں رہوں گی میں چلی
جاؤں گی۔" شازیہ نے اٹھتے ہوئے کہا تھا
"نکل میرے گھر سے چالباز عورت۔۔۔" اس نے
شازیہ کو دھکا دیا تھا
"تم اچھا نہیں کر رہے سلیم۔۔۔ مہنگا پڑے
گا۔۔" شازیہ نے مڑ کر کہا تھا
"میں پہلی بار زندگی میں کچھ اچھا کر رہا ہوں۔۔" سلیم
نے کہا تھا
"میں جا رہی ہوں۔۔۔" اس نے کہا تھا
:"تم کیا سمجھتی ہو کہ میں تمہیں روک لوں گا۔۔۔۔
نکلو یہاں سے۔۔" اس نے حکم سنا دیا تھا
سلیم نے اس سے منہ موڑ لیا تھا اور وہ چلی گئی تھی
****
ظل ہما اور عمیر پہاڑی پر بیٹھے تھے
"کیوں مجھ سے ملنا چاہتی تھی۔" عمیر نے پوچھا تھا
"اگر مجھے اپنی بہن سمجھتے ہو ناں تو چھوڑ دو یہ کام
۔۔" ظل نے درخواست کی تھی
"میں ماں باپ جہاں چھوڑ سکتا ہوں وہاں سوتیلی بہن کی
کیا حیثیت۔۔" وہ یکدم بولا تھا
ظل کی آنکھوں میں آنسو آ جاگئے تھے
"میں سب کچھ چھوڑ سکتا مگر بدمعاشی نہیں" عمیر کے
لہجے میں صرف پیسے کا لالچ بھرا تھا
"کیوں بد دعائیں لیتے ہو ماں کی باپ کی اور اس مٹی
کی۔۔۔" ظل نے سمجھانا چاہا تھا
"نہ اپنا وقت ضائع کر ظل جا۔۔۔" عمیر نے کہا تھا

"مان جاؤناں میری۔۔" ظل نے منت کی تھی

"یہ ممکن نہیں۔۔۔جاؤتم میرا دماغ نہ خراب کرو اور دوبارہ یہاں نہ آنا" عمیر کے لہجے سے اکتا کر ظل چل دی تھی

****

رافیہ اورر صدیق بیڈ پر بیٹھے تھے

"مجھے آصف بہت پریشان آج کل دکھ رہا ہے وجہ پوچھو تو بتاتا بھی نہیں۔" صدیق نے کہا تھا

"میں نے بھی کچھ ایسا ہی محسوس کیا ہے۔۔" رافیہ نے بھی صدیق کے ساتھ اتفاق کیا تھا

"شبنم اور آصف میں کوئی اونچ نیچ ہوئی ہو۔۔" اس نے پوچھا تھا

"بظاہر تو نہیں۔۔" رافیہ نفی میں سر ہلا کر بولی تھی

:"تم معلوم کرنے کی کوشش تو کرو۔۔" صدیق نے کہا تھا

"کی بھی ہے اور کروں گی بھی۔۔۔" اس نے جواب دیا تھا

****

سلیم برآمدے میں ستون سے ٹیک لگا کر کھڑا تھا اور اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے

"کاش مجھے پہلے احساس ہوتا تمہارا راشدہ، لیکن اب میں نے وقت ہاتھ سے خود نکال دیا ہے، اب میں کروں (آنکھیں بند کر کے) یا خدایا مجھے معاف کر دے، مجھے معاف کر دے میرے مالک۔۔۔" وہ روتے ہوئے زمیں پر گر گیا تھا

******

راشدہ چھت پر بیٹھی تھی اور یادوں میں گم تھی

"کاش سلیم تمہیں میرا احساس ہوتا، کاش۔۔۔۔میرا نہ سہی اپنی بیٹی کا تو (وہ آنکھیں بند کر کے لمبا سانس لیتی ہے) میری بیٹی باپ کی شفقت سے محروم رہی ،اسے بچپن نصیب نہ ہوا، میں اسے کیا دے سکی ہوں صرف طعنے،۔۔۔" راشدہ نے آنکھوں سے نمی صاف کی تھی

******

ڈرائنگ روم میں صوفے پر رافیہ اور آصف بیٹھے تھے۔

''اچھا میں بات کروں گی اس سے مگر تم خود اس سے ہر بات سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرو تو زیادہ بہتر ہے۔'' آصف نے کہا تھا

''معلوم نہیں وہ اتنی چڑچڑی کیوں ہو گئی ہے۔'' آصف بولا تھا

''ٹھیک ہو جائے گی اور تم یہ ٹینشن لینا چھوڑو اور اپنے کام پر توجہ دو۔'' رافیہ نے تسلی دی تھی

''کیا خاک توجہ دوں۔۔'' اس کے لہجے میں اکتاہٹ تھی

:''میں بات کروں گی ناں۔۔۔''اس نے حوصلہ دیتے ہوئے کہا تھا

''ہو نہوں'' آصف سوچ میں گم تھا

****

شازیہ کھیت میں کھڑی تھی، عمیر اسکے پاس آیا تھا

''کیوں آئی ہیں آپ یہاں۔۔'' عمیر نے کہا تھا

''تمہارے باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے بیٹا۔۔'' شازیہ نے روتے ہوئے کہا تھا

''تو میں کیا کروں۔۔'' عمیر کو کوئی پرواہ نہ ہوئی تھی

''مجھے اپنے پاس رکھ لو۔'' ماں نے بیٹے سے کہا تھا

''یہ ڈیرہ ہے ماں یہاں عورتیں نہیں آتیں اگر آتی بھی ہیں تو ہماری مرضی سے عزت کو دفن کرنے اگر آپ نے بھی۔۔'' عمیر نے کہا تھا

''عمیر۔۔۔ کمینے انسان تمہیں تو مجھے بیٹا کہتے ہوئے بھی نفرت ہو رہی ہے۔''شازیہ نے عمیر کے منہ پر دھپڑ مارتے ہوئے کہا تھا

''تو جائیں ناں یہاں سے، لینے کیا آئی ہیں پھر یہاں، یہی کچھ ہے۔''عمیر نے چلا کر کہا تھا

شازیہ روتے ہوئے چل پڑی تھی

:''اور ہاں سن۔۔۔(شازیہ رکتی ہے) میری مان ناں اگر جینا ہے تو ظل کے پاس چلی جا۔'' عمیر نے کہا تھا

''میں مر جاؤں گی مگر اسکے پاس نہیں جاؤں گی۔'' شازیہ نے کہا تھا

:''ہاں جائے گی بھی گی کس منہ سے۔۔'' عمیر نے

طعنہ دیا تھا

شمازیہ عمیر کو مڑ کر غصے سے دیکھ کر روتے ہوئے چلی گئی تھی

****

"ظل کل وہ کالج میں ڈرامہ پروڈیوسر کیا کہہ رہے تھے۔" شائستہ نے پوچھا تھا

"ہاں یار میں نے جو کہانی نہیں لکھی تھی۔۔" ظل نے کہا تھا

"ہاں ہاں۔۔" شائستہ بولی تھی

"وہ انہیں پسند آئی ہے انہوں نے اپنے ڈرامے کے لیے لے لی ہے۔" ظل نے بتایا تھا

"اتنی بڑی بات تم اب مجھے بتا رہی ہو۔۔" شائستہ ناراضگی سے بولی تھی

"سوری یار ذہن میں ہی نہ رہا۔۔" ظل نے معذرت چاہی تھی

"اٹس اوکے، ویسے تم میں یہ ٹیلینٹ کہاں سے آیا۔۔" شائستہ مسکرائی تھی

"کسی کو کس نے سکھایا، کسی کو کس نے، میں حالات کی سکھائی ہوئی ہوں اور حالات وہ بھی سکھا دیتے ہیں جو انسان شاید سیکھنا بھی نہیں چاہتا" ظل نے بتایا تھا

"یار کمال ہے تم ڈرامہ رائٹر ہو گئی۔۔" شائستہ نے کہا تھا

"اس مالک کی نوازش ورنہ میں کیا ہوں۔۔" اس نے آسمان کی طرف دیکھا تھا

******

آصف رات کے وقت ٹیرس میں کھڑا ہے، وہ نیچے دیکھ رہا ہے

"یہ شبنم اس وقت تک کہاں رہتی ہے، (کچھ سوچ کر) کیا۔؟۔۔۔ نہیں میں شک نہیں کروں گا، مجھے تو شک سے نفرت تھی، پھر کیوں یہ وسوسے۔؟ کیا کروں

****

راشدہ اور ظل چارپائی پر صحن میں بیٹھی تھی

"اسے پہن لو تم۔۔" راشدہ نے ظل کے ہاتھ پر

سونے کی نتھلی رکھتے ہوئے کہا تھا

"یہ کہاں سے آئی۔۔" ظل نتھلی دیکھ کر مسکرائی تھی

"تو جو مجھے پیسے دیتی رہی ہے ناں ان کی میں نے آج نتھلی لے لی ہے۔" راشدہ نے بتایا تھا

"امی وہ پیسے تو میں نے آپ کو دیے تھے خرچ کے لیے۔۔" ظل نے کہا تھا

"ماں بیٹیوں کے لیے خرچ میں سے ہی جوڑ کر بناتی ہیں، فرق صرف اتنا ہے وہ پیسے انکے باپ بھائی کے خرچ میں سے ہوتے ہیں اور میری بیٹی کے۔۔راشدہ رو پڑی تھی

"امی آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں آپ۔۔' وہ راشدہ کے قریب آ کر اسے گلے لگی تھی

"اب نہیں رونا میں پہن کر آتی ہوں۔"ماں کے آنسو پونچھ کر بولی تھی

"ہاں جاؤ۔۔" مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے راشدہ نے کہا تھا

****

شازیہ کھیت کے کنارے بیٹھی تھی، آنسو اسکے بہہ رہے تھے

"(دل ہی دل میں) مجھے واپس امی کے گھر چلے جانا چاہیے، اب میرا کوئی نہیں رہا، کوئی بھی نہیں۔۔۔(اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے) آہ یہ شازیہ کتنی اکڑ سے جیتی تھی مگر آج۔۔۔(دو قدم بڑھا کر)افسوس۔۔۔"""""""

******

شام کا وقت تھا سورج ڈوب رہا تھا، ٹیرس میں رافیہ اور شبنم کھڑی تھیں۔

"مجھے اپنی دوست سمجھو رافیہ کہو مجھ سے کیا مسلہ ہے تمہیں اس گھر میں" رافیہ نے پوچھا تھا

"مسلے ہی مسلے ہیں اب میں کیا بتاؤ۔۔" شبنم بولی تھی

"پھر بھی۔۔۔"اس نے پوچھنا چاہا تھا

"مجھے آصف۔۔۔۔۔۔۔۔آہ۔۔۔"چکر آنے کی وجہ سے وہ سر تھام لیا تھا

''کیاہوا شبنم۔۔'' رافیہ نے شبنم کو تھاما تھا

شبنم گرنے لگی تھی

''شبنم۔۔۔شبنم۔۔۔(آواز دیتے ہوئے)صدیق''

شبنم بے ہوش ہوگئی تھی

****

ظل ہما اور شائستہ کنویں پر بیٹھی تھیں، پاس انکے دو گاگریں پڑی ہیں ظل نے ناک میں وہی نتھڑی ڈالی ہوئی تھی جو اسے اسکی ماں نے دی تھی، دوسری طرف جھاڑیوں میں اسد بیٹھا انکی باتیں سن رہا تھا

''چلیں ظل۔۔۔'' شائستہ نے کہا تھا

:''ٹھہرو یار چلتے ہیں۔۔'' ظل نے کہا تھا

''ظل کہیں پھر اسد اور عمیر نہ آرہے ہوں اور تم نے تو آج نتھلی بھی ڈالی ہوئی ہے۔'' شائستہ نے کہا تھا

''تو کیا ہوا۔؟کسکی ہمت کہ وہ ظل ہما سے منہ لگے۔'' ظل اترائی تھی

اسد یہ باتیں غور سے سن رہا تھا

''اچھا ابھی چلو ناں'' شائستہ نے ظل کو ڈر سے جنجوڑ کر کہا تھا

''چلو اچھا۔۔۔'' ظل اٹھتے ہوئے بولی تھی

****

کمرے میں بیڈ پر شبنم لیٹی تھی اسکے پاس آصف بیٹھا ہوا تھا

''یہ کیسے ہوسکتا ہے۔۔۔'' شبنم چونک گئی تھی

''یہ سچ ہے شبنم تم ماں بننے والی ہو۔۔'' آصف مسکرایا تھا

''نہیں آصف میں تمہارا بچہ پیدا نہیں کروں گی۔۔۔''

آصف پر جیسے قیامت گزر گئی تھی

''یہ نہیں ہوسکتا۔۔''

وہ چلا رہی تھی

''کیوں نہیں ہوسکتا۔۔'' آصف کے لہجے میں گرمی آئی تھی

''میں بچہ جنم نہیں دوں گی وہ بھی تمہارا'' وہ بولی تھی

''کیاہوا آصف۔۔'' رافیہ نے قریب آکر پوچھا تھا

''سمجھائیں اسے پاگل ہوگئی ہے۔۔۔'' وہ سر تھام کر

بولا تھا

"ہوا کیا۔؟" رافیہ نے پوچھا تھا

"میں یہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں بس" وہ تیزی سے اٹھی تھی

:"تم ماں۔۔۔" رافیہ کی بات منہ میں رہی تھی

"نہیں بننا مجھے ماں واں میں جا رہی ہیں۔۔" وہ جھٹ سے بولی تھی

"میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔۔" آصف نے شبنم کی بازو پکڑتے ہوئے کہا تھا

"میں جاؤں گی روک سکتے ہو تو روک کے دکھاؤ۔۔۔ ہاں مجھے طلاق نامہ بھجوا دینا"

شبنم بھاگ کر دروازہ کھولی آصف پیچھے بھاگا تھا

******

سلیم صحن میں چارپائی پر بیٹھا تھا وہ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا

"کیا خدا مجھے معاف کر دے گا۔؟ لیکن کیسے۔؟ میں نے تو اس کی خصوصی رحمت کو ٹھکرایا ہے۔۔۔(آنکھیں بند کر کے لمبا سانس لے کر) کیا ہو گا میرا۔۔ کس منہ سے میں ان ماں بیٹیوں کے پاس جاؤں۔۔۔اور اگر ان کے سامنے نہیں جاؤں گا اور ان سے معافی نہیں مانگوں گا تو خدا مجھے کیسے معاف کرے گا"

****

اسد رات کو چھت پر کھڑا تھا، وہ ایک کونے سے دوسرے کونے کی طرف ٹہلتے ہوئے جا رہا تھا، دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا تھا

"(مسکراتے ہوئے) اسد تیری تتھلی ضرور اتارے گا یہ اسکی ضد ہے، میں آ رہا ہوں سوہنیے۔۔"

****

رات کے وقت صحن میں دو چارپائیاں بچھی ہوئی تھی، ایک پر ظل سو رہی تھی جبکہ دوسری چارپائی پر راشدہ سو رہی تھی صحن میں شہتوت کا درخت تھا اسد دبے پاؤں صحن میں داخل ہوا تھا، وہ آہستہ آہستہ ظل کی چارپائی کے پاس آیا تھا، اسکے ہاتھ میں دھاگہ تھا، وہ آہستگی سے دھاگہ کا سرا ظل کی تتھلی میں ڈالنے

لگا، ظل ہلنے لگی تو وہ ہاتھ پیچھے کر گیا تھا۔ وہ دبے پاؤں
دھاگہ ہاتھ میں لیے درخت کے پاس گیا، مڑ کر ظل کو
مسکرا کر دیکھا اور پھر مڑ کر درخت پر چڑھ گیا
تھا درخت کی اوپر والی شاخ پر جا بیٹھا تھا، ظل سو رہی
تھی اس نے دھاگے کو کھینچا ظل چیخ مار کر اٹھی گئی
تھی، راشدہ بھی تیزی سے اٹھ کر بیٹھی، اسد درخت پر
بیٹھا تسلی سے دھاگہ کھول رہا تھا۔ ظل کے ناک سے
خون نکل رہا تھا اور وہ چلائے جا رہی تھی۔

"کیا ہوا میری بچی۔۔۔" راشدہ نے گھبرا کر پوچھا تھا

"امی امی یہ کیا ہو گیا۔۔۔:" وہ چلائی تھی

اسد درخت پر بیٹھا مسکرا رہا تھا اور نیچے صحن میں ظل
چلا رہی تھی

"کیا ہوا۔؟" شائستہ کا باپ بھاگا بھاگا پاس آیا تھا

"چور۔۔۔ کون آیا یہاں۔۔۔" راشدہ چلائی تھی

"کون ہے۔؟ گیٹ کی طرف وہ بھاگا تھا

اسد درخت پر بیٹھا ہنس رہا تھا

****

آصف رات کے وقت لان میں ٹہل رہا تھا، وہ بہت
پریشان تھا وہ ہاتھوں کو دباتے ہوئے چل رہا تھا۔

*********/

شبنم اور زبیر گھر کے ٹیرس میں کھڑے تھے

"اچھا کیا تم نے اس کمینے کو چھوڑ دیا۔۔" زبیر نے
کہا تھا

"مگر اب میں اس کے بچے کو ختم کر دینا چاہتی
ہوں۔" شبنم نے بتایا تھا

"ہونہوں۔۔۔" زبیر نے کہا تھا

"میں نہیں چاہتی کہ اسکی کوئی بھی یاد میرے پاس
رہے میں اس سے مکمل طور پر دور جانا چاہتی
ہوں۔" وہ بولی تھی

"جو میں کہنا چاہتا تھا وہ تم نے خود ہی کہہ دیا۔۔" زبیر
نے کہا تھا

"میں اور تم الگ ہی کب تھے، ہم ایک ہی تو
ہیں۔" شبنم نے کہا تھا

"یہی تو محبت ہے میری جان۔۔" زبیر نے شبنم کو

سینے سے لگایا تھا

******

ظل ہما کنوئیں کے پاس سے گاگر سر پر اٹھائے

گزری، سامنے اسکے اسد آیا تھا

"تم۔۔۔" وہ چونک گئی تھی

"جانتی ہو اس ہاتھ میں کیا ہے۔۔" بند مٹھی آگے

کرتے بولا تھا

"مجھے کیا پتا۔۔" ظل نے کہا تھا

اسد نے مٹھی کھولا تو ہاتھ میں ظل کی نتھلی تھی، ظل

ہما نتھلی کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھء

"کہتی تھی ناں کہ اسد نہیں لے سکتا تو اسد نے لے لی

ہے اب لے لو۔" اسد نے ہنس کر کہا تھا

"کمینے انسان۔۔۔" ظل غصے سے بلبلا اٹھی تھی

"نیا ناک سلوا لینا اور ڈال لینا اور یہ بھد ٹوٹنے کی نشانی

تمام عمر تجھے اسد کی یاد دلائے گی۔۔" اسد نے نتھلی

ظل کے ہاتھ میں ڈالتے ہوئے کہا تھا

اسد قہقے لگاتے ہوئے چلا گیا تھا اور ظل ہما غصے سے

دانت رگڑتی رہ گئی تھی

*****

سلیم صحن میں چارپائی پر لیٹا تھا اسے کھانسی لگی ہوئی تھا

کھانستے کھانستے اٹھ بیٹھا تھا، اسکا سانس رک رہا تھا وہ

گلے کو مل رہا تھا۔

****

شائستہ اور ظل کھیت کے کنارے بیٹھی تھیں

"یار تم نے تو مجھے چونکا دینے والی خبر سنائی ہے۔" ظل

نے کہا تھا

"ہاں یار ایسی ہی بات ہے۔۔" شائستہ نے کہا تھا

"ابا کی مجھے مدد کرنی چاہیے۔۔۔" ظل دو قدم آگے

بڑھ کر رکی تھی

"کیا مدد کرو گی تم، انہوں نے تو۔۔۔" شائستہ کی بات

ابھی منہ میں تھی ظل نے ٹوک دیا تھا

"ماں باپ کیسے ہی کیوں نہ ہوں اولاد کو فرائض سے

غافل نہیں ہونے چاہیے۔" اس نے کہا تھا

"میں تمہیں داد دیتی ہوں ظل، یہاں لوگ کیا کر

رہے ہیں تم، فخر ہے مجھے کہ تم میری دوست ہو۔" وہ
مسکرائی تھی

****

ظل ہما سلیم کے گھر اسکی غیر موجودگی میں برآمدے
میں میز پر کھانے کا رومال اور شاپر دوائیوں کا رکھا اور
چلی گئی تھی

****

شبنم بیڈ پر بیٹھی تھی
"کب ڈاکٹر صاحبہ سے ملاقات ہو گی اور اس بوجھ سے
جان چھٹے گی (بالوں میں ہاتھ مارتے ہو لمبا سانس لیتی
ہے) اف خدایا یہ مصیبت!"۔

******

سلیم برآمدے کی طرف افسردگی سے چل کر آیا تھا تو
اسکی نظر سامنے میز پر پڑتی تھی وہ تیزی سے میز کے
پاس آیا، بندھے ہوئے کھانے کے رومال کو اٹھا کر غور
سے دیکھنے لگا تھا
"یہ کون رکھ گیا یہاں (رومال کی گر کھولتے
ہوئے) کون آیا یہاں۔۔"
رومال کے اندر ڈبے پر کاغذ پڑا تھا سلیم نے تیزی سے
اٹھا کر کھولا اور پھر پڑھا کاغذ پر لکھا تھا، آپ کی بیٹی ظل
ہما، سلیم کے آنسو گر کر کاغذ کو بھگو گئے تھے

*****

رافیہ اور صدیق لان میں موجود کرسیوں پر بیٹھے تھے
صدیق کے ہاتھ میں چائے کی پیالی تھی
"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ شبنم ایسی نکلے
گی۔۔" رافیہ کا لہجہ کڑواہٹ کا شکار ہو چکا تھا
"بعض چہرے ایسے ہوتے ہیں جو اندر سے کوئی اور
باہر سے کوئی اور ہوتے ہیں انہیں منافق کہا جاتا ہے
ویسا ہی چہرہ شبنم کا بھی ہے۔۔" صدیق نے آہستگی
سے کہا تھا
"آصف کا کیا ہو گا یہ میں سوچ سوچ کر پریشان
ہوں۔۔" اس نے کہا تھا
"تم ایک بار شبنم سے بات تو کرو۔۔۔" صدیق نے
کہا تھا

"کوشش کروں گی مگر مجھے نہیں لگتا کہ وہ مانے گی۔۔۔" لمبا سانس لے کر توقف کے بعد اس نے کہا تھا

****

"ظلِ ہما تم صرف میری ہو صرف میری، تم کسی اور کا ہونے کا سوچنا بھی مت، میں تمہارے لیے ساری دنیا کو چیر دوں گا (ہنستے ہوئے) اور تمہیں اپنا بنا لوں گا، ہاں ظل میں تمہارا اور تم میری ہو اور بس۔۔۔تم کسی اور کو سوچو یا چاہو یہ میں نہیں ہونے دوں گا۔۔" اسد رات کے وقت کمرے کے دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا تھا

****

زبیر موبائل کان سے لگائے صوفے پر بیٹھا تھا

"خانمہ جی آپ کو لڑکی میں ایسی دوں گا جو آپ کے خزانے کو بھر دے گی (خاموش ہو کر بات سن کر) اوہ نہیں خانمہ جی میں نے اسے مکمل جال میں پھنسایا ہوا ہے آپ اس کی فکر نہ کریں بس آپ ہمارے حصے کا خیال رکھیے گا (کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد قہقہ لگا کر) ہو جائیں گے حاضر آپکا حکم سر آنکھوں پر (موبائل کان سے اتار کر) اب دیکھ شبنم میں تجھے کس گڑھے میں پھینکتا ہوں سمجھتی ہے جیسے میں اس سے شادی کر لوں گا۔۔۔" زبیر کا چہرہ مکاری کی ہنسی میں ڈوبا ہوا تھا

****

سورج غروب ہونے کے قریب تھا صحن میں چارپائیاں بچھی تھیں، ایک پر راشدہ اور دوسری پر اسد بیٹھا تھا

"دیکھیں خالہ میرا تو کوئی نہیں ہے نہ ماں نہ باپ اس لیے میں خود آپکی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔" اسد نے معصومیت سے کام لینا چاہا تھا

"بیٹا مجھے اپنی ماں سمجھو کہو کیا تمہیں کہنا ہے۔۔۔" راشدہ نے کہا تھا

"کیا آپ وہ مجھے دے دیں گی جو میں آپ سے مانگو

گا۔۔" اسدنے جھٹ پٹ کہا تھا

"اگر میرے بس میں ہوا تو۔۔۔" اس نے کہا تھا

"برا تو نہیں مانیں گی آپ ناں۔۔" اسدنے پوچھا تھا

"کون سی ایسی بات ہے جو برا ماننے والی ہے۔۔" وہ گھبرا کر بولی تھی

:"میں ظلِ ہما سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اسدنے کہا تھا

"یہ نہیں ہو سکتا۔۔" کھڑے ہوتے اس نے کہا تھا

"کیوں خالہ۔؟" اسد بھی کھڑا ہوا تھا

"میری بیٹی کا ایک بد معاش سے کوئی جوڑ نہیں ہے۔" اس نے کہا تھا

"خالہ میں اسے خوش رکھوں گا، ہر اس کو سہولت دوں گا۔۔" اسدنے منت کرنی چاہی تھی

"حرام کی کمائی پر خوشیاں حاصل نہیں ہوا کرتی۔" راشدہ نے کہا تھا

"آپ میری بے عزتی کر رہی ہیں جانتی ہیں اس کا نتیجہ" اسد کے لہجے میں گرمی آگئی تھی

"کیا۔۔۔کیا کر لو گے تم میرا۔۔۔" وہ غصے میں آگئی تھی

"آپ کا شاید کچھ نہیں مگر میں آپ کی بیٹی کا بہت کچھ کر لوں گا۔۔۔" اسدنے دھمکی دی تھی

"بے غیرت، تمہاری ہمت کیسے کہ تم میری بچی کا نام لو۔۔" راشدہ نے اسے زوردار دھپڑ رسید کیا تھا

"خیر منانا اب اپنی بیٹی کی خالہ۔۔" گال پر ہاتھ رکھ کر غصے سے بولا تھا

****

ظلِ ہما اپنے باپ کے گھر کے پیچھے سے کھیت میں سے گزری تو اسکے کان میں سلیم کے کھانسنے کی آواز پڑی وہ رک گئی تھی۔۔۔ سلیم کا سانس بند ہو رہا تھا۔ پھر وہ کھانستا ہے مگر بہت مشکل سے۔۔ ظلِ ہما چلنے لگی دو قدم چل کر رک گئی پھر اپنے باپ کے گھر کی طرف چل پڑی تھی

****

شبنم اور زبیر دریا کے کنارے بیٹھے تھے

"یار تم ابھی تک ڈاکٹر کے پاس نہیں گئی۔۔" زبیر نے کہا تھا

"یار کل جاؤں گی دراصل میں جس لیڈی ڈاکٹر کے پاس جانا چاہتی تھی وہ چھٹیوں پر تھی۔" شبنم نے کہا تھا

"ہاں۔۔۔ویسے اس کام کے لیے بھی ناں خصوصی ڈاکٹرز ہوتے ہیں۔۔۔" زبیر ہنسا تھا

"ہر کوئی یہ نہیں کرتا ناں۔۔" وہ بولی تھی

"ہر کوئی ہماری طرح بہادر تھوڑا ہوتا ہے۔۔" اس نے کہا تھا

"یہ بھی صحیح ہے۔"شبنم نے ہنستے ہوئے کہا تھا

****

سلیم صحن میں چارپائی پر لیٹا سو رہا تھا اور ظل ہما پاس بیٹھی اسکی ٹانگیں دبا رہی تھی

****

:"یار سنا ہے تیرا باپ بیمار ہے۔۔" اسد نے بتایا

"تو میں کیا کروں۔۔" عمیر کو ذرہ پرواہ نہ ہوئی تھی

:"یار سو کر کے تیرا باپ ہے۔۔"اس نے کہا تھا

"بدمعاشی میں کوئی ماں باپ نہیں ہوتا۔۔" عمیر نے پختگی سے کہا تھا

"جا کر اس سے مل تو آ۔۔۔" اسد نے مشورہ دیا تھا

:"یار خدا کے لیے چپ کر جا، نہیں جانا میں نے نہیں کوئی باپ میرا، میں سب سے نفرت کرتا ہوں صرف اپنے آپ سے محبت کرتا ہوں۔۔" وہ چڑ چکا تھا

"ٹھیک ہے یار تیری مرضی۔۔۔" اسد چپ ہو گیا تھا

عمیر غصے سے بہتی ندی کو دیکھتا رہا، ندی میں پانی بہتا رہا تھا

****

ظل ہما سلیم کی ٹانگیں دبا رہی تھی اور سلیم کی آنکھ کھلی تو وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھا تھا

"بیٹی تم ابھی تک یہاں بیٹھی ہو۔۔" سلیم چونک گیا تھا

"کیا کہا بیٹی۔؟" ظل حیران ہوئی تھی

"ہاں تم میری بیٹی ہی ہو ناں۔۔۔" وہ مسکرایا تھا

"آپ کو پتا ہے میں ساری زندگی اس لفظ کے لیے ترسی ہوں۔" اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے

"میں جانتا ہوں میرے گناہوں کی معافی ممکن نہیں (ہاتھ جوڑتے ہوئے) پھر بھی کہتے ہیں بیٹی کا دل بہت بڑا ہوتا ہے، میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔" سلیم آج نہایت شرمندہ تھا

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ، مجھے شرمندہ نہ کریں۔۔" اس نے سلیم کے بندھے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا تھا

"میرے پاس سانسیں بہت کم ہیں مجھے اپنی ماں کے پاس لے چلوناں۔۔" باپ نے بیٹی کی منت کی تھی

"پہلے ڈاکٹر کے پاس چلیں۔" وہ بولی تھی

"میری بیماری گناہ ہیں اور گناہوں کا ڈاکٹروں کے پاس علاج نہیں ہوتا۔۔" اس کے لہجے میں خود سے نفرت تھی

"میں امی کو یہاں ہی بلالاؤں۔۔" ظل نے پوچھا تھا

"کیا وہ آجائے گی۔؟" اس نے پوچھا تھا

"وہ تو اس آس پر دروازے کو دیکھتی رہتی ہیں کہ کون سے لمحے آپ کو انکا احساس آجائے اور آپ انہیں لینے آجائیں، وہ آپکا ہر ستم یہ سوچ کر سہتی رہی کہ شاید اب کے بار آپکو ان سے محبت ہو جائے لیکن یہ محبت بھی کمبخت دل میں چھپ کر بیٹھی رہتی ہے دکھتی ہی کب ہے

(آنسو صاف کرتے ہوئے) آپ لیٹیں میں انہیں لے کر آتی ہوں۔" اس نے کہا تھا

"اچھا جا جلدی واپس آنا میرے پاس وقت نہیں۔۔" سلیم نے مایوسی سے کہا تھا

ظل ہما تیزی سے چلی گئی تھی

****

ہسپتال میں لیڈی ڈاکٹر اپنی کرسی پر بیٹھی تھی سامنے اسکے کرسی پر شبنم بیٹھی تھی

"آئی ایم سوری مس شبنم اب دیر ہو چکی ہے۔۔" لیڈی ڈاکٹر نے کہا تھا

"کیا مطلب۔؟" شبنم نے چونک کر کہا تھا

"آپ کو اب یہ بچہ جنم دینا ہو گا۔۔" اس نے کہا تھا

"یہ میں نہیں کرنا چاہتی ڈاکٹر صاحبہ۔۔"شبنم نے

چڑچڑے انداز میں کہا تھا

"میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں مس شبنم اس سے آپ کی جان کو بھی خطرہ ہے۔" لیڈی ڈاکٹر نے سمجھایا تھا

شبنم آنکھیں بند کر کے لمبا سانس لیا تھا

****

سلیم صحن میں چارپائی پر لیٹا تھا راشدہ اور ظل ہما پاس آئی تھی، سلیم مسکرا کر اٹھ کر بیٹھا تھا، راشدہ نظریں جھکائے کھڑی تھی

"میں جانتا ہوں راشدہ میں نے تمہارے ساتھ جو ستم کیے (ظل نگاہیں نیچی کر لیتی ہے) وہ معاف نہیں ہو سکتے پھر بھی اگر تم چاہو تو مجھے (ہاتھ جوڑتے ہوئے) معاف کر دینا (راشدہ کی نگاہیں ایکدم اٹھتی ہیں وہ حیران سی ہے) آج میں زبردستی نہیں کروں گا۔۔۔" وہ معافی مانگ رہا تھا

"(آگے بڑھ کر سلیم کے ہاتھ پکڑتے ہوئے) کیوں مجھے گناہگار کر رہے ہیں۔۔" راشدہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے

"گناہگار کسی کو کیا گناہگار کرے گا۔۔" اس نے روتے کہا تھا

ظل یہ دیکھ رہی تھی اسکی آنکھوں میں آنسو تھے

"ایک بار کہہ دوناں کہ تم نے مجھے معاف کر دیا،" سلیم نے کہا تھا

"میں کون ہوتی ہوں معاف کرنے والی۔۔" راشدہ نے کہا تھا

"راشدہ اگر تم نے مجھے معاف نہ کیا تو خدا بھی مجھے معاف نہیں کرے گا، مجھے معاف کر دو گی ناں۔۔" اس نے کہا تھا

راشدہ نے روتے ہوئے سرہاں میں ہلایا تھا

"(ظل کی طرف دیکھ کر) میں نے اپنی ساری جائیداد ظل کے نام کر دی ہے (ظل چونک کر دیکھتی ہے) اب تم دونوں ماں بیٹیوں کو اب اس گھر سے کوئی نہیں نکالے گا، اگر ہو سکے تو اپنی اس جائیداد پر بیٹا میری قبر کر دینا (ظل تیزی سے باپ کر پاس بیٹھتی

ہے)۔" سلیم نے کہا تھا

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ کو اللہ میری عمر بھی لگائے۔" راشدہ نے کہا تھا

"(تکیے پر سر رکھ کر لیٹتے ہوئے) نہیں راشدہ اب مجھے تم سے اور کچھ نہیں چاہیے۔۔تم خوش قسمت ہو کہ تم نے خدا کی رحمت کو سنبھال کر رکھا (ظل سلیم کی ٹانگیں دبا رہی ہے اور اسکے آنسو بہہ رہے ہیں) میں تو بد قسمت ہوں کہ میں نے اس کی رحمت کو ٹھکرایا۔" اس نے کہا تھا

"(سلیم کے سرہانے بیٹھ کر) نہیں آپ بھی خوش قسمت ہیں کیونکہ ظل ہما کے آپ باپ ہو۔" اس نے کہا تھا

:"ظل میرے پاس آؤ بچی۔۔" سلیم نے بلایا تھا

ظل ہما اٹھ کر تھوڑا آگے ہو کر سلیم کے منہ کے سامنے بیٹھی وہ روئے جا رہی تھی

:"(ظل کے آنسو پونچھتے ہوئے) رونا نہیں میری بچی۔۔" سلیم نے کہا تھا

راشدہ کے بھی آنسو گر رہے تھے

"میری قبر پر آیا کرنا شاید میرے عذاب میں کچھ کمی آ جائے۔۔" اس نے منت کرتے کہا تھا

ظل کو تھام کر سلیم آگے کیا تھا اور اسکے ماتھے پر پیار دیا تھا

"راشدہ میری (ظل کے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) بچی کا خیال رکھنا۔۔" سلیم نے کہا

اسکے ساتھ میں سلیم کی روح پرواز کر گئی اس کے ہاتھ ظل سے چھوٹ کر چارپائی پر گر گئے تھے وہ مر چکا تھا

"ابا۔۔" ظل چلا اٹھی تھی

:"(روتے ہوئے ہاتھ پکڑتے ہوئے) سلیم۔۔۔سلیم۔۔" روتے ہوئے ہاتھ پکڑتے ہوئے راشدہ نے آوازیں لگائی تھیں

:"ابا۔۔"

اس نے اتنے زور سے چلا کر کہا تھا کہ اسکی آواز کھیتوں سے گزرتی ہوئی شام میں لپٹے پہاڑوں سے ٹکرا گئی تھی

59***********

شازیہ کھیت کے کنارے بیٹھی تھی، چہرے پر اس کے کام کی تھکاوٹ کیا ثرات ہیں، آنکھوں کے گرد ہلکے موجود ہیں، وہ بہت پریشان بیٹھی ہے، اسکی بھابھی اسے پاس آتی ہے اسکی عمر چالیس سال کے لگ بھگ ہے

"اب جو توماں کے ہوتے ہوئے عید کیا کرتی تھی اب وہ دن آئے گئے اب یہاں تمھیں کام کرنا ہو گا۔" بھابھی نے دھمکا کر کہا

"میں نہیں یہ کر سکتی۔۔" شازیہ نے روتے کہا

"نہ یہاں یہ نہیں کرے گی تو جائے گی کہاں، میاں تو تیرا رہا نہیں۔۔" بھابھی نے طعنہ دیا

"اس گھر پر میرا بھی حق ہے۔۔" شازیہ بولی

"خبردار! جو یہ بکواس کی تو، عورت کا حق آگے ہوتا ہے جہاں تو سب کچھ چھوڑ کر آگئی تھی۔۔" بھابھی کے لہجے میں اسکے لیے نفرت اور طعنوں کے سوا کچھ نہ تھا

"میں تم لوگوں گے آگے نوکرانیوں کی طرح کا کام نہیں کروں گی۔۔" اس نے کہا

اسکا بھائی پاس آتا ہے اسکی عمر پینتالیس سال کے لگ بھگ ہے

"دیکھ لو اپنی بہن کو کیسے غرور سے بیٹھی ہے۔۔" بھابھی اس کے بھائی سے مخاطب ہوئی

"بھائی یہ مجھے نوکر سمجھتی ہے۔۔" شازیہ نے بھائی سے شکایت کی

"دیکھو شازیہ ہم آخر کب تک تمہارے ناز اٹھائیں۔۔" بھائی کے لہجے میں اکتاہٹ آچکی تھی

"بھائی آپ بھی۔۔" وہ حیران ہو کر بولی

:"ہاں شازیہ میں تمہارا کب تک بوجھ برداشت کروں آخر، اگر میں تمھیں سہہ رہا ہوں تو اسکا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تم مہرانیوں کی طرح عیش کرو، تمھیں اس گھر میں اگر رہنا ہو گا تو سارے گھر کا کام تم نے کرنا ہو گا (شازیہ حیران کھڑی ہے) میری اور میری بیوی کی تابعداری کونی ہو گی۔۔" بھائی نے کہہ دیا

"اتنی جلدی بدل گے آپ۔۔" شازیہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے

بھابھی مسکرانے لگی

****

ظل شام کے وقت درخت کے نیچے گاگر ہاتھ میں
اٹھائے کھڑی ہے، اسکے آنسو گر رہے ہیں(
"(روتے ہوئے) کتنی طلب تھی ناں مجھے کہ کبھی
میرا باپ میرا ماتھا چومے، مجھے پیار کرے جب
خواہش پوری ہوئی تو(وہ آنکھیں بند کر کے آنسو بہاتی
ہے)ابا۔۔۔کاش اس وقت میرے پاس ہوتے اپنی
ظل کے پاس ہوتے۔"
کب سے تھی خواہش
"بیٹی بلاؤ
ماتھا چومو
سینے لگاؤ
دعا پوری ہوئی
تو
تقدیر بیوفائی کر گئی
تمہیں چھین لیا بابا

مجھ سے میری تقدیر نے"

****

شازیہ کنویں پر گاگر گود میں رکھی بیٹھی ہے، وہ کسی
سوچ میں کھوئی ہوئی ہے اور آنسو اس کے ٹپ ٹپ گر
رہے ہیں
"میں نے اگر کسی کے ساتھ یہ نہ کیا ہوتا تو آج میرے
ساتھ یہ نہ ہو رہا ہوتا، میں ایک عورت پر ظلم کرتے
ہوئے بھول گئی تھی کہ میں بھی ایک عورت ہوں، نہ
میرے پاس بیٹا رہا نہ گھر نہ شوہر (آنسو دائیں ہاتھ سے
صاف کرتے ہوئے) جو میں نے بویا ہے وہ کاٹنا تو
پڑے گا ناں۔۔" شازیہ آج شرمندگی کے آنسو بہا
رہی تھی
"(قریب آ کر) کمبخت تو نے ابھی تک پانی نہیں بھرا
بتاتی ہوں تیرے بھائی کو۔جدھر جاتی ہے وہی مر جاتی
ہے۔۔" بھابھی نے کہا
"بھرنے لگی ہوں بھابھی۔۔۔" تیزی سے اٹھتے
ہوئے وہ بولی

"بھرنے لگی ہوں، جلدی مر۔۔" اس نے نقل
اتارتے کہا

****

اسد کھیت سے جارہا ہے، اسکی نظر دوسرے کھیت پر
پڑتی ہے جہاں سے ظل گاگر سر پر رکھے جارہی ہے، وہ
بھاگتا ہوا ظل کے پاس جاتا ہے، ظل اسے غصے سے
دیکھتی ہے

"کتنی بار کہا ہے ایسے مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نہ دیکھا
کرو۔۔" اسد نے کہا

:"نہ میرے سامنے آیا کرو تو نہیں دیکھوں
گی۔۔" ظل نے کہا

"بھئی اس کے بغیر تو میں نہیں رہ سکتا کیونکہ میں اپنی
ہونے والی۔۔" وہ مسکرایا

"(بات ٹوکتے ہوئے) بکواس بند کرا اور میرا رستہ
چھوڑ۔۔" ظل نے چلا کر کہا

"دیکھ ظل بات سیدھی اور صاف ہے سیدھی طرح
اپنی ماں کو منا لے ورنہ میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں
گا۔۔" اسد نے دھمکی دے دی

"یہ تمہاری بھول ہے کہ میں کبھی تمہاری بنوں
گی۔۔" ظل نے جواب دیا

"یہ تمہیں وقت خود بتا دے گا کہ تم کس کی بنتی
ہو۔۔" اسد کہہ کر چل دیا

ظل غصے سے دیکھنے لگی

****

رافیہ اور شبنم پارک میں بینچ پر بیٹھی ہیں

"دیکھو شبنم عورت کا اپنا گھر اپنا ہوتا ہے۔۔۔" رافیہ
نے سمجھایا

"پلیز بھابھی مجھے کوئی گھر نہیں بنانا آپ کوئی اور بات
کریں۔۔" شبنم اکتاہٹ سے بولی

"دن رات تجھے آصف یاد کرتا ہے۔۔" اس نے کہا

"مگر میں اسے یاد نہیں کرتی اسلیے اسے کہیں کہ وہ مجھے
یاد نہ کیا کرے۔۔"شبنم بیرخی سے بولی

"وہ تمہیں نہیں بھلا سکتا۔۔" اس نے کہا

''تو میں کیا کروں۔۔۔'' شبنم غصے میں آ کر بولی

''چلو ناں گھر۔۔'' رافیہ نے کہا

''اب یہ نہیں ہو سکتا۔۔'' شبنم نے کہا

''کیوں نہیں ہو سکتا۔؟'' اس نے پوچھا

''میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں (کھڑی ہو کر) میں آصف سے الگ ہو جانا چاہتی ہوں۔۔'' شبنم نے بتا دیا

''(کھڑی ہو کر) سوچ لو شبنم یہ فیصلہ تمہیں مہنگا پڑ سکتا ہے۔۔'' رافیہ نے کہا

''مجھے ایک ہی فیصلہ ہی مہنگا پڑا ہے کہ میں نے آصف سے شادی کی ہے۔'' شبنم نے کہا

''جو خوشیاں تمہیں آصف دے سکتا ہے وہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔۔'' اس نے کہا

''وہ کیا خوشیاں دے گا جو خوشی کا مطلب بھی نہیں جانتا۔۔ خیر اب ان باتوں پر بحث کرنا فضول ہے میں فیصلہ کر چکی ہوں اسے کہیں کہ مجھے طلاق خاموشی سے دے دے ورنہ میں خلع کا کیس دائر کر دوں گی۔۔ تو اسے بھی پریشانی ہو گی۔'' وہ کہہ کر چلی گئی

رافیہ پریشان ہو جاتی ہے

****

شازیہ کڑی دھوپ میں سر پر لکڑیوں کا گٹھار کا جا رہی ہے، اسکے چہرہ پسینے سے ڈوبا ہوا ہے، دو قدم چلنے کے بعد وہ گر جاتی ہیں، لکڑیاں دور جا کر گرتی ہیں

''(روتے ہوئے) مجھ سے نہیں ہوتا، میں چلی جاؤں گی یہاں سے، اب نہیں رکو نگی یہاں''

سچ کہتے ہیں

جیسی کرنی ویسی بھرنی

جس نے جو کیا

اس کو وہی ملا

میں نے ویسا کیا

مجھے

ایسا ملا

****

آصف اور رافیہ ڈرائنگ روم میں صوفے پر بیٹھے ہیں

"میں کہتا تھا ناں اس سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔۔" آصف نے کہا

:"اب کیا ہو گا۔؟" بھابھی نے پوچھا

"رہنے دیں اسے خود سر کے بل چل کر نہ آئی تو میرا نام آصف نہیں۔۔" اس نے کہا

"کب آئے گی۔؟" اس نے پوچھا

"مجھے نہیں پتا آج آئے گی یا ہفتے بعد، مہینے بعد یا پھر سال بعد مگر آئے گی ضرور۔۔" اس نے کہا

"کیا تم اس سے بات نہیں کر سکتے۔۔"رافیہ نے سوال کہا

:"وہ عورت ہو کر انا کو لے کر بیٹھی ہے تو میں تو پھر مرد ہوں۔۔" آصف نے کہا

:"محبت میں کوئی انا نہیں ہوتی۔۔" اس نے کہا

"جانتا ہوں مگر مجھ میں محبت کے ساتھ ساتھ انسانیت بھی بستی ہے میں اس کے آگے جھک کر کب تک جیوں۔۔۔" آصف نے مایوسی کے لہجے میں کہا

رافیہ لمبا سانس لیتی ہے

****

شازیہ رات کے وقت صحن کے کونے پر بیٹھی ہے، اسکے آنسو بہہ رہے ہیں۔وہ عورت اسکے پاس آتی ہے

"یہاں کیوں بیٹھی ہے اتنی رات کو کیا کسی کا انتظار ہے۔" بھابھی نے کہا

"کچھ خدا کا خوف کھا کر بولا کر۔۔" شازیہ نے کہا

"ہاں ہاں اس وقت تو تجھے نہیں تھا خدا کا خوف جب ماں کے ہوتے ہوئے بڑی مغروری سے ہم پر کیا الزام لگایا کرتی تھی۔۔"

شازیہ نظریں جھکا لیتی ہے

"آج بھی یاد ہے مجھے جب تیرا بھائی مجھے تیری وجہ سے راتوں کو مارتا تھا۔"وہ جھٹ پٹ بولی

"میں جانتی ہوں میں نے ماضی میں نہ صرف تمہارے ساتھ بلکہ کسی کے ساتھ بھی اچھا نہیں کیا۔"شازیہ نے کہا

"تو پھر اپنے لیے اچھا سلوک کیوں مانگتی ہے" بھابھی

نے طعنے بازی سے کام لیا

"اپنے پر بیتتی ہے تب ہی احساس ہوتا ہے۔" شازیہ

نے عاجزی سے کہا

"میں تو تمہیں نہیں معاف کر سکتی کوئی اور کر سکتا ہے

تو کر دے۔" وہ کہہ کر چل دی

شازیہ آنکھیں بند کر کے آنسو بہانے لگی

******

پانچ ماہ بعد

آصف لان مین کھڑا ہے میں کھڑا ہے، ایک عورت

معصوم بچہ جو ابھی ایک دو دن کا ہو گا اٹھائے اسکے پاس

آتی ہے، اس نے ہاتھ میں ایک کاغذ بھی اٹھایا ہوا ہے

"صاحب جی۔۔" اس عورت نے کہا

"ہاں۔۔" آصف نے کہا

"یہ لیں جی آپ کا بچہ۔۔۔" بچے کو آصف کے

حوالے کرتے بولی

"میرا بچہ۔۔۔" آصف حیران تھا

"جی یہ شبنم بی بی نے بھجوایا ہے اور یہ خط بھی دیا ہے

انہوں نے جی۔۔" اس نے خط بھی آصف کو دیا

"(کاغذ لے کر پڑھ کر مسکراتے ہوئے بچہ لیتے

ہوئے) اپنی بیگم صاحبہ سے کہنا کہ رگڑو سر عدالتوں

میں اور لے لو مجھ سے طلاق میں اتنے آرام سے نہیں

دینے والا" آصف نے کہا

"ٹھیک ہے جی۔۔" عورت چل دی

آصف بچے کو چومتا ہے

****

ظل ہما کھیت میں سے جا رہی ہے، ہاتھ میں اسکے کتاب

جو اس نے سینے کے ساتھ لگا رکھی ہے، دو نوجوان اسکے

پاس آتے ہیں انہوں نے ہاتھ میں پستول اٹھا رکھے

ہیں، ظل گھبرا کر انہیں دیکھتی ہے

"جدھر ہم کہتے ہیں وہاں چلو۔" ایک نوجوان نے

ظل کی کانپٹی پر پستول رکھتے ہوئے کہا

"کون ہو تم۔۔" ظل گھبرائی

"زیادہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں، (غصے سے)

چل۔۔" دوسرا نوجوان بولا

"امی۔۔۔" وہ چلائی۔۔۔ایک نوجوان نے اس کے منہ پر رکھ لیا

****

زبیر اور شبنم پارک میں کھڑے ہیں

"کیا اس نے تمہیں دھمکی دی ہے۔۔۔" زبیر نے کہا

"یہی سمجھو، اب لگتا ہے عدالت میں جانا ہی پڑے گا۔۔" شبنم نے کہا

"ہونہوں۔۔۔۔" وہ بولا

"کوئی وکیل ہے تمہارا جاننے والا۔۔" اس نے پوچھا

"ڈونٹ وری سب ٹھیک ہو جائے گا۔" زبیر نے کہا

"میں جلدی سے اس سے طلاق لے کر (دو قدم آگے جا کر) تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔۔۔" شبنم نے کہا

(مسکراتے ہوئے دل میں) "مجھے کونسا تیری طلاق کی ضرورت ہے۔۔" زبیر تو کوئی اور کھیل کھیلنا چاہتا تھا

****

شازیہ رات کے وقت کھیت میں سے جا رہی ہے، دوپٹہ اس کا کندھے پر پڑا ہے اور نیچے گھسیٹے ہو رہا ہے، اسکے پاؤں میں جوتے بھی نہیں ہیں، اسے کتے بھونکنے کی آواز آتی ہے تو وہ بھاگنا شروع کرتی ہے، دو کتے اسکے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور وہ دوڑے جا رہی ہے، وہ ایک کھیت سے دوسرے میں چھلانگ لگاتی ہے اور بھاگتی ہے کتے اسکے پیچھے جا رہے ہیں

****

راشدہ صحن میں کھڑی ہے، وہ بیحد پریشان ہے

"کہاں چلی گئی میری بچی، میں کہاں سے اسے تلاش کروں۔۔۔" راشدہ نے کہا

اسے لگتا ہے صحن میں کوئی داخل ہوا ہے، وہ مڑ کر دیکھتی ہے تو شازیہ صحن مین تھکی ہاری کراہتی ہوئی گرتی ہے

"آپ۔؟" راشدہ نے قریب آکر کہا

(پانی کا اشارہ کرتے ہوئے) "پانی۔۔" شازیہ کو کپکپی طاری ہو گئی تھی

راشدہ چلی جاتی ہے، شازیہ کراہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھتی

ہے، راشدہ گلاس اٹھائے آتی ہے، شازیہ کو دیتی ہے

شازیہ لے کر پیتی ہے

****

ظل ہما خالی کمرے میں کھڑی ہے، دروازہ بند

ہے، اسکے آنسو برس رہے ہیں

(دروازے پر زور زور سے ہاتھ مارتے ہوئے چلا

کر)"دروازہ کھولو، کوئی ہے یہاں، خدا کے لیے دروازہ

کھولو۔۔۔کھولو مجھے بچاؤ۔۔" ظل چلا رہی تھی

چھت پر کھڑا اسد یہ سب کچھ سن کر ہنس رہا تھا

******

زبیر موبائل کان سے لگائے کار میں ڈرائیونگ سیٹ پر

بیٹھا ہے

:"خانمہ جی بس انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے والی

ہیں، جہاں آپ نے اتنا انتظار کیا دو تین دن اور کر

لیں (تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد ہنستے ہوئے)

خانمہ جی آپ سے ملوا دوں گا دو سے تین دنوں

میں۔۔"

*********222**222

راشدہ اور شازیہ صحن میں چارپائی پر بیٹھی ہیں

"اسکا مطلب ہے کہ تم سے مجھے معاف کر

دیا۔۔" شازیہ نے کہا

(لمبا سانس لے کر)"مجھے کسی سے کوئی گلہ نہیں مقدر

کا لکھا سب انسانوں کو ملتا ہے۔۔" راشدہ نے کہا

"میں تمہاری نوکرانی بن کر یہاں رہنے کو تیار ہوں

بس مجھے یہاں رہنے دو۔۔" شازیہ نے منت سماجت

کی

:"نہیں تمہارا بھی یہ گھر ہے میری بہن بس دعا کرو

مجھے ظل کی کوئی خبر مل جائے۔" راشدہ نے کہا

"میں نے تمہارے ساتھ کیا نہیں کیا اور تم۔۔" وہ

حیران تھی

"مجھے بدلہ لینا اچھا نہیں لگتا۔۔۔اے خدا میری بچی کو

لے آ۔۔" اس نے آسمان کی طرف دیکھا

"چلو کہیں تلاش کرتے ہیں۔۔" شازیہ نے کہا

"سارا گاؤں چھان مارا، اسکی دوستوں سے بھی پوچھ

ڈالا، کیا کروں (شازیہ کچھ سوچنے لگتی ہے)، شازیہ بہن کیوں نہ ہم عمیر کے پاس چلیں اس سے بات کریں۔" راشدہ نے کہا

"وہ کیا کرے گا۔۔۔" اس نے کہا

"آخر بھائی ہے اسکا۔۔۔" راشدہ نے کہا

"یہ ٹھیک ہے کہ اس نے ہمیں چھوڑ دیا مگر ظل کی رگوں میں جس باپ کا خون ہے وہی اسکی رگوں میں بھی ہے شاید کشش کر جائے۔۔" شازیہ نے کہا

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں میں۔۔۔" اس نے کہا

"تو پھر چلو یہ بھی آزما لیتے ہیں۔۔۔" شازیہ اٹھتے ہوئے بولی

****

آصف اور رافیہ صوفے پر ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں

"بھابھی میں کل سے ایک دو دن کے لیے کشمیر کی طرف ایک گاؤں جا رہا ہوں۔" آصف نے بتایا

"کس سلسلے میں۔؟" رافیہ نے پوچھا

"ایک ویڈیو شوٹ کرنی ہے، اس سلسلے کے لیے مناسب جگہ دیکھنی ہے۔" اس نے بتایا

"اچھا ٹھیک ہے کل تک تو آ جاؤ گے ناں۔" رافیہ نے کہا

اس نے ہاں میں سر ہلایا

"چائے پیو گے بنا دوں" رافیہ نے پوچھا

"اگر مل جائے تو بہت اچھی بات ہے۔۔۔" آصف مسکرایا

"ابھی لائی۔۔" رافیہ مسکراتے ہوئے چل دی

******

عمیر، شازیہ اور راشدہ صحن میں رات کو کھڑے ہیں

"بولیں کیا کام ہے آپ کا۔۔" عمیر نے تیزی سے پوچھا

"بیٹا ظل تمہاری بہن۔۔۔" راشدہ نے کہنا چاہا

:"کوئی پٹی پڑھا دی ہو گی اس نے آپ لوگوں کو۔۔" اس نے کڑواہٹ بھرے لہجے میں کہا

"بیٹا ہماری بات تو پوری سنو۔۔" شازیہ نے کہا

"سنائیں جلدی کریں میرے پاس وقت نہیں۔۔" وہ

بولا

""بیٹاوہ شام سے گھر نہیں آئی، کوئی خبر بھی نہیں

کہاں ہے وہ۔۔"راشدہ نے بے چینی سے کہا

""کیا۔۔؟"عمیر چونک گیا

:"ہاں بیٹا،پتانہیں میری بچی کس حال میں ہو

گی۔۔۔" شازیہ نے کہا

""کچھ کر بیٹا ہمارے لیے نہ سہی اپنی بہن کے لیے تو

کر۔۔" راشدہ نے روتے ہوئے کہا

""میں پتا کرتا ہوں، آپ دونوں گھر جاؤ اور بے فکر ہو

کر سو جاؤ کیونکہ ظل ہما کا بھائی ابھی زندہ

ہے۔۔" عمیر کی غیرت جاگ چکی تھی

""اچھا بیٹا ہمیں خبر دے دینا جو کچھ پتا چلا

تو۔۔" راشدہ نے کہا

:"ٹھیک ہے امی۔۔۔" عمیر نے کہا

شازیہ اور راشدہ دونوں چلی جاتی ہے، عمیر کی غصے سے

آنکھیں لال ہو رہی ہیں

****

زبیر رات کے وقت ٹیرس میں کھڑا ہے، کچھ سوچ رہا

ہے اور ساتھ میں مسکرا رہا ہے

""بہت تجھے ناز ہے ناں اپنے حسن پر شبنم بی بی تھوڑا

ٹائم ہے تیرے اس غرور کا، یہ حسن لوگوں کی مٹھیوں

میں جانے والا ہے (ہنس کر) کہتی ہے میں اس سے

شادی کروں گا، ارے جو آص جیسا چاہنے والا چھوڑ

کر آسکتی ہے وہ تو مجھے بھی کل کسی اور کے لیے چھوڑ

کر جا سکتی ہے، جو حسن محبت سے کھیلے کیوں نہ اسی سے

کھیلا جائے۔"

****

ظل ہما خالی کمرے میں نیچے بیٹھی ہے، اسد اسکے پاس

آتا ہے

""مجھے جانے دو یہاں سے۔۔" ظل نے فریاد کی

:"میں نے قاضی کو بلایا ہے ابھی میرا اور تمہارا نکاح

ہے۔" اسد نے ہنستے ہوئے کہا

""میں تم سے کسی صورت شادی نہیں کروں

گی۔۔" ظل بھڑک اٹھی

"نہیں ظل بیوی تو میری ہی بنے گی اور کسی کی نہیں۔۔" اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہا

:"نہیں کروں گی میں تم سے شادی۔۔۔" ظل چلائی

:"(ظل ہما کو بازو سے پکڑ کر کھڑی کر کے) تو پھر میں تمہاری عزت بھی لوٹ لوں گا اور شادی بھی نہیں کروں گا بول تجھے کیا منظور ہے شادی یا عزت لٹانا" اسد کی آنکھیں نفرت کی زبان بول رہی تھی

ظل زوردار دھپڑ اسد کے منہ پر مارتی ہے، اسد منہ سے ہاتھ ہٹا کر ظل کی طرف ہاتھ کرتا ہے تو اسکا ہاتھ کوئی پکڑ لیتا ہے اور وہ ہاتھ ہے عمیر کا

"تمہاری یہ جرأت کمینے انسان کہ تم میری بہن پر ہاتھ اٹھاؤ۔۔" عمیر نے کہا

"عمیر تم۔۔" اسد حیران تھا

"(ظل سے مخاطب ہو کر) ظل تم جاؤ (بازو پیچھے کرتے ہوئے) میں اسکا بندوبست کر کے آتا ہوں۔" عمیر کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی

"(ظل کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) میں اسے نہیں جانے دوں گا۔" اسد کے لہجے میں گرمی آئی

"چھوڑ میری بہن کا ہاتھ۔۔" عمیر نے اسد کو دھپڑ رسید کر کے کہا

ظل عمیر کو دیکھ رہی ہے اور ساتھ میں ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتی ہے

"(عمیر کا گریبان دوسرے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے) نہیں چھوڑوں گا کیا کر لے گا تو۔۔" وہ ضد پر اترا ہوا تھا

ظل رو رہی تھی

"(قمیض اٹھا کر پستول نکال کر اسد کی طرف سیدھا کرتے ہوئے) چھوڑ دے ظل ہما کا ہاتھ۔۔" عمیر چلایا

:"نہیں چھوڑوں گا میں آج تیرے سامنے تیری بہن کی عزت کا جنازہ اٹھے گا۔۔۔" اسد نے کہا

"اسد۔۔"

ظل ہما ڈر رہی تھی

"گولی چلائے گا اتنا تیرا کلیجہ ہے۔۔۔" اسد ہنسا

"میں اپنی بہن کے لیے کچھ بھی کر سکتا

ہوں۔۔" عمیر نے کہا

"(قہقہ لگا کر) دیکھتے ہیں (اسد ظل کے دوپٹے کو

کھینچتا ہے گولی چلتی ہے، اسد کے ہاتھ سے دوپٹہ

چھوٹتا ہے اور وہ زمین پر عمیر کے پاؤں میں گر جاتا

ہے) اتنی ہمت۔۔۔۔ تجھ میں کیسے

آ۔۔ آئی۔۔" اسد لہولہان ہو چکا تھا

"بہن کا بھائی ہوں، خون جب کشش کرتا ہے تو پھر نہ

جانے کہاں سے ہمت آتی ہے۔" عمیر نے ظل کے

سر پر ہاتھ رکھ کر کہا

:"اچھا نہیں کیا" اسکے ساتھ ساتھ اسکے جسم سے

روح نکل جاتی ہے اور بیجان ہو جاتا ہے

"یہ تو مر گیا عمیر۔۔" ظل چلائی

"ظل ہما کی عزت کے دشمن کو مر ہی جانا چاہیے

تھا۔۔" عمیر نے کہا

:"اب کیا ہو گیا۔۔" وہ گھبرا رہی تھی

"اب مجھے پھانسی بھی ہو جائے ناں تو مجھے کوئی غم نہیں

کیونکہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔۔۔" عمیر نے

پستول گماتے اطمینان سے کہا

****

راشدہ، ظل ہما اور شازیہ صحن میں چارپائی پر بیٹھی ہے

"اس کمینے انسان کا مقدر موت ہی ہونی چاہیے

تھی۔۔۔" شازیہ نے کہا

"مگر عمیر کا کیا ہو گا۔۔۔" ظل ہما نے بے چینی سے

کہا

"اسے وہی مل جائے گا جو اس کے مقدر میں لکھا

ہے۔" شازیہ نے کہا

"اور ویسے بھی جس کے پیچھے ماں کی دعائیں ہوں

اسے کیسے کچھ ہو سکتا ہے۔" راشدہ بولی

"اس نے تو مجھ پر جو احسان کیا ہے اسکو میں تمام عمر

لگاؤں تو چکتا نہیں سکتی۔۔" ظل نے کہا

"بھائی بہنوں پر احسان نہیں کرتے۔۔۔" شازیہ نے

کہا

(*********

ظلِ ہما کھیت سے بھاگ کر جا رہی ہے اسکا ٹکراؤ کسی سے ہوتا ہے، وہ نظر اٹھا کر دیکھتی ہے تو اسکے سامنے آصف کھڑا ہے، وہ اسے دیکھ کر حیران ہے جبکہ آصف کی نظر جم جاتی ہے وہ کچھ لمحے تو کہیں کھو ہی جاتے ہیں

"ہیلو۔۔" آصف نے کہا

"ہیلو۔۔" ظلِ مسکرائی

"مجھے پہچانا آپ نے۔۔" آصف نے پوچھا

"آپ کو کون نہیں پہچانتا۔۔" ظلِ نے کہا

""میں یہاں ویڈیو شوٹ کرنے آنا چاہتا ہوں، اچھی بنے گی ناں ویڈیو۔۔" ااس نے پوچھا

"جی۔۔۔ آئیں گھر چلیں" ظلِ نے کہا

"اگلی بار سہی۔۔۔" آصف نے مسکرا کر شائستگی سے کہا

"وعدہ۔۔" ظلِ نے چہک کر کہا

"وعدہ۔۔" آصف مسکراتا

****

آصف رات کے وقت ٹیرس میں کھڑا ہے۔اسکی نگاہوں کے سامنے ظلِ ہما کا چہرا آتا ہے وہ مسکرا رہا ہے، وہ آسمان پر چاند کو دیکھتا ہے اسے اس میں بھی ظلِ کا چہرہ نظر آتا ہے وہ مسکرا کر نگاہیں نیچی کر لیتا ہے

****

عمیر جیل کی سلاخوں کو تھام کر کھڑا ہے اسے وہ منظر یاد آتا ہے جب بچپن میں اس نے بسکٹ چرائے تھے تو ظلِ ہما نے اسے کہا تھا کہ تم نے چوری کی ہے، وہ آنکھیں بند کر لیتا ہے

"کاش میں اس وقت تمہاری ہر بات مانتا تو آج کوئی میری بہن کی طرف دیکھتے ہوئے یہ سوچتا کہ یہ باعزت شخص عمیر کی بہن ہے

(ہاتھوں کو دباتے ہوئے) کاش

"_ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _کاش_ _ _ _ _ _ _ _ _ _"

******

رافیہ اور آصف سیڑھیوں پر بیٹھے ہیں

""بس بھابھی وہ لڑکی پہلی ہی نظر میں مجھے ایسی لگی جیسے برسوں سے پہچان ہو۔۔" آصف نے بتایا

:"تو کیا فیصلہ کیا تم نے۔۔" رافیہ پوچھنے لگی

""شبنم سے میرا گزارا نہ کل تھا نہ آج ہے۔۔" آصف نے کہا

:"تم اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو۔۔" اس نے پوچھا

""جی بھابھی آخر مجھے بھی خوش رہنے کا حق ہے۔۔" وہ بولا

""کیا وہ بھی تمہیں چاہتی ہے۔۔" رافیہ نے پوچھا

""پہلی ہی ملاقات میں کیا کیا جانتا مگر اسکی نگاہیں مجھے اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے میری ہی ترسی ہوئی ہوں۔۔" اس نے بتایا

""شبنم کو طلاق دے دوگے۔۔" رافیہ نے کہا

""میں نہیں دے رہا اگر اسے لینی ہوئی تو خلع لے گی عادلت کے زریعے۔۔" آصف نے کہا

****

زبیر اور شبنم پارک میں پھولوں کے پاس کھڑے ہیں

""میری ایک آنٹی ہیں وہ تم سے ملنا چاہتی ہیں۔" ذبیر نے کہا

""تم تو کہہ رہے تھے تمہارا کوئی نہیں۔" شبنم حیران ہوئی

:"دور کی آنٹی لگتی ہیں۔۔" اس نے بتایا

"""اچھا اچھا مل لوں گی اس میں کیا حرج ہے، اگر تمہاری آنٹی ہیں تو میری بھی آنٹی ہیں۔" وہ مسکرائی

""تھینکس۔۔" زبیر نے مسکراتے ہوئے کاہ

""تو تھینکس ڈئیر۔۔" شبنم نے پھول توڑا

ذبیر اپنے کھیل کی جیت کے بہت قریب تھا مگر شبنم اسے سمجھ نہ سکی۔

****

ظل ہما مصلے پر بیٹھی ہے برآمدے میں، اسکے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں اٹھے ہیں

""اے خدا تو میرا مالک ہے ناں تو میرے دل کی ہر بات

جانتا ہے ناں، (شازیہ صحن میں داخل ہوتے ہوئے رک جاتی ہے) یااللہ میرے بھائی کو باعزت بری کر دے ناں۔۔۔"

شازیہ مسکرانے لگی۔

****

راشدہ اور شازیہ صحن میں چارپائی پر بیٹھی ہیں، پاس دو کرسیوں پر رافیہ اور صدیق بیٹھے ہیں

"تو پھر آپ کا کیا فیصلہ ہے۔" رافیہ نے صدیق سے پوچھا

"ہم ظل سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔۔۔" راشدہ نے کہا

"تو کوئی بات نہیں آپ ظل سے مشورہ کر کے ہمیں فون کر دیجیے گا۔۔۔" صدیق نے کہا

"مہربانی۔۔" شازیہ نے کہا

"وہ تو ٹھیک ہے مگر میں تو بار بار یہی کہوں گی کہ آپ سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں ہماری آپ کے سامنے کیا اوقات۔۔" راشدہ نے کہا

"پلیز بہن جی ایسی باتیں نہ کیجیے، ہم کچھ سوچ سمجھ کر ہی آئے ہیں۔۔۔ اور ویسے بھی اپنی کلاس کے بھی دیکھ چکے ہیں۔"

****

آسمان پر چاند چمک رہا ہے، چھت پر ظل ہما اور راشدہ بیٹھی ہیں

"امی یہ ٹھیک ہے کہ مجھے اس رشتے سے کوئی انکار نہیں مگر میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک عمیر گھر نہیں آ جاتا۔" ظل نے کہا

"مگر یہ تو میں سمجھوں ناں کہ تمہیں کوئی اعتراض نہیں۔۔" راشدہ نے کہا

"جی امی۔۔۔" ظل نے شرما کر کہا

"میری بچی کو شرمانا بھی آ گیا۔۔" راشدہ مسکرائی

******

شام کا سورج ڈوبنے کے قریب ہے، ظل اور آصف پہاڑی پر بیٹھے ہیں

"یہ وعدہ تم کرو کہ جب تمہارا بھائی باہر آ جائے گا تو تم

مجھ سے شادی کر لو گی۔" آصف نے پوچھا

"وعدہ۔۔" ظلِ مسکرائی

"پکا۔۔" آصف نے اسکی آنکھوں میں جھانکا

"ہاں بابا پکا۔۔" ظلِ نے کہا

"ٹھیک ہے میں کسی اچھے وکیل کا بندوبست کرتا ہوں اور تمہارا بھائی دو تین دنوں میں آزاد ہو جائے گا۔۔" آصف نے تسلی دی

:"اگر تم ایسا کر دو تو میں تمام عمر تمہارے احسان کے آگے سر نہ اٹھا سکوں گی۔۔" ظلِ نے کہا

"کم آن یار۔۔" آصف نے کاہ

****

زبیر اور شبنم دریا کے کنارے پر بیٹھے ہیں اور دریا کی جانب دیکھتے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے ہیں

"یار تمہاری آنٹی مجھے ہر طرف سے ہم جیسے لوگوں سے مختلف دکھ رہی تھی۔۔" شبنم نے کہا

"کیا مطلب۔؟۔" زبیر نے کہا

"مطلب انکا لباس، انکا اٹھنا بیٹھنا سب کچھ مختلف سا تھا۔۔" وہ بولی

"ہاں اکیلی میری آنٹی کو بناؤ سنگار کا شوق رہتا ہے ناں اسلیے۔۔" زبیر نے بات پر مٹی ڈالنے کی کوشش کی

"مجھے تو وہ کچھ مشکوک سی دکھ رہی تھی۔۔" شبنم نے کہا

"تمہیں سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیے، کیسی بھی سہی میری آنٹی ہیں۔" زبیر نے غصہ کرنے کا ڈرامہ رچایا

"تمہیں برا لگا سوری۔ کہاناں سوری۔۔" شبنم نے شرمندگی سے کہا

"اٹس اوکے میری جان۔۔

۔" اس نے لپٹتے ہوئے کہا

شبنم سمندر کو دیکھ رہی ہے اور زبیر ایک نظر سے اسکے چہرے کو دیکھ کر طنزیہ مسکرا رہا ہے (

****

ظلِ ہما صحن میں جھاڑو لگا رہی ہے، عمیر آتا ہے

"ہاہو۔۔" عمیر نے ظلِ کے پیچھے آکر ڈرایا

(ڈر کر گرتے گرتے بچ کر مڑ کر دیکھ کر حیرانگی

سے)''عمیر۔۔۔ عمیر تم آ گئے۔۔'' ظل چہک اٹھی

''یقین نہیں آ رہا کیا۔۔'' عمیر ہنسنے لگا

''نہیں بالکل بھی نہیں، تم بیٹھو میں چھوٹی امی کو بتاتی

ہوں۔۔'' ظل بھاگی

''چھوٹی امی کو ہی کیوں کیا بڑی امی میری ماں

نہیں (ظل مسکراتی ہے) بلکہ تمہیں یوں کہنا چاہیے کہ

میں امیوں کو بلاتی ہوں۔۔'' عمیر نے آواز دیتے کہا

''اچھا اچھا ابھی آئی۔۔'' اس نے بھاگتے بھاگتے کہا

عمیر مسکرانے لگا

****

خانمہ اور شبنم لان میں کھڑی ہیں، خانمہ کی عمر لگ

بھگ پچپاس سال کے قریب ہے، خود سے اس نے

زیورات سے سجایا ہوا ہے

''ٹھیک ہے بیٹا کل میں تمہیں لینے آؤں گی

پھر۔۔'' خانمہ نے کہا

''مجھے بھی خوشی ہو گی آنٹی کہ میں آپ کے گھر

آؤں، اگر آپ ایڈریس دے دیں تو میں خود آ جاؤں

گی آپکو تکلف کی ضرورت نہیں۔۔'' شبنم ن کہا

: ''نہیں بیٹا تکلف کیسا، پھر کل ملاقات ہوتی ہے میں

چلتی ہوں۔۔'' خانمہ چل دی

شبنم مسکرانے لگی

****

ظل ہما بیڈ پر سیج میں دلہن کے روپ میں بیٹھی

ہے، دولہے کے روپ میں آصف کمرے کا دروزہ کھولتا

ہے، ظل ہما بیڈ پر نگاہیں نیچی کیے بیٹھی ہے، وہ مسکرا کر

دروازہ بند کرتا ہے اور بیڈ کی جانب بڑھتا ہے، ظل

ہما مسکرا رہی ہے، آصف بیڈ پر بیٹھتا ہے اور مسکراتے

ہوئے ظل ہما کے منہ کی طرف دیکھتا ہے

''آج سے پہلے ایک بار میں اس سیج میں کسی اور کے

پاس بہت سی امیدوں کے ساتھ آیا تھا مگر اس نے

میری سبھی امیدوں کو ٹھکرایا لیکن اس

سے کہیں زیادہ میں تمہارے لیے امیدیں لے کر آیا

ہوں تم تو نہیں ٹھکراؤ گی ناں۔۔۔" آصف نے پوچھا

"میں کوشش کروں گی کہ میں آپ کی ہر امید پر پوری اتروں، میں ہر دم کوشش کروں گی کہ آپ کو میری وجہ سے کئی دکھ نہ ملے۔" ظل نے کہا

"دیکھو ظل خوشی اور دکھ ایک دوسرے کے بیوی میاں نہیں سہیں گے تو کون سہے گا، بات یہ ہے اعتبار ہو۔" آصف نے کہا

"میری کوشش ہو گی کہ میں آپ کے اعتبار کو ٹھیس نہ پہنچاؤں۔۔" ظل مسکرائی

****

زبیر اور خانمہ ڈرائنگ روم میں ہر آمنے سامنے بیٹھے ہیں

"تو پھر کل میں اس سونے کی چڑیا کو لے آؤں گی۔۔" خانمہ نے کہا

"ہاں ہاں خانمہ جی آپ لے ہی آئیں اب اسے تو بہتر ہے۔" زبیر نے کاہ

"ہاں ہاں لے آؤں گی، ہے ویسے وہ بڑی کام کی چیز۔۔" خانمہ نے مسکرا کر کہا

"میں نہ کہتا تھا خانمہ جی۔۔" زبیر نے کہا

"ٹھیک کہتے تھے تم۔۔" خانمی مسکرائی

"شروع شروع میں چڑیا پھڑ پھڑائے گی ضرور۔۔" زبیر نے کہا

"اس جیسی کئی میں نے سیدھی کی ہیں یہ کیا چیز ہے۔۔" خانمہ نے کہا

زبیر نے قہقہ لگایا

******

ظل ہما اور آصف بیڈ پر بیٹھے ہیں، ظل کی گود میں ننھا علی سویا ہوا ہے، ظل اسے پیار دیتی ہے

"میں کبھی سوچتا تھا کہ سوتیلی ماں کیسے میرے بچے کو پیار دے سکتی ہے مگر تم تو اسے سگی سے بھی زیادہ شفقت دینے لگی ہو۔" آصف نے مسکراتے ہوئے کہا

"ماں ماں ہوتی ہے سگی یا ستیلی نہیں ہوتی بس دل میں ماںتا ہونی چاہیے اگر سگی کے دل میں بھی نہ ہو ناں تو

شفقت نہیں دیتی۔" ظلِ نے آہستگی سے کہا

"یہی تو حقیقت ہے۔۔" اس نے کہا

"ہاں آصف یاد آیا کہ مجھے ایک ٹیوی چینل والوں کی طرف سے آفر آئی ہے کہ میں انکے چینل پر ایز آ رائٹر کام کروں۔۔اگر آپ اجازت دیں تو۔۔" ظلِ نے بتایا

"کیا تم مجھے اور علی کو وقت دے سکتی ہو تو ضرور۔۔" آصف نے کہا

"آصف اگر آپ کی مرضی نہیں تو میں انکار کر دیتی ہوں۔۔" ظلِ نے کہا

"نہیں ظلِ میں نہیں چاہتا کہ میں اس دھرتی سے ایک پیار کرنے والی کو دور کر دوں، تم اپنی رائٹنگ کے ذریعے جو لوگوں کو موٹیویٹ کر رہی ہو وہ ضرور کرو۔۔ مگر گھر پر بھی توجہ دیتی رہنا۔۔" آصف نے کہا

"کیوں نہیں۔۔ کہیں بھی جائیں لوٹ کر گھر ہی آنا ہوتا ہے" ظلِ نے کہا

****

شبنم اور خانمہ ایک ڈرائنگ روم میں داخل ہوتی ہیں، شبنم ہر طرف حیرانگی سے دیکھ رہی ہے، ڈرائنگ روم میں کارپٹ بچھا ہے اور اس پر تین چار گاؤ تکیے پڑے ہوئے ہیں، کارپٹ پر پھول کی پتیاں گری پڑی ہیں، ماما سامنے آتا ہے، اسکی عمر لگ بھگ چالیس سال ہے وہ مسکرا کر قریب آتا ہے

"ویلکم ویلکم، آیئے حسینہ جی۔۔" ماما سلامت نے کہا

"آنٹی۔۔" شبنم نے حیرانگی سے کہا

"آنٹی نہیں خانمہ۔۔" خانمہ نے ہنس کر کہا

:جی۔۔؟؟؟اس پر تو جیسے قیامت ٹوٹ گئی

:"جی۔۔۔میں خانمہ ہوں اور تم میری دولت اکٹھا کرنے کا سامان ہو۔۔" خانمہ نے اسے بتایا

"زبیر۔۔۔" شبنم کی بات منہ میں رہی

"(بات ٹوکتے ہوئے) زبیر۔۔۔(قہقہ لگا کر) تم کیا سمجھتی تھی کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے ارے وہ تو اپنا

حصہ لے کر اس وقت نہ جانے کون سے ملک کی فضا

میں سانس لے رہا ہو گا۔۔" خانمہ خوب ہنس رہی تھی

"آپ لوگوں نے میرے ساتھ فریب کیا"شبنم مڑ کر

چلنا شروع کرتی ہے تو ماما اس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے

"چھوڑو مجھے۔۔" شبنم چلا کر بولی

"اس دنیا میں سب کچھ ہونا ممکن ہے مگر عورت

کا کوٹھے پر آ کر واپس جانا ناممکن۔۔" ماما نے کہا

"چھوڑو مجھے کمینے انسان۔۔" شبنم نے کہا

:"ماما لے جاؤ اسے اور سمجھا دو اسے۔۔نہ مانے تو اس کا

وہی حال کرو جو ہر ایک شریف زادی کا ہوتا آیا

۔۔"خانمہ نے حکم دیا

"بہتر خانمہ۔۔۔"ماما شبنم کو گھسیٹتا ہوا لے جا رہا

ہے، شبنم چلا رہی ہے، خانمہ مسکرا رہی ہے

****

رافیہ اور صدیق بیڈ پر بیٹھے ہیں، صدیق کے ہاتھ میں

کتاب ہے جو وہ پڑھ رہا ہے

"ظل نے آصف کی زندگی ایسی بنا دی کہ وہ تو شبنم کو

بھول ہی گیا۔" رافیہ نے کہا

"خدا کا شکر ہے وہ اب ہنسنے مسکرانے لگا

ہے۔" صدیق نے کہا

"صحیح کہا آپ نے۔۔" رافیہ مسکرائی

"ویسے وہ دونوں ہیں کدھر۔۔" صدیق نے پوچھا

"کہیں باہر گئے ہیں۔۔" اس نے کہا

"چلو اچھا ہے، ہمیں چائے کا کپ مل سکتا

ہے۔۔" صدیق نے پوچھا

"ابھی لائی۔۔"مسکراتے ہوئے وہ اٹھی

****

شبنم ہاتھوں میں گنگھرو اٹھائے کمرے میں بند

دروازے کے پیچھے کھڑی آنسو بہا رہی ہے، اسے

آصف کے ساتھ گزارے ہوئے پل یاد آ رہے ہیں

، کبھی جو وہ اسکے ساتھ پارک میں بیٹھی تھی تو کبھی لان

میں جب وہ لیٹ آئی تھی تو آصف خفا تھا، وہ آنکھیں

بند کر کے آنسو بہاتی ہے

****

آصف بیڈ پر بیٹھا ہے، ظلِ ہما ہاتھ میں چائے کی پیالی لے کر اس کے پاس آتی ہے

"چائے۔۔" ظلِ ہما نے پیالی پیش کرتے ہوئے کہا

"تھینکس۔۔" آصف نے پیالی لیتے ہوئے کہا

"کیا سوچ رہے ہیں آپ۔؟" ظل نے پوچھا

"کچھ نہیں۔۔" اس نے کہا

"آج کا کانسرٹ کیسا رہا" ۔۔ ظل نے پوچھا

"بہت اچھا اور ہاں یار تیرا تو چرچا ہو گیا ہے سارے ملک میں کیا ملک سے باہر بھی، مجھ سے بھی زیادہ تم آگے آگے ہو اب تو لوگ مجھے یہ نہیں کہتے کہ تم آصف سنگر ہو بلکہ کہتے ہیں آپ معروف رائٹر ظلِ ہما کے شوہر ہیں ناں۔۔" آصف ہنسا

"اگر آپ کو برا لگتا ہے تو میں کام چھوڑ دیتی ہوں۔۔" ظل نے عاجزانہ لہجے میں کہا

:"ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں اور ہاں ایسا سوچنا بھی مت خوا مخواہ مجھے یہ مٹی بد عائیں دے گی۔" آصف نے کہا

"میں نہیں چاہتی کہ میں اپنی شہرت کے لیے آپ کا دل توڑ دوں۔" وہ بولی

:"تمہاری یہی باتیں ہی تو مجھے اچھی لگتی ہیں۔" آصف مسکرایا

ظل مسکراتی ہے

****

شبنم تنہا ڈرائنگ روم میں کارپٹ پر بیٹھی ہے، اس کے آگے پیچھے پھولوں کی پتیاں گری پڑی ہیں اور اس کے آنسو گر رہے ہیں

"واہ رے شبنم تیرا مقدر۔۔۔" شبنم نے کہا

"واہ رے آج تو نے کتنوں کا دل جیت کیا ہے۔۔" خانمہ نے آ کر پاس بیٹھتے ہوئے کہا

شبنم آنسو بہائے جا رہی ہے

"اے بی بی یہاں یہ آنسوے نہ بہایا کر یہ کوٹھ ہے یہاں طوائفیں مسکراتی ہوئی ہی نظر آتی ہیں۔" خانمہ

کے لہجے میں گرمی آگئی

''میں نہیں یہ جھوٹ موٹ کا مسکرا سکتی۔۔'' شبنم نے کہا

''دیکھ اگر تجھے یہاں سکوں سے رہنا ہے تو خوش رہنا ہو گا۔اور بات نہ ماننے پر کیا حال ہوتا ہے وہ تو تہہ خانے کی سیر تم کر چکی ہو مجھے بتانے کی ضرورت نہیں

'' خانمہ نے کہا

شبنم آنکھیں بند [illegible] آانسو بہاتی ہے

****

ظل ہما، آصف، اور رافیہ لان میں کرسیوں پر بیٹھے ہیں

:''کل میں ایک ٹی وی شو دیکھ رہی تھی بھئی تمہاری تعریفیں کرتے کرتے تو لوگوں کے منہ تھکتے نہیں۔۔'' رافیہ نے کہا

''اب میں چاہتی ہوں کہ ان چاہنے والوں کے لیے کچھ ایسا کروں کہ مجھے ساری زندگی یاد رکھیں۔'' ظلِ نے کہا

''کیا مطلب۔؟'' آصف نے پوچھا

''میں ہسپتال اور سکول ملک کے لیے بنانا چاہتی ہوں جہاں غریب غربا اعلیٰ پائے کی تعلیم حاصل کر سکیں۔'' ظلِ نے کہا

''سوچ تو اچھی ہے۔،'' رافیہ نے کہا

''میں صرف سوچنا نہیں چاہتی کچھ کرنا چاہتی ہوں۔۔'' اس نے کہا

''تمہیں کس نے روکا کروناں۔۔'' آصف نے کاہ

''ہاں تم ہی تو کر سکتی ہو۔۔'' رافیہ نے کہا

ظلِ مسکراتی ہے

****

زبیر لان میں ٹیرس میں کھڑا ہے اور اس نے ہاتھ میں ہزار ہزار کے بہت زیادہ سارے نوٹ اٹھائے ہوئے ہیں، اور وہ انہیں دیکھتے ہوئے زور زور سے قہقے لگا رہا ہے، اچانک آسمان پر کالے بادل چھاتے ہیں اور بجلی چمکتی ہے زبیر کے ہاتھ سے نوٹ نیچے گرتے ہیں اور اس کی چیتھیں گلیوں میں پھیل جاتی ہیں، زبیر کی لاش

جی ہوئی زمین پر پری ہوئی ہے

****

کچی بستی میں ظل ہما ہسپتال موجود ہے، ظل ہما ہسپتال

کے وارڈ میں داخل ہوتی ہے تو ایک باباجی اس سے

ٹکراتے ہیں

"سلام بیٹا جی۔۔" باباجی نے کہا

"واعلیکم اسلام۔۔" ظل نے مسکراتے ہوئے کہا

:"بیٹا تمہاری بہت مہربانی کہ تم نے یہاں ہسپتال

بنایا، خدا ہمیشہ تمہیں خوش رکھے۔" باباجی نے کہا

"آمین، آپ لوگ سکھی رہیں، میرا ملک آباد رہے تو

میں خوش ہی خوش ہوں۔۔" ظل مسکرائی

"خوش رہو بیٹی۔۔" بابا نے ظل کے سر پر ہاتھ رکھ کر

کہا

*****

علی صوفے پر بیٹھا ہے، اب اسکی عمر تقریباً اڑھائی تین

سال ہے رافیہ پاس بیٹھی ہے

"کچھ کھالوناں بیٹا۔۔" رافیہ نے کہا

"""نہیں ماما جب تک نہیں آئیں گی میں نہیں کھاؤں

گی۔" علی نے کہا

"وہ تو پتا نہیں کب آئیں تم جب تک بھوکے رہو گے

تم۔۔۔" اس نے کہا

"میرے بغیر ماما نہیں کھاتی تو میں ماما کے بغیر کیوں

کھاؤں۔۔۔" علی نے کہا

رافیہ مسکرا کر علی کو پیار دیتی ہے

******

ظل ہما ایک کچی گلی میں سے گزرتی ہے تو تو اسکے

سامنے دو بچے آتے ہیں

"سلام میڈم۔۔۔" ایک بچے نے کہا

"واعلیکم اسلام بچو کیا حال ہے۔۔" ظل نے کہا

:"ہم ٹھیک ہیں آپ سنائیں۔۔" دوسرے بچے نے کہا

"میں بھی ٹھیک ہوں۔۔" ظل مسکراتے ہوئے بولی

"میڈم آپ کا بہت شکریہ آپ نے ہمارے لیے

سکول بنایا ورنہ ہم ان پڑھ رہتے۔" پہلے بچے نے کہا

"بیٹا اب تم لوگ دل لگا کر پڑھو اور کل

تم لوگ بھی بڑے آدمی بن کر پھر لوگوں کے لیے

ایسے ہی سکول بنانا۔" ظلِ نے کہا

"ہاں ہم بنائیں گے بالکل آپ کی طرح۔" دوسرا بچہ

بولا

ظلِ ہما مسکراتی ہے

****

آصف بیڈ پر علی کو گود میں رکھ کر بیٹھا ہے

"بابا ماما نہیں آئی ابھی تک۔۔" علی نے پوچھا

"پتا نہیں فون بھی نہ مل رہا کیا کروں بیٹا۔۔" آصف

نے بے چینی سے کہا

"میں دعا کر رہا ہوں ناں ماما آجائیں گی ابھی۔۔" علی

نے کہا

"اچھا تم کچھ کھا تو لا ناں۔۔" آصف نے کاہ

: "نہیں جب تک ماما نہیں ائیں گی میں نہیں کھاؤں گا

، انہوں نے بھی نہیں کھایا ہو گا ناں۔۔" علی نے کہا

59******

شبنم کھڑکی میں کھڑی ہے اور روئے جا رہی ہے

"میں کب تک اپنے مقدر پر آنسو بہاتی رہوں گی، مجھے

یہاں سے نکلنا چاہیے، اے خدا میری مدد کرناں میں

یہاں سے کسی طرح نکل جاؤں (ہاتھ ملتے ہوئے) کیا

کروں۔"

****

دروازے کے پیچھے آصف غصے سے ٹہل ہے، دروازہ

کھلتا ہے ظلِ ہما اندر آتی ہے

"اتنی دیر۔۔" آصف نے کہا

"سوری میں لیٹ ہو گئی کام۔۔۔" ظلِ نے کاہ

"تمہارے کام جائیں بھاڑ میں، علی بخار سے نڈھال ہو

رہا ہے اور تمہیں کاموں کی پڑی ہے۔۔" آصف نے

غصے سے کہا

آصف غصے سے دروازہ کھولتا ہے اور نکل جاتا ہے

"آصف،،، میری بات تو سنیں۔۔" ظلِ ہما نے کہا

وہ دروازہ بند کر کے چلا جاتا ہے، اور وہ پریشان ہو جاتی

ہے

****

خانمہ اور شبنم صوفے پر بیٹھی ہیں

"خانمہ جی میں نے سوچ لیا کہ اب جو کچھ بھی ہے سب کچھ میرا یہاں ہی ہے۔۔" شبنم نے مسکرا کر کہا

"اچھا۔۔۔واقعی، شاباش بیٹا۔۔" خانمہ مسکرائی

"یہاں جو عیش ہے وہ اور کہاں ہے۔۔" شبنم نے اعتبار میں لیا

"یہی تو میں تمہیں سمجھا رہی تھی۔۔" اس نے کہا

"معاف کیجیے گا خانمہ جی میں آپ کی بات سمجھ نہ سکی۔۔" شبنم نے کہا

"ارے نہیں اب تو تمہیں سمجھ آ گئی ناں میرے لیے یہی کافی ہے۔۔" وہ بولی

"خانمہ جی میں نے سنا ہے کوٹھیوں پر جا کر کچھ زیادہ ہی خزانہ بھرنے ہوتا ہے۔۔" اس نے کہا

"یہ ہوئی ناں صیح طوائفوں والی بات۔۔۔" خانمہ ہنسی

****

ظل ہما بیڈ پر علی کو گود میں لے کر بیٹھی ہوئی ہے۔ اسکے آنسو گر رہے ہیں، وہ علی کو پیار دیتی ہے

"ماما آپ رو کیوں رہی ہیں آپ۔۔۔" علی نے پوچھا

"سوری بیٹا میں لیٹ ہو گئی۔۔۔" ظل نے علی کو بوسہ دے کر کہا

"نہیں ماما کوئی بات نہیں پلیز آپ روئیں نہ۔۔" علی نے ماں کے آنسو پونچھے

"اچھا ٹھیک ہے تم اٹھو ناں کچھ لو ناں۔۔۔" اس نے آنسو پونچھ کر کہا

"جی ماما۔۔" علی نے کہا

****

خانمہ ڈرائنگ روم میں تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھی ہے پاس ہی ماما بھی بیٹھا ہے

"خانمہ جی آپ نے بلایا مجھے۔۔۔" شبنم نے کہا

"ہاں ہم نے تمہاری خواہش کو پورا کر دیا ہے۔۔۔" خانمہ نے کہا

"خانمہ جی نے تمہارے لیے ایک نواب صاحب سے ڈیل کر لی ہے۔۔۔" ماما نے ہنستے کہا

"شکریہ خانمہ جی۔۔" شبنم بظاہر مسکرائی

****

ظل ہما مصلے پر بیٹھی ہے، ہاتھ اس نے جوڑ رکھے ہیں
اور آنکھیں بند ہیں اور آنسو گرتے جا رہے ہیں

"یا اللہ آصف ابھی تک نہیں آئے انہیں لے آناں
گھر، ان کا موبائل بھی آف ہے، مجھ سے غلطی ہو گئی
ہے مجھے معاف کر دو۔۔۔" اس نے

دعا کی

کمرے کا دروزہ کھلتا ہے۔ ظل نظر اٹھا کر دیکھتی ہے تو
سامنے آصف کھڑا ہے وہ بھاگ کر اسکے پاؤں میں گر
جاتی ہے

"(روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر) آصف مجھے معاف کر دو
مجھ سے غلطی ہو گئی جو میں اتنی دیر سے آئی۔۔" ظل
کے آنسو تھم نہیں پا رہے تھے

"(ظل کو اکندھوں سے تھام کر اٹھاتے ہوئے) ارے
یہ کیا کر رہی ہو۔۔"" آصف نے کہا

:"مجھ سے غلطی ہو گئی ہے مجھے معاف کر دو۔۔" ظل
نے نظریں جھکا کر کہا

"(دائیں ہاتھ سے ظل کے آنسو پونچھتے ہوئے) ارے
پگلی روتی کیوں ہو، معافی تو مجھے مانگنی چاہیے تھی کہ میں
تم پر خوامخواہ غصہ کر گیا، آئی ایم سوری۔۔۔" آصف
معذرت بھرے انداز میں بولا

:"نہیں غلطی میری ہے، میں باقی کام کل کر لیتی مگر
دیر نہ کرتی۔۔۔" ظل نے کہا

"میں تم سے خفا نہیں ہوا تھا میری جان بس مجھ سے
علی کی حالت دیکھی نہیں گئی تھی، اب کیسا ہے
وہ۔۔۔" اس نے کہا

:"اب بہتر ہے۔۔۔" وہ بولی

"وہ کیا ہے ناں وہ تم سے اٹیچ بھی بہت ہو گیا ہے
ناں، خیر چھوڑو تم نے کھانا کھایا۔۔۔" اس نے پوچھا

"نہیں۔۔"" اس نے نفی میں سر ہلایا

"چلو پھر دونوں کھاتے ہیں۔۔۔" آصف مسکرایا

آصف اور ظل دونوں باہر چلے جاتے ہیں

****

شبنم لان میں کھڑی ہے کسی گہری سوچ میں ہے، خانمہ پاس آتی ہے

"تیار ہو جاؤ نواب صاحب کا ڈرائیور تمہیں لینے آ رہا ہے۔۔" خانمہ نے حکم دیا

"جی خانمہ جی ابھی تیار ہو کر آئی، آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔۔" شبنم ہلکی سی مسکرائی

****

ظل ہما اور آصف پارک میں بیٹھے ہیں

"آصف ایک بات کہوں۔۔" ظل نے پوچھا

"ہاں ہاں ایک نہیں سو کہو۔۔" آصف نے کہا

"شکریہ۔۔" ظل کی آنکھوں میں محبت بھری تھی

"کس بات کا۔؟" آصف حیران ہوا

"اتنا پیار دینے کا۔۔" ظل نے بتایا

"پیار احسان مند نہیں ہوتا ظل۔۔" آصف مسکرایا

"لیکن اتنا پیار کسی کو نہ ملا ہو گا ناں جتنا مجھے ملا ہے۔۔" اسکی آنکھوں میں آنسو اتر آئے

"نہیں ظل تمہارا پیار جتنا مجھے ملا ہے اسکا اگر میں ساری زندگی بھی بدلہ دوں تو نہیں دے سکتا۔۔ آصف نے کہا"

"مجھے شرمندہ نہ کریں۔۔۔" اس نے کہا

"سچائی پر شرمندہ نہیں ہوتے۔۔" آصف نے اس کے آنسو پونچھے اور چھاتی سے لگالیا

****

ڈرائیور کار چلا رہا ہے، شبنم ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی ہے

"ہائے امی سانپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سانپ روکو گاڑی۔۔" شبنم چلائی

"کہاں ہے بی بی۔۔۔" ڈرائیور نے گاڑی روک کر کہا

"مجھے نیچے اتارو۔۔" اس نے کہا

"اپنا گیٹ کھول کر نیچے اترتا ہے، شبنم مسکراتی ہے

"جلدی کروں ناں۔۔" وہ ناٹک میں ماہر تھی

ڈرائیور اس کا گیٹ کھولتا ہے شبنم نیچے اترتی ہے

"میں نے خود دیکھا ہے سانپ کہاں گیا۔۔۔" شبنم

نے کہا

وہ کار کے دوسری طرف جاتی ہے، ڈرائیور گاڑی کے پیچھے دیکھ رہا ہے، وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتی ہے ارو گاڑی سٹارٹ کرتی ہے۔ڈرائیور اٹھ کر دیکھتا ہے مگر شبنم گاڑی بھگا کر لے جاتی ہے ڈرائیور پیچھے دوڑتا ہے مگر گاڑی کہاں رکے

****

کوئی گاؤں کی عورت کھیت میں کھڑی ہے

''ظل ہما بی بی نے ہم غریبوں کو جو سہولیات دی ہیں ہم ان کے شکر گزار ہیں، انہوں نے جو ہم پر احسان کیا ہے ہم اس کا بدلہ نہیں دے سکتے ۔۔'' عورت نے کہا

یہ عورت ٹی وی پر موجود ہے اور آصف ٹی وی کے سامنے صوفے پر بیٹھا ہے اور وہ مسکرا رہا ہے اسے لگتا ہے اسکے پاس کوئی کھڑا ہے وہ دیکھتا ہے تو شبنم کھڑی ہے

''تم ۔۔'' چونک کر کھڑے ہوتے کہا

''مجھے معاف کر دو آصف ۔۔'' پاس آکر شبنم نے ہاتھ جوڑے

''اب وقت تمہارے ہاتھ سے نکل گیا شبنم ۔۔'' آصف نے منہ پھیر لیا

''ایسے مت کہو میں ویسے رہنے کو تیار ہوں جیسے تم کہو گے ۔'' وہ رو رہی تھی

''نہیں میں ظل ہی کے لیے جینا چاہتا ہوں ۔'' وہ بولا

ظل ان دونوں کے پاس آئی

''ہاں ۔۔'' آصف چونک گیا

''کہتے ہیں جب صبح کا بھولا شام کو گھر آئے تو اسے بھولا نہیں کہنا چاہیے ۔'' ظل نے شائستگی اور مجبر بھرے لہجے میں کہا

''پلیز ظل اسے کہو یہ یہاں سے چلی جائے ۔'' آصف نے کہا

''آصف ۔۔'' ظل نے کچھ کہنا چاہا

''پلیز ظل تم تو برداشت کر سکتی ہو میں نہیں ۔'' وہ چلایا

''آصف تم جیسے چاہو گے میں رہنے کو تیار
ہوں۔''شبنم تلملائی
:''ظل اسے یہاں سے چلتا کرواور میرے پاس روم
میں آؤ۔۔'' آصف نے غصے سے کہا
آصف چلا جاتا ہے، شبنم ظل کی طرف دیکھتی ہے
''آپ فکر نہ کریں میں آصف سے بات کرنے کی
کوشش کروں گی۔''ظل نے شبنم کو تسلی دی
''میں اس امید پر زندہ رہوں گی کہ آپ مجھے آپ
خوشخبری دینے آئیں گی۔'' شبنم نے روتے ہوئے کہا
''ضرور انشاء اللہ۔۔'' ظل نے کہا
:''اب میں چلتی ہوں۔۔'' شبنم نے کہا
''اپنے بچے سے نہیں ملو گی۔۔'' اس نے پوچھا
علی ظل کے پاس آتا ہے
''ماما یہ کون ہیں۔؟ علی نے وپوچھا
شبنم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں
''یہ آپ کی ماما ہیں بیٹا۔۔'' ظل نے مسکرا کر علی سے
کہا

''مگر میری ماما تو آپ ہیں۔۔'' بچہ حیران ہوا
''یہ بھی آپ کی ماما ہیں۔۔۔'' ظل مسکرائی

''آؤ بیٹا۔۔۔'' شبنم نے بازو پھیلا کر کہا
علی شبنم کی بازوؤں میں جاتا ہے تو شبنم اسے سینے سے
لگا کر پیار دیتی ہے، ظل ہما مسکراتی ہے

*****

خانمہ اور ماما ڈرائنگ روم میں کھڑے ہیں
''یہ نہیں ہو سکتا۔۔'' خانمہ چلائی
''یہ ہو چکا ہے خانمہ وہ چڑیا ہمیں دھوکہ دے گئی
ہے۔۔'' ماما نے کہا
''میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی، مار واڈالوں گی
اسے، اس نے مجھے دھوکہ دیا۔'' وہ غصے میں سب چیر
پھاڑنے کو تیار تھی
:''اب کیا کرنا ہو گا۔۔'' ماما نے لائحہ عمل پوچھا
''ہم اسے دوبارہ اٹھوا لائیں گیں، وہ خانمہ سے بچ کر
جائے گی کہاں۔۔'' اس نے کہا

****

آصف بیڈ پر غصے میں بیٹھا ہے، ظلِ ہما اس کے پاس آ کر بیٹھتی ہے

:"یہ کیا کیا آپ نے۔۔" ظلِ نے شکایت کی

"کیا کیا ہے۔۔" آصف نے کہا

"آپ کو ایسے نہیں بھیجنا چاہیے تھا شبنم کو۔۔" ظلِ نے کہا

"پلیز ظلِ اب اس کی طرفداری نہ کرنا شروع کر دینا۔" آصف اکتا کر بولا

"آصف کیا ہم دونوں اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔" اس نے پوچھا

"نہیں۔۔" آصف نے چلا کر کہا

"پلیز آصف۔۔" ظلِ نے منت کی

"تم اسے جانتی نہیں ہو اس لیے کہہ رہی ہو۔۔۔" آصف نے کہا

"میں جانتی ہوں، میں نے آپ سے کبھی کچھ نہیں مانگا ناں آج پہلی بار مانگ رہی ہوں (ہاتھ جوڑ کر)

پلیز۔۔" ظلِ رونے لگی

"کیا کر رہی ہو تم پاگل ہو گئی ہو۔۔" اس نے ظلِ کے ہاتھ پکڑ کر کہا

****

لان میں شبنم اور آصف کھڑے ہیں

"کیا تم مجھے اس گھر میں رہنے کی اجازت دے سکتے ہو۔۔" شبنم نے کہا

"ایک شرط پر۔۔" آصف نے کہا

"کون سی شرط ہے تمہاری۔۔" ظلِ نے کہا

"کبھی مجھے اور ظلِ یا پھر علی اور ظلِ کو جدا کرنے کی کوشش نہیں کرو گی۔۔" اس کے لہجے میں گرمی سی تھی

"تم کوشش کی بات کر رہے ہو میں تو اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔۔" شبنم نے آہستگی سے کہا

"اگر یہ بات ہے تو یہ گھر تم پر ایسے ہی مہربان ہے جیسے کبھی ہوا کرتا تھا۔۔" آصف نے کہا

"کیا تم نے مجھے معاف کر دیا دل سے۔۔اور جو میرے ساتھ ہوا وہ بھلا دو گے۔؟" شبنم نے کہا

"دیا ہے۔۔" وہ کہہ کر چلا گیا شبنم مسکراتی ہے

******

ظلِ اور آصف لان میں کرسیوں پر بیٹھے ہیں، وہ دونوں آپس میں ہنس کر باتیں کر رہے ہیں، دو نوجوان ہاتھ میں پستول لیے بھاگ کر ان کے پاس آتے ہیں، وہ دونوں ایک دوسرے کو حیرانگی سے کھڑے ہوتے ہیں

"کون ہو تم لوگ۔۔۔" آصف نے گھبراتے لہجے میں کہا

"(پستول سیدھا کرتے ہوئے) ہمیں شبنم چاہیے، کہاں ہے وہ۔۔" پہلا نوجوان پستول سیدھا کرتے ہوئے کہا

ظلِ گھبراہٹ سے پسینہ پسینہ ہو جاتی ہے

"کیا بکواس کر رہے ہو تم۔۔" آصف چلایا

"زیادہ باتیں نہیں کرنی۔۔" دوسرے نے کہا

"تم گھر کی تلاشی لو میں انہیں دیکھتا ہوں۔" پہلا نوجوان دوسرے نوجوان سے مخاطب ہوا

:"ٹھیک ہے۔" دوسرا نوجوان چل پڑا

'

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔" آصف دوسرے نوجوان کے راستے میں ہوا

دوسرا نوجواں اسے دھکا دے کر گرا کر چلا جاتا ہے

"آصف۔۔اب کیا ہو گا۔۔" ظلِ نے آصف کو سہارا دے کر اٹھایا

:"اگر تم دونوں نے ہلنے کی کوشش کی تو گولی سے اڑا دوں گا۔" پہلے نوجوان نے للکارا

"تم لوگ شبنم کو نہیں ایسے لے جا سکتے۔۔" آصف اندر کی جانب بڑھا

"رک جاؤ، رک جاؤ۔۔" پہلا نوجوان پستول سیدھا کرتے چلایا

وہ پستول سے گولی فائر کرتا ہے، ظلِ تیزی سے آگے

آتی ہے، آصف مڑ کر دیکھتا ہے تو ظلِ لہولہان سینے پر
ہاتھ رکھا کھڑی ہے۔ آصف بھاگ کر اسکے پاس آتا
ہے تو ظلِ گرنے لگتی ہے وہ اسے تھامتا ہے
"ظلِ۔۔۔ ظلِ ہما۔۔" ظلِ۔۔" آصف چلایا
گولی چلانے والا حیران ہے اسکی کان پٹی پر کوئی پستول
کسی نے رکھا وہ مڑ کر دیکھتا ہے تو وہ پولیس آفسر ہے
ظلِ بے جان لیٹی ہے اور آصف رو رہا ہے
"ظلِ۔۔۔ ظلِ یہ کیا کر دیا ہے تم نے،"
وہ زور زور سے چلا کر روتا ہے
****
ٹی وی پر نیوز کاسٹر بیٹھی خبریں پڑھ رہی ہے
"پاکستان کی معروف ڈرامہ رائٹر اور شوشل ورکر
ظلِ ہما کو آج لاہور میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔۔"
ہوٹل میں ایک شخص چولہے کے پاس کھڑا ہے اور
چولہے پر دیگچی موجود ہے، وہ سامنے کی ٹی وی کی
طرف دیکھ رہا ہے اور اسکے آنسو بہہ رہے ہیں، کلاس
روم میں بچے بیٹھے ہیں اور سب اپنے آنسو صاف کر
رہے ہیں، ایک عورت صحن میں بیٹھی مشین کے پاس
بیٹھی ہے تو اسکے آنسو بند نہیں ہو رہے، ایک شخص
جس کے ہاتھ میں کلہاڑی ہے وہ صحن میں گرتی ہے اور
وہ حیران ہوتا ہے
****
علی لان میں زمیں پر بیٹھا ہے اور روئے جا رہا ہے، شبنم
اس کے پاس آکر بیٹھتی ہے اسکے بھی آنسو بہہ رہے
ہیں اور وہ علی کو گلے سے لگاتی ہے
"مجھے میری ماما چاہیے، کہاں چلی گئی ہیں وہ۔۔" علی
نے چلا کر کہا
"بیٹا وہ اللہ میاں کے پاس چلی گئی ہیں، ہم سب کو وہاں
جانا ہے۔" شبنم نے آنسو بہاتے کہا
"کیا میں بھی ایک دن ماما کے پاس جاؤں گا۔۔۔" علی
نے پوچھا
"ہاں بیٹا سب نے جانا ہے ایک نہ ایک دن۔۔" شبنم
بولی
"ٹھیک ہے میں اس دن کا انتظار کروں گا کہ کب وہ

دن آئے گا جب میں ماما جو کہ اللہ کے پاس ہیں میں
جاؤں گا ہمیشہ کے لیے۔۔۔" علی نے اپنے آنسو
پونچھتے ہوئے کہا
شبنم روتے ہوئے علی کو بوسہ دے کر چھاتی سے لگا لیتی
ہے

****

آصف قبر کے کنارے بیٹھا ہے، قبر پر گلاب کی پتیاں
پڑی ہوئی ہیں، آصف کے آنسو بہتے چلے جا رہے ہیں
"(روتے ہوئے قبر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) ظلِ کیوں
تم نے ایسا کیا، میری سانسوں کے لیے اپنی سانسیں
دے ڈالیں، کیوں ظلِ۔۔۔ تم نے جو اپنی سانسیں
دے کر میری سانسیں بچائی ہیں یہ اب ہمیشہ تمہارے
لیے ہی جئیں گی"
آصف ظلِ کی قبر پر زیادہ تر بیٹھا رہتا ہے، قرآن خوانی
کرتا تو ہے مگر اسکے اشک تھمتے ہی نہیں ہیں، علی اس
آس پر زندہ ہے کہ وہ لمحہ آنے والا ہے جو اسے اسکی
ماں کے پاس لے

جائے گا، وہ آئے دن ظلِ ہما کو خواب میں دیکھ لیتا ہے
اور پھر سب کو خوشی سے بتاتا رہتا ہے، رافیہ،
صدیق، شبنم، ظلِ کی مائیں اور بھائی سب اس کی یاد
میں آنسو بہاتے رہتے ہیں، ظلِ ہما سکول اور ظلِ ہما
ہسپتال بھرپور خدمت لوگوں کی کر رہے ہیں اور
لوگ آج بھی ظلِ کو دعائیں دیتے ہیں۔

محبتوں کی اداس شامیں
کبریٰ نوید

03225494228
abbasnadeem283@gmail.com

داستان دل آن لائن ڈائجسٹ

مکمل ناول:۔

"محبتوں کی اُداس شامیں "(کبریٰ نوید)

گرمیوں کے آخری دنوں کی شامیں بہت حسین ہوتی ہیں۔اور آج تو ویسے بھی موسم سردیوں کے آنے کی نوید دے رہا تھا۔شام گہری ہو رہی تھی اور آسمان پر موجود کالی گھٹائیں تیزی سے پھیل رہی تھیں۔۔وہ پارک میں موجود مصنوعی جھیل کے کنارے بنے بینچ پر کسی بُت کی طرح براجمان تھی۔وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اس پتھر لڑکی کی منتیں کر رہا تھا۔مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔

دیکھو حیدر آج ہم آخری بار مل رہے ہیں جو کہنا ہے جلدی کہو۔موسم خراب ہو رہا ہے اور مجھے گھر بھی جانا ہے۔زاریہ نے نہایت بیزاری سے ایک نظر آسمان پر اور دوسری نظر اپنی کلائی پر موجود سیٹ واچ پر ڈالی۔

زاری پلیز میرے ساتھ ایسے مت کرو تمہیں پتا ہے میں نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر اور پھر تم بھی تو مجھ سے محبت کرتی ہو۔تو شادی کسی اور سے کیوں کر رہی ہو۔صرف ایک سال مجھے دے دو۔آئی پرامس جو تم کہو گی ویسے ہی کروں گا لیکن تمہیں کسی اور کا ہوتے نہیں دیکھ سکتا پلیز یار۔وہ اب گھٹنوں کے بل بینچ کے سامنے بیٹھ گیا اور اس کا سرخ و سپید ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔پچھلے آدھے گھنٹے سے زاریہ کا مسلسل انکار میں ہلتا سر دیکھ کر وہ اندر ہی اندر ٹوٹ سا گیا تھا۔اب وہ اسکول منانے کی آخری کوشش کر رہا تھا۔

حیدر میں تمہاری پابند نہیں ہوں یا تم نے مجھے خرید نہیں لیا۔میرا میری زندگی پر پورا حق ہے۔اپنی زندگی

کافیصلہ بھی میں خود کروں گی۔ مجھے کس سے شادی کرنی ہے کس سے نہیں تم کون ہوتے ہوں بتانے والے۔۔وہ بُری طرح پھٹ پڑی تھی۔۔حیدر شاکڈ ساأسکے منہ کی طرف دیکھے جارہا تھا۔وہ تھوڑا سنبھل کر بولی۔۔دیکھو حیدر تم بہت اچھے ہو۔مجھے تم سے محبت نہیں تھی ہم نے ساتھ تعلیم حاصل کی۔ایک دوسرے کے سامنے رہے دوستی ہوئی انڈرسینڈنگ ہوئی اور اسکو محبت سمجھ بیٹھے۔مجھے اب پتا چلا کہ مجھے کسی سے محبت نہیں تم سے بھی نہیں۔۔۔ Be Practical پلیز اب اگر میں کس سے شادی کر رہی ہوں وہ مجھے ہر لحاظ سے اپنے لیے موزوں لگتا ہے۔۔۔ لہذا تم اپنا اور میرا ٹائم ویسٹ کر رہے ہو۔۔۔وہ حیدر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر واضح جواب دے رہی تھی۔۔۔

اور حیدر کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔کیا وہ واقعی

پتھر ہو گئی تھی۔وہ محبت نہیں کرتی تھی۔۔۔؟

کیا تمہیں مجھ سے واقعی محبت نہیں؟ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اُسکے قریب ہوا تھا۔بادل زور سے گرجنے لگے اور بوندا باندی شرع ہو گئی تھی۔۔۔

وہ حیدر کی اسطرح پوچھنے پر سٹپٹا گئی تھی۔۔

ن۔۔نہیں۔۔۔وہ صرف اتنا ہی کہہ کر رُخ موڑ گئی اور بے چینی سے ارد گرد دیکھنے لگی۔۔۔

اگر محبت نہیں ہے یہ تو اتنے احتجاج کے باوجود اپنا ہاتھ میری گرفت سے کیوں نہیں چھڑایا۔۔وہ نہایت دھیمے لہجے میں بغور اسکے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔۔۔

زاریہ نے پلکیں اُٹھا کر ایک نظر حیدر کو دیکھا اور دوسرے ہی لمحے تیزی سے اپنا ہاتھ چھڑا کر اُٹھ گئی۔۔۔اوکے میں چلتی ہوں اور آئندہ مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کرنا۔۔۔وہ اپنا بیگ کندھے پر ڈال کر تیز تیز قدم اُٹھانے لگی۔۔۔بارش تیز ہو گئی تھی وہ دونوں ہی بھیگ رہے تھے بارش میں اور آج اس بارش نے ان کے آنسوؤں کی لاج رکھ لی تھی۔ورنہ ان دونوں کے بہتے آنسوؤں کو دیکھ کر بہت سے راز عیاں ہو جاتے جنہیں وہ خود سے بھی چھپانا چاہ رہے تھے۔۔۔

زاریہ اور حید دونوں ہی مڈل کلاس سے تعلق رکھتے تھے۔پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ دونوں بہت

ہمارا پہلا انٹرنیشنل انتخاب جس میں پاکستان کے علاوہ ، امریکہ، نیپال، سعودی عرب دوبئی کے لوگ شامل ہوئے ہیں ابھی ہماری یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں

قیمت 300 بمعہ ڈاک خرچ

انشاء اللہ داستان دل ڈائجسٹ کی ٹیم اپنی پہلی کامیابی کے بعد اب دوسرا انتخاب شاعری اور افسانوں کا مارکیٹ میں لا رہا ہے بہت جلد اگر آپ شامل ہونا چاہتے ہیں تو جلد سے جلد رابطہ کریں انشاء اللہ پاکستان سے باہر کے ممالک کی مارکیٹ کی زینت بھی بنے گی اس میں شاعری اور افسانے فری شامل کیے جائیں گے شامل ہونے والے ممبر کو صرف کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ دینا ہو گا۔ یہ موقع پہلی بار فراہم کیا جا رہا ہے جس میں ہر ممالک کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں اور ہر ممالک میں کتاب بھی حاصل کر سکتے ہیں شکریہ

رابطے کے ذریعے

ای میل:

Abbasnadeem283@gmail.com

Whatapp:

0322-5494228

Office Adrass:

Chak No:79/5.L sahiwal

اچھے دوست بھی تھے۔زاریہ اپنے اماں ابا اور چھوٹی
بہن کے ساتھ جبکہ حیدر اپنے ماں باپ کے ساتھ ان
کے ساتھ والے گھر میں رہتا تھا۔۔۔دونوں کے ماں
باپ کے تعلقات بھی اچھے تھے جب زاریہ تھرڈ ائیر
میں تھی تو اسکے والد جمال صاحب اچانک آنے والے
ہارٹ اٹیک سے فوت ہو گئے۔۔۔وہ ایک پرائیویٹ
کمپنی پر اچھے عہدے پر فائز تھے۔۔مگر انکی فرم نے
بھی اُنکی وفات کے بعد کوئی مالی سپورٹ کرنے سے
انکار کر دیا تھا۔اب زاریہ ماں ساجدہ بیگم اپنی جمع پونجی
سے ہی گزر بسر کر رہی تھیں۔۔۔زاریہ سے چھوٹی
ہانیہ کو انہوں نے اپنے ساتھ سلائی کڑاہی میں لگا لیا اور
زاریہ کو تعلیم جاری رکھنے کا مشورہ دیا کیونکہ زاریہ کو
پڑھنے لکھنے کا بچپن سے شوق تھا وہ چاہتی تھیں وہ اپنی
تعلیم مکمل کرے پھر جمال صاحب کا بھی خواب تھا
زاریہ کو اعلیٰ تعلیم دلانا۔۔۔

حیدر اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔۔۔اسکے والد رضا
صاحب سرکاری ملازم تھے۔گزر بسر ٹھیک ہو رہا تھا۔
وہ اپنے بیٹے کو انجینئرنگ کروا کر ملک سے باہر بھیجنا
چاہتے تھے۔۔۔حیدر کی ماں فاطمہ بیگم کے اپنے
اکلوتے بیٹے کو لے کر بہت بڑے بڑے خواب
تھے۔۔۔جنکا ذکر وہ آئے روز زاریہ کی امی کے ساتھ
کرتی رہتی تھیں۔۔۔

گرمیوں کا ایک سخت حبس زدہ دن تھا۔وہ چنگ چی
پے دھکے کھاتی ہوئی گھر پہنچی۔۔۔گرمی کی حدت سے
اسکا سرخ و سفید رنگ اور کھلا کھلا چہرہ مرجھا گیا تھا۔۔
گھر آتے ہی وہ بستر پر ڈھے گئی۔۔

5 منٹ وہ لیٹی ہی تھی کے لائٹ چلی گئی۔۔۔ہائے
خدایا کیا عذاب ہے۔۔۔اسکا دل سخت بُرا ہوا تھا۔۔۔
اتنے میں ہانیہ ٹھنڈا ٹھار شربت بڑے سے گلاس میں
ڈال کر لے آئی۔زاریہ نے فٹافٹ گلاس خالی کر کے
خدا کا شکر ادا کیا۔۔تھینکس ہانی جانوں تم بہت اچھی
۔۔اُس نے ہانیہ کے کندھے کو پیار سے تھپتھپایا۔۔
ہانیہ اسکے پاس ہی بیٹھ گئی۔۔

آپی۔۔۔ہانیہ نے جوتے اُتارتی زاریہ کو آواز
دی۔۔۔

ہاں ہانی بولو۔۔۔زاریہ اب اپنی بکس سمیٹ رہی
تھی۔۔

امی کی طبیعت بہت خراب ہے۔۔۔سلائی کا ڈھیروں

کام پڑا ہے وہ کام نہ ہوا تو پیسے بھی نہیں آئیں گے۔۔۔ اور پیسے نہ ہوئے تو گھر کیسے چلے گا بل جمع کرانے ہیں۔۔ہانیہ اس وقت بہت پریشان تھی۔۔

زاریہ کو اس وقت اپنی چھوٹی بہن پر بہت پیار آیا وہ 15 سال کی عمر میں بھی کتنی سمجھدار تھی۔۔۔اور خود کو وہ اندر ہی اندر کوس رہی تھی۔وہ کیسی بیٹی تھی ماں کس حال میں ہے اسکو پتا ہی نہیں۔۔وہ فٹافٹ ساجدہ بیگم ک کمرے میں گئی۔وہ بخار میں تپ رہی تھیں۔۔۔

امی۔۔۔امی۔۔۔کیا ہوا امی۔۔۔وہ ساجدہ بیگم کے ماتھے گالوں اور گردن پر ہاتھ لگا کر بخار محسوس کر رہی تھی۔۔۔

کچھ نہیں بیٹا بس گرمی سے بخار ہو گیا۔۔۔شاید۔۔تم کب آئی کھانا کھایا؟ وہ آرام سے اُٹھ کر بیٹھ گئیں۔۔۔

میں کھالوں گی کھانا۔۔آپکو اتنا تیز بخار ہے چلیں آئیں میرے ساتھ میں آپکو ڈاکٹر کے پاس لے کر چلوں پہلے۔۔۔ہانیہ امی کی چادر لاؤ۔۔۔۔وہ بغیر انکی بات سنے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔بچوں کو ٹیوشنز دے کر جو کچھ پیسے اکھٹے ہوتے ان میں سے وہ اپنے روز کے اخراجات نکالتی تھی ان میں سے ہی تھوڑے سے پیسے بچے ہوئے تھے وہ اس نے پکڑے اور ساجدہ بیگم کا بازو پکڑ کر انکو ڈاکٹر کے پاس لے گئی۔۔۔

بخار تیز ہے یہ دوائیں دینی ہیں تین دن تک۔۔اور ساتھ ٹھنڈی پیٹاں بھی کریں۔۔۔جتنا ہو سکے آرام کریں انکے لیے بہتر ہو گا۔

وہ ڈاکٹر سے نکل کر ساتھ فارمیسی سے دوائیاں لینے لگی امی کو کلینک کے باہر ہی کھڑا کیا۔۔فارمیسی سے باہر آئی تو حیدر ساجدہ بیگم کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔۔۔وہ جیسے ہی انکے قریب آئی حیدر بول اُٹھا۔۔۔

تم کم از کم مجھے تو بتاتی کہ آنٹی بیمار ہیں۔۔میں خود انکو چیک کروالیتا گرمی میں خوار ہو رہی ہو رکشوں پر۔۔۔

حیدر کو ان ہی دنوں انکل رضا نے میران گاڑی لے کر دی تھی تاکہ وہ یونیورسٹی آسانی سے آجا سکے۔۔

چلو آؤ بیٹھو۔۔وہ ساجدہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی طرف جاتے ہوئے اسکو بھی اشارہ کیا گاڑی میں بیٹھنے گا۔۔۔

ساجدہ بیگم کو اس نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھا خود وہ پیچھے بیٹھ گئی۔۔۔وہ گاڑی سٹارٹ کر کے چلاتے ہوئے ایک

جوس شاپ پر لے آیا۔۔۔ تین تازہ پھلوں کے جوس کا آرڈر کر کے وہ سیٹ پر اسطرح بیٹھ گیا۔۔ کہ دونوں ماں بیٹی سے آسانی سے بات کر سکے۔۔۔ بہت شکریہ بیٹا اللہ تمہیں زندگی دے۔۔ ہماری وجہ سے تمہیں بھی تکلیف ہوئی۔۔۔ ساجدہ بیگم اب انجیکشن کے بعد قدرے بہتر تھیں۔۔۔ پھر جوس پی کر وہ کچھ اور فریش ہو گئیں۔۔۔

کیسی باتیں کر رہیں آنٹی میں بھی آپکا بیٹا ہوں کوئی پریشانی کوئی کام ہو مجھے بلا لیا کریں۔۔۔ وہ کہہ کر زاریہ کی طرف دیکھنے لگا جو آج حد درحد مرجھائی ہوئی لگ رہی تھی۔۔۔ اُسکا گول مٹول سُرخ وسفید چہرہ اس وقت بالکل کھل گیا تھا بڑی سیاہ آنکھوں میں عجیب سی پریشانی تھی۔۔۔

وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔۔ وہ دونوں بچپن سے بہت فرینک تھے مگر جیسے جیسے جوان ہوئے انہوں نے ایک دوسرے کے گھر آنا جانا کم کر دیا۔ چونکہ دونوں ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے تھے اگرچہ ڈیپارٹمنٹ الگ اور سینئر ہونے کی وجہ سے حیدر کے وہ ہر وقت تو قریب نہیں تھی مگر دونوں کی یونیورسٹی میں بات چیت ضرور ہوتی تھی۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے اپنے تعلیمی معاشی اور سماجی حالات کے بارے میں کھُل کر گفتگو کرتے تھے۔۔ وہ لوگ جوس پی چکے تھے حیدر نے گاڑی گھر کے راستے پہ ڈال دی تھی۔ ساجدہ بیگم اب اس سے باشدں میں مصروف تھیں۔۔۔

حیدر نے بس ایک نظر بیک مرر سے پیچھے بیٹھی زاریہ کے چہرے پر ڈالی تو سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے ہوئے تھی۔۔۔ حیدر کو وہ بہت پریشان اور تھکی ہوئی لگی تھی۔

گھر آ کر زاریہ سو گئی۔۔۔ پھر مغرب کے بعد ہی اسکی آنکھ کھُلی ساجدہ بیگم دوائیاں لے کر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد دوبارہ

سلائی کا کام سنبھال چکیں تھیں۔ اسکی آنکھ بھی سلائی مشین کی آواز سے کھُلی تھی۔۔

اسے یاد آیا جب ابو حیات تھے امی جب بھی زاریہ یا ہانیہ کی کوئی قمیض ٹھیک کرنے بیٹھتی ابا شور ڈال دیتے ۔۔۔

کوئی ضرورت نہیں اس میں سر کھپانے کی درزن کو

دے آؤ کپڑے ٹھیک کر دے تمہارے لیے اور بہت
کام ہوتے ہیں۔۔زیادہ
سر درد نہ پالو۔۔۔
ابا کا شفیق چہرہ اسکی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔۔کتنا
احساس کرتے تھے وہ سب کا اسکو یاد تھا اسکے کالج
یونیورسٹی کی ہر فیس ابا خود سکول کالج اور یونیورسٹی جمع
کرانے جاتے تھے۔وہ انہیں سوچوں میں تھی ب
پھر اسے یاد آیا کہ اگلے ہفتے سمسٹر کی فیس 12 ہزار جمع
کروانی ہے۔اور اس مہینے وہ ٹیوشن کے بچوں سے بھی
ایڈوانس فیس لے چکی تھی امی کے بھی حالات اسکے
سامنے تھے پتا نہیں وہ گھر کیسے چلا رہی تھیں انہیں بتا
کر مزید پریشان کرنا زیادتی ہے انکے ساتھ وہ اسی سوچ
میں اُٹھ کر باہر صحن میں آ گئی دو کمروں کے سامنے بنے
چھوٹے سے صحن میں امرود کے درخت کے نیچے بچھی
چارپائی وہ لیٹ گئی۔۔۔
آپی آپکا فون آ رہا ہے۔ہانیہ اُسکا فون پکڑ کر آئی۔
فون اسکرین پر حیدر لکھا تھا۔۔۔فون اسکرین پر اسکا
نام دیکھتے ہی نہ جانے کیوں اسے خوشی ہوئی تھی۔۔
ہیلو۔۔وہ فون رسیو کر کے چارپائی پر تکیے سے ٹیک لگا
کر لیٹ گئی۔۔اسلام وعلیکم۔۔۔۔کیسی ہو؟ دوسری
طرف سے انتہائی فکر میں پوچھا گیا تھا۔ٹھیک ہوں۔۔
تم کیسے ہو۔۔۔
ٹھیک ہوں۔۔آنٹی سے تو بات ہو گئی وہ تو اب سہی لگ
رہی تھیں تم بتاؤ دن کو بہت پریشان لگ رہی تھی۔وہ
اس کے لیے فکر مند تھا وہ یہ جانتی تھیں بس تھکاوٹ
تھی تھوڑی۔۔اور پھر امی کو دیکھ کر دل بہت پریشان
ہو گیا تھا حیدر ابو کے بعد امی ہی ہمارا سب کچھ ہیں
تمھیں تو سب پتا ہے۔۔۔وہ حیدر کو اپنا درد بتا رہی
تھی۔۔۔
تم پریشان نہ ہو اللہ بہتر کرے گا۔۔میں ہوں
تمہارے ساتھ جب بھی میری ضرورت ہو مجھے بتاؤ
کوئی ایسا کام ہو تمہارے بس سے باہر ہو مجھے کہو میں وہ
کروں گا بس اپنا خیال رکھو آنٹی اور ہانیہ کو تمہاری
ضرورت ہے۔۔اور مجھے بھی۔۔۔اینڈ یہ وہ تھوڑا شوخ
ہوا تھا۔۔۔
تمھیں ؟؟ تمھیں کیا ضرورت ہے میری۔۔۔ہوں
بتاؤ نا ذرا۔۔وہ اسکی شرارت سمجھ کر بولی۔۔۔
ہاں بھئی تم میرے لیے لکی ہو جب تمہارا گول گول ہرا

بھرا مکھڑا دیکھتا ہوں تو دن بہت اچھا گزرتا ہے۔۔وہ زاریہ کو ہنسانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

ہرا بھرا؟؟؟وہ حیران ہوئی پھر کھل کر مسکرائی۔۔۔۔

اور آئی مین گلاب گلابی۔۔۔وہ بھی مسکرایا تھا۔۔۔

اچھا حیدر مجھے تم سے ایک کام ہے۔۔۔وہ جو سوچ رہی تھی اس نے سوچا حیدر سے بات کرے سب سے پہلے کیونکہ وہ ہی اسکو مخلصانہ مشورہ دے سکتا ہے۔۔۔

حیدر میں جاب کرنا چاہتی ہوں اور اس زمرے میں تمہیں میری ہیلپ کرنی ہو گی۔۔۔وہ کچھ جھجکتے ہوئے حیدر سے بات کر رہی تھی۔۔۔

اچھا۔۔۔وہ کچھ پل خاموش رہا پھر بولا۔۔۔

جاب کرنی کیوں ہے؟؟؟؟وہ اس سے سوال کر رہا تھا۔۔۔

اور اس کا جواب دینا زاریہ کے لیے بہت مشکل تھا اسکی عزتِ نفس اور خودداری دونوں آڑے آ رہی تھی اور چاہنے کے باوجود وہ جواب نہ دے سکی اور فون بند کر دیا۔۔

وہ بات ادھوری چھوڑ کر آسمان پر نکلے چاند کو دیکھنے لگی۔۔۔لائٹ چلی گئی تھی اور رہانیہ بھی باہر ایک چارپائی پر لیٹ گئے تھے۔۔۔

امی اور رہانیہ دونوں ہی کم بولتیں تھیں۔۔انہوں نے کبھی زاریہ کو تنگ نہیں کیا وہ دونوں بس گھر گرہستی اور فکرِ معاش میں غرق رہتی تھیں۔۔۔امی کھانا بھی باہر صحن میں لے آئیں تینوں نے مل کر کھانا کھایا بات چیت کی اور پھر لیٹ گئیں۔۔

زاریہ کو بالکل بھی نیند نہیں آ رہی تھی۔۔۔

اسکے موبائل کی میسج بیپ بجی۔۔حیدر کا میسج تھا۔۔۔

اسکی کال ڈراپ کرنے کے بعد حیدر نے اسکو دوبارہ کال نہیں کی تھی۔اب رات کے 12 بجے اسکا میسج آیا تھا۔۔۔

اپنا دوست سمجھ کر تم مجھ سے اپنی پرابلم شیئر کر سکتی ہو۔۔

اور پھر رات ایک بجے Chat کے دوران اس نے اپنے حالات حیدر کو بتا دیے تھے۔۔کہ وہ چاہتی ہے اپنے تعلیمی اخراجات خود اُٹھائے اور جاب ایسی ہو جس میں اُسے ایک ماہ کی سیلری ایڈوانس مل جائے جس سے وہ

اپنے سمسٹر کی فیس دے سکے۔ اوکے تمہارا کام ہو جائے گا۔ اب پریشان نہیں ہونا۔۔ حیدر کا میسج آیا

جاب مل جائے گی؟؟؟ زاریہ نے سوال کیا۔۔۔

ہاں ضرور۔۔۔ اور آگے مسکراتا ہوا فیس بنا تھا۔۔۔

حیدر کا reply آیا تھا۔

Thank You حیدر۔۔۔ وہ خوش ہوئی۔۔۔

کل آف ہے تم منڈے کو یونیورسٹی کے بعد ریس کو اس میں ملو مجھے۔۔۔ حیدر کا میسج آیا۔۔۔

وہ پوچھنا تو چاہتی تھی کہ کیوں؟ مگر صرف اوکے لکھ کر سینڈ کر دیا۔۔۔

منڈے کو حیدر یونیورسٹی نہیں آیا تھا۔۔۔ وہ سارا دن اسکی راہ دیکھتی رہی مگر وہ یونیورسٹی میں نہیں تھا۔۔۔

دن کے 11 بجے رہے تھے موسم بھی صبح سے ابر آلود تھا اسلیے گرمی کی شدت میں بھی کافی کمی تھی۔۔۔

12 بجے ہی وہ کلاس بنک کر کے بیک سائیڈ پر بنے چھوٹے سے لان میں آ بیٹھی جہاں پر اکا دکا لڑکیاں ہی کتابوں میں سر دیے پڑھائی میں غرق تھیں۔۔۔ وہ

اس طرح حیدر کے غائب ہونے پر بہت بد دل ہوئی تھی۔۔۔ آج اس نے زاریہ کو ریس کو اس بلایا تھا اگر

وہ وہاں بھی نہ آیا۔۔۔ یقیناً جاب کا بھی کوئی ارینج نہیں کیا ہو گا اُس نے وہ اسی شک وشبہ میں اِدھر اُدھر ٹہل رہی تھی۔۔۔

حیدر کی کال آگئی۔۔۔۔۔ ہاں تم آرہی ہونا؟؟؟

زاریہ ک

نے کال اٹینڈ کرتے ہی اس سے سوال کیا تھا۔۔۔

تم آج یونیورسٹی کیوں نہیں آئے حیدر میں اتنی پریشان ہوں صبح سے۔۔۔ وہ پریشانی سے بولی۔۔۔

بس یار تھوڑا کام تھا تم ایسے کرو ابھی آجاؤ۔۔۔ یا میں آؤں لینے۔۔۔ وہ بہت عجلت میں بات کر رہا تھا۔۔۔

میں ابھی کیسے آؤں۔۔۔۔ وہ اُلجھ سی گئی تھی۔۔۔

تم کال بند کرو میں آرہا ہوں۔۔۔ حیدر نے کال بند کر دی۔۔

اور وہ حیرانگی سے اپنے سیل فون کو دیکھنے لگی اسکو کیا ہو گیا ہے۔۔۔

ٹھیک 20 منٹ بعد وہ اسکو یونیورسٹی سے ہالف لیو پر لے کر جارہا تھا۔۔۔

حیدر خیریت ہے نا کافی ڈسٹرب لگ رہے ہو۔۔۔ وہ حیدر کے بکھرے بکھرے چہرے کو دیکھ کر بولی۔۔۔

وہ کار ڈرائیور کرتے ہوئے چونک کر بولا۔۔۔ہاں۔۔ نہیں کچھ نہیں۔۔۔وہ کسی سوچ میں گم تھا۔۔۔۔
زاریہ پہلی بار اُسکے ساتھ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔۔۔وہ چپ کر کے اپنی شفاف ہتھیلوں کو دیکھنے لگی۔۔حیدر نے رُخ موڑ کر اسکو بہت غور سے دیکھا تھا۔۔۔صاف شفاف سادہ پُر کشش سا چہرہ۔۔کالی آنکھیں بھرے بھرے نیم گلابی ہونٹ بھرا ابھرا محت مند سراپا۔۔سیاہ چادر میں لپٹی وہ اور بھی دلکش لگ رہی تھی۔۔۔اس کا گلابی رنگ سیاہ چادر میں نمایاں تھا۔۔وہ اسکو نظر بھر کر دیکھنا چاہتا تھا مگر زاریہ کے چہرے پہ موجود پریشانی محسوس کر کے وہ رُخ موڑ گیا۔۔
چلو آؤ۔۔۔اس نے گاڑی پارکنگ میں کھڑی کی۔۔۔
وہ اُلجھ کے باہر دیکھنے لگی وہ جھجک رہی تھی۔۔۔اسلیے اور پریشان ہو رہی تھی۔۔ میڈم آپ میری پڑوسن, بچپن کی دوست ہیں آپکے والدین کی میں دل وجان سے عزت کرتا ہوں۔۔۔جہاں اتنا بھروسہ کیا وہاں تھوڑا اور کر لیں۔۔۔یقین کریں میں آپکا بھروسہ کبھی نہیں توڑوں گا۔۔۔وہ شرارت سے بول رہا تھا۔۔۔۔

نہیں ایسی بات نہیں پارک میں اچھا نہیں لگتا اکیلے لڑکا لڑکی لوگ کیا سمجھیں گے۔۔۔۔وہ صفائی دے رہی تھی۔۔۔
یار میں تمھیں کسی ریسٹورنٹ سے اچھا سا کھانا کھلاتا۔۔۔ مگر آج موسم بہت اچھا ہے اس لیے یہاں لایا ہوں تاکہ تم بھی تھوڑا کھلی ہوا میں سانس لو فریش ہو چلو آؤ۔۔۔وہ دروازہ کھول کر گاڑی سے اتر گیا۔۔۔نا چار وہ بھی اسکے پیچھے پیچھے چل پڑی۔۔۔پارک میں لوگ نہ ہونے کے برابر تھے ایک دو فیملیز تھیں جو بچوں کے ساتھ ساتھ انجوائے کر رہی تھیں۔۔
وہ اسکو پارک کی بیک سائیڈ پر بنی مصنوعی جھیل کی طرف لے گیا۔۔۔موسم انتہا خوبصورت تھا کالے سیاہ بادل اور ٹھنڈی ہوائیں اعصاب پر خوشگوار اثر ڈال رہی تھیں۔۔۔
وہ دونوں ایک بینچ پر ذرا فاصلے پر بیٹھ گئے۔۔وہ جھیل میں تیرتی بطخوں کو بہت دلچسپی سے دیکھ رہی تھیں اُسے واقعی یہ جگہ اچھی لگی تھی۔۔اور موسم نے مزید خوشگوار احساس دلایا تھا۔۔وہ اردگرد کا جائزہ لینے کے بعد مطمئن تھی۔۔اچانک حیدر پہ نظر پڑی تو وہ سٹپٹا گئی

حیدر اسکو بہت پر شوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔
تم نے جاب کا پتا کیا؟ اب وہ اصل مرحلے کی طرف آئی تھی۔۔۔ہاں۔۔۔کیا۔۔۔وہ جواب دے کر اپنے موبائل میں مسیج چیک کرنے لگا تھا۔۔پھر کیا کیا؟؟؟ تم نے کیا مل جائے گی۔۔۔ تمھیں پتا ہے میں صبح سے کہاں تھا؟؟؟ وہ اس سے سیر لیس ہو کر بات کر رہا تھا۔۔کہ معرتے بھلا۔۔وہ اسکے سوالوں پہ اُلجھ رہی تھی۔۔۔
میں کچھ اور ٹیوشنز ڈھونڈ رہا تھا اپنے لیے۔۔۔میری اسٹڈیز میں مزید 6 ماہ ہیں ابھی اس لیے میں نے سوچا مزید ٹیوشنز پڑھاؤں۔۔۔اور آج صبح میرے ایک دوست کے ریفرنس سے مجھے شام 8 بجے ایک اکیڈمی میں جاب مل گئی۔۔۔وہ زاریہ کو تفصیلاً ساری بات بتا رہا تھا۔۔
تم تو پہلے ہی دو جگہ ٹیوشنز پڑھا رہے ہو۔۔۔اتنا زیادہ بر ڈن مت لو اپنے اوپر اسطرح تمہاری اسٹڈیز متاثر ہو سکتی ہے۔۔۔وہ اسکی جاب کا سُن کر واقعی پریشان ہوئی تھی۔۔وہ پہلے ہی شام کو ٹیوشنز پڑھانے جاتا تھا۔۔۔ اچھی خاص سیلری اسکو ملتی تھی جس سے وہ گاڑی کی قسط ادا کر رہا تھا۔۔۔مگر اسکو اکیڈمی جاب کی کیا ضرورت پڑ گئی۔۔
یہ جاب میں نے تمہارے لیے کرنی ہے زاری۔۔اب پلیز آرام سے میری بات سنو۔۔۔
وہ بینچ پر زاریہ کی طرف رُخ کر کے بیٹھ گیا۔۔
زاریہ تمہاری ایجوکیشن ابھی مکمل نہیں ہوئی تمہیں کسی بھی اچھی جگہ Reasonable جاب نہیں مل سکے گی۔۔اور اگر کہیں مل بھی گئی تو تم اس کانفیڈینس سے جاب نہیں کر سکو گی جسطرح دوسری لڑکیاں تمام ڈگریوں اور اعلیٰ سرٹیفیکیٹ لے کر کرتیں ہیں۔۔
تمہاری اس چیز کا وہ لوگ فائدہ اٹھائیں گے جہاں جہاں تم جاب لے لیے جاؤ گی۔۔
کوئی تمھیں سیلری کم آفر کرے گا اور کام زیادہ لے گا۔۔۔یا پھر تمہاری سی وی سے زیادہ تمہارا جائزہ لے کر جاب آفر کرے گا۔۔۔مجبوری میں جو لڑکیاں جاب کرتی ہیں اُنکے ساتھ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔اور یہ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے۔۔۔اس لیے میں نے تمہارے لیے جاب کو بہتر نہیں سمجھا۔۔۔تم نے کچھ سمجھ کے مجھ سے سب شیئر کیا اور میں بھی اب تمہیں

کچھ سمجھ کہ مشورہ دے رہا ہوں اپنی تعلیم پر توجہ دو۔
۔۔۔مجھے اچھی جاب مل گئی ہے۔۔ تمہارے تعلیمی
اخراجات میری ذمہ داری ہے۔وہ سب کہہ کر چند
لمحے خاموش ہو گیا۔۔۔اور اسکو دیکھنے لگا۔۔
تمہاری سب باتیں بجا ہیں مجھے کسی بات سے اختلاف
نہیں۔۔ آپ جو کہہ رہے ہیں میری خیر خواہی میں
کہہ رہے ہیں مگر میں آپکا احسان نہیں لے سکتی۔۔۔
تمہیں میری وجہ سے کوئی ضرورت نہیں جاب کرنے
کی۔۔۔ جس اللہ نے یہاں تک مدد کی وہ آگے بی ساتھ
دے گا کوئی نہ کوئی راہ نکل آئے گی تم پریشان نہ
ہو۔۔۔۔
وہ مایوسی کے باوجود ہلکا سا مسکرائی تھی۔۔
تم ابھی اتنی بڑی نہیں ہوئی کہ احسان وغیرہ کی باتیں
کر یہ لو تمہارے سمسٹر کی فیس۔۔ یہ
Submit کرواؤ۔۔۔اور مجھے کوئی فضول بات نہیں
سننی۔۔۔حیدر کا انداز دوٹوک تھا۔۔۔وہ زایہ کا ہاتھ
پکڑ کر پیسے رکھ چکا تھا۔۔
مگر تم میری بات۔۔۔زاریہ نے کچھ کہنا چاہا مگر حیدر
نے اپنی انگلیاں اسکے لبوں پر رکھ دی تھیں۔۔۔اسکے

اس عمل پہ حیرانگی سے زاریہ کی آنکھیں مزید پھیل
گئی تھیں۔۔۔
مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔۔ آج تک تم نے
کبھی میری سننے کی کوشش کی ہے۔۔۔اس نے اپنا
ہاتھ پیچھے کیا تھا۔۔اور وہ نظروں چرا گئی تھی۔۔
کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔کیا نہیں سنی میں نے تمہاری
۔۔وہ غصے سے لال ہو رہی تھی۔ٹھنڈی ہوائیں اسکے
چہرے پہ آئی لبوں کو بار بار چھو رہی تھیں۔۔۔وہ غصے
سے انہیں پیچھے کرتی تھی حیدر کو یہ منظر بہت دلچسپ
لگ رہا تھا۔۔۔
وہ غصے سے کھڑی ہو گئی کہ آسمان سے اچانک ہی تیز
مینہ برسنے لگا۔۔وہ دونوں جلدی ہی بھاگ کر ساتھ
لکڑی کے شیڈ کے نیچے کھڑے ہو گئے۔۔۔
بارشوں کے موسم میں
خواہشوں کی جو بارش ہو
جذبوں کی کشمکش میں
محبتوں کی روانی ہو
اور اک ذرا سی آرزو ہے!!!
بھیگی بھیگی بارش میں

تم میرے ہمراہی ہو

تم میرے ہمراہی ہو

دونوں ہی آدھے بھیگ چکے تھے۔۔ جیسے ہی دونوں ک نظر ایک دوسرے پہ پڑی تھی۔۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیے۔۔ اتنی نا سمجھ تو وہ بھی نہیں تھی کہ حیدر کے جذبات سے بے خبر رہتی اور حیدر ابھی اسکی مسکراہٹ کا مطلب سمجھ گیا تھا۔۔۔ دونوں کو زبانوں سے اعتراف محبت نہیں کرنا پڑا تھا۔۔۔ برستی بارش خود انکی محبت کی داستان سنا رہی تھی۔۔۔

بارش کے رکنے تک حیدر نے زاریہ سے کوئی فضول بات نہیں کی تھی بس پڑھائی کے مشورے دیتا رہا اور اپنے فیوچر پلاننگ بتاتا رہا۔۔۔ بارش رکتے ہی وہ زاریہ کو گھر چھوڑ کر اپنے گھر چلا گیا۔۔

حیدر تم آج یونیورسٹی تو گئے نہیں پھر کدھر سے آ رہے ہو۔۔ فاطمہ بیگم جو ظہر کی نماز ادا کر کے نکلی تھیں ار کھڑکی سے زاریہ کو حیدر کی گاڑی سے اُترتا دیکھ چکی تھیں۔۔۔ حیدر کو دیکھتے ہی پوچھنے لگیں۔۔۔

بس امی کچھ کام تھا۔۔۔ میرے دوست نے اکیڈمی بنائی ہے بس اُسی سلسلے میں تھوڑا کام تھا۔۔۔ حیدر ڈائننگ ٹیبل پہ پڑی فروٹ باسکٹ میں سے سیب نکال کے کھاتے ہوئے بولا۔۔۔

اچھا۔۔۔ وہ سب تو ٹھیک۔۔۔ مگر زاریہ کیوں آج تمہارے ساتھ آئی۔۔۔ فاطمہ بیگم کو کچھ تھا جو آج ان دونوں کے ساتھ دیکھ کر کھٹکا تھا۔۔۔ اور وہ۔۔۔ وہ آج بارش اتنی تیز تھی امی وہ بے چاری رکشے کی راہ دیکھ رہی تھی میرا اگزر اس جگہ سے ہوا جہاں وہ کھڑی بھیگ رہی تھی تو سوچا کیوں نا اپنے پڑوسی ہونے کا حق ادا کر دوں۔۔۔ وہ اپنی ماں کی وہی طبعیت کو جانتا تھا اسلیے صاف جھوٹ بول گیا۔۔۔

اچھا۔۔۔ لیکن بارش کا موسم ہے، اسکا یہ مطلب نہیں تم روزانہ ہی پڑوسیوں کے حقوق پورے کرنے پہنچ جاؤ۔۔ اسکو عادت ہے گرمی سردی میں آنے جانے کی تمھیں زیادہ فکر کی ضرورت نہیں۔۔۔ تم بیٹھو میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔۔ فاطمہ بیگم کو حیدر کا زاریہ کو ساتھ لے کر آنا ناگوار گزرا تھا جسکا وہ اظہار کر گئی تھیں۔۔ حیدر بس خاموشی سے کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔

سردیوں کا آغاز ہو گیا تھا۔۔شام ہوتے ہی ٹھنڈ بڑھ جاتی وہ جیسے ہی گھر آتی ٹیوشن کے بچے آجاتے اور ان سے فارغ ہونے تک مغرب کا ٹائم ہو جاتا تھا۔۔
گزشتہ 4ماہ سے حیدر باقاعدگی سے اسکو پڑھائی کے اخراجات دے رہا تھا۔۔۔حالانکہ زاریہ نے بہت منت ترلے کیے کہ وہ ایسا مت کرے مگر وہ بہت ضدی تھا۔اس دوران اُن دونوں کے بیچ پیار محبت کو لے کر کوئی عہد و پیماں نہیں ہوئے۔۔۔ہاں وہ مہینے میں ایک دوبار اسکو کہیں کھانا کھلاتے یا اُسی مخصوص پارک میں لازمی لے جاتا جہاں وہ دونوں اپنی اپنی زندگی کے
حالات ایک دوسرے کو بتاتے تھے پچھلے ایک مہینے سے تو وہ دونوں ہی بہت مصروف تھے حیدر پڑھائی کے بعد ٹیوشنز میں اور زاریہ کے ایگزامز چل رہے تھے۔۔۔جن سے وہ ایک ہفتہ پہلے ہی فارغ ہوئی تھی اور ایک ہفتہ سے گھر پر ہی تھی۔۔اس شام بھی وہ بچوں کو پڑھا کر فارغ ہوئی تو مغرب کا وقت ہو گیا۔۔۔
امی اور ہانی مغرب پڑھ کر بازار چلی گئیں انہوں نے سلائی کے لیے کچھ سامان لینا تھا۔۔۔اور وہ دروازہ بند کر کے دوبارہ چھوٹے سے برآمدے میں پچھلے مصلے پر آبیٹھی۔۔۔وہ مسلسل استغفار کا ورد کر رہی تھی۔۔
اسکے بعد شام کے اذکار پڑھ کر دعا مانگ کر جیسے ہی مصلے کو اٹھایا تو بیل بج اُٹھی۔۔ارے امی لوگ اتنی جلدی کیوں آگئے وہ جانماز طے کر کے دروازے کی جانب بڑھی جیسے ہی دروازہ کھولا آگے حیدر ہنسا مسکراتا چہرہ نظر آگیا۔۔۔تم۔۔۔وہ اسکو دیکھ کر حیران ہوئی۔۔۔وہ اس وقت تو کبھی بھی نہیں آیا تھا۔۔۔گھر۔۔۔
ہاں میں۔۔۔۔کیوں نہیں آسکتا؟؟حیدر بلیو جینز اور وائٹ شرٹ میں اپنے
قد اور چوڑے وجود کے ساتھ بہت نکھرا نکھرا الگ رہا تھا۔۔۔نہیں آسکتے ہو آؤ۔۔۔وہ حیدر کو نظروں میں بھرنا چاہتی تھی مگر نظریں چرا گئی۔۔
جی بتائیں کیسے آنا ہوا۔۔۔وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔۔زاریہ بھی کرسی لے کر صحن میں بیٹھ گئی تھی۔۔۔
آنٹی اور ہانی کدھر ہیں۔۔۔سوچا ان سے سلام و دعا کر آؤں۔۔۔وہ زاریہ کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔۔براؤن کلر کے کڑھائی والے دوپٹے کا چہرے

کے اردگرد ہالہ بنائے وہ بہت پاکیزہ سی لگ رہی تھی۔۔واضح تھا کہ ابھی نماز سے فارغ ہوئی ہے۔
وہ بازار گئے ہیں بس آتے ہی ہوں گے میں آپکے لیے چائے بناتی ہوں وہ کہہ کر کچن کی طرف جانے لگی کہ حیدر نے اسکی کلائی پکڑلی۔۔۔یہ یہ کیا طریقہ ہے۔۔ وہ یکدم بوکھلا گئی۔۔۔
تمہارے لیے لایا ہوں۔۔۔حیدر نے گولڈ کا نفیس سا بر سیلٹ نکال کر زاریہ کی کلائی میں پہنا دیا۔۔وہ حق دق حیدر کو دیکھے گئی مگر یہ کیوں۔۔۔کس لیے۔۔میں نہیں لے سکتی۔۔۔
لینا تو تمہیں پڑے گا۔اپنی محنت کی کی کمائی جوڑ کر تمہارے لیے اتنے پیار سے بنوایا ہے کیونکہ محبت بغیر کسی نشانی کے تو ادھوری ہے لہذا یہ میری نشانی تمہیں احساس دلائے گی کہ تم
حیدر علی کی امانت ہو۔۔وہ زاریہ کی کلائی پکڑ کر بر سیلسٹ گھما کر بار بار دیکھ رہا تھا۔۔۔وہ اس عمل کو بار بار دہرا رہا تھا۔۔۔وہ جلدی سے ہاتھ چھڑا کر بر سیلٹ اتارنے لگی۔۔۔۔
حیدر ہر بار تمہاری ضد نہیں چلے گی۔۔۔تم پاگل ہو کسی کو پتا چل گیا تو وہ بر سلٹ اُتارنے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ نہیں کُھل رہا تھا۔حیدر نے زاریہ کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔۔۔
جب حیدر علی نے خود کو پورا کا پورا تمہارے نام لکھ دیا ہے تو یہ بر سیلٹ کیا چیز ہے میں کل UK جا رہا ہوں انٹرن شپ کے لیے۔۔۔ایک سال بعد آوں گا اسلیے ملنے آیا تھا۔۔ سمجھ نہیں آئی تمہیں کیا دوں جو تمہارے معیار کے مطابق ہو ایک شاپ پر یہ بر سیلٹ دیکھا تو تمہاری یہ شفاف کلائیاں آنکھوں کے سامنے آ گئیں۔۔۔سو یہ لے لیا۔۔۔گو کہ تمہارے آگے یہ بھی حقیر ہے مگر فی الحال یہ قبول کرو۔۔۔وہ نظریں جھکائے حیدر کے حسین جذبوں کی حدت میں پگھل رہی تھی۔۔شاید سب سے خوبصورت احساس ہی چاہا جانا ہے۔۔۔
وہ اسکا ہمدرد۔۔۔اسکا خیر خواہ۔۔اسکا محسن تو پہلے ہی تھا۔۔۔آج وہ کچھ اور ہو گیا تھا۔۔آج وہ زاریہ کو اپنے نام لگوا چکا تھا۔۔۔آج وہ اسکی محبت بن گیا تھا۔۔۔ایسی محبت جو ٹھنڈی میٹھی پھوار کی صورت اسکو بھگوتی رہی۔۔اور آج وہ پوری طرح اسکی محبت

میں بھیگ چکی تھی۔۔۔۔

حیدر ایک بات پوچھوں۔۔ بہت ہمت کر کے زاریہ نے نظریں اُٹھائے کی جارت کی تھی شرم وحیا سے اسکی پلکیں جھک گئیں تھیں۔۔۔ پوچھو نازاری۔۔۔ وہ مسلسل اسکی نرم وگداز انگلیوں کو دیکھ رہا تھا۔۔ تمہیں مجھ سے ہی محبت کیوں ہوئی۔۔۔ وہ یہ سوال کر کے اپنے ہاتھ چھڑا چکی تھی۔۔۔

ہمم۔۔۔ گڈ سوال وہ بھی صحن میں پڑی کرسی پر بیٹھ گیا اس لیے کیونکہ بچپن سے آج تک تم جیسا کوئی دکھا ہی نہیں۔۔ بہت چھوٹی عمر سے تمہارے ساتھ کھیلنے کو دل کرتا تھا۔۔ کچھ بھی کھاتا فوراً تھوڑی چیز بچا کر زاری کے لیے لے آتا۔۔۔ تمہارا خیال رکھنا۔۔۔ اور تمہیں سوچنے کی عادت بڑی پرانی ہے۔۔ کیسے یہ محبت میں بدل گئی معلوم نہیں اور وقت کے ساتھ اس نے مزید بڑھنا ہے۔۔۔ بس دعا کرنا یہ ایک سال تمہارے بغیر خیریت سے گزار سکوں۔۔۔ واپسی پر تمہیں باقاعدہ قانوناً اور شرعاً اپنے نام لکھواؤں گا انشااللہ۔۔۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اتنے میں ساجدہ بیگم اور ہانیہ آگئے۔۔ زاریہ نے مین دروازہ لاک نہیں کیا تھا۔۔۔ کیونکہ وہ اکیلی تھی اور حیدر بھی اندر تھا۔۔۔

ارے حیدر بیٹا تم کب آئے۔۔۔ امی آ کر حیدر کے پاس بچھی چار پائی پر بیٹھ گئیں۔۔۔

اسلام وعلیکم آنٹی۔۔۔ کیسی ہو گڑیا۔۔ حیدر نے ہانی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ساجدہ بیگم کو جھک کر سلام کیا۔۔۔ وعلیکم سلام جیتے رہو۔۔۔ کب آئے بیٹا۔۔۔ بس ابھی ابھی آنٹی۔۔ زاری نے بتایا کہ آپ نہیں تو اسکو کہنے لگا تھا کہ چائے پلا دے ٹھنڈ بہت ہو رہی ہے۔۔۔ وہ ہاتھ ملتے ہوئے بولا ہاں ہاں بیٹا آؤ اندر کمرے میں آ جاؤ جاؤ زاری چائے کے ساتھ کچھ گرما گرم بنا کر اندر لاؤ۔۔۔ وہ حیدر کو لے کر اندر کمرے میں چلی گئیں۔۔۔ حیدر کو گئے ابھی دو دن ہی ہوئے تھے۔۔۔ ان دو دنوں میں اُس نے دو سو بار حیدر کے دیئے گئے بریسلٹ کو اپنی الماری سے نکال کر دیکھا تھا۔۔۔ حیدر کے ہاتھوں کا لمس وہ پل پل محسوس کر رہی تھی۔۔۔ حیدر کو گئے دو دن ہی ہوئے تھے مگر اتنی زیادہ دوری کا سوچتے ہی زاریہ کی پلکیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔۔۔ فالحال حیدر نے اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا اور وہ بھی سمجھتی تھیکہ اتنی جلدی تو

رابطہ ممکن ہو بھی نہیں سکے گا۔ یہ سچ تھا بچپن سے آج تک حیدر نے اُسکا بہت خیال رکھا تھا۔۔ ابو کے جانے کے بعد اُسے حیدر پہ ہی آسرا سا آ گیا تھا۔۔۔ وہ اپنی ہر مشکل حیدر کو بتاتی تھی۔۔ اس سے مشورہ کرتی تھی۔۔۔ اور حیدر نے ہمیشہ اُسکو بالکل درست گائیڈ کیا تھا۔۔۔ حیدر نے محبت بھی کی تو نہایت پاکیزہ محبت کی۔۔۔ اور محبت ہے کیا؟؟؟ ہمدردی، احساس، خیال، عزت اور یقین۔۔۔ ان سب کا مجموعہ ہی شاید محبت کہلاتا ہے۔۔۔ ان ہی چار پانچ باتوں سے دنیا قائم ہے۔ بنانے والے نے بھی لفظ محبت میں کتنے احساسات جذبات قید کر دیے ہیں۔۔۔ وہ چائے کا کپ لے کر چھت پر آ گئی تھی۔۔۔ حیدر کو گئے آج تیسرا دن تھا۔۔ عصر کے بعد وہ چائے بنا کر امی کے کمرے میں گئی ان سے دعائیں لے کر برآمدے میں بیٹھی ہانیہ کو چائے دی جو شاید کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ اور پھر اپنا کپ لیکر چھت پر چلی آئی۔۔۔

حیدر علی۔۔۔ وہ چھت پر بنے اینٹوں کے تخت کے اوپر بیٹھ گئی۔۔ دل نے چپکے سے حیدر کو پکارا تھا۔۔۔ آسمان پر ہلکی ہلکی بدلیاں منڈلا رہی تھیں۔۔۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بار بار اسکی سنہری زلفوں کو چھیڑتی جا رہی تھی۔۔ وہ چائے ختم کر کے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔ کندھوں پہ شال کو اچھی طرح لپیٹا اور حیدر کو سوچنے لگی۔۔۔ حیدر کو اظہار کیے 6 یا 7 ماہ گزر گئے تھے۔۔۔ مگر اس میں ایک بار بھی ہمت نہیں ہوئی کہ حیدر کو اسکے اقرار محبت کا جواب ہی دے دیتی۔۔ نہ کبھی زاریہ نے یہ ضروری سمجھا۔۔۔ ایسا نہیں تھا کہ اُسے حیدر سے محبت نہیں تھی۔۔۔ محبت تھی مگر وہ اظہار کرنے سے قاصر تھی۔۔۔ لیکن آج نہ جانے کیوں اُسکا دل چاہ رہا تھا حیدر اُڑ کر اسکے سامنے آ جائے اور وہ اسکو بتا دے کہ وہ بھی حیدر سے اتنی ہی شدت سے محبت کرتی ہے جتنی کہ وہ کرتا ہے۔۔ وہ اسکو بتائے کہ اسے عادت نہیں حیدر کے بغیر رہنے کی۔۔ وہ کتنا خوش ہو گا اسکا اظہار سن کر۔۔ زاریہ دل ہی دل میں اس کیچھرے کا تصور کر کے مسکرائی تھی۔۔۔

ایک سال کی بات ہے جب وہ آئے گا تو بہت خوبصورت انداز میں اس کے سامنے اپنی محبت کا اعتراف کروں گی۔۔ جتنی عزت جتنی اہمیت اس نے مجھے دی اس سے دوگنی میں اسکو دوں گی۔ حیدر علی۔۔

زاریہ جمال کا وعدہ ہے تم سے۔۔۔اس نے شال کے نیچے سے اپنی کلائی باہر نکالی اور حیدر کے دیے گئے بریسلیٹ کو چوما تھا۔۔زاریہ جمال تم سے بہت محبت کرتی ہے۔۔وہ حیدر کے خیالوں میں نہ جانے کب تک گم رہتی کہ نیچے غیر معمولی شور کی آواز سنائی دی۔وہ جلدی سے نیچے اُتری اور کلائی سے بریسلٹ اُتارنا بھول گئی تھی۔۔۔نیچے حیدر کی امی فاطمہ بیگم امی کے پاس بیٹھی تھیں۔۔۔وہ جلدی سے انہیں سلام کرنے لیے آگے بڑھی۔۔وہ بچپن میں تو انکے گھر بہت آتی تھیں مگر جب سے حیدر جوان ہوا انہوں نے انکے گھر آنا کم کر دیا تھا۔۔۔اور اب انکی طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی تھی شاید اس وجہ سے بھی وہ باہر نہیں نکلتی تھیں۔۔۔وہ سلام کرنے کے لیے آگے ہوئی تو انہوں نے زاریہ کو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا رہنے دو بی بی یہ ڈھکو سلے۔۔فاطمہ بیگم نے نہایت سفاکی سے کہا تھا۔۔۔زاریہ کے ساتھ ساتھ ہانیہ اور ساجدہ بیگم بھی انکے اس رویے پر حیران رہ گئیں۔۔۔فاطمہ باجی کیا ہوا؟ کوئی غلطی ہو گئی زاریہ سے۔۔۔ساجدہ بیگم ہکلاتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔۔

غلطی۔۔تم غلطی کی بات کرتی ہو۔۔۔ساجدہ تمہاری تربیت ایسی ہے ایک جوان بیٹی نہیں سنبھال گئی تم سے ۔۔۔میرے اکلوتے بیٹے پر نظر رکھ کر بیٹھی ہے تمہاری صاحبزادی۔۔فاطمہ بیگم بغیر کسی لحاظ کے بول رہی تھیں۔۔۔اور زاریہ مارے شرمندگی کے جیسے سر اٹھانے کے قابل نہیں رہی تھی۔۔۔ساجدہ بیگم تو جیسے سکتے میں آگئی تھیں۔۔نن نہیں۔۔باجی آپکو غلط فہمی ہوئی ہے میری زاری ایسی نہیں ہے۔۔آپ میری معصوم بیٹی پہ ایسا الزام مت لگائیں۔۔ساجدہ بیگم فاطمہ کا ہاتھ پکڑ کر التجائیہ لہجے میں بولیں۔۔۔فاطمہ بیگم نے تلخی سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔۔اے رہنے دو بہن مجھے ہر بات منظور ہے مگر میرے اکلوتے بیٹے پر کوئی ڈورے ڈالے مجھے قطعی قبول نہیں اور تمہاری اس معصوم بیٹی نے تو حیدر کو پوری طرح شیشے میں اتار کے بھیجا ہے۔جاتے جاتے مجھے کہہ گیا کہ زاریہ کے گھر رشتہ لے کر جاؤں میں سمجھی ایسے ہی یک طرفہ بات ہو گی۔خود ہی بھول بھال جائے گا۔۔مگ یہ بات تو مجھے آج پتا چلی کہ تمہاری بیٹی جانے سے پہلے میرے بیٹے کی اچھی خاصی کمائی کھا چکی ہے۔۔یہ۔۔یہ

دیکھو۔۔۔ نہیں یقین آتا نہ تمہیں یہ دیکھو۔۔۔فاطمہ بیگم نے زاریہ کی کلائی کھینچ کراوپر کی۔۔اور وہ برسیلٹ ساجدہ بیگم تو دیکھایا۔۔۔
زاریہ جو سر جھکائے کسی مجرم کی طرح کھڑی تھی ساجدہ بیگم کی اس حرکت پر کانپ گئی۔۔۔یااللہ یہ محبت اسطرح بھی رسوا کرتی ہے۔۔اسطرح بھی ذلیل کرتی ہے۔۔۔ایک پل میں مجرم بنادیتی ہے۔۔حیدر تم نے مجھے کس مقام پر کھڑا کر دیا آج کچھ نہ کرنے کے باوجود بھی مجھ میں مجرموں کی طرح کھڑی ہوں کیامحبت قبول کرنا یوں رسوا کرتا ہے۔۔ہائے آج میری ماں میری وجہ سے رسوا ہو گئی۔۔۔میرا کردار داغدار ہو گیا۔۔میری ماں کی تربیت غلط ثابت ہو گئی۔۔۔زاریہ کی پلکوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرا رہے تھے۔۔اسکا وجود ساکن تھا۔۔۔
ساجدہ بیگم حیرانگی سے چلتے ہوئے اسکے پاس آئیں۔۔۔زاریہ فاطمہ باجی ٹھیک بول رہی ہیں کیا؟؟؟ تمہیں کس نے دیا۔۔۔جواب دو بیٹا یہ کس نے دیا تمہیں۔۔۔وہ زاریہ کو دونوں کندھوں سے پکڑ کر جھنجوڑ رہی تھیں۔۔بتا مجھے زاری۔۔۔وہ اسکو مسلسل جھنجوڑ رہی تھیں۔۔۔وہ آج نازک دل کی لڑکی بری طرح ٹوٹی تھی۔۔۔ابو جب تک حیات تھے کوئی زاریہ کو اونچی آواز میں بھی نہیں بولا تھا آج تو اسکا اپنا آپ بھی اندر ہی اندر چیخ رہا تھا۔۔۔۔
یہ کیا بتائے گی میرے معصوم بچے کی کمائی کھاتی رہی ہائے وہ بے چارہ اس عمر میں ٹیوشنز دے دے کر اس محترمہ کے ناز نخرے اٹھاتا رہا پتا نہیں کیا خواب دکھائے اسکو اپنی خوبصورتی کا فائدہ اتنے غلط انداز میں اُٹھایا تو نے لڑکی۔۔تیرا باپ تو بڑا عزت دار آدمی تھا آج وہ ہوتا تو تجھے زندہ زمین میں گاڑھ دیتا۔۔۔یہ تو شکر ہے میں آج اپنا سیٹ دھلوانے جیولرز کے پاس گئی تو اس نے مجھے بتایا کہ حیدر صاحب بھی کچھ دن پہلے برسلیٹ بنوا کر لے کر گئے ہیں۔۔۔میں حیران رہ گئی کہ وہ کس لیے بنوائے گا اور آج صبح اسکا فون آیا۔۔۔وہ بار بار یہ ہی پوچھ رہا تھا زاریہ کے گھر گئی امی رشتے کی بات کرنے۔۔پھر میرا شک یقین میں بدلا کہ تمہاری بیٹی نے جال میں پھانس لیا میرے بچے کو۔۔۔وہ سینے پہ پتھر مار کر رونے لگیں۔۔۔
آنٹی آپ کچھ زیادہ بول رہی ہیں آپی کو کچھ کہنے کی

بجائے آپ نے حیدر بھائی کو سمجھایا نہیں کیا وہ چھوٹے بچے ہیں کہ کوئی بھی انہیں پھنسالے گا۔۔کافی دیر سے خاموش کھڑی ہانیہ کا صبر جواب دے گیا تھا۔۔۔ہائے ہائے کیسی بے باک اور بتمیز بچیاں ہیں۔۔فاطمہ بیگم پھر شروع ہونے لگیں تھیں۔۔۔

ہانیہ تم اپنا منہ بند رکھ کر کھڑی ہو۔۔زاریہ اپنا جواب دو مجھے ساجدہ بیگم روتے ہوئے ہانیہ کو ڈانٹ کر زایہ کی طرف رخ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔۔۔مجھے صرف اتنا بتاؤ یہ تمہیں حیدر نے دیا ہے ؟؟؟وہ زاریہ کو دونوں کندھوں سے پکڑ کر پوچھ رہی تھیں۔۔۔

زاریہ نے پلکیں اُٹھا کر اپنی ماں کے چہرے کو دیکھا۔۔ نہ جانے کتنے ڈھیر آنسو اسکے چہرے پر پھیلے تھے۔۔ اُسے اپنی ماں کے چہرے پر کیا کیا نظر نہیں آیا تھا۔۔۔ ذلیل ورسوا ہونے کا احساس، انکے چہرے سے عیاں تھا وہ آج اپنی وجہ سے اپنی ماں کو ذلیل کر گئی۔۔۔

زاریہ نے آنکھیں زور سے بند کیں اور دوبارہ کھولیں۔ بہت ہمت کر کے اس نے اپنی ہونٹوں کو جنبش دی۔۔۔

ج۔۔۔جی امی۔۔۔حیدر نے دیا۔۔زاریہ کا اتنا کہنا تھا کہ ایک کے بعد ایک تھپیڑ زاریہ کے منہ پر رسید کیا گیا۔۔۔ساجدہ بیگم نے کبھی مذاق میں بھی زاریہ پر ہاتھ نہیں اُٹھایا تھا اور آج وہ زاریہ کا پھولوں جیسا چہرہ تھپڑوں سے لال کر چکی تھیں۔۔ہانیہ نے آگے بڑھ کر ساجدہ بیگم کے ہاتھ پکڑ لیے۔۔۔امی خدا کا واسطہ آپی کو مت ماروہ نہیں برداشت کر پائے گی۔۔۔ہانیہ زور زور سے رونے لگی۔۔۔اور زاریہ کے آنسو تھم گئے تھے۔۔وہ بے جان لاش کی طرح زمین پر بیٹھ گئی۔۔۔

فاطمہ بیگم نے حقارت سے منہ پھیر لیا۔۔۔

ایسی لڑکی۔۔۔فاطمہ بیگم پھر کچھ بولنے لگی تھیں کہ زاریہ نے ایکدم کھڑے ہو کر ہاتھ کے اشارے سے انکو روک دیا۔۔۔

بس۔۔۔اب کچھ مت بولیے گا۔۔ہاں میں ایسی لڑکی ہی سہی مگر اس میں میری ماں یا میری ماں کی تربیت کا نہیں از خود میرا قصور ہے۔۔یہ لیجیے آج کے بعد آپکا بیٹا میری زندگی سے بے دخل ہے وہ میرا نام نہیں لے گا۔۔۔اپنی ماں کی بے عزتی مجھ سے قطعی برداشت نہیں۔۔اپنی ماں کی عزت پہ میں ایسے ہزاروں حیدر

قربان کرنے کو تیار ہوں۔۔۔ آپکا بیٹا آپکو مبارک ہو۔۔ جایئے اور جا کر کہہ دیجیے گا کہ زاریہ نے رشتے سے انکار کر دیا۔۔۔ یہ پکڑیں اور بریسلٹ ہاتھ میں تھمایا اور دروازے کی جانب اشارہ کیا۔۔۔

فاطمہ بیگم بڑبڑائی بریسلٹ پکڑ کر چلتی بنی۔۔۔۔

زاریہ نے مڑ کر اپنی ماں کو دیکھا جو سر جھکائے مسلسل آنسو بہا رہی تھیں۔۔۔ امی۔۔۔ امی مجھے معاف کر دیں۔۔ زاریہ انکے پیروں میں گر کر رونے لگی۔۔۔ کیا کیا درد نہیں تھے دل میں۔۔۔ محبت قربان کرنے کا درد۔۔۔ خود کو داعذار کرنے کا درد۔۔۔ ماں کو ذلیل ہوتے دیکھنے کا درد۔۔۔ وہ رو رہی تھی۔۔ اور کھل کے رو رہی تھی۔۔ ساجدہ بیگم نے تڑپ کر اسکو کندھوں سے پکڑ کر اپنے سینے سے لگالیا تھا۔۔۔ میری بیٹی میری جان۔۔ مجھے اپنا نہیں میری بچی۔۔ مجھے تیرے ساتھ جو ہوا اسکا دکھ ہے۔۔۔ میری پھولوں جیسی بچی میری پاک بیٹی آج رسوا ہو گئی۔۔۔ محبت نے تجھے رسوا کر دیا۔۔۔ میں یہ غم تیرے دل سے کیسے نکالوں گی۔۔ میں تیرے دل سے یہ کربناک شام کیسے نکالوں گی۔۔ یہ تیری زندگی کا ناسور نہ بن جائے۔۔ وہ زاریہ کو گلے لگا کر بُری طرح رو پڑی تھیں۔۔ زاریہ اور امی کو دیکھ کر ہانیہ کا بھی دل بھر آیا تھا۔۔ وہ تینوں ماں بیٹیاں آج شام خوب روئی تھیں اور انہیں چپ کرانے کو کوئی بھی نہ تھا۔۔۔

کہتے ہیں تا کہ جب درد حد سے بڑھ جاتا ہے تو قرار آ ہی جاتا ہے۔۔ انکے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا اُس واقع کو گزرے ہفتہ گزر چکا تھا۔۔۔ اُس شام کے بعد زاریہ کو رونا نہیں آیا تھا۔ وہ چپ تھی۔۔۔ بس چپ ساجدہ بیگم اور ہانی گھر کے اور سلائی کے کاموں میں مصروف تھے۔۔۔ زایہ نے اپنا نمبر اسی شام بند کر دیا تھا۔۔ اور وہ گھر میں جیسے قید ہو گئی تھی۔۔ اس نے حیدر سے کبھی نہ ملنے کی قسم کھائی تھی۔ اس نے حیدر سے محبت کا خیال دل سے نکالنے کی بہت کوشش کی۔۔ مگر یہ محبت بھی ہو جائے تو کب نکلتی ہے دل سے۔۔۔۔ مگر وہ اتنی رسوائی کے بعد حیدر تو کیا حیدر کے سائے سے بھی دور رہنا تھا اسے۔۔ جس انسان کی ماں نے اُسکو اور اسکی ماں کو اتنا ذلیل کیا اسے انسان کو وہ دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔۔ حیدر تم کاش اُس وقت وہ سب سنتے جو میں نے سنا۔۔ تو تم کبھی مجھے غلط نہ سمجھتے اب پتا نہیں

کیا کیا فاطمہ آنٹی نے حیدر کو بتایا ہو گا۔۔ دل و دماغ میں حیدر کی ہی سوچیں تھیں۔۔ وہ کیا سوچ رہی تھی حیدر اور اسکی محبت کو لے کر۔۔۔ مگر کیا سے کیا ہو گیا تھا۔۔۔ وہ ایک پل میں آسمان تک پہنچ گئی تھی اور اگلے ہی پل منہ کے بل نیچے آئی تھی۔۔ توزاریہ جمال تمہاری محبت کا یہی انجام تھا۔۔ حیدر علی کو زاریہ جمال کا اظہار محبت نصیب نہیں تھا۔۔۔ تم جہاں بھی رہو حیدر میری یادوں اور میری سوچوں میں ہمیشہ رہو گے تمہاری نشانی کے ساتھ ساتھ تم بھی ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور رہو گئے۔۔۔ میں تم تک آنے کے اور تمہارے مجھ تک پہنچنے کے تمام راستے بند کر دوں گی۔۔

6ماہ کے اندر اندر زایہ کی منگنی ہو گئی تھی۔۔ اس نے تعلیم چھوڑ دی تھی۔۔ ساجدہ بیگم کے بھانجے ماجد سے سادگی سے اسکی منگنی کر دی گئی ساجدہ بیگم کی بہن کلثوم نے رشتے کی بات کی اور زاریہ سے پوچھنے پر اس نے فوراً قبول کر لیا۔۔ حالانکہ آج تک اس نے ماجد کو صحیح طرح دیکھا بھی نہیں تھا۔۔ مگر اس کے پاس اور کوئی راہ فرار نہیں تھا۔۔۔ وہ جانتی تھی حیدر بہت ضدی ہے وہ واپس آتا گیا اس نے لازمی آنا ہے وہ اسکے آنے سے پہلے یہاں سے چلے جانا چاہتی تھی۔۔ محض اسی وجہ سے اس نے اپنے خالہ زاد سے منگنی کی تھی۔۔ وہ دبئی میں جاب کرتا تھا۔۔ 6ماہ بعد شادی کی تاریخ رکھ دی گئی۔ وہ یہ دن تو سکون سے گزار رہی تھی کیونکہ ابھی حیدر کے لوٹنے میں ٹائم تھا۔۔ لیکن جیسے جیسے دن گزر رہے تھے اسکا دل عجیب سی بے چینی کا شکار تھا۔۔ امی اور ہانیہ شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔۔ اور وہ بظاہر خوشی خوشی انکا ساتھ دے رہی تھی۔۔ ابو نے ایک سوسائٹی میں پلاٹ لے رکھا تھا۔۔ امی نے وہ بیچ کر اسکا سارا جہیز تیار کیا اور باقی پیسے ہانیہ کے لیے بچا کر رکھ دے۔۔ ایک شام امی اور ہانیہ بازار سے واپس آئیں تو ہانیہ نے چپکے سے زاریہ کو بتایا کہ حیدر بھائی آ گئے آج میں نے انہیں گاڑی میں جاتا ہوا دیکھا۔۔ حیدر کا سن کر زاریہ کا دل زور سے دھڑکا تھا۔۔ مگر اسے یقین تھا کہ وہ حیدر نہیں ہو گا۔۔ اگر وہ ہوتا تو لازمی اس سے ملنے آتا ابھی تو اس کے آنے میں کافی دن پڑے تھے۔۔۔

تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گئی ہانی حیدر کے آنے میں

ابھی 3 ماہ پڑے ہیں وہ دُھلے ہوئے کپڑوں کو طے لگاتے ہوئے بولی۔۔ نہیں آپی حیدر بھائی ہی تھے۔۔۔ اور گاڑی بھی انکی تھی۔۔ انکے گھر تو مہمانوں کا بھی کافی رش لگا ہوا ہے۔۔ہانیہ کہہ کر کچن میں چلی گئی۔۔۔

اور

زاریہ جو خود کو ہانیہ کے سامنے بڑی مشکل سے سنبھالے کھڑی تھی ایکدم بیڈ پر ڈھے سی گئی۔۔ تو فائنلی حیدر صاحب آپ نے بھی حقیقت کو قبول کر ہی لیا۔۔ آپ بھی اپنی محبت کو اپنی ماں کے آگے قربان کر چکے اور کرنا بھی چاہیے ماں تو ماں ہوتی ہے۔۔

مطلب حیدر تم بھی مجھے بھول گئے۔۔۔

تم نے مان لیا کہ میں نے انکار کر دیا رشتے سے رشتے سے۔۔ کونسا رشتہ۔۔ کون لے کر آیا رشتہ۔۔۔ حیدر میرا دل تمہیں کیسے دکھاؤں۔۔ تم آج بھی اس دل میں بستے ہو۔۔

زاریہ کے دل میں بہت کچھ ٹوٹا تھا۔۔۔امید اک آس تھی اسکو کہ حیدر آئے گا۔۔ اس سے وضاحت لے گا امی سے بات

کرے گا مگر کچھ بھی تو نہیں ہوا تھا ایسا۔۔ وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔ آج تو ڈھلتی شام بھی اسکی بے بسی پہ بین کر رہی تھی۔۔

جب تعلق تمام ہو چکا

جب تم ہمیں، ہم تمہیں بھول چکے

تو پھر کیوں

جب بھی بادل برستے ہیں

آنکھیں بھی برستی ہیں

گزرا وقت نہ جانے کیوں یاد بن کر

ان آنسوؤں میں بہنے لگتا ہے

جب سب ختم ہو چکا، تعلق تمام ہو چکا

تو کیوں ؟؟؟

آج بھی تم یاد آتے ہو ؟؟؟؟؟

حیدر کو آئے دو ہفتوں سے زیادہ گزر گئے مگر اس نے زاریہ سے ملنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔۔زاریہ کو یہ بات محسوس تو بری طرح ہوئی تھی مگر وہ مطمئن ہو گئی کہ اچھا ہی تھا حیدر نے اسکے سامنے آکر اسکی زندگی میں آنے والے مرحلے کو آسان کر دیا تھا۔۔۔وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔۔اسے ہر چیز

سے وحشت سی ہو رہی تھی اور وہ اتنی بے بس تھی کہ
اپنی کیفیت کسی پہ ظاہر نہیں کر سکتی تھی امی اور ہانیہ
کتنے پیار سے اسکی شادی کی تیاری کر رہے تھے۔۔وہ
اپنا آپ انکے آگے کھول کر انہیں مزید پریشان نہیں
کر سکتی تھی۔۔وہ پہلے ہی اپنی ماں سے بری طرح
شرمندہ تھی۔۔۔وہ ان سے نظریں نہیں
ملا پاتی تھی۔۔

دوسری طرف ساجدہ بیگم بھی اسکی ماں تھیں۔۔نہ
جانے کیوں ہنستی مسکراتی زاریہ کی آنکھوں میں انہیں
غم نظر آتا تھا ویرانی اور وحشت نظر آتی تھی۔۔وہ
دل ہی دل میں زاریہ کی خوشیوں کے لیے دعا گو تھیں
کہ آنے
والی زندگی میں اسے ماجد کی شکل میں بہترین جیون
ساتھی ملے۔۔۔کیونکہ حیدر انکے پاس ریڑھیاں
رگڑتا ہوا بھی آتا تو وہ کبھی بھی اسے لوگوں میں جائے
جنھوں نے اسکے کردار پر انگلی اُٹھائی اسکی معصوم محبت
کو داغدار کیا۔۔بس وہ زاریہ کی شادی کے لیے بھرپور
تیاریاں کر رہی تھیں وہ چاہتی تھیں زاریہ کی شادی
ایسے ہو کہ زاریہ سب کچھ بھول کر اپنی نئی زندگی کی
خوشیوں میں مگن ہو جائے۔۔۔

ساجدہ بیگم زاریہ کے کپڑے سلائی ہونے دیکر آئی
تھیں جس خاتون سے وہ کپڑے سلائی کرواتی تھیں
اسکا گھر ایک گلی چھوڑ کر ہی تھا۔۔زاریہ نے ساجدہ
بیگم کو سختی سے منع کیا تھا کہ وہ ان دنوں میں بالکل بھی
سلائی نہیں کریں گی۔

صبح دس بجے کے قریب ہی درزن نے اپنے چھوٹے
بیٹے کو بھیج دیا۔۔۔ساجدہ آنٹی امی کہہ رہی ہیں زاریہ
باجی کو ناپ کے لیے بھیج دیں۔۔۔بچے نے ساجدہ بیگم
کو پیغام دیا تھا۔۔۔

اوہ ہاں یاد آیا۔۔۔زاریہ تم اس بچے کے ساتھ جا کر
خود ناپ وغیرہ دے آؤ۔۔اور ڈیزائن وغیرہ بھی
سب بتا دینا۔۔۔ساجدہ بیگم سبزی بنا رہی تھیں اور
ہانیہ نے صبح سے ہی مشین لگائی ہوئی تھی۔۔۔

جی امی۔۔۔زاریہ خاموشی سے چادر لے کر بچے کے
ساتھ گھر سے نکل گئی۔۔۔

ابھی وہ دوسری گلی میں ہی پہنچی تھی کہ بچہ بھاگ کر
ایک آدمی کے پاس گیا ہاتھ میں کوئی چیز لے کر وہ
اپنے گھر چلا گیا۔۔۔آدمی کا چہرہ دوسری طرف تھا

جیسے ہی اس نے رُخ زاری کی طرف کیا۔۔۔ وہ وہیں
پہ پتھر کی ہو گئی تھی دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا
جیسے کہ آج پھٹ جائے گا۔۔ وہ حیدر تھا۔۔ ہاں وہ
حیدر زاریہ جمال کی پہلی محبت۔۔
وہ اسکو دیکھ کر سکتے میں آگئی تھی۔۔۔ وہ بالکل ویسے
کا ویسا اسکے سامنے کھڑا تھا۔۔۔ اُسکی آنکھوں میں کوئی
گلہ کوئی غصہ کوئی ناراضگی نہیں تھی۔ تھی تو وہی محبت
تھی جو زاریہ کو ہمیشہ اسکی آنکھوں میں نظر آئی
تھی۔۔ مجھے تم سے صرف اتنا کہنا ہے کہ کل شام
4 بجے مجھے اُسی پارک میں ملو۔۔۔ وہ زاریہ کی اس
کیفیت کو پتا نہیں کیا سمجھا تھا مگر کیونکہ یہ محلہ تھا اس
لیے وہ اتنا ہی کہہ سکا تھا۔۔۔
مجھے تم سے نہیں ملنا۔۔۔ نہ کل اور نہ کبھی۔۔۔ وہ خود
کو سنبھال کر بمشکل بولی تھی۔۔۔
ملنا تمہیں پڑے گا ورنہ میں گھر بھی آ کر بات کر سکتا
ہوں کیونکہ ایک بار میرا تم سے بات کرنا ضروری
ہے۔۔
صرف ایک بار آخری بار میری بات مان لو زاری۔۔۔
میں چلتا ہوں کل میں انتظار کروں گا۔۔ وہ کہہ کر
رکا نہیں تھا۔۔۔ وہ تو چلا گیا تھا۔۔۔ مگر زاریہ کو ایک
بار پھر وحشتوں اور ویرانیوں میں چھوڑ گیا تھا۔۔ تو تم
نے ایک بار پھر مجھے ذلیل کروانے کی تیاری کر لی حیدر
علی۔۔ ٹھیک ہے میں آخری بار ملوں گی کہ تکلیف کیا
ہوتی ہے درد کیا ہوتا ہے کسی کو کھونا کتنا مشکل ہے۔۔
میں نے تمہیں 7 ماہ پہلے کھو دیا تھا۔۔۔
تم کل مجھے ہمیشہ کے لیے کھو دو گے۔۔ اس نے اپنے
گالوں پہ بہتے آنسوؤں کو سختی سے رگڑ ڈالا تھا۔۔ اور
پھر وہ ناپ دے کر گھر آ گئی۔۔۔
اگلے دن اس نے ساجدہ بیگم کو بہانہ کیا کہ اسکی
یونیورسٹی کی فرینڈز اسے بلا رہی ہیں وہ ان سے ملنے
یونیورسٹی جائے گی۔۔ ساجدہ بیگم نے بھی اعتراض
نہیں کیا تھا۔۔ بیٹا موسم دیکھ لو لگتا ہے آج بارش ہو گی
دھیان سے جانا۔۔ ساجدہ بیگم آسمان پر کالی بدلیوں کو
آتا دیکھ کر بولیں۔۔۔ کوئی بات نہیں امی یہ موسم تو
مجھے پسند ہیں۔۔ وہ کہہ کر اندر کمرے میں چلی گئی۔۔۔
عام سا سوٹ پہن کر چادر لے کر وہ گھر نکل گئی
تھی۔۔۔ پتا نہیں کتنا راستہ اس نے پیدل ہی طے کیا
تھا۔۔ وہ مسلسل چلتی جا رہی تھی۔۔ حیدر اور وہ منظر

اسکی آنکھوں کے آگے گھوم رہے تھے۔۔جہاں سے
اسکی محبت کا آغاز ہوا تھا آج وہیں پر وہ اپنی محبت دفنا
نے جا رہی تھی۔۔وہ حیدر کے پاس پہنچی بھی نہیں تھی
مگر دل تھا کہ حیدر کے پہلو میں جائے کو تڑپ رہا
تھا۔۔۔آنکھیں تھیں کہ اسکو دیکھنے کو بے تاب تھیں
کان تھے تو اسے سننے کو ترس گئے تھے۔۔ مگر اسے تمام
اعصاب پر قابو رکھنا تھا۔۔بشمول اپنے دل کے۔۔
کافی دیر پیدل چلنے کے بعد وہ سڑک سے رکشہ لے
ریس کورس پہنچی تھی۔۔حیدر مین گیٹ کے پاس ہی
کھڑا اسکا انتظار کر رہا تھا۔۔۔وہ خاموشی سے پارک
کے اندر داخل ہو کر اسی مخصوص جگہ کی جانب چل
پڑی جہاں حیدر اسکو لے کر جاتا تھا۔۔وہ وہیں
مصنوعی جھیل کے پاس بیٹھ گئی تھی۔۔وہ کسی بت کی
طرح بے جان تھیں۔۔حیدر کی ماں فاطمہ بیگم نے
حیدر کو بتایا کہ انکے رشتہ لے کر جانے سے پہلے ہی
زاریہ کا رشتہ کہیں اور طے ہو گیا تھا لہذا زاریہ نے حیدر
کی طرف سے دیا جانے والا بریسلیٹ بھی اس لیے
واپس کر دیا۔۔۔اسکے علاوہ حیدر کو کچھ علم نہیں تھا
اور وہ زاریہ کی منگنی کا سن کر ہی بڑی مشکلوں سے
پاکستان پہنچا تھا وہ اسکو کھونا نہیں چاہتا تھا۔
زاریہ نے بھی اس دن ہونے والی ذلت و رسوائی کا
حیدر کو نہیں بتایا تھا وہ اسکے ہر سوال پر انکار کر چکی
تھی۔۔اب وہ اپنا جواب سنا کر واپس جا رہی تھی۔۔۔
بارش تیز سے تیز تر ہو گئی تھی۔۔وہ پارک سے نکل کر
پیدل چلتے چلتے خوب روئی تھی۔۔۔وہ بارش میں بھیگتی
روتی جا رہی تھی۔۔وہ آج کتنی تکلیف میں تھا۔۔وہ
ٹوٹنے کا درد سمجھتی تھی۔۔۔وہ بھی تو ٹوٹی تھی۔۔اور
آج حیدر کو توڑ کر وہ ایک بار پھر بری طرح ٹوٹی تھی۔
مجھے معاف کرنا حیدر مجھے معاف کرنا۔۔۔یہی ہمارا
مقدر تھا۔۔وہ رگڑ رگڑ کر اپنا چہرہ صاف کر رہی تھی۔۔
پھر اس نے رکشہ لیا اور گھر واپس آگئی گھر آکر بھی وہ
چھپ کر خوب روئی تھی۔۔جسکے نتیجے میں وہ 20 دن
بخار میں تپتی رہی تھی۔۔۔
زاریہ جمال میری پہلی محبت اور آخری بھی۔۔ بچپن
سے میں نے اپنے دل میں اسکے لیے جگہ رکھی تھی۔۔
وہ گول مٹول سی سیاہ آنکھوں والی زاریہ جب روتی تھی
تو میرے دل کو کچھ ہوتا تھا اور پھر اسکو بہلانے کے
لیے میں لاکھ جتن کرتا تھا۔۔کب بچپن سے ہم بڑے

ہو گئے اور مجھے اس سے محبت ہو گئی۔۔۔نہ جانے کیوں مجھے اسکے علاوہ کوئی بھاتا ہی نہیں تھا۔۔اپنے ہمسفر کے روپ میں ہمیشہ میں نے زایہ کو دیکھا۔۔ جمال انکل نے میرے کہنے پر اسے میری یونیورسٹی میں ایڈمشن دلایا تھا۔۔کیونکہ جیسے ہی ہم بڑے ہوئے ہماری دوستی کے بیچ ایک گیپ سا آگیا تھا۔۔وہ بہت کم گھر سے نکلتی تھی۔۔میں نے بھی انکے گھر زیادہ آنا جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔۔لیکن جب زاریہ میری یونیورسٹی میں آئی تو میرا دل خوش اور مطمئن تھا کہ وہ میرے نظروں میں تو رہے گی۔۔وہ بہت معصوم تھی۔۔بہت پاکیزہ سی۔۔یونیورسٹی میں وہ اکثر مجھ سے سٹڈیز کے سلسلے میں ملتی تھی۔ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنے فیوچر کے بارے میں بتاتے۔۔گھریلو اور سیاسی امور پر بھی خوب بات کرتے۔وہ بہت ذہین تھی معاشرے پر اُسکی گہری نظر تھی۔۔وہ ہر ایشو پر خوبصورتی اور نرمی سے بولتی اور اگلوں کو قائل کرتی تھی۔وہ بہت پڑھنا چاہتی تھی اور جمال انکل اسے خوب پڑھانا چاہتے تھے۔۔۔وہ جمال انکل کی لاڈلی تھی۔۔وہ اسکو خود یونیورسٹی لینے اور چھوڑنے آتے

تھے۔۔۔جب انکی وفات ہوئی تب میں نے زاریہ کو دیکھا تھا۔۔سوجی ہوئی آنکھیں اور بکھرا ہوا وجود۔۔ آنکھوں سے آنسو تیزی سے بہہ رہے تھے۔۔میں اس وقت امی کے ساتھ انکے گھر پر ہی موجود تھا۔۔وہ بار بار انکل جمال کے ساتھ لپٹ رہی تھی۔۔جنازہ ادا کر کے جب ہم گھر آئے تو وہ بار بار بے ہوش ہو رہی تھی۔۔ہانیہ اور آنٹی ساجدہ شدید صدمے کے باوجود اسکو سنبھال رہے تھے۔۔تمام محلے والی عورتیں اسے دلاسے دے رہی تھیں مگر وہ صرف رو رہی تی۔دیوانہ وار رو رہی تھی۔کہ ایک دم آنٹی ساجدہ نے اسکو تھپڑ لگایا تھا جس سے وہ سکتے میں آگئی اور میں ایک چپ میں بیٹھ گئی۔۔پتا نہیں میرے دل کو کیا ہوا تھا۔اسکی یہ حالت مجھے پاگل کر رہی تھی میں فوراً وہاں سے تیز تیز قدم اٹھاتا باہر

نکلا تھا اور باہر نکلتے ہی میں نے زوردار مکا دیوار پہ دے مارا تھا۔۔میں اس وقت خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا تھا۔۔جو حادثہ انکی زندگی میں رونما ہوا تھا میں اسکو تو نہیں بدل سکتا تھا۔۔مگر میں زاریہ کو چپ کروانا چاہتا تھا۔۔اسے بہلانا چاہتا تھا۔۔اسکو اپنے سینے سے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

لگا کر احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ اکیلی نہیں ہے۔۔ مگر میں بے بس تھا۔۔ اس کے آنسو میرے دل پر گر رہے تھے اور میں چپ کھڑا خود پر ضبط کر رہا تھا۔۔ کچھ دیر اور کھڑا رہتا تو میں نے اسے آگے بڑھ کر تھام لینا تھا۔۔ اسکی رسوائی کے ڈر سے میں باہر نکل آیا تھا۔۔ دن گزر رہے تھے تقریباً 3 ہفتے بعد وہ یونیورسٹی آئی تھی۔۔ وہ بالکل مرجھا گئی تھی۔۔ میں روزانہ کچھ وقت نکال کر اسے ضرور سمجھاتا تھا۔۔ میں نے خود سے اسے اتنا اٹیچ کر لیا تھا تاکہ وہ اپنی تکلیف میرے ساتھ شیئر کر سکے۔۔۔

ایک دن میں نے اسکے سامنے اپنی محبت کا اظہار کر دیا۔۔ اس دن بارش خوب برسی تھی۔۔ وہ میرے اظہار پر کچھ نہیں بولی تھی مگر اسکے چہرے پر موجود مسکراہٹ مجھے اندر تک پرسکون کر گئی تھی۔۔ محبت کا رنگ اس میں عجیب ہی نکھار پیدا کر گیا تھا۔۔ اسکو میں نے جاب کرنے سے منع کیا اور اسکے لاکھ منع کرنے اور ناراض ہونے کے باوجود میں اسکے سمسٹر کی فیس ادا کر دیتا تھا وہ مجھ سے کبھی بھی پیسے نہیں لیتی تھی اس لیے میں خود زبردستی اسکی ضرورت کا خیال رکھتا تھا۔۔

اسی دوران میری انجینئرنگ کمپلیٹ ہو گئی اور ابو کے دوست نے مجھے انٹرن شپ کے لیے یو کے بلوا لیا۔۔ میں جانے سے پہلے زاریہ کو کوئی تحفہ دینا چاہتا تھا۔۔ ایک دن امی جیولر کے پاس گئی تو میں بھی انکے ساتھ تھا۔۔ میری نظر شیشے کے ایک میں لگے ایک چمکدار نفیس سے بریسلٹ پر پڑی تو وہ ہی لینے کا ارادہ کیا میں نے اور وہ لے کر میں زاریہ سے ملنے گیا۔۔ میں آنٹی ساجدہ سے بھی ملنا چاہتا تھا۔۔ دروازہ کھلتے ہی اسکا گلابوں جیسا چہرہ براؤن دوپٹے کے ہالے میں اور بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔۔ ہمیشہ اسے دیکھ کر بہت پاکیزہ سا احساس دل میں جاگتا تھا۔۔ اور پھر اس دن زاریہ کے چہرے پر موجود شرم حیا اور محبت کے رنگ دیکھ کر میں بہت مسرور تھا گو کہ وہ اظہار نہیں کرتی تھی مگر اسکا بولتا چہرہ اور بولتی آنکھوں سے سب عیاں تھا۔۔ میرے جانے کے بعد میں نے کافی زور لگایا کہ امی زاریہ کا رشتہ لیکر جائیں کیونکہ زاریہ سے میرا کوئی رابطہ نہیں تھا۔۔ اسکا فون آف تھا میں نے وہاں پہنچ کر تقریباً 4 دن بعد نمبر آن کیا۔۔ زاریہ کو فوراً فون ملایا مگر اسکا نمبر مسلسل بند تھا پھر میں نے امی کو کہا۔۔

گو کہ انہیں میں زاریہ کے بارے میں پہلے بتا چکا تھا۔۔ انہوں نے جواب تو کوئی نہ دیا مگر خاموش ہی رہیں پھر میرے مجبور کرنے پر ایک ماہ بعد ہی وہ رشتہ لے کر زاریہ کے گھر گئیں مگر انہوں نے انکار کر دیا کہ زاریہ کا رشتہ کہیں اور طے ہو گیا اور زاریہ نے میرا تحفہ بھی واپس بھجوا دیا۔۔

یہ سنتے ہی مجھے شدید تکلیف ہوئی تھی۔۔ مجھے پھر بھی یقین نہیں تھا کہ زاریہ ایسا کر سکتی ہے۔۔ میں اسی وقت واپس آنا چاہتا تھا مگر فوری طور پر آنا ممکن نہ ہو سکا۔۔ بڑی کوششوں کے بعد جب ادھر پہنچا تو واقعی پتا

چلا کہ زاریہ کی منگنی اسکے خالہ ذار کے ساتھ طے ہو چکی ہے اور شادی کی تاریخ بھی طے کر دی گئی۔۔ مگر کچھ ایسا تھا جو مجھے کھٹک رہا تھا۔۔ میں زاریہ سے ملنا چاہتا تھا اور ہر حال میں ملنا چاہتا تھا مگر مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیسے ملا جائے۔۔ امی بتا رہی تھی کہ ساجدہ آنٹی نے بہت بری طرح انکار کیا اور وہ مجھے بہت برا بھلا کہہ رہی تھیں۔۔ اس لیے میں ابھی تک انکے گھر نہیں گیا تھا۔۔ میں صرف ایک بار زاریہ سے ملنا چاہتا تھا اس سے حقیقت پوچھنا چاہتا تھا۔۔ مجھے ابھی تک اس سے کوئی گلہ نہیں تھا کوئی مشکوہ نہیں تھا۔۔ سچ بتاؤں تو مجھے تو اسکی منگنی کا بھی یقین نہیں تھا میں اسے صرف اپنی زاریہ سمجھتا تھا۔۔ بس ایک دن میں نے دیکھا ساجدہ آنٹی سلائی والی خالہ کے گھر کچھ کپڑے دے کر گئی ہیں انکا چھوٹا بیٹا تھوڑا لالچی تھا میں نے اسے

چاکلیٹ اور سو کا نوٹ دکھایا تو وہ فوراً میری بات مان گیا اور زاریہ کو گھر سے بلا لایا۔۔۔ پھر وہ دشمن جاناں میرے سامنے کھڑی تھی۔۔ حیرت و بے یقینی سے مجھے تک رہی تھی۔۔ کتنے دنوں بعد اسکو دیکھا تھا۔۔ وہ پہلے کی نسبت کمزور ہو گئی تھی۔۔ سرخ، گلابی رنگتا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔۔ میرا دل تو کیا کہ اسے گلے لگا کر پوچھوں کہ کیوں مجھے اتنا ستا رہی ہو۔۔ کیوں میری محبت میرے صبر کو آزما رہی ہو۔۔ کیوں میرے ہوتے ہوئے کسی اور کی ہونے جا رہی ہو۔۔

صرف ایک نظر میری آنکھوں میں دیکھو تمہاری چاہ میں زاریہ جلال مر رہا ہوں میں تمہیں کھونے کا احساس مجھے دن بدن توڑ رہا ہے۔۔ میرے تمام وجود

کو میرے تمام خیالوں کو رد کر دو ایک بار کہہ دو کہ تم میری ہو۔۔ پوری دنیا جھوٹی ہے۔۔۔ تمہارے ایک بار کہنے پر میں یقین کر لوں گا مگر کچھ بولو۔۔ دل کی تمام باتیں دل میں ہی رہیں میں اسکو ملنے کا کہہ کر وہاں سے چلا آیا۔۔ اس نے آنے سے منع کیا تھا مگر میرا دل جانتا تھا۔۔ وہ آئے گی وہ ضرور آئے گی۔۔۔

اور پھر زاریہ نے اس شام اسکو کیسا رد دیا تھا کیسا ٹھکرایا تھا وہ کہہ رہی تھی اسے حیدر سے محبت نہیں۔۔ تو کیا زاریہ کی آنکھیں جھوٹ بولتیں تھیں کیا اسکے تاثرات نقلی تھے۔۔

نہیں۔۔ وہ لڑکی ریاکار تو نہیں تھی۔۔۔ جھوٹی تو نہیں تھی۔۔ پھر کیوں آج اس نے حیدر کی محبت کو مسترد کر دیا تھا۔۔ اس نے تو حیدر کو واضح لفظوں میں اس سے ملنے سے منع کر دیا تھا۔۔ تو کیا زاریہ جلال تم آباد رہو۔۔ تم شاد رہو۔۔ حیدر علی زاریہ جلال سے جدا ہو گیا آج۔۔ بچپن کی دوست اوائل عمر کی محبت سب کچھ ختم کر گئی تھی۔۔ وہ۔۔ وہ اسے برستی بارش میں جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔۔ اسکی آنکھیں جس بری طرح برس رہی تھی۔۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا۔۔ وہ ٹوٹ گیا تھا بکھر گیا تھا۔۔ زاریہ تم نے مجھے توڑ دیا۔۔ تمہارے ہاتھوں میں ہار گیا۔۔ وہ واپسی میں بارش میں کار ڈرائیو کرتے خوب رویا تھا۔۔ اسے کیا خبر تھی کہ زاریہ بھی تو بری طرح ٹوٹ چکی تھی۔۔

جس دن زاریہ کی بارات تھی اسی دن حیدر کی یو کے واپسی تھی۔۔ جسے ہی بارات آئی پوری گلی ڈھول باجوں سے گونج اٹھی تھی۔۔ حیدر کا بس نہیں چلتا تھا کہ اپنے آپکو شوٹ کر لے وہ بے زار ہوا کبھی ادھر جا رہا تھا کبھی اُدھر جا رہا تھا کبھی اُدھر۔۔ اسکی زاریہ آج ہمیشہ کے لیے اس سے الگ ہو گئی اسکی دسترس سے نکل وہ کسی اور کی ملکیت بن گئی۔۔ بارات کو آئے کافی ٹائم گزر چکا تھا۔۔ حیدر کی فلائٹ میں ابھی 4 گھنٹے باقی تھے۔۔ وہ جلدی جلدی اپنا سارا سامان ٹیکسی میں رکھ رہا تھا۔۔ اُس نے ایئر پورٹ سے گاڑی منگوائی تھی۔۔ گھر میں ابھی کسی کو پتا نہیں تھا کہ وہ گاڑی منگوا چکا ہے کیونکہ فاطمہ بیگم اور حیدر کے ابا نے اسے ایئر پورٹ اپنی گاڑی پر چھوڑنے جانا تھا۔۔ وہ بار بار ٹھنڈے پانی سے منہ دھو رہا تھا۔۔ ٹھنڈی بوتلیں نکال کر پی رہا تھا۔۔ وہ انجان اتنا حسین سمجھ پا رہا تھا کہ یہ جلن اسکے

دل پہ ہے یہ آگ اسکے دل کو جھلسا رہی ہے وہ کوئی بھی جتن کر لے یہ آگ نہیں بجھے گی۔۔ اس نے اپنی پیکنگ کو فائنل ٹچ دیا اور فاطمہ بیگم سے ملنے انکے کمرے کی طرف چل دیا۔۔۔

واپسی پر باقاعدہ قانوناً اور شرعاً تمہیں اپنے نام لکھو اؤں گا۔ نکاح کے کاغذات پر دستخط کرتے وقت حیدر کے یہ الفاظ زاریہ کی سماعتوں سے ٹکرائے تھے اور پین اسکے ہاتھوں سے لڑھک گیا تھا۔۔ اس نے دوبارہ پین کو مضبوطی سے تھاما۔۔ ماجد شبیر ولد شبیر علی آپکو اپنے نکاح میں قبول ہے۔۔ اور پھر تینوں بار اس نے جی کہہ کر خود کو ماجد شبیر کو سونپ دیا تھا۔۔ لائٹ پنک اور گولڈن دوپٹے کے پیچھے چھپی اسکی دو خوبصورت آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر آئیں تھیں۔۔ میں نے تمہیں کھو دیا۔۔ حیدر میں نے تمہیں کھو دیا۔۔ تمہارے جیسی محبتیں مجھ سے کون کریگا وہ محبتوں کی شامیں اب کبھی واپس نہیں آئیں گی۔ آج حقیقتاً ہماری محبت کی شام ہو گئی۔۔ اور شام کے بعد رات ہوتی ہے باقی جو گزرے گی وہ رات ہو گی بس رات۔۔۔ اس نے چھپ کر ساجدہ بیگم کے سینے سے لگ کر اپنے آنسو پونچھے تھے۔۔۔ ہاں ناہید آج وہ منحوس رخصت ہو رہی ہے۔۔ آج میرا دل مطمئن ہو گیا۔۔ اس زاریہ کی بچی نے پتا نہیں کیا گھول کر پلا دیا تھا میرے بچے کو کہ یو کے چھوڑ کر آ گیا۔۔ مگر میں نے بھی انکو کم تو ذلیل نہیں کیا تھا۔۔ میں جانتی تھی وہ ماں بیٹی بہت غیرت مند ہیں اتنی سننے کے بعد وہ حیدر کا سوچیں گی بھی نہیں۔۔ اور یہ ہی ہوا۔۔۔

ہاں بہن بس یہ ہی ہوا سانپ بھی مر گیا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹی۔۔ فاطمہ بیگم کا قہقہہ ہوا میں بلند ہوا۔۔۔

بس اب تم اپنی بیٹی کی شادی کی تیاری کرو۔۔۔ اگلی بار جب حیدر آئے گا تو اپنی بھانجی کو میں اپنی بیٹی بناؤں گی۔۔۔ فاطمہ بیگم اپنی چھوٹی ہمشیرہ سے فون پر گفتگو تھیں۔۔۔ فون بند کر کے وہ جیسے ہی مڑیں حیدر انکے پیچھے کھڑا تھا آنکھوں سے جیسے انگارے نکل رہے تھے۔۔۔

کیا کیا آپ نے زاری کے ساتھ کیا کہا تھا آپ نے اسے۔۔ بولیں جواب دیں مجھے۔۔۔ وہ اونچی آواز میں دہاڑا تھا۔۔ حیدر کے ابو بھی ڈرائینگ روم میں آ گئے تھے۔۔ فاطمہ بیگم کے حیدر کو اس حالت میں دیکھ کر

ہوش اُڑ گئے تھے۔۔

پوچھیں ان سے کیا کیا انہوں نے زاریہ کے ساتھ۔۔

کیا کہا انکو پوچھیں ابو ورنہ میرا دماغ پھٹ جائیگا۔۔ اسکی آنکھوں سے آنسو ابل رہے تھے۔۔ وہ اپنی کنپٹیاں سہلا رہا تھا۔۔۔

رضا صاحب تو اس معاملے سے بالکل انجان تھے اسلیے وہ کبھی شرمندہ سی سر جھکائے فاطمہ بیگم کو دیکھتے کبھی اپنے محبتوں نما بیٹے حیدر کو تکتے۔۔۔ آخر ماجرا کیا مجھے بتاؤ حیدر۔۔۔ وہ پریشانی سے بولے۔۔۔ ابو انہیں کہیں کہ بولیں بتائیں مجھے میرے جانے کے بعد یہ زاریہ کا رشتہ لے کر گئیں وہاں کیا بات ہوئی کیا کہا انہوں نے زاری کو۔۔ پوچھیں۔۔ پلیز۔۔۔

میں بتاتی ہوں حیدر بھائی آپکو۔۔ ہانیہ جو ساجدہ بیگم کے کہنے پر نکاح کی مٹھائی دینے آئی تھی۔۔۔ اندر سے آتی آوازیں سن کر تھم سی گئی تھی۔۔ وہ آج چپ نہیں رہنا چاہتی تھی۔۔ اس نے زاریہ کو چھپ چھپ کر روتے ہوئے دیکھا تھا۔۔ جس شام زاریہ کو حیدر کی ماں نے ذلیل کی اس شام ہانیہ نے زاریہ کو بری طرح ٹوٹتے بکھرتے ہوئے دیکھا تھا۔۔ کیا یہ تکلیف صرف اسکی بہن کے مقدر میں لکھی تھی کیا اسے اکیلے تا عمر یہ درد برداشت کرنا تھا۔۔ کیا وہ حیدر علی سے محبت کی اکیلے ہی مرتکب ہوئی تھی۔۔ نہیں بالکل بھی نہیں۔۔ آج اسے حیدر علی کو وہ تمام سچائی بتاتی تھی جو فاطمہ بیگم چھپا گئی تھیں اور شاید اب بھی وہ بہانہ کر جاتیں مگر ہانیہ آج چپ نہیں رہی تھی۔۔ وہ کم گو اور خاموش سی ہانیہ آج دل کھول کر بولی تھی اور فاطمہ بیگم کی کہی ایک ایک بات وہ ذلت و رسوائی کے جملے و روہ الزامات سب ہانیہ نے کھل کر بتایا۔۔۔ اور اس دن کے بعد زاریہ کی خاموشی آنسو اور حیدر کو چپکے چپکے رو رو کر یاد کرنا۔۔ ماں کی ذلت پر شرمندہ ہونا۔۔ زاریہ کا ٹوٹ کر بکھرنا وہ سب بتا گئی تھی۔۔ اور جہاں فاطمہ بیگم اور رضا صاحب سر جھکا گئے تھے وہیں حیدر بت بنا کسی پتھر کی مانند ساکت تھا۔۔

ہانیہ سب بتا کر وہاں رُکی نہیں تھی۔ بس واپسی پہ وہ یہی سوچ رہی تھی حیدر علی تمہیں حقیقت بتانا بہت ضروری تھا۔۔ اگر تمہیں حقیقت کا پتا نہ چلتا تو شاید تم زاریہ جمال کو بے وفا سمجھ کر بھول جاتے مگر اب تم بھی تمام عمر اسی اذیت میں مبتلا رہو گے جس میں زاریہ

جمال ہے۔۔۔محبت تم دونوں نے کی کفارہ کوئی ایک کیوں ادا کرے۔۔

شام گہری ہو رہی تھی۔۔رخصتی کا وقت آن پہنچا تھا۔۔زاریہ کو اپنے قدم من من بھاری محسوس ہو رہے تھے۔۔آج اپنے باپ کا گھر چھوڑتے ہوئے اسے جمال صاحب کی ٹوٹ کر یاد آئی تھی۔۔اس نے باپ کا خواب ادھورا چھوڑ دیا تھا اس نے تعلیم چھوڑ دی تھی۔۔مگر باپ کا گھر چھوڑنا اتنا اسان نہیں ہوتا وہ ساجدہ بیگم کے گلے لگ کر خوب روئی تھی کاش وہ اپنے باپ کے سینے سے بھی لگ کر روتی۔۔ہانیہ کو ڈھیر سارا پیار کیا تھا اس نے ہانیہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھری تھیں مگر وہ اپنی پیاری بہن کو مزید کمزور نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔وہ جانتی تھی اس وقت زاریہ پر کیا بیت رہی تھی۔۔وہ زاریہ کو ڈھیروں پیار کر کے رخصت کر رہی تھی۔زاریہ کو دروازے سے باہر لے کر آئے مووی اور فوٹو لینے کی وجہ سے آہستہ آہستہ باہر لایا جا رہا تھا وہ ماجد کے ساتھ خوب جچ رہی تھی۔۔ماجد اسے بڑی چاہ سے لے کر جا رہا تھا۔۔مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتی جو چپکے سے نکل کر حیدر کے پاس پہنچ جاتا تھا۔۔دروازے سے نکلتے وقت اس نے آسمان پر ایک نظر ڈالی وہی سرمئی گہری شام۔۔آسمان پر ہلکی ہلکی بدلیاں۔۔ایک ہی پل میں حیدر اور اسکی محبت زاریہ کے ذہن میں کسی فلم کی طرح چلی تھی۔۔اس نے فوراً سر جھکا لیا۔۔آج تو اسکی محبت کی بھی شام ہو گئی تھی۔۔آج تو تمام باب تمام در محبت کے بند ہو گئے تھے۔۔آج زاریہ جمال حیدر علی سے تا عمر کے لے جدا ہو گئی تھی۔۔آج وہ ماجد شبیر کی امانت ہو گئی تھی۔۔اور امانت میں خیانت تو اسے آتی ہی نہیں تھی۔۔وہ سر جھکا کر خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔۔آنسو تھے کہ تھم نہیں رہے تھے۔۔کیونکہ زاریہ کی گاڑی سے آگے بھی گاڑیاں کھڑی تھیں جن پر مہمان سوار ہو رہے تھے۔۔اسلیے وہ آرام سے گاڑی کی پشت میں سر ٹکا کر بیٹھ گئی تھی۔اگلے ہی لمحے اس نے تیزی سے اپنی آنکھیں کھولیں حیدر علی جو کسی تھکے ہارے انسان کی مانند اپنے بیگ اٹھا کر ٹیکسی میں رکھ رہا تھا زاریہ کی نظر پڑتے ہی اسکی نظریں بھی زاریہ پر پڑی تھیں۔یہ محبت کی کشش تھی کہ دونوں کی آنکھوں کا ایک ساتھ ٹکراؤ ہوا تھا۔۔

حیدر کے ہاتھ سے بیگ چھوٹ گیا تھا۔۔اور زاریہ سے بھی آج ضبط نہ ہو پا رہا تھا وہ اپنے خوبصورت مہندی سے سجے گورے ہاتھوں سے کھڑکی پکڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔۔آنکھوں سے اشک رواں تھے۔۔حیدر علی کی آنکھیں چیخ چیخ کے بتا رہی تھیں کہ وہ بھی آج ٹوٹ گیا بکھر گیا اسکی محبت کی بھی شام ہو گئی۔۔آج وہ زاریہ کی آنکھوں میں چھپی بے بسی کو دیکھ پایا تھا۔۔

ایک بار پھر وہ بے بس تھا وہ اس روتی ہوئی زاریہ کو تھام نہیں سکتا تھا۔۔اسکو چھپا نہیں سکتا تھا کل وہ کسی کی عزت تھی آج وہ کسی کی امانت تھی۔۔۔وہ دونوں بس ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور اپنے قدموں کے فاصلے پر بھی دونوں کی خاموشیاں دونوں کی سنائی دے رہی تھیں۔۔بیٹا

کسے دیکھ رہی ہو۔۔زاریہ کی خالہ جو اب اسکی ساس بھی تھیں ابھی ہی

زاریہ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھیں اور وہ اب زاریہ کی نظروں کے تعاقب میں باہر دیکھ رہی تھیں۔۔

زاریہ ایک دم گھبرا گئی اور فوراً اپنے آنسو پونچھ ڈالے وہ وہاں میں ایک بچے کو دیکھ رہی تھی۔۔

مگر وہاں تو کوئی بھی نہیں ہے خیر چھوڑو۔۔۔چپ ہو جاؤ میں بھی تمہاری ماں جیسی ہوں تم پریشان نہ ہو۔۔۔انہوں نے سمجھا کر ماں باپ سے جدائی کے وقت پر بیٹی اسی طرح روتی ہے زاریہ بھی اسلیے رو رہی تھی۔۔

مگر اس کیا معلوم کہ وہ آج ماں بہن کے علاوہ اس شخص سے جدا ہو گئی جسے وہ اپنی زندگی کا محور مانتی تھی۔۔

زاریہ نے نظر بچا کر پھر دیکھا مگر حیدر وہاں موجود نہیں تھا۔۔وہ جانتی تھی وہ اسکو رسوائی سے بچانے کے لیے ہی کہیں ادھر اُدھر ہو گیا تھا۔۔خوب شور شرابے سے زاریہ کی بارات گزر رہی تھی۔۔

حیدر ایک بڑے سے درخت سے ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔۔زاریہ کی گاڑی جیسے ہی قریب سے گزری اسکے دل کو کچھ ہوا تھا۔اسے اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔وہ وہیں پہ ڈھے گیا تھا۔۔وہ ہانیہ کے جانے کے بعد

بالکل خاموشی سے اپنا سامان پیک کرتا رہا۔۔اور پھر واپس کبھی نہ آنے کا تہیہ کر کے وہ فاطمہ بیگم کے ملے

بغیر ہی گھر سے نکل آیا تھا اس نے کسی کو کچھ نہیں کیا
تھا کہنے کو بچا ہی کیا تھا کیونکہ زاریہ کے نکاح کی مٹھائی
اسکے سامنے موجود تھی۔۔
کاش زاریہ ایک بار مجھے تم تمام حقیقت بتا دیتی تو آج یہ
شام مجھے نہ دیکھنی پڑتی میں تمہیں تمہارا کھویا ہوا مان
واپس دلاتا۔۔ ایک بار مجھے بتاتی۔۔۔ وہ وہیں
درخت کے نیچے دوزانوں بیٹھ کر رو پڑا تھا۔۔ اور
آسمان کو بھی شاید محبت کی اس اداس شام پر رونا آ گیا
تھا۔۔ حیدر علی مکمل طور پر بھیگ چکا تھا کچھ زاریہ سے
ہمیشہ کی جدائی سہنے آنسوؤں سے اور کچھ آسمان سے
برستے مینہ سے اسکے ایئرپورٹ پہنچنے تک آسمان بھی
خوب رویا تھا۔۔ اور حیدر علی کی تو آنکھیں شاید اب
کبھی خشک نہیں ہونی تھیں۔۔۔
ختم شد
کبریٰ نوید۔ لاہور

با نجھ زویا حسن۔ سیا لکو ٹ

تمہیں پتہ ہے نوراں بی بی انتظار کیا ہو تا ہے؟ چل میں تجھے بتاتی ہوں وہ جواب کا انتظار کیے بنا بولی کہ مذید کسی بھی قسم کے انتظار کی اسکی روح متحمل نہ تھی۔ " انتظار میں روح جسم کے پنجرے میں آلتی پالتی مارے کسی گیان کے ملنے کی چاہ میں بیٹھی رہتی ہے پھر خواہ بیسویں پر ذور گھوڑے جسم کو کچلتے نکل جائیں وہ اپنی جگہ نہیں چھوڑتی۔ اور پھر اس حالت میں جب کوئی صور پھو نکنے والا صور پھونکتا ہے اور روحیں جسم سے الگ ہوتی ہیں کسی گیان کو حاصل کیے بغیر تو اس سے بڑھ کر بے بسی کیا ہو سکتی ہے نوراں بی بی" آسیہ نے اس نقطے سے جہاں اسکی آنکھیں کئی گھنٹوں سے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں نظر کے زاویوں کو ترچھا کیا اور نوراں بی بی پہ ڈال دیئے۔ نوراں بی بی ہقابقا سے تکتی تھی کہ بی بی آسیہ کیا بولے جاتی تھی۔ وہ تو محض کمرے کی جھاڑ پونجھ کرنے بی بی کے کمرے میں منہ اندھیرے آئی تھی کہ بی بی بڑی صفائی پسند تھی۔ ذکر ازکار کرنے والی۔ بی بی ہمیشہ کی طرح گم صم بیٹھی تھی اور اب ناجانے کیا بولے جاتی تھی۔ کمرے کے پردے ہٹا کر جب وہ مڑی تو نومولود سورج کی کرنیں بی بی کے چہرے پر امید کے سنہرے پن کو لیے طلوع ہوئیں۔ "مگر نہیں ابھی صور پھونکے جانا باقی ہے مولا علی علیہ السلام کے نام کل کے خط میں میں نے شکایت لگائی ہے بی بی زہرہ علیہ السلام کی کہ جواب نہیں دیتیں۔ پو

رے دس صفحوں کی چٹھی بھیجی ہے جواب ضرور آئے گا" آسیہ بی بی نے خوشی کہ جذبے کو جسم پہ اٹھائے نو راں بی بی کو پل بھر میں جادبوچا تھا۔" بتا آے گا نہ جوا ب نوراں" نوراں خوف کے مارے کانپنے لگی تھی " چھوڑیں بی بی مجھے آپ پہ تو جی جن آتے ہیں جی۔او پرسے بانجھ ہیں نحوست ہی نحوست۔کہوں گی صاحب کو کہ نہیں کام کر سکتی میں مزید یہاں۔توبہ توبہ۔" نو راں نے آسیہ کے ہاتھوں پہ ناخن گاڑتے خود سے ا لگ کیا تھا اور اب بالکونی میں بھاگی جاتی تھی اور بربر ائے جا تی تھی۔

یہ ہیں سب خطوط باری صاحب میری مسز ذہنی طور پہ کس سطح پہ ہیں میں نہیں جانتا بچے کی خواہش نے اسے ا سقدر جنونی بنا دیا ہے کہ اب تو راتوں کو خود ہی نومولو د بچے کی طرح رونے لگتی ہے اور پھر خود ہی ماں بنے اپنے آپ کو چپ کرواتی ہے۔پچھلے دو سالوں میں یہ ۲۵۰ خط لکھ چکی ہے،اور اس سے پہلے کے خط میں جلا چکا ہوں۔کبھی کس صحابی کہ نام کبھی کس قلندر کے نام۔خدا کو خط نہیں لکھتی۔کہتی ہے رب سائیں کو کچھ نہ بتاؤں گی کیا وہ نہیں جانتا آسیہ کن عذابوں کو پشت پہ لادے ہے۔کہتی ہے من میں رہنے والا من کی آگ کو نا جانے تو گلہ کیو نکر اور کس سے کرے۔کہتی ہے خدا سے نہ کہے گی کہ اب ۲۵ سال بیت گئے روگ اسکی جوانی کو کھا گیا اور آنکھوں میں آنسوؤں نے موتیا اتار دیا۔کہتی ہے اب تو رگوں میں صرف انتظار گرد ش کرتا ہے۔۔مگر باری صاحب مجھے ہمیشہ سے یہ لگتا ہے آسیہ نے خدا سے کبھی یوں نہیں مانگا جیسے مانگنے کا حق ہوتا ہے۔وہ چاہتی رہی خدا بن مانگے یا منہ زبانی اسکی مانگی دعائیں پوری کر دے۔ہم کو درا صل دعا کی اصل کو سمجھنے کی ضرورت ہے دعا الفاظ کی محتاج نہیں۔جب کوئی سائل دل کے درد کو بدن کی رگوں سے سینچتا ہے اور اس میں اللہ ھو کے انزائیمز بھی ہوں اور امید کی چاشنی بھی۔اپنے داتا کی یکتائی کا اقرار بھی ہو اور اپنے باوفا رہنے کی یقین دھانی بھی۔روح جسم میں انتظار لیے بیٹھی تو ہو مگر اس احساس کے ساتھ کے گیا ن ملے گا تو ایک ہی در سے۔سفارشیں تو ڈالی جائیں مگر قبلہ درست رہے۔تو دعا معراج کو چھوتی ہے خدا تب

کٹوریاں بھر بھر دیتا ہے سنبھالنے سے سنبھلتا نہیں۔ با
ری صاحب آسیہ نے اپنے کئی قبلے بنا رکھے ہیں۔ اور
خدا سے ضد لگائے بیٹھی ہے کہ اسے نہیں بتائے گی
اور وہ بھی بے نیاز رہتا ہے۔ مگر پھر بھی آسیہ کے دل
کا سکون چھین لیا ہے اس نے کہ وہ آئے گرتی پڑتی
کبھی تو دستک دے مگر وہ نہیں دیتی جھجک اور انا کا حجا
ب ہے جو اٹھتا نہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے جن
سے مانگتی ہے وہ خدا کے رفیق ہیں۔ خدا کے ولیوں
سے خدا کی شکائتیں لگاتی ہے۔ جنھوں نے ایک قبلے
کی نشان دھانی کرائی انکو قبلہ مانتی ہے۔" پروفیسر رضا
شاہد نے اپنے بالوں پہ اٹکائے نظر کے چشمے کو آنکھو
ں کی نمی پہ سجا دیا۔

باری صاحب جو کہ ایک ماہر نفسیات تھے رضا شاہد
کے ڈرائینگ روم کے ہلکے ہلکے اندھیرے میں رچی
خنکی میں صوفے پہ دھنسے ان خطوط کو سرسری طور پہ
پڑنے کی کوشش میں تھے جو ایک ہی مدعا لیے ہوے
تھے ۔اولا د کا
مد عا۔

وہ حیران ہو رہے تھے کہ آسیہ جو آکسفورڈ کی گریجو
یٹ تھی اسقدر مشکل اردو اور پنجابی میں جذبات کے
ساتھ کس طرح لکھ سکتی تھی۔ محرومی انسان کو علم کی
گلیوں میں گھسیٹ گھسیٹ چلاتی ہے۔تب شعور میں وہ
کچھ بھی آتا ہے جو کبھی پڑھا نہ سنا۔
امام حسین علیہ السلام کے نام خط میں اس نے لکھا تھا

سا ئیا ں وے
میں ڈھیر غماں دے دھواں جی کر دا تینوں کول بٹھا کہ
کو کا ں ما ر ما روا ں۔

مگر آسیہ جس بیک گراونڈ سے تھی وہ پنجابی لکھ تو کیا بو
ل بھی نہیں سکتی تھی۔ "آپ بچہ adopt کیوں نہیں
کر لیتے مسٹر رضا میرے خیال میں اس سے بہتر حل
ان حالات میں اور کوئی نہیں ہے۔میں تو حیران ہوں
شادی کے ۲۵ سال بعد بھی جب آپ غالبا ۵۵ کے اور
آپ کی مسز ۴۵ کی ہو گئی ہیں اولاد کے ہونے کی امید
لگائے بیٹھے ہیں۔strange" ڈاکٹر باری نے رضا کو
سخت تنقید کرتے ہوئے کہا تھا۔
"وہ نہیں مانتی وہ کہتی ہے وہ جسم کے امتحان میں بیٹھے
بغیر روح کو تخلیق کے مراحل میں کیسے ڈال سکتی
ہے۔وہ کہتی ہے وہ اپنی رگوں سے محبت کشید نہیں کر

سکتی جب تک انہیں رگوں کو مدھانی میں ڈال کر خوب گرائینڈ نہ کر لے۔وہ کہتی ہے وہ پیدائیش کے وقتوں میں خدا سے ھاتھ ملانے جب تک اس دھرتی پہ پاوں رکھ نہیں لے گی وہ ماں کیسے بن سکتی ہے؟" آپ نہیں جانتے اور نہ ہی شاید میں کہ بانجھ ہونا کیا ہے اور آسیہ ذھنی طور پہ کہاں کھڑی ہے" رضا شاہد نے رومال سے اپنی آنکھوں کو رگڑتے ہوے بے چارگی سے ڈاکٹر باری کو دیکھا کے آسیہ رضا شاہد کی پہل محبت تھی اور وہ اسکو روز قطرہ قطرہ پگھلتے ختم ہوتے دیکھ رہے تھے۔"میری کوکھ میں خشکی نے پیر جما لیے ہیں اے دربار مولا بخش کے مالک مجھ پے زرخیزی کی پھوار ڈال۔میں ننگے پاوں تیرے آستانے پہ دھمال ڈالوں گی تو میری بانجھ پن کی گرہیں کھول۔سوا من چاول کی نیاز میں تیری گلیوں کے کبوتروں کو کھلاوں گی آسیہ ایک خط لکھ رہی تھی اور ہمیشہ کی طرح آہ و بقا کرتے بلند آواز میں پڑتی جا تی تھی

ڈاکٹر باری اور رضا شاہد اسکے کمرے کے باہر کھڑے اسے بغور دیکھ رہے تھے وہ زمین پہ دوزانوں بیٹھی تھی اور

روتی جا تی تھی

"میرے من کے سائیں نے نظر نہ کی مجھ پہ میں ہر در سے ٹھکرائی ہوئی مجھ پہ اپنی نگاہ کی چادر ڈال اور میری زخمی روح کو مرحم کی تہوں سے لیپ کر۔میں اب کبھی نہ جاوں گی من کے بھیتر کہ ادھر وہ پہرے جما ئے بیٹھا ہے اور جہاں وہ وھاں میری راہیں جدا۔ناں میں نہیں جاوں وھاں۔۔ناں وہ لینے بھی آئے تب بھی ناں جاوں گی ۲۵ سال بیت گئے وہ نہیں آیا تو میں کیوں جاوں میں تنہا ہی اچھی۔" ڈاکٹر باری نے دیکھا آسیہ کے چہرے پہ آخری الفاظ ادا کرتے جو بے بسی تھی تو وہ محرومی کی نہ تھی اپنے انا پرست وجود کے اکیلے پن کی تھی

"اے دربار مولا بخش کے مالک خدا کو کہنا میں شرمندہ ہوں تیرے در سے دھتکارے جانے کے بعد میری کوئی پناہ نہیں۔میں نے شرک کیا۔" ڈاکٹر باری اس کے سے انداز میں اس کے پہلو میں دوزانوں بیٹھے تھا اور دعائیہ ہاتھ اٹھائے بولتے تھے۔آسیہ چیخی تھی اس شدت سے کہ جیسے اسے ذبح کر دیا گیا ہو۔ "میں نے غیروں سے مانگا جو خود تجھ سے مانگتے

ہیں۔اے خدا میری گودھری کر یا مجھے جسم کے بند
ھن سے آزاد کر کہ اب یہ تیری روح کو سنبھالنے کے
قا بل نہیں ر ہا۔
ڈاکٹر باری اسی کی طرح رقت آمیز آہ وزاری کرتے بو
ل رہے تھے اور آسیہ انہیں دیکھتی تھی۔اس نے ڈاکٹر
کے لبوں پہ اپنے ہاتھوں کے مقفل ڈالنے کی بہیتر کو
شش کی مگر وہ بو ل ر ہے تھے۔
من کا سکون صرف تیرے ذکر میں ہے میں تجھے
تیرے بہترین ناموں سے پکارتی ہوں مجھے سکون
نصیب کر میرے من کی میں کو مار دے تو کر دے
۔میرے سائیں مجھے مان لینا سکھا دے مجھے اپنی رضا
میں خو ش کر لے"
آسیہ پژمردہ سے ہوتی آہستہ آہستہ نیند کی آغوش میں
چلی گئی تھی۔اور پھر وہ سوگئی تھی۔پچھلے ۲۲ سالوں
میں پہلی با ر وہ آٹھ گھنٹے سو ئی تھی۔
خدا سے جو ناراضگی کے فولادی پہاڑ اس نے اپنے ارد
گر بنائے تھے ریزہ ریزہ ہو گئے تھے بس ایک صلح کر
وانے والا ہی تو درکار تھا جو اس جھجک کو اکھاڑ پھینکتا جو
منانے نہ منانے کے بیچ حائل ہو تی ہے۔

اگلے روز آسیہ رضا شاہد کے ساتھ یتیم خانے گئی تھی
بچہ adopt کرنے کہ ایک یتیم کی کفالت بہشت کی ہو
ا
ؤ ں کو تقد یر میں لکھ دیتی ہے۔
ختم شد

تجھے چاہا میں نے کچھ اس طرح
پھر مجھے نہ اپنا ہوش رہا
تو ہی تو ہوا ہر جگہ
میری صبح شام غرض ہر لمحہ
تجھے کیا خبر اے بے وفا
تجھے دل ہی دل میں سب چاہتے
تجھے حال دل نہ بتا سکے
تجھے اپنا غم بھی نہ سنا سکے
تجھے چاہا میں نے کچھ اس طرح
پھر مجھے نہ اپنا ہوش رہا

دانش انقلابی۔سعودی عرب